

Brown Book

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224821

UNIVERSAL
LIBRARY

يَقُومُنَا الْجَيُّودُ اَعْمَى اللّٰهُ

اسے ہماری قوم خدا کے پکارنے والے کی پکار مان لو



نَكْوَةُ الْعِلْمِ

۳۱۹ ہجری

مرتبہ جناب مولوی حافظ سید محمد الحق صدائیں تائبنا ظلم معین اللہ وہ بانکی پور

مطبع دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ اللَّهُ الْعَظِيمَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
وَنُحَذِّرُكُمْ بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفْرُقُوا

مضبوط پیکرِ لوحِ خدا کی رسی یعنی رشتہ اسلام کو مل جل کر اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو
مسلمانو! مسلمانوں کا ستارہ اقبالِ فلاکت و ادبار پستی اور تنزلی کی
گھٹائیں چھپ گیا اغراضِ نفسانی کے گھنگرج اور وساوسِ شیطانی کے
ہولناک کرکڑک سے ان کے دل ایسے سہم گئے کہ ان کے ہوش تک بچا
نہ رہے ان کا حال اس حد تک پہنچ گیا کہ اب ان پر ان خیال بھی ترس
کہانے لگے۔ ان کے نہ ویسے عقائد رہے نہ ویسے اعمال ان میں نہ وہ
اتفاق رہا نہ وہ ہم درمی نہ وہ تپا جوش رہا نہ وہ حمیت و غیرت
آپس میں نہ وہ اخوت و محبت رہی نہ صبر و اخلاص۔ غرض ان کا
نہ وہ اسلام رہا نہ وہ اسلامی برکتیں۔ ان کی تو کیا یا ہی پلٹ گئی اس میں
اب کس کو کلام رہا ہے۔ لیکن ایسا حال کیوں ہو گیا اور مسلمانوں کو

ایسے بدبختی کے دن کیوں دیکھنے پڑے یہ مسئلہ ایک مدت سے ہر اسلامی جلسوں اور ہر اسلامی صحبتوں کا زیر بحث ہو رہا ہے اسلئے مختلف جماعتوں نے مختلف وجوہ قرار دے دیے ہیں۔

بعضوں نے خیال کیا کہ بادشاہ وقت کی زبان نہ جاننے اور شاہی رسوخ پیدا نہ ہونے سے ہم ترقی نہیں کر سکتے سرکاری اسکول و کالج کھلے پڑے ہیں نام لکھایا۔ ڈگریاں حاصل کیں۔ چند نوکر ہوئے اور سمجھے کہ اسلامی ترقی یوں ہی ہو سکتی ہے۔

بعضوں نے خیال کیا کہ جب تک ہم مین ہنر (آرٹ) یا تجارت نہ آئیگی ہم ترقی کرنے ہی کے نہیں کیونکہ بغیر ان دونوں چیزوں کے شخصی ترقی ہو سکتی تو عمومی ترقی ہو نہیں سکتی۔ لیکن یہ خیال باوجود ہر تنفس کی خواہشوں اور ہوسوں کے عمل میں آیا ہی نہیں اور بوجہ بہت و نا اتفاقی کے سبب ناقابل عمل درآمد سمجھا گیا اور یہ ٹھیک ہے کہ ٹھیک سمجھا گیا۔

بعضوں نے خیال کیا کہ ہنر دامن علم چھوڑا جہالت کے گڑھے میں پڑے تلخ تخم کے تلخ پھل طوعاً و کرہاً چکھنے پڑے ان لوگوں نے قوم کو بے حال سے قوم کو غیرت دلائی غفلت کی نیند سے چونکایا۔ روئے اور رد لایا اور جہان تک ہو سکا ہوشیار کیا۔ اسکول و کالج کھولے

انگریزی تعلیم کی طرف قوم کو متوجہ کیا اور علوم جدیدہ کا ذوق انہیں
ڈالارفتہ رفتہ انہیں کامیابی ہوئی اور ساری قوم باقی تمام ضرورتوں
سے چشم پوشی کئے ہوئے انگریزی تعلیم کی طرف جھک پڑی۔

لیکن ہمارے علما جو مسلمانوں کا افسوسناک تنزل اور قابلِ حرم
حال دیکھ دیکھ کر اپنے حال میں نہ رہے تھے اور آئیو الے دن کے
خوف سے طرح طرح کے شبہ اور خیالات باندھتے تھے۔ اوٹھے
اپنے کو سنبھالا اور قوم کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے سمجھا کہ اسلام
یعنی مسلمانوں کی ترقی تعلیم سے جیہی ہو سکتی ہے جب تعلیم کے ساتھ
مذہبی تربیت کا پہلو بھی ملا رہے اور ترازو کے دونوں پائے برابر
ہوں اسلئے انہیں اپنے اصلی حال پر پہنچنے کے لئے آگے بڑھنا
ہے بلکہ تیرہ سو برس کی راہ پیچھے ہٹنا ہے اور اسلام کی گذشتہ
نشوونما کے جانب توجہ کرنی ہے یونیورسٹی کا موجودہ طرزِ مہکوزبان
دان بنانا ہے لیکن کسی علم کا عالم نہیں بنانا اور تیس برس کی عمر
میں فراع ہونے کے بعد زندگی کا بقیہ حصہ اجازت نہیں دے سکتا۔
کہ کمانا کھانا چھوڑ کر کوئی صرف علم کا ہی ہو رہے اسلئے موجودہ تعلیم
سے ہم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا آنا بہت دشوار ہے اور اگر کسی کو کچھ
آیا بھی تو وہ نہ آنے کے برابر ہے اسلئے ہمیں یہ دیکھنا لازم ہے کہ پھر آخر

ہم بڑے تھے کیونکر اور پھر گئے کیونکر کس چیز نے ہمیں ترقی کرنیوالوں کے صفات پیدا کر دیے تھے اور پھر وہ صفات ہم نے کیونکر ہمو دیے۔ فہم سلیم جہان تک غور کرتی ہے اور کہو ج لگاتی ہے تو یہی پتہ ملتا ہے کہ وہ سچا اسلام اور اسکی بے انتہا برکتیں جس سے ہم پھولے پھلے تھے اور جسکی شادابی اور تازگی کے جاتے ہی ساری نعمتیں پت چہر ہو گئیں اور ہم نخل خشک کی طرح سے ہو گئے (جلائے کے قابل)۔

اسلام اور بانی اسلام نے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمکو کیا تعلیم کیا تھا خدا و رسول کی محبت جس نے خود غرضی اور نفسانی ہوسون کی جو اہم جرائم اور طوفان بلاؤ آفات ہیں بچ گئی کر دی تھی۔ روح کو عبودیت سکھلائی اور جسم کو عبادت خالق سے رشتہ مخلوقیت جوڑا اور مخلوق سے رشتہ اخوت جتنے احکام تعلیم فرمائے وہ خدا سے بہلائی یا ثواب لینے کے ہیں یا مخلوق کے ساتھ بہلائی اور ہمدردی کرنے کے آپ کے تعلیم کے اسرار پورے سمجھ میں آجائیں تو شکر ہے بیان کرنا تو کجا آپ نے تہذیب سکھلائی۔ تمدن سکھایا جس اخلاق اور طرز معاشرت کے قانون سکھائے ہر ایک تعلیم ایسی ہے کہ اگر کسی ایک کے بھی پورے ہو رہو تو آنکھیں کھلیں اور یہ صاف روشن ہو جا کہ ہر ایک تعلیم میں

جسطرح روحانی فوائد حاصل ہیں اوسیطرح جسمانی بھی ہیں جسطرح
 دینی ہیں اوسیطرح دنیاوی بھی ہیں انما الاعمال بالنیات (جیسی نیت سیسا
 عمل) نیت بخیر ہے تو دنیا بھی دین ہے دینی اعمال میں بھی نیت اگر
 دنیا ہے تو وہ دنیا ہے خلفا علیہم الرضوان نے بھی عملی طور پر یہی بتایا
 (دل ببار د دست بکار ادا سے عبودیت کرتے رہو اور جسم سے عبادت
 خلافت کی سلطنت کی۔ اسلام کا بول بالا کیا۔ دوستوں سے سلوک
 کیا۔ دشمنوں کے مقابل صف کشی کی۔ انتظام کے قانون بنا۔ مختلف
 محکموں کے دروازے کھولے اور یوں تبادیکہ الدنیا من ریحۃ الا
 (دنیا دین کی کہتی ہے) اصحاب اور تابعین نے بھی جیسی تعلیم پائی
 جتنی ویسا ہی عمل کیا ترقی میں کوئسی گرہ لگی رہ گئی جو کہولی نہ لگی کہ
 دشمن نے سلاخ کیا جو نیچا دکھایا نہ گیا اسی طرح اسلام پھولتا
 پھلتا رہا۔ جب اسلام پھیلا مسلمان پھیلے۔ اسلام کی برکتیں پھیلین
 عقل نے جو نفسانی خواہشوں اور یہودہ و ہوسوں سے بے غل و غش
 تھے سیدھی راہ دکھائی عملی گھوڑے نے سلامت روی اختیار کی
 ہمت نئی لگام ہاتھ میں لی۔ طلب و شوق نے ایڑ دی۔ جوش و دلولہ
 نے تازیانے لگائے۔ بردباری و استقلال نے رکاب تھامی۔ صبر و
 شکر نے چتر لگائے۔ نصرت و اقبال جلو میں ہوئی۔ پھر کہاں کہاں نہ پہنچے

زمین کو ناپا سمندر کی تہالی۔ تاجرون میں پہونچے۔ اونکی شان بلند کی
 ہنرمندوں میں پہونچے۔ اونکی عظمت اونچی کی۔ دارالعلوم میں پہونچے
 علوم حاصل کئے۔ پھر ترجمہ کیا اور اسے اپنا بنایا گھر گھر اشاعت کی۔ گاڑ
 چھانٹ کئے۔ پھر اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ اسے ایک ذخیرہ علوم فنون
 بنادیا۔ علموں کا کون سا شائبہ تھا۔ جہاں اون کے تدبیر و فکر کا آفتاب
 نہ چمکا ہو یعنی یہی تھے آفتاب دین کے۔ اور یہی تھے آفتاب دنیا کے
 دین ان سے روشن اور دنیا ان سے

غرض دین و دنیا دو پہیے ہیں ترقی کی گاڑی کے جب تک یہ دونوں
 پہیے نیت و ہمت۔ صبر و اتفاق وغیرہ وغیرہ اوصاف کے کبل کھٹے
 سے درست نہ ہوں گے۔ یہ گاڑی منزل مقصود تک پہونچنے ہی کی
 نہیں۔ جب تک یہ دونوں پہیے کبل کھٹے سے درست تھے ہماری
 رفتار بیلگوں سے تیز تر تھی غفلت نے پرزے ڈھیلے کر رکھے
 ہمت نے چلنا چھوڑا۔ ہو کرین کہا تے کہا تے تنزل کے تنگ تار
 غار میں گر پڑے۔ ہم وہاں ہیں جہاں سے ہلکو بھی کچھ ہماری
 خبر نہیں آتی۔ آگے آتی تھی حال دل پہنسی۔ اب کسی بات پر نہیں
 آتی۔

اے مسلمانو! وہ ہم ہی تھے جو سب کچھ تھے اور وہ ہم ہی ہیں جو اب

کچھ نہیں ہیں۔ و انتہا اعلیٰ ان کنتہ مومنین (تم ہی غالب ہو
 اگر تم میں ایمان ہے) ہمارا تمغہ تھا۔ کنتہ خرامۃ اخرجت للناس۔
 (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہو) ہمارا لقب تھا۔
 درخیت کلمہ اسلام دینا (راضی ہوئے ہم تم سے کہ تمہارا دین
 اسلام ہے) ہماری شان تھی۔ اور اب اپنا کیا حال ہے اپنے ہی
 دلوں سے پوچھو۔ بل انسان علی نفسہ بصیرۃ ولوالقہ معاذیرہ۔
 افسوس افسوس نکبت کے یہ دن پہنچ گئے ہیں کہ اب
 یاس و ناامیدی کی جلیں منڈلانے لگیں اور زمانہ گہرا رہا ہے کہ اے
 مسلمانوں اب مایوس ہو کر خلیے بیٹھے رہو تم سے کچھ چلنے کی نہیں
 لیکن اے یہاں بوا خدا سے ناامید ہونا گمراہی ہے سب کچھ گیا تو گیا
 پر الحمد للہ کہ اوس امید کی آنکھ لگی ہے اسی امید نے علماء کے دلوں کو
 گدگدایا وہ پکارا وٹھے دھوالدی یزول الغیث من بعد ما قنطرو
 وینشر رحمۃ (یہ خدا ہی ہے کہ جو لوگوں کے ناامید ہو چکے بھی
 پانی برساتا ہے اور اپنی رحمت پہیلیاتا ہے) اسی بنا پر انہوں نے ۱۸۹۶ء
 میں ایک جلسہ بنام ندوۃ العلماء قائم کیا اطراف و اکناف کے علماء
 جب جمع ہوئے اس جلسہ کے مقاصد حسب ذیل قرار پائے۔

مقاصد ندوۃ العلماء

یہ سب کچھ
 انسان اپنے غلاب
 میں نہ نکلتا
 اپنے تئیں ب
 تصور کیجئے
 کہتے ہی ہاتھ پیر
 لایا ہے ۱۱

اعلیٰ اشاعت اسلام، اسلام کا نقیب اب گویا کہیں نہیں۔ اور ضرورت اسکی کہاں نہیں ہے۔ اپنے ملک میں زیادہ تر مسلمانوں کو لئے۔ اور ممالک غیر میں غیر قوموں کے لئے جیسا مرض ویسا علاج۔ موجودہ امراض کا علاج درکار ہے۔ اس کے آج کل مسلمانوں کو ایسے علما درکار ہیں جو آج کل کے مرض کی دوا ہوں۔ علوم جدیدہ فلسفہ و طبعیات کے آگے دلائل عقلیہ اور رموز و اسرار قرآنی سے مدد لینا اور اپنے ہنر اور کمال دکھائیں اس کے دوسرے مقصد کی ضرورت ہے۔ علم ترقی تعلیم اور اسکی اصلاح، یہ مقصد مجبور کرتا ہے کہ ایک دارالعلوم قائم کیا جائے جس میں تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی دی جائے جس سے ایسے طلباء پیدا ہوں جن کو ایک نہ ایک فن میں مجتہدانہ کمال حاصل ہو۔ اس مجبوری سے ندوۃ العلماء نے تین برس کے قریب ہوتے ہیں کہ ایک دارالعلوم کو ہولیدیا ہو جس کا حال آئندہ روشن ہو گا۔

عَنْ رَفْعِ زُرَّاعٍ بِأَنَّهُ سَمِعَ سَلَامَ مَسْجُودٍ سَمِعَهُ، وَادَّكَرَ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَذْكَتُمْ أَعْدَاءَ أَفْأَلَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرُوا نِعْمَتَهُ إِخْوَانًا خُذُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كَوَيْدًا وَدَعُوا تَمَّ بِرُكْنِي لَيْفِي جَبَّ تَمَّ آيَسُ مِثْنِ دُشْمَنِ تَحْتِ تَوَهَّارِ دَوْلَتِ مِثْنِ الْفَتَا وَالدِّي كَجَبَّ تَمَّ صَبْحُ كَوَاوُحْتِ تَوَيْبِ أَوْسَلِي نِعْمَتِ تَحِي كَتَمَّ آيَسُ مِثْنِ بَهَائِي بَنِي تَحْتِ أَدْرَاوَسْكَ يَغْرَضُ رُكْزَ نَهْنِ كَمَذْهَبِي حَيْثِيَّتِ سَبْخُ مَخْتَلَفِ أَكْرَهَ مَسْلَانُونَ كَيْ هُنْ وَهَ اِيَكْ كَرَدِي جَائِيْنِ كِيُونَكِي يَهْ تَوَهُونِيَا نَهْنِيْنِ

ولو شاء الله لمجعلكم امة واحدة اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بناتا۔ یہ تو خدا کی مرضی ہی نہیں اور یہ جب نہو اتواب کیا ہوگا۔ اختلاف تو بجائے خود رہے لیکن یہ ہو دگی۔ بد تہذیبی رتبہ شتم۔ لعن و طعن نہ ہو مقدمہ بازی تک تو نوبت نہ پہونچے اور گھر کا قبائل تو ہو یہ بدگوئی جھگڑا جہالت کا جو حکومذہب سے کوئی تعلق نہیں اس سے سو کو کس دور ہاگو بلکہ اون باتوں میں جن میں اختلاف نہو۔ اتفاق ہو ایک ہو جائو علوم جدیدہ کے مقابلہ کو یا علم کلام کی نظر ثانی کو اگر ایک گروہ کھڑا ہو تو دوسرا بھی ہمران ہوا اور متفق علیہ باتوں میں متفق ہو جائے خواہش نفسانی پر لات مارو کہ ونھی **عَنِ النَّفْسِ عَنِ الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی** یہ معنی ہیں رفع نزاع باہمی کے

جنت نفس کو
خواہشوں سے
رو کا تو سے
شعبہ جنت کا
ہے

ہم وہ مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے تدابیر سوچنا اور ان کے انجام میں سعی کرنا، لیکن امور سیاست سے کوئی تعلق نہیں، یہ مقصد اس قدر وسیع ہے جسکی تفصیل کے لئے یہ چند اوراق کافی نہیں ہیں۔

ندوة العلماء (خدا تعالیٰ اسکو کامیاب کرے) ہر ایک مقصد اسکا ایسا مہتمم باثان ہو جسکے اعلیٰ منافع پر نظر ڈالنے سے امیدوں کے دامن بھر ہوئے نظر آتے ہیں اور اسکی عظمت و جلالت پر نظر کرنے سے بڑے بڑے اہل ہم کی ہمتیں حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ لیکن ومن یقنط من حجة

سربہ بالا الضالون گمراہوں کے سوا خدا کی رحمت سے کون نا امید ہوتا
امیدیں دلا دلا کر حمت کا قدم آگے ہی بڑھائے جاتا ہے۔

ندوة العلماء کی عمر سات برس کی ہوئی۔ ہر سال یہ جلسہ کانپور لکھنؤ میرٹھ
شاہ جہانپور پٹنہ عظیم آباد مختلف جگہوں میں ہوا کیا ہے۔ اور الحمد للہ کہ
سب جلسے کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ اول پانچ برس تو اس نے اپنے مقاصد
کی اشاعت کی جبکہ غلغلہ عرب سے لیکر عجم شام سے لیکر مصر تک پہنچا۔
تمام کے علمائے اسکے مقاصد کے ساتھ اتفاق کیا اور ہمدردی ظاہر
کی۔ رپورٹ سالانہ کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ کہاں کہاں کے علما
اس میں شریک نہیں ہوئے۔

ندوة العلماء نے کانپور میں ایک یتیم خانہ کھولا جو نہایت کامیابی کے ساتھ
چل رہا ہے۔ دارالافتاء کھولا جس سے مسلمانوں کو بغایت سہولت اور
آسانی ہوئی ہے۔ بہتیرے جگہوں پر مسلمانوں کے دفع کئے اور ہر سال
مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہونے اور خالص اسلام جمع ہونے سے
اور مذہبی و غلط و نصیحت جو مجلی روح و منزلت اور صاف ہے سنے سے جو فوائد
ہوئے ہیں وہ مسلمانوں سے پوچھو اور اسلامی عظمت اور محبت جو انکو
دلون پر بیٹھی وہ انکے دلون سے پوچھو۔ اور علما کو جو فوائد ایک جمع
ہونے آپس میں بتل خیال کرنے اور اسلامی حالات اور اسلامی ترقی

پر من حیث جماعت خود کرنے سے اد نہیں حاصل ہوئے وہ اوتھکے
 دلون سے پوچھو دبرس ہوتے ہیں کہ ایک دارالعلوم کہو لاگیا جو مسلمانوں
 قابل توجہ ہے مین اسوقت دارالعلوم کی ضرورت اور اسکا اہتمام اوسکی
 عظمت و شان اور اسکے بے انتہا فوائد کے نسبت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں
 اے مسلمانو! سلطنت کی زبان دوسری زبانوں کو کہا جاتی ہے یہ ایک مسلم
 اصل ہے دوسرا انگریزی تعلیم کی ضرورت نے ساری قوم کے دماغ
 کو انگریزی تعلیم کے جانب متوجہ کر دیا ہے انگریزی تعلیم کی ضرورت ہے
 مین اس اختلاف نہیں کرتا لیکن مذہب ملت کہ جسکی ضرورت کی سطح
 کم نہیں ہے اسکا گلا ہے اور بے پروائی کا خنجر عربی زبان جو مذہبی اور
 اس حیثیت سے قومی زبان ہے مسلمانوں کے دلون سے محو ہو گئی اور
 محو ہوتی جاتی ہے۔ زمانہ کی رفتار اور علما کی غفلت چند سیون ہی
 رہی تو قرآن و حدیث کا سمجھنے والا بھی کوئی نہ رہے گا۔ اور مثل یوحنا اور
 متی کی انجیل کے مٹے فلاں۔ اور مولوی فلاں کا ترجمہ قرآن اصل قرآن مانا جائے گا
 آج مسلمان کے بچے عربی چھوڑا انگریزی ترجمے قرآن کے پڑھتے ہیں اور
 اوس پر قانع اور خوش ہیں اسکا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ آگے چلکر مطلقاً قانون
 دریافت کئے جائیں گے اور ارکان نماز و حجازہ و نکاح وغیرہ وغیرہ
 بطور منتر کسی زبان مین ادا کئے جائیں گے اور آزادی اور بے بالی کی اگر بات

یون ہی چھوڑ دی گئی تو اسلام مسجدوں کا بھی نہ رہے گا۔ افسوس صد افسوس! اے خداوند تعالیٰ اسلام کا وہ دن نہ دکھلاؤ اور اپنے پیارے نبی کے پیارے اسلام کو پیار ہی کی نظر سے دیکھو عربی کی اور علما کی تقلید ہو چکی اور حد کو پہنچ چکی۔ فیضِ نکبت کے گئے زینے طے ہو چکے۔ اے مسلمانو! اس بُرے دن سے ڈرو جو دن آنیکو ہے۔ یون تو آج ہی بہت سے مدرسے جاری ہیں مگر وہ کیا ہیں خود دنیا پر روشن بین اکثر یہ بھی خاک سے خالی نہیں مگر ہمارے دردمند کی دوا نہیں ہو سکتی، حکماء علیٰ تعلیم کی ضرورت ہے۔ موجودہ طرزِ تعلیم سے اول تو لائق طلباء نکلتے ہی نہیں جو نکلے بھی نہیں وہ کسی علم کے پورے عالم ہو کر نہیں نکلتے نہ ریاضی نہ فلسفہ نہ طبیعیات نہ الہیات نہ تاریخ نہ جغرافیہ یہاں تک کہ عربی ادب بھی آیا تو اسے قدر کہ بول چال لکھنا پڑھنا تو درکنار کس قدر عربی عبارت سمجھ لیا یہ عربی ادب بھی تو کیا آیا کوئی آیت قرآن مجید کی آئی تو بغیر لغت و تفسیر دیکھے مطلب بیان نہیں ہو سکتا الا ماشاء اللہ یہ حال ہے ہمارے یہاں کے اکثر عالموں کا ان کا علوم جدیدہ اور فلسفہ کے مقابل آنالاء و حقائق اسلامی کا بول بالا رکھنا وہم و خیال ہے یہ سمجھائیں گے تو محض نقل سے اور دنیا ہو رہی ہے عقل کی۔ اسلئے انکی پیش نہیں چلتی یہ وہی مصیبت انکو پیش آئی جو اگلے علما کو اس وقت جب فلسفہ یونانی نے

اپنا نشان بلند کیا تھا آئی تھی ادھون نے جب یہ دیکھا کہ یہ آگ بجھنے کی
 نہیں بلکہ آگ ہو کر تماشے دیکھنے سے کام چلنے کا نہیں متفق ہوئے
 اور اتفاق کے جو شیلے پانی چھٹے دے دیکر بجھا ہی چھوڑا اور علم کلام
 کی بنیاد ڈالی ہلکو بھی اسی کی ضرورت تھی مگر افسوس کہ دنیا اس سے
 بے خبر ہے۔ جب مذہب کے علما کا یہ حال ہو تو اس قوم میں اسلام
 کا اب تک رہ جانا صرف خدا کا وعدہ پورا کرنا ہے اور بس۔ لیکن
 خدا کا شکر کس زبان سے ادا ہو وہ اسلام کو اس حال میں ہمیشہ
 کے لئے نہیں دیکھنے کا۔ قل یا عبادى الذین اسرفوا علی انفسهم
 لا تقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ اے نبی
 آپ کہہ دیں کہ اے میرے بند و جنہوں نے اپنے نفس پر حد سے زیادہ
 تجاوز کیا ہے رحمت خدا سے ناامید نہ ہونا بے شک اللہ تعالیٰ
 کل گناہوں کو بخش دے گا۔ خدا تعالیٰ نے اس فرمان سے علماء کا برو
 ستانہ ہند کے دلوں کو تسکین دی۔ ہمت نے قدم آگے بڑھایا
 زمانے ساتھ دیا۔ قوم نے موافقت کی۔ عملی کارروائیوں نے پاؤں نکالے
 لیکن ادھون نے خدا پر بھروسہ کر کے ومن یشوکل علی اللہ فهو حسبہ۔ جو
 شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کو کافی ہے۔ ایک دارالعلوم
 کھول دیا۔ نصاب تعلیم کیا ہونا چاہئے تب جگہ اشتہار شایع کئے تمام

علمائے رائے طلب کی۔ اکثر خدا ترس عالموں نے تکلیف گوارا کر کے
نصاب پہنچا جو ایک مجمع میں منتقح اور مرتب ہو کر تیار ہوا۔

اس دارالعلوم میں دو درجے سمجھنے چاہئیں ایک تین برس کی
پڑھائی کا حسین طالب علم مولوی کے لقب کا مستحق ہو جاتا ہے اور
دوسرا درجہ اسکے بعد پانچ برس کی پڑھائی کا جسکی کامیابی کے
بعد طالب علم اہل فضل و کمال کے لقب سے ممتاز ہوتا ہے اس تین
برس کی پڑھائی میں طالب علم تمام قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر و قوت
کچھ حدیث بقدر ضرورت فقہ کچھ اصول فقہ ان سبکی ایک دو کتاب
اور ادب اتنا کہ گھنٹہ دو گھنٹہ تک عربی زبان میں وعظ کہہ سکتا ہو
ساتھ ریاضی و تاریخ و جغرافیہ انٹرنل کے قریب قریب تک پڑھ لیگا
اور جو کچھ تعلیم ہوگی وہ سمجھ اور لیاقت کے ساتھ ہوگی۔

اوس پانچ برس کی تعلیم میں وہ تعلیم مقصود ہے جو اعلیٰ درجہ کی
ہو جس سے ایسے طلبہ اکلین جنکو ایک نہ ایک فن میں مجتہدانہ کمال حاصل ہو
دارالعلوم کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی اعلیٰ درجہ کا قائم کیا گیا ہے
کہ از فراغ طالب علم جس علم سے مناسبت رکھتا ہو دو برس کا مل سمن
اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کرے ابتدا سے انتہا تک ایک گھنٹہ انگریزی زبان
کا بھی رکھا گیا ہے تاکہ ناواقفیت زبان شاہی سے نہ رہے ایسے علما

اس لائق ہوں گے کہ علوم جدیدہ کے مقابلہ کو کھڑے ہوں فلسفے کے
 اونچ نیچ کو درست کریں قرآن مجید کے رموز و اسرار کی اشاعت کریں
 علم کلام پر ضرورت زمانہ کے لحاظ سے نظر ثانی کریں۔ غیر قوموں کے
 اعتراضوں کے سینہ سپر ہوں دین اسلام ہر قوم و ملت جاہل اور تعلیم
 سہوں میں پھیلاؤ میں اسلام یوں ہی پھیلا ہے اور یوں ہی پھیلا گا
 اور ہمارے دن یوں ہی پہرے تھے اور یوں ہی پہرین گے۔

اوس تین برس کی پڑھائی کے بعد جس کا بھی چاہے اپنی تعلیم دارالعلوم میں
 جاری رکھے اور آگے پڑھے اور درجہ فضیلت و تکمیل حاصل کرے
 اور چونہ چاہے وہ سرکاری مدارس میں جائے تین برس زبان دینی
 میں لگے رہنے سے بجائے نو برس کے چہ ہی برس میں انٹر میڈیٹ کر سکتا
 عمر کے تین برس بچ جاسکتے ہیں یہ کیا تھوڑے ہیں کہ دین بھی آیا اور دنیا
 کیلئے گویا تین برس عیاشی بڑی اس کے سوا جب وہ مذہب سے واقف ہو چکے
 تو علوم جدید سے واقفیت پیدا کر تین فلسفہ اچھی طرح حاصل کریں یورپ
 جائیں خدا سے امید ہے کہ وہ ہر جگہ اسلام ہی کے لئے مفید اور مفید
 تر ثابت ہوں گے۔

یہ سب تو ایک مدت کی سوچ اور ایک زمانہ کا تدبیر و تفکر ہے دیکھنے کی بی بات
 ہے کہ دارالعلوم کھل گیا دو برس بھی ہوئے ان عملی طور پر بھی ہم اون

امیدوں کی کامیابی کی توقع کر سکتے تھے یا نہیں ضرور کر سکتے ہیں محبت کی آنکھ سے دیکھو تو سہی جب اسی قدر ہمتیں ہوگی اسی تحقیق کے لئے چند اشخاص پٹنہ سے دارالعلوم میں گئے اور چشم خود دیکھا ان کا رپوٹ پٹنہ کے سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء سے ظاہر ہوگا۔

دارالعلوم کی عمر ڈیڑھ برس کی تھی جب مولوی سید شرف الدین صاحب بیڑاٹ لال بانکی پور خود تشریف لے گئے اور دارالعلوم کا ملاحظہ کیا چونکہ خود بھی عربی سے واقف ہیں لڑکوں کا امتحان لیا صرف و نحو اقلیدس حساب کے جواب میں کسی ایک نے بھی غلطی نہ کی اور اس سمجھ کا جواب دیا کہ کوئی مولوی صاحب موصوف کے قدردان دل سے پوچھے انہوں نے فرمائش کی **۵** دوست آن بشت کہ گیر دست دوست در پریشان حالی و در ماندگی اسکی عربی بناؤ سب لڑکوں نے فوراً بنا دی کیا ڈیڑھ برس کی پڑھائی کا یہ نتیجہ ہماری امیدیں پوری نہیں کر سکتا ان لڑکوں کے جواب کا کچا چٹھا بانکی پور مطبع النج

نواب بہادر جناب سید امیر حسن خان صاحب سی۔ آئی۔ اسی بھی لکھنؤ تشریف لے گئے تھے اور دارالعلوم کو چشم خود ملاحظہ کیا تھا وہ اسی مکملتہ میں تشریف رکھتے ہیں جب کا جی چاہے جا کے پوچھ لے اور تصدیق کر

منشی محب الحق صاحب مختار بانکلی پور نے لڑکون پر فرمائش کی کہ جناب
نواب صاحب ممدوح کا خیر مقدم عربی میں جربستہ لکھو۔ سپہوں نے لکھا
اور ایسا لکھا کہ کہیں غلط نہ تھا۔ اسکا کچا چٹھا بھی بانکلی پور مطبع الینمین
موجود ہے۔ سالانہ جلسہ ندوۃ العلماء پٹنہ میں بھی چند لڑکے آئے تھے انکو
ہے کہ پورا وقت امتحان کا نہ مل سکا۔ پھر بھی جیسا امتحان اذکار بر جمع ہو
وہ سب پڑھا رہے۔ حافظ واحد علی طالب علم کا عربی لہجہ میں قرآن شریف
کا پڑھنا اب تک نہیں ہو لایا ہے۔ جناب حکیم مولوی عبدالباری صاحب
عظیم آبادی نے جس ذوق و شوق سے طلبہ کا امتحان لیا عربی میں
خط لکھوایا۔ منطق میں مشکل مشکل سوالات اور انکی حیثیت علمی سے باہر
کئے۔ شعر کی تقطیع کرائی۔ پھر لڑکون نے جیسا جواب دیا وہ مشہور ہے۔
جناب حکیم صاحب ممدوح حسب قدر اس تعلیم سے اور ان تعلیم پانیا والوں سے
خوش ہوئے کوئی اونکے دل سے پوچھے۔ (ایا اوس جلسہ کے سامعین
کے دلوں سے) میں علمی ثبوت کہاں تک دون۔ مشاہدہ کے لئے دلیل
کی ضرورت نہیں۔ جسے یہ محال یا کرامت معلوم ہو وہ بنظر تصدیق لکھنؤ
جائے اور مشاہدہ کرائے۔ لکھنؤ کچھ دلی دور نہیں۔ آمدورفت تین
دن کا سفر ہے۔ اس سال سالانہ جلسہ ندوۃ العلماء کا کلکتہ میں ہنکویہ۔ خلوعہ دن
لائے۔ کلکتہ ہندوستان کا دار السلطنت ہے۔ اور میں حیث دار السلطنت

یہاں کیا رنگ نہ دیکھے گئے اور نہ دیکھے جائیں گے۔ مگر یہاں کیلئے
 بھی یہ پہلا ہی موقع ہے کہ تمام ہندوستان کے منتخب اور برگزیدہ
 علما اور مشائخ ایک جگہ جمع ہوں گے اپنے غلو و نصیحت سے تسخیر
 فرمائیں گے۔ مسلمان کے ڈوبتے ہوئے پیر کو اپنے کا ندھے دینگے۔
 خداوند کی سعی مشکور کرے۔ اور اسلامی بیڑا پار لگائے۔ اور مسلمانوں کو
 اذکی ہمدردی کی توفیق مرحمت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین
 ہاں میں یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ دنیا کا کوئی اہم کام جب تک
 کوئی اوسکا مخالف کھڑا نہ ہوا انجام کو نہ پہنچا۔ یہاں تک کہ محبوب
 رب العالمین نے بھی جب اشاعت اسلام شروع کی تو حدیث و تواتر
 شاہد ہو کہ کیا کیا مصیبتوں کی گھٹائیں جھوم جھوم کر نہ اڑھیں۔ اور کیا
 کیا بدگمانیوں اور بدکلامیوں کے منہ نہ برسے۔ ظہر الفساد فی
 البر و البحر ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور تری میں) مگر کیا ہوا۔
 لقد ابتغوا الفتنة من قبل وقلبوا ملک الامور حتی جاء الحق
 وظهر امر الله بے شک وہ تلاش کرتے ہیں فساد کو۔ اس سے پہلے
 کہ آپ مدینہ میں پہنچیں۔ اور بدلائین آپ کے کاموں کو۔ یہاں تک
 کہ آئی امداد اللہ کی۔ اور ظاہر ہو گیا دین اللہ کا۔ اور وہ برا ہی جانتے
 رہے۔ اسی سنت کے مطابق کچھ لوگ معدودے چند اسکے

بھی مخالف ہوئے ہیں یریدون ان یطغئو نور اللہ با فواہم
و یابی اللہ الا ان یتم نور لا فکا ارادہ ہے کہ خدا کے نور کو
منہ سے پہونک پہونک کر بجھا دیں مگر خدا یہ تو نہ کرے گا کہ اپنا
نور تمام نہ کرے۔

افسوس صرف اتنا ہی ہے کہ یہ مخالفت اپنوں ہی کی ہے اور ایک
اپنے ہی گھر سے اٹھی ہے قد بغوا علینا ہمارے بھائی ہی سے بگڑ بیٹھے
اس لئے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اے ہائیو لا شان عوا
فتفشلوا و تذهب ریحکم آپس میں نہ جھگڑو ورنہ راہ سے پہل
جاؤ گے اور تمہاری پابند ہوتی رہیگی اب بھی چیتو دیکھو ہوا مخالف ہے
سمندر کو مد و جز ہے۔ رہنروں کا قومی گروہ لوٹ لینے کو تاک
میں ہے۔ ڈاکوؤں کی فوج پیچھے پڑی ہے۔ دشمنوں کے
جہاز کے لنگر اٹھ چکے ہیں۔ اور اسلام کی کشتی تلملارہی ہے
خدا کے لئے اب بھی ہوش کرو۔ تعالوا الے کلمۃ سوا
بینا و بینکم اوس بات کی طرف توجہ کرو جس میں ہم تم
مستقیم ساری باتوں میں تو ہم تم ایک ہیں اوس میں ملجاؤ اور
اختلاف جو آریا مصلحت بنی میں ہے اوس پر خاک ڈالو اور یہ
یاد رکھو۔

یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن
 اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا یمحب احکم اب
 یا کل لحم اخیه میتا فکرہتموا لا تقوا اللہ مسلما ولا لو کون فی
 اور بدگمانیوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان داخل گناہ
 ہے اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں مت رہا کرو اور نہ تم دوسرے
 کو ایک کے پیٹھ پیچھے بُرا پہلا کہو۔ پہلا کوئی بھی تم میں سے اس بات
 کو گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہو بہائی کا گوشت کھاوے
 یہ تو یقیناً تم کو گوارا نہیں تو غیبت کیونکر گوارا ہو کہ یہ بھی ایک
 قسم کا مردار کھانا ہے اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو

والسلام علی من اتبع الهدی
 محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ

مقاصد و فوائد ندوۃ العلماء

ندوۃ العلماء کے مقاصد مفصلہ ذیل ہیں (۱) ترقی تعلیم (۲) طریقہ تعلیم کی اصلاح
 ضروری (۳) درست اخلاق (۴) رفع تلخ باہمی (۵) اہل اسلام کی یہودی
 عام۔ مگر ندوۃ العلماء کو امور سیاست مدن (بالیکس) سے تعلق نہیں ہے۔
 مقاصد مفصلہ بالا کے حاصل کرنے کے لئے مناسب تجویزین قرار دی گئیں
 ہیں جنکا اجرا مسلمانوں کی حالت موجودہ کے لئے نہایت ضروری اور
 اونکی دینی دنیاوی ضرورتوں کے لئے پوری طرح کافی و کافی ہو
 اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر فضل انیدی اونکے اجرائین پورے طور سے
 موید ہوا تو قوم کو اس سے فائدہ کثیرہ حاصل ہونگے جنکا اجمالی اندازہ
 حسب ذیل ہے (۱) ترقی مذہب اسلام (۲) لاندہبی اور الحاد کی بیخ کنی۔ (۳)
 علما باکمال کا موجود ہونا (۴) علما کی عزت و توقیر (۵) صنعت و تجارت کی
 ترقی و اشاعت اسلام (۶) اون خلاف شریعت رسومات اور اسراف
 سے بچنا جو تباہی اور بربادی کے باعث ہیں (۷) احکام ضروری صوم
 و صلوة کی پابندی (۸) استغنا و کاجلوب اور ضربت زمانہ مفید مسائل و انحرافات عائد
 کی تحقیق (۹) علما و فقیہ نزع و کا دفع ہو جانا جسے علاؤ افساعت مولیٰ مسلمین کے ہنگام
 متفقہ (۱۰) اہل اسلام کا نرا قابو بھی مقاصد بکرمعا و معاد کے حمزہ تدبیر پر چلنا۔

ندوة العلماء کے نسبت بعض علما کرام کو خیالات

تحریر مولانا محمد محسن جوناپوری

حامداً ومصلیاً

فی الواقع اس زمانہ میں اس ندوة العلماء ایک ایسی مجلس کی بری ضرورت تھی اللہ تعالیٰ اسکے بانیوں کو جسے خیر عطا فرمائے اب تک جس کامیابی سے اس نے اپنے کار منصبی کو انجام دیا ہے امید کہ آئندہ کو اور بھی ترقی حاصل کرے پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی توجہ اس طرف فرما کر سعادت دارین حاصل کریں اور لوگوں کو ترغیب و تحریص دیکر الدال علی کفایہ کا مصداق بنیں۔ فقیر محمد محسن جوناپوری عفا اللہ عنہ۔

تصدیق مولانا عبدالرب صفا جانشین

مولانا حافظ احمد صاحب علیہ الرحمہ خلف الرشید مولانا کرامت علی

صاحب قدس سؤیں اس تحریر اتفاق رکھتا ہوں۔ عبدالرب بن محمود بن

علی جوناپوری۔

الحمد کہ اب ہماری قوم کے برگزیدہ لوگوں میں اپنی رائے کو آزادی
 سے ظاہر کرنے کا خیال بہت کچھ پیدا ہو چلا ہے اور پھر کچھ
 تحریروں سے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ ان بزرگان
 خیالات کس درجہ پاکیزہ اور ان کی ہمدردی ہمدردان
 قوم کیساتھ کیسے اعلیٰ درجہ کی ہے میرا اس کہنے کی
 تو کوئی ضرورت ہی نہیں کہ یہ کون حضرات ہیں کیونکہ ہندو
 بنگال میں غالباً بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو مولانا کرامت علی
 صاحب جو نپوری رحمہ اللہ علیہ اور نیراؤن کے خاندان کے
 معزز حضرات سے واقف ہوں بالخصوص بنگالہ تو ابھی
 لوگوں کی ذات سے روشن ہے اخیر میں میں اور بزرگان
 قوم سے التجا کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنی اپنی رائے اس جلسہ کے
 نسبت نہایت آزادانہ سے پیش فرما کے قوم کو ممنون و
 مشکور فرمائیں۔

زاہد حسین عفی عنہ کلکتہ۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ نَدَامُوا الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ نَدَامُوا

(اے لوگو!۔ حق و باطل کو گڈمڈ کر کے دیدہ و دانستہ حق کو چھپاؤ)

گزارش و اقعات و اظہار خیالات

دربارہ

خیر اندیشی ندوۃ العلماء

مضامین مشہورہ اخبار نصرت الاسلام کلکتہ

رقم زدہ

بہی خواہ اسلام و خیر اندیش مسلمانان

خاکسار ذرہ بے مقدار سید خلیل الرحمن بی۔ اے۔ قادری۔ حنفی

مترجم ہائیکورٹ کلکتہ۔ صیفہ پریوی کونسل۔

بانتام اختر ابو الطموبانی نقون
در ضیائی پریس کلکتہ طبع
الکھولنی بی۔ اے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَسَلَامًا

التماس ضروری

اصل میں یہ مضامین اخبار نامہ نصرت الاسلام - کلکتہ "میں چھپوانے کی نیت سے لکھے گئے تھے۔ کیونکہ جن تحریرات کے تعلق ہم کو اپنے خیالات ظاہر کرنیکی ضرورت پڑی وہ تحریرات اسی اخبار میں شائع ہوئی ہیں۔ لیکن جب اپنے ان مقومات کو ہم نے جناب ڈیٹر صاحب نصرت الاسلام کی خدمت عالی میں اپنے ایک دوست کے ہاتھ بھیجا تو ہماری بد نصیبی سے جناب ڈیٹر صاحب نے مضمون کو اپنے اخبار میں چھاپنے سے مجبوری ظاہر کی اور یہ عذر پیش کیا کہ میرا اخبار ایک بہت مختصر سا اخبار ہے۔ اس میں ایسے طویل الذیل مضامین ایک دفعہ ایک ہی اشاعت میں نہیں چھاپے جاسکتے۔ ہاں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چند پرچوں میں باوقات مختلف

(سوال کے اور ذکر کا جواب ملتا ہے)

شائع کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے جناب اڈیٹر صاحب کے عذر کو اُنکے بیان کے مطابق واقعی مجبوری پر معمول کر کے اپنا مضمون واپس نکال بھیجا۔

ہماری خوشی کے علاوہ اگرچہ انب و موزون تر تو یہی تھا کہ جس اخبار میں ندوہ کے متعلق اعتراضات چھپے اور شہر ہوئے ہیں اُسی اخبار میں واقعاً کے اصلی پہلو کو بھی دکھایا جائے تاکہ خواندگان اخبار کو بیان کے تاریک و روشن دونوں رخ واضح طور سے نظر آسکیں۔ ہم کو اگرچہ دلخواہ موقع نہ ملنے کا سخت افسوس ہے لیکن کیا کیا جاسکتا ہے جبکہ حالات سے مجبوری ہے۔ بہر حال ہم جناب اڈیٹر صاحب کی خوش نیتی اور ارادہ نیک کے تہ دل سے شکر گزار ہیں۔ اور انکی مجبوری اشاعت کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی مجبور یا کر ان تحریرات کو رسالہ کی شکل میں چھپواتے اور مشہرہ کراتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ جناب اڈیٹر صاحب ازراہ اسلام پروری و اخوت نوازی ہمارے اس رسالہ کو اپنے اخبار گہر بار کے ساتھ ساتھ اپنے خزانہ

تک ضرور پہنچا دیں گے۔

ندوہ اعلیٰ کی نسبت ایک واقفِ حال کی سچی رائے

جناب اڈیٹر صاحب نفرت الاسلام۔ مکتبہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے اخبار نفرت الاسلام، جلد پنجم منطبعہ ۱۹۸۱ء گت ۱۲۷۱ء روز جمعہ کے

مضامین مندرجہ اڈیٹوریل و مراسلات کے پڑھنے کی عزت حاصل ہوئی۔ جہاں تک

ان مضمونوں کو سرسری طور پر دیکھا جاتا ہے اُن سے آپکا اور آپکے نامہ نگاروں کا

مقصود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کلمۃ میں زندہ کے متعلق بعض لوگوں کے بہکانے اور دھوکا دینے سے عوام الناس علی العموم بدن ہو گئے اور سوئے چلے جاتے ہیں۔ بیشک جہان مجاہد کو علم ہے۔ میں بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی چند اشخاص جو اپنے آپکو نظام زندہ کا خیر خواہ اور اسکی اصلاح کا خواہش مند ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت میں جہان تک کہ اُنکے قول و فعل سے ثابت ہوتا ہے وہ اپنا مذہب ہی فرض اور اسلامی عقیدہ اسی بات کو جانتے ہیں کہ زندہ مسلمانوں کی بہتری اور بہبود کیلئے طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھا کر جو جو کوششیں کر رہا ہے اُنکو یہ بزرگوار بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتے ہیں جس صورت میں حالات ایسے ابلہ فریب ہوں تو اُن لوگوں کو جو زندہ اور جدوہ کی نسبت سچی اور اصلی رائے قائم کرنی چاہتے ہیں بتقاضائے عقل و پابندی اسلام لازم و مناسب ہے کہ امور واقعی کو دریافت کرنے کیلئے زندہ کے حالات اور خیالات جو زندہ کے اپنے کاغذات اور رپوٹوں میں اُسکے اپنے نمودار و ممتاز ارکان کی لفظوں میں مندرج ہوں اُن کو نہایت نیک نیتی اور ایمان داری سے دیکھیں اور جب تک پورے حالات سے واقف نہ ہوں کسی قسم کی رائے قائم کرنی داخلِ معصیت سمجھیں کیونکہ ایسے امور مہتمم باشان کی نسبت جن کا تعلق پیشوایان اسلام کی بہت بڑی موقر جماعت سے ہے کہ ہر شے رائے قائم کر لینی کسی ہوشیار۔ عاقل اور خدا ترس۔ زندہ شخص کا کام نہیں ہو سکتا۔ پس تعجب ہے کہ یک طرفہ باتیں سنکر لوگوں نے اپنے ایسی غلطی میں کیوں ڈال رکھا ہے۔ حالانکہ انکی اس غلطی کا ذمہ دار دنیا میں

ہو یا آخرت میں سوائے انکی اپنی ذات کے زندہ ہو سکتا ہے اور نہ جدوہ۔ پس
 جو لوگ کسی امر کی نیت پہنچے رائے قائم کرنی چاہیں انکو لازم ہے کہ اگر کوئی امر
 متنازعہ فیہ ہو تو اُس کے مخالف اور موافق دونوں پہلوؤں کو نہایت غور و فکر
 کے ساتھ نیک نیتی اور ایمان داری سے پڑھیں۔ اور اسکے بعد جو رائے قائم ہو وہ
 البتہ بہت کچھ معقول رائے ہو سکتی ہے۔ پس جہاں تک بچے مضامین مندرجہ
 اخبار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے خیالات رحبان اسی انداز پر ہے جیسا کہ
 بیان کیا گیا۔ یعنی جب عقلمندی اور مصلحت اندیشی۔ اسلامی اخوت۔ اور
 قوم کی سچی فلاح کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو ہر شخص کو بجائے خود ریاضتاً
 حاصل ہے کہ جس کسی کی نسبت جو کچھ رائے اپنے دل سے پیدا کرنی چاہے اُسکو بطور خود
 جس عنوان سے اپنے خیال کے مطابق دیکھے۔ قائم کر لے۔ لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں
 کہ ایسی حالت میں اُس شخص پر جسکی نسبت ایسی فرضی رائے قائم کی گئی ہو۔
 عقل کے نزدیک واقعی کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال مجنبہ
 ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک شخص یا ایک مجموعہ اشخاص کسی دوسرے شخص یا دوسرے
 مجموعہ اشخاص کی نسبت بیٹھے بیٹھائے اپنے ذہن سے ایسی باتیں پیدا کر لے جنکو
 واقعات سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ تو اس بیچارے دوسری شخص یا دوسرے مجموعہ اشخاص
 کی کیا خطا ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ جو محض ظاہر داری اور ابلہ فریبی کی غرض سے اپنی
 آپکو زندہ کاغذ خواہ اور اُسکی اصلاح کا طلبکار بیان کرتے ہیں انکو لازم ہے کہ

وہ نمبر وار اول سے لیکر آخر تک اُن جملہ اعتراضات کو جو ندوہ کی نسبت اُنکے
 زعم میں باعتبار عقل سلیم اور ذہن مستقیم کے ہو سکتے ہیں۔ اُنکو نیک نیتی اور
 حق شناسی کے ساتھ مرتب کر کے ندوہ کے دفتر میں بھیج دیں۔ لیکن ایسا
 کرنے میں اُنکو اسلامی اخوت۔ قومی صلاح و فلاح اور آدابِ شریعتِ حقہٴ اسلامیہ
 کا پورا پورا لحاظ رہے کیونکہ ندوۃ العلماء درحقیقت ایسے دیندار و با وقار عالموں
 کی جماعت کا نام ہے جن کو خداوند کریم نے حقائقِ اسلامیہ کی معرفت اور شناسائی
 کے ساتھ دنیاوی معاملات کو سمجھنے اور مسلمانوں کی ضرورت پر نظر رکھنے کی عقل
 و فہم بھی عطا فرمائی ہے اور وہ لوگ ایسے غلط کار اور ناعاقبت اندیش
 نہیں ہیں جو لغویاتِ مہلات کی طرف بے فائدہ متوجہ ہو کر اپنے اوقات عزیز کو برباد
 کریں یہی وجہ ہے جسکی تہ کو پہنچ کر آپ کے نازک گاہِ صاحبِ بات کو اُلٹا سمجھ بیٹھے اور اُنہوں
 نے غلط فیصلہ کر لیا کہ ندوۃ العلماء کے خیر اندیشوں نے جو اتبک جواب نہیں دیا تو
 گویا وہ جواب بھی نہیں سکتے حالانکہ نامہ و پیام اور کلمہ و کلام کرنے میں حاسیانِ ندوہ
 کو ذرا ہی تاثر نہیں۔ مگر جواب تو اُسی بات کا دیا جاسکتا ہے جو معقول ہو اور ازراہ
 دینداری اور خیر خواہی کے نیک نیتی سے کی جائے۔ بھلا کوئی عاقل سمجھ سکتا ہے کہ
 خیر خواہی کا دعویٰ کرنا اور دوست کی اُن باتوں کو جن کو وہ اپنے خیال میں کمزوری یا
 غلط سمجھتے ہیں اُنکو پہلے اپنے دوست سے تو نہ کہنا بلکہ غیر دن کے پاس لئے لئے پرتا
 کوئی دوستی ہے یہ کہانلی دوستی ہی کہ بھلائی دوست ڈونڈی ہا کوئی چارہ ساز ہوتا

کوئی غمگسار ہوتا۔ کیونکہ دوست اور دشمن نکتہ چینی تو دونوں کر سکتے ہیں مگر فرق ہر ایک کی نیت کا ہے۔ دوست چونکہ نیک نیتی سے خیر خواہی چاہتا ہے اس واسطے دوست کی کمزوریوں کو دوست پر تنہائی میں ایسے خلوص و محبت کے ساتھ جو اس کے دل میں گھر کر میں بنظر صلاح و اصلاح اُس پر ظاہر کرتا ہے۔ اور دشمن۔ چونکہ اسکی نیت میں کھوٹ ہوتا ہے۔ اور وہ اسکی بدخواہی کے درپے رہتا ہے۔ اس واسطے وہ اُن کمزوریوں کو جو واقعی ہوں یا فرضی ہر کوچہ و بیزن میں ڈھول بجایا کر مشتہر کرتا پھرتا ہے۔ کیونکہ اسکا مقصد اُس شخص کی نسبت جسکی دوستی کا جو ہٹا دعوئی کیا جاتا ہے۔ گو کون میں نارضا مندی اور بدگمانی پیدا کر اسکو نقصان پہونچانا ہے۔ اب امید ہے کہ جو لوگ نفسانی وسوسوں کے دہوکے میں آکر یا بعض خود غرض و کم بین لوگوں کے کہنے سے غلطی میں پڑ کر بدگمان ہو گئے یا ہوئے چلے جاتے ہیں۔ وہ ہماری اس گزارش کو توجہ و التفات سے پڑھ کر اُسکے مطابق راستے قائم کرنے کا طریقہ اختیار کریں گے۔

میں پھر آخر میں آپسے علی العموم۔ اور جو صاحبانِ ندوہ کی فلاح و اصلاح کے معنی میں اُنسے بالخصوص۔ نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ یا وہ مہربان فرما کر اُن اعتراضات کو جو انہیں ندوہ کی نسبت ہوں یا اُن کمزوریوں کو جنکو وہ بنعم خود ندوہ میں پاتے ہیں۔ صاف صاف سلجھے ہوئے لفظوں میں واضح طور پر لکھ کر ندوہ یا معین اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر میں بھیج دیں۔ لیکن گناہم طور پر نہیں۔ بلکہ اپنے نام و نشان کیساتھ اور اگر انکو یہ منظور نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی جگہ ہنسائی اور رسوائی سے انکا جی خوش ہو جائے

تو خبر وہ آپ کے اخبار ہی کے ذریعہ سے سلسلہ دار اسکو شائع کریں مین آپکو یقین ملتا
 ہوں کہ اگر اسطرح سے جسطرح عرض کیا گیا ہے ضروری اور مناسب اصلاح کی کوشش کی
 جائے تو یقیناً ندوہ اور ندوہ کے طرفداروں کو کسی واقعی امر کے اقرار کرنے یا معترضین
 کے خیالات کی اصلاح کرنے میں ذرا بھی تاثر نہ ہوگا۔ باقی رہا تو مین مین کرنا جو اہل
 علم اور عقل والوں کا کام نہیں ہے۔ اسکی توقع ندوہ یا ندوہ والوں سے رکھنی قرین قیاس
 نہیں ہے۔ اور اگر مہلات کا جواب نہ دینا اور لغویات کی طرف متوجہ نہ ہونا کسی کمزوری
 کی علامت ہے جیسا کہ آپ کے لکھنے کے بموجب عوام الناس سمجھتے ہیں۔ تو یہ وہ خیالی اور
 فرضی الزام ہے جو ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ اور دوت سے لیکر دشمن تک پر عائد ہو سکتا
 کیونکہ شیخ جلی کی طرح پلاؤ پکانے اور اپنی برادری میں تقسیم کرنے سے کوئی کسی روک
 نہیں سکتا۔

آخر میں اتنا عرض کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو واقعی حالات حاسیان جدو
 کے متعلق ذاتی تجربہ سے مجھکو معلوم ہیں اگر ان کا لحاظ کیا جائے تو اسوقت بھی ضرورت
 نہ تھی کہ ان معاملات میں کلمہ کلام ہو۔ لیکن دو معاملے (جن کی حقیقت حال کا علم خود ہی
 کو ہے) آپکے اخبار میں اسطرح سے لکھے گئے ہیں کہ انکے بہم رہنے سے بیچارے سید
 سادہ مسلمانوں کو بے ضرورت وسادس اور اوہام کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ یعنی
 آپ نے اپنے اڈیٹوریل مین لکھا ہے۔ ”ہماری ایک دوست صاحب جو کہ ندوہ کے
 ایک ناسمجھ بیاٹ تھے اور ندوہ کی وہ وہ تعریف فرماتے تھے جو سلف سے آجتک

کسی اسلامی جلسہ میں جانسز نہیں جب ہم نے انکو معقول جواب دئے تو انکو سوائے اس کے اور کچھ نہیں پڑا کہ وہ کہنے لگے کہ ہم ندوہ کے موافق ہیں نہ مخالف پس جو شخص دُور کے دُور سے ہمارے پرندوہ کا فدائی ہے جب کہ اسکو حقیقت معلوم ہوگی اگر وہ نہایت متین ہوگا تو سکو اختیار کریگا۔ اور اگر اوسکے مزاج میں شوخی اور تیزی ہوگی تو پورے طور سے مخالف بن جائیگا۔ جناب اڈیٹر صاحب! عبارت منقولہ بالا۔ جو آپ کے اخبار سے مجھے نقل کر دی گئی ہے مختلف امور کا نشان دہی ہے اور یاروں کی اندونی حقیقت حال پر اس کے الفاظ سے بہت کچر روشنی پڑتی ہے۔ اوتی کہ اس بیان سے صاف اس امر کا پتا مل گیا کہ آپ خود بھی ندوہ کی نسبت بعض وجوہ سے جن کا عالم آپ کے اپنے ذہن میں ہوگا۔ کچر اعتراضات رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ ندوہ کے موافق و طرفدار ہیں انکو قائل معقول کر کے سمجھا دینے کا شوق ہی آپ کو ہے۔ مجھ کو آپ کی اس اختلاف رائے کا عالم اس مضمون کی دیکھنے سے پہلے نہ تھا۔ آپ چونکہ ایسے اخبار کے اڈیٹر ہیں جکا نام ”نصرت الاسلام“ ہے۔ اس واسطے مجھ کو آپ کی ذات بابرکات سے اُمید ہوتی ہے کہ آپ اپنے اخبار کو اسم باستے ثابت کرنے کیلئے اسلام اور اسلامیوں کی سچی نصرت و معاونت کر کے اخبار کی کام کی خوبی کو کسی عنوان بتا دینگے۔ دینگے۔ میں تعجب نہیں کرتا بلکہ خوش ہوں کہ اگر آپ مخالف ہیں ہوں تو نادان دوست کی طرح نہیں بلکہ دانا دشمن کی طرح ہوں گے۔ آپ نے جو اپنے اور ایک ندوی دوست کی گفتگو کے متعلق اپنے اخبار میں ذکر کیا ہے میں اسکو خلاف واقع نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا اچھا ہوتا اگر آپ اُس مناظرہ کے واقعہ کو جابین کے اپنی اپنے

الفاظ میں مع دلائل و شواہد کے بقید نام و نشان قلمبند فرماتے۔ تاکہ اُس واقعہ کو کوکل بیان کرنے سے پڑھنے والوں کے دلیں جو شکوک و شبہات پیدا ہو رہے یا ہو سکے ہیں اُنکے پیدا ہونے کی گنجائش نہ رہتی۔ چونکہ واقعہ مذکور سے آپ نے اپنا ذاتی تعلق بیان کیا ہے۔ اس واسطے میری خواہش یہ ہے کہ اُس واقعہ کے اصلی اور سچے حالات کو مسلمانوں کی اکاہی و بہتری کے خیال سے کسی آئندہ قریب تر موقع پر بے کم و کاست اپنے اخبار گوہر بارین ضرور درج فرمائیں تاکہ ندوہ یا جدوہ کے موافق یا مخالف جو عقلی یا نقلی دلائل ہوں اُنکو معلوم کر کے اُن لوگوں کو جو ندوہ یا جدوہ کے متعلق ایمان داری سے سچی رائے قائم کرنی چاہتے ہوں آپ کی اس تحریر کے ذریعہ سے پاک و صاف بے غرضانہ رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔ کیونکہ کسی اخبار کا ایڈیٹر اگر اپنی رائے کو کسی امر کے متعلق مستند آراء کیساتھ بلا ضرورت کسی فریق کے صاف صاف طور پر بے کم و کاست بیان کرے تو اُسکی ایسی بے کوٹ تحریر کا نیک اثر سلیک پر ضرور پڑتا ہے۔ میں نے ایشیائے اسیا کی کوشش کی ہے کہ اختلافی امور میں جہانگیر بن پڑے جانساز اراکین اور پوری جانگیر کے ساتھ حقیقت حال کا سراغ لگایا جائے۔ اور سب سے علم میں یہ پہلا موقع ہے جو میں نے ندوہ کے متعلق کسی اخبار کو بدن و جہات روشن و براہین قاطعہ کے ایک طرف راہزنہ کرتے ہوئے دیکھا۔ پس میں چونکہ خود اس بحث کے متعلق کامل آزادی کیساتھ یکٹی اور سچی رائے قائم کرنی چاہتا ہوں۔ اس واسطے بشوق دل منتظر ہوں کہ کسی معقول اندر مصلحت شناس۔ اور عاقبت اندیش کو اس اثر سے اس متنازعہ حالت پر دو ٹوک فیصلہ

کر دینے والی روشنی پڑے۔ پس اگر میری یہ تمنائے دلی آپ ہی کے ذریعہ سے پوری
 ہو جائے تو فہم المراد کیونکہ میں نے جہاں تک اس معاملہ میں جانبین کے متعلق مختلف
 رسائل اور تحریرات کو پڑھا اور انہیں ایمانداری کیساتھ اسلامی نگاہ سے غور کیا تو مجھ کو
 ندوہ کے اغراض و مقاصد اور ان کے حقیقی عمل درآمد کی نسبت اس وقت تک ایمانداری سے
 شبہ کر نیکی معقول اور کافی وجہ نہیں ملی گو ندوہ کی مخالفت میں لکھنے والوں نے رسالہ
 نویسی کے ذریعہ سے بہت کچھ شور و غل مچایا اور ابھی تک برابر مچا رہے ہیں۔ لیکن بے سوچے
 سمجھے غل غیاط کرنا اور بات ہے۔ اور عقل و فہم سے کام لیکر مصالح قومی پر بحث کرنا
 شے دیگر۔ میں فریقین کے علماء سے بذات خود ملکر بھی حقیقت حال کا جہاں تک پتا
 لگا سکا اس سے میری رائے ناقص اور محدود معلومات کے مطابق علی العموم ندوہ کی
 پلٹ جھکتا ہوا نظر آیا۔ لیکن میں باوجود اس قدر تحقیقات کے اب بھی جو بڑے واقعات
 رہتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ ندوہ جسکو لوگوں نے ہدفِ بلاست و نشانہ فیضیت بنا کر رکھا
 ہے۔ اگر اسکی کسی کارروائی کے متعلق واقعی کوئی امر ایسا دریافت و ثابت ہو جو جماعت
 اسلامیہ ہندوستان کے دینی اور دنیوی منافع و مصالح کے خلاف پڑے۔ تو میں
 پورے زور کے ساتھ ندوہ والوں کو ضرور اسکی درستی و اصلاح کی طرف مائل کروں۔
 لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اے ہذا الان جہاں تک کہ میں نے تحقیق کیا ہے اہل علم اور جہاں
 عقل کے نزدیک ندوہ مسلمانان ہند کے لئے اللہ کی طرف سے اتمام حجت نظر آتا ہے کیونکہ
 جن دینی اور دنیوی ضرورتوں کی بنیاد ندوہ نے۔ قوم کی درستی اور اصلاح کا بیڑا

اُٹھایا ہے وہ ضروریات ایسی صاف روشن اور بدیہی ضروریات ہیں کہ جن سے الجھ کر نہ کیا
تو کیا ذکر۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں جو اہل علم و بصیرت اور صاحبان عقل و فہم ہیں
یہاں تک کہ خود ان حضرات نے بھی جو ندوہ کے برخلاف ہنگامہ آرائی اور رسائل بازی
کر رہے ہیں۔ زمانہ کی ان زبردست ضرورتوں کو برابر تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ خود ان کی تحریرات
اس امر کی شاہد کافی ہیں اور فریقین کے حالات ظاہر و باطن پر پوری اطلاع حاصل کر لے کر
بعد ندوہ اور جدوہ کی کارروائیوں میں جو امرایہ الامتیار اب تک معلوم ہوا یا ہو سکتا ہے
وہ اتنا ہی ہے کہ ندوہ نے مسلمانوں کی تسلیم شدہ حاجات اور ضروریات ناگزیر کو پیش
نظر رکھ کر عالمانہ و عاقلانہ حیثیت سے ان کے سرانجام و تدارک کا بندوبست کیا ہے۔
اور جہاں تک اس سے ہو سکتا ہے اس مطلب کے پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ رہا
فریق مخالف یعنی جدوہ اس کی طرف سے قولاً یا فعلاً جو کچھ دوڑ دھوپ شروع کر لیا اب تک ہوئی
یا ہو رہی ہے اس کی غرض و خات سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ ندوہ اور
حامیان ندوہ کی مفید اور بکار آمد علمی اور قومی کوششوں کو بار آور ہونے سے روکے
اور بس۔

ع ۲

ندوۃ العلماء اور اس کے نادان دوست

جناب اڈیٹر صاحب نصرت الاسلام۔ کلکتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اس سے پہلے جو کچھ گزارش کیا گیا وہ صرف آپ کے اڈیٹوریل اور اس میں جو قصہ لکھا

گیا ہے اُسکی نسبت تھا۔ اب یہاں سے میں اُس مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں
 جو اڈیٹوریل مذکور کے بعد آپ کے اُسی پرچم میں بزم مرۃ مراسلات آپکے ایک دوست کی
 طرف سے شایع ہوا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو ”ابو الفیض باؤر جوکپ“ کے دستخط سے نام
 زد کر کے اپنے مسئلہ کی سرخی رکھی ہے۔ ”ندوۃ العلماء کے متعلق ایک منصفانہ رائے“
 اس مسرت میں آپ کے دوست ”اور جوکپ“ صاحب نے اپنے خیالات کو مختصر
 ظاہر کیا ہے یا دی انظر میں اُس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ تحریر شاید ندوہ کے کسی ممبر
 یا اس کے خیر خواہ کی طرف سے چھپی ہے۔ کیونکہ حضرت ”اور جوکپ“ نے اپنے اس مضمون
 ”اور جوکپ“ میں جو کچھ بیان کیا ہے اس میں ایک دعویٰ بالفاظ صریح یہ بھی کیا گیا ہے
 کہ یہ ”اور جوکپ“ صاحب ”ندوۃ العلماء کے ایک اے ممبر اور اسکے ہی خواہوں میں سے ہیں“
 سبحان اللہ کیا مبارک دعویٰ ہے۔ جو خدا کرے انکے بیان کے مطابق بحسب واقعہ
 نکلے۔ لیکن بات یہ ہے کہ نامہ نگار صاحب نے جس ہوشیاری سے اس مضمون کے لکھنے
 میں کام لیا ہے وہ واہ کے لائق ہے مگر کیا کیا جائے کہ دنیا میں سب طرح کے لوگ بھڑو
 ہیں۔ جو تاڑنے والے نظر باز ہیں وہ چھپنے والوں کو سات پردوں کے اندر سے بھی بہا پ
 لیتے ہیں۔ نظر بازوں کی بصر نگاہ بتا رہی اور خود مضمون بھی پھلی کہا رہا ہے کہ طرز بیان میں
 خود کوزہ و خود کوزہ گرد و خود گل کوزہ کی شوخ رنگ آمیزی کی گئی ہے جسکو دیکھنے سے
 دل آگاہ صاف چلا اٹھتا ہے کہ یہ بہر رنگے کہ خواہی جاسم پوش یا سن اندازت
 رامی شناسم۔ اے حضرت ”اور جوکپ“ آپ سطا دی اڈیٹوریل میں پردہ نشین ہوں

تو اور الفاظ مراسلات میں جملہ گدین ہوں تو تباہی والوں کی نگاہوں سے نہیں بچ سکتے
 پر نہیں بچ سکتے۔ خیر چونکہ آپ پر وہ نشینی سے کام لیا ہے ہم کو بھی کیا ضرورت ہے جو رب
 کسی کے نام کی پردہ دری کریں۔ حکم تخلقوا باخلاق اللہ شان ستاری کی
 پیروی کرتے ہیں۔ اُو تعالیٰ شانہ بندوں کے حال سے واقف ہے اُسکی ذات غفور
 رحیم ہے وہ جانے اور اُسکے بندے لیکن بات ایسی ہے کہ اُس میں گوگو کی گنجائش نہیں
 وہ ”اور جو کچھ“ کے پردہ میں چھپے رہیں مگر تحریر خود اپنے رنگ و ہنگ سے مضمون انداز
 اداسے صاف بتا رہا ہے کہ یہ ”اور جو کچھ“ صاحب واقعاً اور یقیناً حسن اتفاق سے ہم
 اُن خیالات کا مصداق صحیح نکلے جن کو تجربہ و راز نے حامیان جدوہ کی نسبت مطابق
 واقعہ کے ثابت کیا ہے یعنی یہ ”اور جو کچھ“ صاحب سچ مچ اگرندہ کے ممبر اور بھی خواہ تہ
 تو ان کو مناسب تھا کہ وہ صاف صاف اپنا نام لکھتے تاکہ نام کی سچائی کا اثر بیان کنے
 قوت میں اور بھی زور پیدا کرتا۔ لیکن ”جادوہ جو سر پر چڑھکے بولے“ بات جو اصلی تھی
 وہ انکے چھپائے چھپ سکے۔ بیان میں تخالف اور تضاد کا سلسلہ از اول تا آخر پایا جاتا۔
 دلائل کی لغزش۔ بیانات کی کمزوری۔ تکلف کی بناوٹ۔ دروغ کی بے فروغی ہر ہر
 لفظ سے پیدا ہے۔ بہلا خپال تو کیجئے؟ یہ کہاں کی سچائی ہے کہ الفاظ مراسلت کی لپیٹ
 میں تو واقعات کی رنگ آمیزی کی جائے مگر جب نام بتائے گا وقت آئے تو ”اور جو کچھ“ کے
 پردہ میں دیکر رہیں۔ اسے حضرت ”اور جو کچھ“ آپ کی نسبت اور جو کچھ کہا جائے وہ تو خیر
 لیکن کیا آپ اتنا ہی نہیں جانتے جو پیچھے کی زبان پر چڑھا ہے ”سچ کو بچ نہیں۔“

یعنی الصدق نبی والکذب یهلك - الحق یعلو ولا یعیل - ۳

راستی موجب رھناے خداست پس ندیدم کہ گم شد از رہ راست۔ بہلا اتنی قوی
شہادتوں کے ہوتے ہوئے آپنے جو اپنی ضعیفی اور کمزوری یا شرم و حیا پروری کی سبب
گمنامی اور بے نشانی کی آڑ میں پناہ لی اس کی فائدہ ہوا۔ برادر من۔ مردوں کا کام
ہے کہ گہر کی چار دیواری سے نکل کر جو انمردی کے میدان میں قدم رکھیں اور جو کچھ کا گزین
سیدہ سپر ہو کر کریں۔ بہلا نام چھپانے کی کیا ضرورت اور اس میں کون سی مصلحت تھی
جسکی وجہ سے خواہ مخواہ اپنی نسبت بدگمانیاں پیدا ہونے کا موقع دیا۔ بہلا ای کون
صاحب عقل سلیم ہو سکتا ہے جو آپ کے جیسے متضاد بیانات کو قرین قیاس سمجھے۔
دعویٰ تو کریں آپ نندوہ کی ممبری اور خیر خواہی کا۔ اور نندوہ کی نسبت جو آپکی معلومات
اسکی کمزوری اس درجہ تک بیان کی جائے کہ عوام الناس کے بے سرو بے خیالات آپ کی
اس معلومات کو اسطرح سے ریزہ ریزہ کر دیں جسطرح سخت ہوا کا جھونکا مکڑی کے تانے بانے
کو۔ بہلا فرمائے تو سہی جب نندوہ کے متعلق آپکے معلومات کا یہ حال تھا تو آپ اسکی
ممبری اور خیر خواہی کے دعویٰ کو کس ہونہ سے زبان لائے صاف شبہہ پڑتا ہے۔
کہ یا تو آپ کسی غرض فاسد سے اس کی ممبری میں داخل ہوئے بغرض غیر متوقع اگر آپکی
نیت بخیر تھی بھی تو اسطرح بے سوچے سمجھے ممبر بن جانے سے فائدہ کیا تھا۔ دیکھنا
بہلا نندوہ جاسنہالا۔ یہ تو آپ کی ممبری تھی۔ ربا دعویٰ خیر اندیشی وہی خواہی
اس میں اگر آپ سچے تھے تو آپ کو لازم تھا کہ جس صورت میں آپ کی ناقص معلومات

یا ضعیف الاعتقادی تشکیک مشکک کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اور آپ کی کمزوری
طبیعت اور بوجہی واقفیت پر مخالفین کے اعتراضات اور انکی نکتہ چینی کا ایسا
زبردست اثر پڑتا تھا جس کو آپ کے دل سادگی منزل کو صدمہ پر صدمہ پہنچتا رہا
تو آپ ندوہ کے دو سے غیر خواہوں کے پاس۔ مخالفوں کے شبہات کو کیوں نہیں
لیکھ گئے یعنی جو لوگ کلمتین موجود ہیں اور ندوہ کے حالات سے پوری واقفیت اور
اُسکی خوبیوں سے آگاہی تمام رکھتے ہیں اُن سے جا کر بصیرت طلب کیوں نہ ہوئے جس
آپ کے دل ناتوان کی کمزوری دُور ہو کر واقعات کے سچے علم سے اُسکو توانائی اور
قوت حاصل ہوتی۔ اور اس تحقیقات کے بعد یہ شکوک و شبہات جنکا اُجال
کٹھنی کے تار و پود کی طرح آپ کے مگس قلب کو گہیرے ہوئے تھا۔ ہباءِ مشکوٰۃ
ہو کر اڑ جاتے۔ اور آپ کی یہ دودلی حالت جس نے آپ کو مذہب بین بدین خلاء
الہی ہو لاء الہی ہو لاء کا نصف بنا دیا ہے اس سے آپ کو نجات
ملتی اور ندوہ کی ممبری کا نام جو آپ نے لیا ہے اُسکی حقیقت حال کچھ ہی سہی پھر
وہ مفت بدنام نہ ہوتا۔ پس اس حالت میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ندوہ کی ممبری
کا دعویٰ جو آپ نے کیا ہے وہ مطابق واقع کے نہیں ہو سکتا اور اگر بالفرض آپ کا
یہ دعویٰ سچا بھی نکلے تو آپ کے لئے اُن قبائح و اعتراضات سے سفر نہیں جو شق ثانی
یعنی ندوہ کی واقعی کُنیت کے متعلق اُپر بیان کئے گئے ہیں۔

علیٰ مئی حال اگر آپ ان اعتراضات سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے

ہیں تو آپ کے لئے مناسب ہے کہ آپ اس بے نشانانی کے پردے سے نکل کر نام و نشان
 کے میدان میں آئیں تاکہ ہر خاص عام کو معلوم ہو جائے کہ آپ کون صاحب ہیں
 اور آپ کی مہم جو ندوۃ العلماء کے متعلق بیان کیجاتی ہے وہ کس شان اور کس حیثیت کی ہے
 اور اگر ایسا کرتے ہوئے آپ شرماتے ہیں اور نظام معلوم ہوتا ہے کہ آپ ضرور شرمائیں گے
 تو آپ کے لئے بہتر ہے کہ نام و نشان کو دبائے ہوئے اسی طرح پردے پردے آپ
 کسی مرد خدا کے پاس جو ندوۃ العلماء کے حالات سے پورا واقف ہوئے شریف لیجائیں
 اور ندوہ کے باب میں ان نفسانی شبہات اور خناسی دوسوسوں سے جو حالت
 ارتداد یا بد اعتقاد کی آپ کے قلب ضعیف میں پیدا ہو گئی ہے اُسکا ازالہ و
 استقصاں واقعات و حقائق کی روشن دلیلوں سے کرالیں۔ اور جس طرح ندوہ
 کے متعلق اس سے پہلے آپ نیک نطن۔ خوش عقیدہ۔ نیت کے پکے اور دیکے
 مضبوط تھے پہر ویسے کے ویسے ہی ہو جائیں۔ اور بہائی صاحب اگر یہ مقصود
 نہیں بلکہ عذر و اعتدال کی راہ سے اسی طرح اپنی ضعیف الاعتقادی و بدظنی سے
 دوسرے نیک دل مسلمان بھائیوں کو بھی ضعیف الاعتقاد و بدظن بنانا پیش نظر
 ہے تو آپ جانیں اور آپ کا کلام۔ ندوہ یا اُسکے خیر خواہ اس بات کے ذمہ دار نہیں
 ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں اور انکو ہونا بھی نہیں چاہئے کہ وہ زبردستی خدائی فوجدار
 بنکر یا نہان میں تیرا مہمان خواہی نخواہی بے خواہش و رغبت۔ لوگوں کی
 اصلاح کیلئے پریشان ہوں اور مفت کی رزق و بقی بقی اپنے اوقات گرامی کو

ضائع کریں۔ ہدایت کا موقع اُسی وقت تک ہے اور ہدایت کرتا ہوا انسان ہی اچھا لگتا ہے جبکہ دوسرے کو ہدایت پانا مقصود ہو۔ اور وہ اپنی اصلاح کا خواستگار بنے گا۔ گرنہ نہ فہم سخن مستمع نہ قوت طبع از مشکلم مجو۔

اب رہیں مخالفین کی وہ کارروائیاں جو مغویانہ تدبیروں سے وہ کر رہے ہیں اُن کا تذکرہ آپ کے اپنے خیال و قابو کے مطابق ہونا چاہیے کیونکہ اُن کے نہونے سے آپ کا دل بہت جلتا ہے۔ جب آپ اپنے قول کے موافق نہ ہوں گے ممبر اور یہی خواہ میں تو آپ پر بھی ایسا اسلام کش و ایمان سوز فتنہ انگیزوں کی روک تھام کا بندوبست کرنا ایسا ہی واجب ہے جیسا ندوہ کے دوسرے ممبروں پر۔ ندوہ یا معین الندوہ کے اور ممبر اگر اپنے فرائض ممبری کے ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں تو آپ ان کی دیکھا دیکھی بیجا پیروی کر کے تصویر بہت پسٹی حوصلہ ضعیف زدہ اور سستی عزم کا الزام اپنے ذمہ کیوں لیں۔ روزگارش بشد بہ نادانی۔ اونہ کردہ شما حذر یکنید۔ اور جب اس طرح پردہ خفا سے برآمد ہو کر آپ سنی جو انفرادی کیا تھے ندوہ کی فلاح و بہبود میں کوشاں پائے جائینگے تو ہم اپنے اس تمام سلسلہ شکایات کو واپس لیکر نہایت صمیم قلب سے آپ کا شکریہ علی رؤس الاشهاد ادا کریں گے اور ہاں بمقتضائے غیبت ممبری و بادعائے خیر خواہی۔ حامیان جدوہ کے شکوہ و شکایت اور اُن کے گلہ و حکایت سے ازراہ ہمدردی جو آپ کا دل جلتا ہے اُس کا فکر آپ یا کوئی عقلمند کہاں تک کر سکیگا۔ نہ سمجھنے والوں کے دل ناپ شناس بولنے

والوں کی زبان۔ بات بات پر بہانہ ڈھونڈ کر بگڑ بیٹھنے والی لطیفیت۔ روٹھ جانے والی طبیعت کس کے قابو کی ہے جب تک کہ وہ خود ہی اسکا علاج نہ کرے۔ بھائی ”ابوالفیض“ یا اور جو کچھ ”لست علیہم بمصیط“ جن لوگوں کی نیت بخیر۔ دل برجا۔ دماغ صحیح عقل سلیم اور ہوش درست نہیں ہیں انکے امراض و اوہام کا علاج کس سے ہو سکتا ہے۔ انکی زبان کی زد۔ اور بدگمانی کی پہنچ سے نکل کر کون بہاگ سکتا ہے۔ یہ حضرت انسان جب بگڑنے پر آئیں اور کسی کی نسبت کچھ بُرا کرنا یا کہنا چاہیں تو پہلا مین تم زندہ تو کیا چیز تھی تو خالق ارض و سما۔ اور خداوند جل و علا کی نسبت وہ کچھ کہہ گزرتے ہیں جس کے سننے سے اگر زمین لرزے۔ آسمان تھر تھرانے۔ اور پہاڑ پاش پاش ہونے لگیں تو کچھ بعید نہیں۔ قیل ان الالہ ذو ولد ذیل ان الرسول قد کھٹا۔ ما بنی اللہ والرسول معاً۔ من لسان الوری فکیف انا۔ پس جب بے لگام طبیعتوں کی حالتیں ایسی بے باکانہ ہو گئی ہوں تو انکے لئے آپ کہاں تک غم و غصہ کہائیں اور پریشانی اٹھائیں گے۔ آپ کو اگر ایسی طبیعتوں کی اصلاح منظور ہے تو سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ رب الارباب حکیم علی الاطلاق کی جناب میں دست بدعا ہو جائے کہ اسے بار آ کہ یہ تیرے بندے ہیں انکے حال زار پر رحم فرما۔ تاکہ انکی آنکھوں پر جو پشیمان بندھی ہوئی ہیں وہ سرک جائیں۔ انکے کانوں میں جو ٹیٹ ٹھٹھے ہوئے ہیں وہ کل پڑیں۔ اور ان کے دلوں پر جو غفلت کا پردہ چھا گیا ہے وہ ہٹ جائے۔ اگر یہ دعا مقبول ہو تو بیشک وہ لوگ

جو سر دست دیدہ و دانستہ واقعات و حقائق سے رُوگردانی و چشم پوشی کر کے آیات
 بقیات کا انکار کر رہے ہیں۔ اور خدا کی روشن تجنتوں کو سمجھنے بوجھنے دیکھنے اور سننے کے
 لئے جو حواس و قوئی منجانب اللہ اُن کو عطا ہوئے ہیں اُن سے کام لینا نہیں چاہتے
 بڑے قدیر اجابت دعا آپ کی مرضی کے موافق رہ رہا سنت آسکتے اور حق باطل میں
 امتیاز۔ منفعت میں جذباتی اور نیک و بد میں تمیز اور قوم کی بہتری کے جو
 جو سامان اور اُن کی بربادی کے جو لچن ہیں اُن میں باریک بینی سے فرق کر سکتے ہیں
 بہائی ابو الفیض! خدائی فوجدار اور آسمانی پیادے نہ بنو۔ انک
 لا تہدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء الی صراط
 مستقیم۔ مگر میرا منقوش خاطر ہے کہ لوگوں کے خیالات سمجھنے میں اپنے غلطی
 کی ہے۔ جہاں تک میرا علم جاتا ہے میں ہرگز نہیں سمجھتا کہ جس طرح آپ کی رائے ہے سنا
 زماذ اس طرح واقعات کو الٹا سمجھنے والا ہو گیا ہے۔ میرا اپنا گمان تو یہ ہے کہ عامہ
 اُخفاف یا جس کسی سے ندوة العلماء کی خوبیوں کے سمجھنے میں قصور فہم یا غلط اندیشی
 ہو رہی ہے اس کا سارا چہرہ بچا رہے عوام الناس کے سر پر نہیں رکھنا چاہئے بلکہ آپ
 سچے دین پرورد سادہ دل نیک نہاد صاف باطن مسلمانوں کی غلط فہمی اور غلط کاری
 کا وبال اگر ہو سکتا ہے تو کس قدر اُن لوگوں پر ہے جو اپنے آپ کو ندوہ کا خیر خواہ سمجھتے
 ہیں۔ اور زیادہ تر بلکہ تمام تر اُن حضرات پر جنہوں نے ندوہ کی مخالفت کا بیڑا اٹھا
 یا ہے۔ ندوہ والوں پر یہ الزام اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے جس طرح چاہئے تہا کر

طرحِ ندوہ کے اغراض و مقاصد اور اسکی خوبیاں اور فوائد بے لک کے دل و دماغ
 تک پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ اور جدوہ والے جو اس الزام کے مستوجب
 ہیں وہ اس وجہ سے کہ ندوہ والوں نے باوجود گونا گون مزاحمتوں کے محض امداد
 پر بہرہ و ساکر کے جو کچھ ادھوری یا ناتمام کوششیں کی بھی ہیں تو ہمارے ان ناعاقبت
 اندیش مصلحت فراموش بہائیوں نے یا تو اس سبب سے کہ انہوں نے مسلمانوں کی
 دینی اور دنیاوی ضروریات کو سمجھا ہی نہیں یا اگر سمجھا ہے تو باغراض نفسانی دیدہ و
 دانستہ ندوہ کی کوششوں کو ملیا سیٹ کر رہے ہیں اور لطف تو یہ ہے کہ ندوہ
 والوں کی ان اسلامی خیر خواہانہ مساعی جمیلہ کو توڑ مروڑ کر خلاف واقعہ بدتر سے بدتر
 صورتیں دکھانے کو یہ حضرات اپنا کارندہی اور فریضہ دینی سمجھ ہوئے ہیں۔ فاعتب
 یا اولیٰ لا بصار۔

بہائی ابو الفیض یا اور جو کہ ”ایک نڈ بانہ“ تجربہ نے مجھ کو بھی خلجان
 میں ڈال دیا۔ حیران ہوں کہ کن کن الفاظ کو کن کن معانی پر محمول کروں آپ کے بیان
 میں جو شہر گری ہے اُس نے باوجودیکہ میرا مزاج نہایت دہیما اور میری طبیعت
 بہت ہی ٹھنڈی واقع ہوئی ہے مگر یہی میرے خیالات میں ایک طرح کا ہیجان
 پیدا کر دیا ہے۔ میں بہتر اچاہتا ہوں کہ آپ کے الفاظ و عبارات کیلئے جو محمل
 بہتر سے بہتر ہو اسکو تد نظر رکھ کر آپ کے مافی الضمیر کی طرف بے بہرہی کروں۔ لیکن
 جو الفاظ یا کٹیشن کہیں کہیں آپ نے اپنی تحریر میں درج کئے ہیں وہ ایسے نمودار

اور سرسبز آوردہ ہیں کہ وہ میرے دبائے دب نہیں سکتے بہلا اپنے جو پمیران و رسولان ندوۃ العلم کا کٹیشن ایک موقع پر نقل کیا ہے اُسکا موقع ایسا کثرتاً ہے کہ اس سے آپکی چدر چھپوٹول والی کارروائی کی صاف پردہ درسی ہو رہی ہے جس کو ترکیب عربی کشف الغطا کہا جاسکتا ہے

خداوند غفور و رحیم بندوں کے حالات کے ساتھ۔ اُنکے خیالات۔ اور خیالات کے ساتھ اُنکے الفاظ اور عبارات میں جو اُنکے محسوسات و منقوشات دلی کا سطحیہ و محمل میں۔ صلاح و سداد کی برکت اور تمیز بین الحق و الباطل کی توفیق عطا فرمائے جس سے اُن کا حال قال دل و زبان ہر چیز پر ہر پہلو سے حقا روشنی لعنٹکن ہوتی رہے۔ یا ارحم الراحمین ایسا ہی کر آمین ثم آمین۔

چند سوالات ضروری

اس موقع پر بالفعل چند ضروری سوالات اُن صاحبوں کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جو انگریزوں کا مخالف اور جدوہ کا طرفدار کہتے یا سمجھتے ہیں اور بفضل خداوندی امید کی جاسکتی ہے کہ ان سوالات کا جواب اگر پوری نیک نیتی اور سچی اسلامی تعلیم کے مطابق دیا گیا تو بہت امور کی نسبت جو جدوہ اور جدوہ کے درمیان مابہ الاختلاف ہیں نہایت آسانی سے تصفیہ ہو جانے کا احتمال قوی ہے۔

سوال اول۔ شرعی منصوصات و قطعیات کو اعتبار سے جماعہ سائل اسلامیہ کا ماخذ کیا چیز ہے۔

جسکے تسلیم کرنے میں کسی سچے دیندار کو ذرا بھی شک نہ ہو سکے ؟

سوال دوم۔ اُسی ماخذ کے اعتبار سے اسلام۔ ایمان۔ مسلم اور مومن کی جامع و مانع تعریف کیا ہے ؟

سوال سوم۔ اسلامی عقائد ضروریات دین و اصول شریعت میں کیا فرق ہیں اور ان سے کون کون سے امور مراد ہیں ؟ مفصل تحریر فرمایا جائے۔

سوال چہارم۔ سنی شیعہ حنفی۔ شافعی۔ مالکی جعفری و بابائی نیچری وغیرہ وغیرہ الفاظ جو مسلمانوں کیلئے

بطور القاب استعمال کی جاتے ہیں باعتبار منصوصات قطعاً شرعی کو انکی اصلیت کیا بتائی ہے ؟ یعنی یہ الفاظ خدا و رسول کی طرف سے قرآن و حدیث میں بطور القاب استعمال کی گئی ہیں یا کیا ان کا القاب کے مفہوم اسلامی میں (بشرطیکہ کچھ ہو) کون کون سے خصائص و عقائد داخل ہیں ؟

سوال پنجم۔ خدا و رسول کے علاوہ قرآن و حدیث کو دوسری مذہبی امور میں کن کن بزرگوں کو نام لئے گئے ہیں جنکی اطاعت مسلمان پر فرض قطعی سمجھی جائے ؟

سوال ششم۔ احکام خدا و رسول کے اعتبار سے کسی انسان یا بالخصوص کسی مسلمان کا نام کب یا کبھی باشتناک و عتف

بشرہ وغیرہ پورے دعوے کیساتھ مومن یعنی حنفی اور کافر یعنی دوزخی کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

سوال ہفتم۔ عربی زبان کو سو کسی اور زبان کا پڑھنا مسلمان کیلئے جائز ہے یا نہیں ؟۔

سوال ہشتم۔ انگریزی پڑھنا مسلمانوں کے لئے حلال ہے یا حرام ؟

سول نهم۔ انگریزوں کی عملداری میں رہنا حلال ہے یا حرام ؟

سوال دہم۔ باعتبار کلام خداوندی اور سنت رسالت پی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو فرمان دیا یا غیر مسلم بالخصوص نصاریٰ کو محبت کہنا انکو ساتھ لٹھیا انکی تعظیم و تکریم کرنا اور خشنودی انکی اطاعت لانا انکی لوگوں کو انکی توسل میں کرنا

مسلمان کو حرام ہے یا نہیں ؟

اعتذار

آخر میں کسی قدر افسوس کیسا تھا کہ اس اور کا اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ ان محرمات کو شائع کرنے میں نفع سے زائد جو تاخیر ہوئی ہے اس کا باعث علاوہ اسکے کہ بعض صحابہوں نے جن سے ان مضامین کا طبع و نشر کیا گیا تھا اپنے ادائے فرائض میں کاہل و جود یا سہل انگاری کو راہ دی۔ فی الجملہ ہمارے اپنے ارادہ کی سستی بھی ہے جسکو اس قسم کی غیر ضروری تعویقات نے پیدا کر دیا تھا اور آخر کہ ہم تو اپنی طرف سے فتح عزیمت ہی کر رہے تھے کہ ان مرقومات کو چھپوا یا جائے۔ لیکن جب دوستوں کا اصرار استبداد حد سے زیادہ ہوا تو اب مجبوراً یہ مضامین طبع کر کے شائع کرائے جاتے ہیں۔ اُسید ہے کہ نازک خیال ناظرین والا تمکین ہماری اس بے بسی کی مجبوری پر نظر کر کے ہم کو معاف فرمائیں گے۔

محمد لله والمنة کہ رسالہ گزارش واقعات و اطہار خیالات در بارہ خیر اندیشی ندوۃ العلماء و مضامین مشتبہ اخبار نصرت الاسلام کلکتہ رقم زدہ نہیں خواہ اسلام خیر اندیش مسلمانان جناب مولوی سید خلیل الرحمن صاحب بی۔ اے قادری حنفی مترجم ہائیکوٹ کلکتہ صیفہ پریوسی کونسل تباریج ۲۸ ستمبر ۱۳۰۷ء دسر رضوانی پریس ممبہر امام باڑی لین قصائی ٹولہ کلکتہ باہتمام احقر ابو المنظر مولا بخش رضوان آرومی از زبور طبع آراستہ و پیراستہ شدہ شائع کر دید۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ندوة العلماء

(اوراسکی)

نشر

جسکو

جناب مولوی محمد صیب الرحمن خان صاحب نشر وانی پریس بھکین پور ضلع علیگڑھ
سالانہ اجلاس ہفتہ ندوة العلماء میں بمقام عظیم آباد پٹنہ پیش کیا



محمد الہ آبادی

دارالعلوم میں بہت بڑا کتب خانہ قائم کرنیکی ضرورت ہو

مسلمانوں کی اقبال مندی کے زمانے میں کتب خانہ دولت لازم وال سمجھا جاتا تھا کوئی گھریا ہی نے نصیب ہو گا حسین کتب خانہ نہ ہو۔ علاوہ ان کتب خانوں کے مدارس و جوامع میں مطالعے کیلئے بڑے بڑے کتب خانے ہوتے تھے جنہیں شالیقین ہر وقت مجتمع رہتے تھے اور ان پر مانگوں کی علمی ذخیرہ سے مالا مال کرتے رہتے تھے۔ ہندوستان کی انتہائی دور میں بھی کتب خانے زجا بجا قائم تھے اور وہ اس زمانے میں کتابوں کے لکھنؤ اور لکھنؤ کی زحمت اور سیکڑوں روپیہ خرچ کر کے ایک ایک کتاب کے حاصل کرنیکی حاجت ہوتی تھی تاہم نہ وہ محنت میں کوتاہی کرتے تھے نہ صرف زر و سوبہ بے کتابین جمع کرتے تھے اور انکو مال و زر سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اب بھی لکھنؤ اور دہلی کو نکالنا اگر دیون میں بعض وقت ایسی کتابین نظر آجاتی ہیں جنکو گدیوں کا عمل سمجھنا چاہئے مگر فسوس ہے کہ اسلام کے یہ پیش بہا ذخیرہ تلف ہو گئے یا ہوتے جاتے ہیں یا یورپ کے اقبال مندوں کے کتب خانوں کی ریب و زینت بنتی ہیں اور وہ ان سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی پرانے نظر نوین ہزار ہا کتابین کی طرف کوئی نور اک بن رہی ہیں اور ہمارا اسلام کے یہ علمی خزانے سر بہتہ رہ جاتے ہیں اسلئے اگر اب بھی مسلمان توجہ کریں اور ان کتابوں کو دارالعلوم کے کتب خانے میں بھیج دیں تو وہ صرف محفوظ ہی نہیں رہیں بلکہ ان کے فیض کا سلسلہ جاری ہو جائیگا جسکی نظیر مولوی عبدالرافع خان صاحب بی۔ اے ڈیوٹی کلکٹر اور مولانا محمد عظیم صاحب عظیم آباد کی قائم کردہ مسنفیر ملک اگر کسی طرف توجہ کریں تو علاوہ مدد کتب خانہ کے انکو فائدہ ہو سکتا ہو کہ تصنیف الکتب خانے میں جگہ حاصل کریں جو ہمیشہ علماء کی نظر سے گذرتی رہیں گی یہ کچھ مشکل کام نہیں ہو تا مگر ان کتب اور مالکان مطابع کی ادنیٰ توجہ سے کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہو سکتا ہو اور مصر کے کتب خانہ خدیوی کی طرح جو مدارس و جوامع کے کتب خانوں کو یکجا کر کے ترکیب دے لیا گیا ہو ایک بڑا کتب خانہ ہندوستان میں قائم ہو سکتا ہو اور مسلمانوں کی بہت بڑی قومی یادگار بن سکتا ہو۔

سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ الْحَمْدُ

ندوة العلماء اور اسکی ضرورت

آتش بدست خویش در خرمین خویش	چون خود زده ام چه نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش	ای دای من و دست من و دامن خویش

آج سے دس گیارہ برس پیشتر کا ذکر ہے کہ شہر کانپور میں مدرسہ فیض عام کا جلسہ دستار بندی حافظ الہی بخش صاحب مرحوم رئیس کانپور کے اہتمام سے (خدا اکون بخشے) نہایت مہوم و حام سے ہوتا تھا۔ غالباً یہ جلسہ مذکور کی خصوصیت تھی کہ مختلف مشرب اور مذاق کے ہاور علما امین شریک ہوتے تھے حنفی بھی۔ اہل حدیث بھی۔ صوفی بھی۔ اور ادیب فلسفی بھی بہتے حضرت امین ایسے تھے جو خیالات کی عمدگی اور رائے کی خوبی کے لحاظ سے طبقہ علماء میں ممتاز مانے گئے ہین۔ خوبی یہ تھی کہ یہ بزرگ باوجود خیالات کے اختلاف کو آپس میں محبت و اخلاق سے ملے تھے۔ جو حصہ انکے خیالات کا مشترک تھا اسکا اثر خستلافی حصہ کے تاثر کو باہمی برتاؤ میں مغلوب کر لیتا تھا۔ دو ایک جلسوں کے بعد بعض دماغوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے عمدہ مجمع کا سال بسال جمع ہونا اور چند منتہی طلباء کے سر پربر عمارے باندھ کر متفرق ہو جانا قدر شناسی کے خلاف ہو اس سے زیادہ قدر دانی کرنی چاہیے۔ چنانچہ ایک سال علما کے ایک مستقل مجلس قائم کرنے کا چرچا رہا ارکان غیر کے نام بھی لکھے گئے۔ مگر وہ چرچا اسی جلسے کے ساتھ ہو گیا۔ دوسرے برس چھ جلسہ دستار بندی مقرر ہوا۔ اس مرتبہ مجلس نہ کور کے قائم کرنے کی زیادہ اولوالعزمی اور وسعت نظر

کے ساتھ تیاری کی گئی۔ تمام اسلامی فرقوں کے قائم مقاموں کو دعوت دی گئی کہ تشریف لائیں اور اپنے پیغمبرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کی حالت زار پر غور کریں۔ علاج سوچیں اور معالجہ کریں۔ وہ صد اگرچہ (جسمانی لحاظ سے) بعض نہایت ضعیف اور کمزور دلوں سے نکلی تھی مگر روحانی اثر اور اخلاص کی برکت سے بہت قوی اور پُر اثر تھی ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گونج گئی اور جسکے کان میں گئی دلپہر جا کر ٹھہری۔ ہر طبقے اور ہر خیال کے مسلمانوں نے باستثنائے قلیل اسکو مسلمانوں کے حق میں غیبی بشارت سمجھا۔ شوال ۱۳۱۱ھ میں مجمع کا پور میں ہوا اور اسی وسعت سے ہوا جو مذہب اسلام میں ہو۔ ہر مذہب و مشرب کے چیدہ اور برگزیدہ علما و مشائخ شریک جلسہ تھے۔ اور یہی نہ تھا کہ معتدل خیالات ہی جمع ہوئے ہوں بلکہ نہایت پر جوش خیال کے علما بھی تشریف فرما تھے۔ یہ بزرگ اسیلے تشریف نہیں لائے تھے کہ اہل حدیث غیر مقلدیت کو خفی حقیقت کو صوفی صوفیت کو اور شیعہ تشیع کو پیش کریں اور یہ سب اجزا ملائے جائیں اور اُسے ایک معجون مرکب طیار ہو۔ اُس معجون کا ایک ایک مرتبان یہ حضرات لیکر اپنے اپنے وطن کو واپس جائیں۔ خود کھائیں اور اپنے پیروں کو کھلائیں اور ہر طبق کتاب مل و تحلل میں ایک نیا باب اضافہ ہو۔ جن بزرگوں نے اُس جلسے کو منظر بصیرت دیکھا ہے اُنکو یاد ہو گا کہ ہر فرقے کے علما کو اپنے عقیدے اور مذہب کا کس درجہ پاس و لحاظ تھا جس سے سخت حیرت ہوتی تھی کہ خداوند ایہ متضاد عناصر کیونکر فراہم ہو گئے ہین۔ اور ہر دم یہ کھٹکا ہوتا تھا کہ کہیں مجمع متفرق نہ ہو جائے۔ باوجود اس اختلاف کے اُس مقصد میں سب متفق الراء تھے جسکے لیے طلب کیے گئے تھے۔ چنانچہ جو تقریریں مختلف فرقوں کے علما نے اس جلسے میں کیں وہ اس بیان کی شاہد ہین۔ اس جلسے نے اپنے مقاصد حسبِ نیل قرار دیے تھے۔ تحصیل نصاب تعلیم عربی رفع نزاع باہمی سیاسی امور میں خل نہ دینا۔ ناظم ندوۃ العلماء سال مذکور کی رویداد میں

فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانے میں پہلے زمانے کی طرح محلون میں مسجدوں میں۔ ریسوں کی ڈیوڑھیوں پر کتب نہیں رہے مگر اسکی جگہ دینداروں کی حمیت اسلامی نے جا بجا مدارس اسلامیہ کثرت سے جاری کر دیے ہیں اکثر شہروں بلکہ قریوں میں دودو تین تین مدرسے ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ اُن دینداروں کی سعی و کوشش قابلِ شکر گزاری ہو کہ اُنکے وجہ سے اسلام کا نام باقی رکھنے والے پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ مگر جب اُن طلباء کو دیکھا جاتا ہے جو ان مدارس میں تعلیم پاتے ہیں یا فارغ التحصیل ہو کر یہاں سے نکلتے ہیں تو بہت ہی افسوس ہوتا ہے اور جسکے دل میں اسلام کا درد ہے وہ تو بچپن ہو جاتا ہے۔

شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی نے فرمایا۔ ”تعلیم کی ایسی ترمیم کرنی چاہیے کہ وقت کم صرف ہو اور ضروری علوم جلد آجائیں۔ میرے نزدیک جن کتابوں سے مسائل کا احتضار اور تحقیق ہوتی ہو انھیں سے قوت مطالعہ بھی حاصل ہو سکتی ہے ذرا مدرس اور طالب علم کی توجہ دیکھا وقت کو دو قسموں میں تقسیم کرنے کی حاجت نہیں دوسرا نقصان اس تعلیم میں یہ ہو کہ زبان سیکھنے کی جو کتابیں ہیں وہ بہت ہی کم رہ گئی ہیں۔ بیشتر نقص یہ ہو کہ ہمیں کتاب اللہ کے سمجھنے اور اُسکے نکات اور دقائق کے دریافت کا لحاظ کم کیا گیا ہے۔ چوتھے اس تعلیم میں ایسی کوئی کتاب نہیں رکھی گئی جس میں تہذیب نفس کے قواعد بیان کیے گئے ہوں۔ امراتن نفسانیہ و قلبیہ سے بحث کی ہو اور اُسکے علاوہ نکاح بیان ہو حالانکہ اسکی تعلیم نہایت ضروریات دین میں سے ہو۔ پانچواں۔ سابق کا علم کلام جو فلاسفہ اور معتزلہ کی رو سے ملو ہوا اب وہ معتزلہ نہ رہے نہ وہ فلاسفہ کہ اُنکے خیال بدل گئے مگر اب علم کلام میں ابطال فلاسفہ حال اور رد نصاریٰ کے دخل کرنے کی ضرورت ہو۔ گو یہ حیثیت صُحول کے جواب اُن سے حاصل ہوتا ہو۔ چھٹا۔ ایسی کوئی کتاب اس تعلیم میں نہیں رکھی گئی جس سے احکام دین کے اسرار اور اُنکی خوبیاں معلوم ہوں حالانکہ زمان حال کے موافق اسکی بڑی ضرورت ہو۔

ان نقائص کے سوا یہ نقص بھی بیان کیا گیا کہ تاریخی مواد مروجہ نصاب میں بمنزلہ نہونے

کے ہو۔ ندوۃ العلماء نے اپنی رائے صرف علوم قدیمہ تک محدود نہیں رکھی بلکہ علوم جدیدہ کی ضرورت کو بھی تسلیم فرمایا چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی نے فرمایا: بہت سے ترقی خواہان اسلام کا خیال ہو رہا ہے کہ علوم جدیدہ جو نئی قوم کی خستہ و شکست کے باعث ہو رہے ہیں پڑھنے چاہئیں مین کہتا ہوں ضرور پڑھنے چاہئیں مذہب اسلام مانع نہیں، ناظم صاحب سنہ مذکور کی رویداد میں فرماتے ہیں: یہ اصلاح طریقہ تعلیم کا مطلب یہ نہ خیال کیا جائے کہ اس انجمن کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ موجودہ کتب درسیہ میں بیشی و کمی یا رد و بدل کر دیا جائے۔ نہیں۔ بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی تد نظر ہے کہ کیا طرز تعلیم اختیار کیا جائے اور کونسے اسباب ہتیا کیے جائیں جسے ہمارے مدارس کے منتہی طلبا کو قابلیت تامہ اور مذاق صحیح حاصل ہو اور تحقیقات علمیہ کا شوق اور کمال حاصل کرنے کا حوصلہ پیدا ہو اور خالین دین کے مقابلے میں بھی بندہ نون بلکہ شایستہ اسلوب سے جواب دیکھیں مبتدی طلبا بقدر اپنی استعداد کے امور دینی سے بخوبی واقف ہو کر ان علوم سے بے بہرہ نہ رہیں جو انکی معاشرہ کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ غرض کہ جس مرتبے میں طالب علم مدرسہ سے باہر ہو وہ بقدر اپنی حالت کے ضروریات دین و دنیا سے بہرہ ور نکلے، دوسرے مقصد یعنی رفع نزاع باہمی کی تشریح میں شاہ محمد حسین صاحب الدہ آبادی نے فرمایا: تیسرے مقصد اس جلسے کا آپس کی لا طائل نزاع اور جھگڑوں کا رفع کرنا اور آپس میں اتفاق کا پیدا کرنا ہے۔ آپ لوگ دیکھتے ہیں کہ آپس میں درازا سے جڑی مسائل میں کس درجے کی نزاع روز بروز بڑھتی جاتی ہے کہ نعوذ باللہ وہی مسائل ہیں کہ صحابہ کے وقت سے اب تک مسلمانوں میں متنازعہ فیہ رہے مگر جیسا کہ اس زمانے میں تعصب اور نفسانیت کا زور ہے کبھی نہ تھا محض ان اختلافات کی وجہ سے کوئی کسی کو کافر بناتا ہے کوئی کسی کو فاسق کوئی کسی کو مشرک کوئی کسی کو بدعتی کہتا ہے حالانکہ الضافہ دیکھا جائے تو ان مسائل جزیئہ کے اختلاف سے نہ کوئی کافر بن سکتا ہو نہ مشرک کیسا ہی مختلف رہو مگر اسلام کی چار دیواری سے باہر نہوگا۔ ہاں آپس کے جھگڑوں سے یہ خرابی البتہ پیدا ہوگی

کہ جو مخالفین کہ اس چار دیواری کے باہر ہین گولہ باری کر کے اُسکے ڈھانے کی فکر مین ہین اُنسے یہ غافل ہو جائیں اور جو قوت کہ اُنکے حملے کے دفع کرنے کی ہے وہ آپس کے جھگڑون مین صرف ہوگی۔ وہ موقع پا کر بڑے بڑے زبردست حملے کرتے ہین اور کوئی اُنکار وکنے اور دفع کرنے والا نہیں، مولوی عبدالحق صاحب دہلوی نے فرمایا یہ اول تو ہمارے مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے جو ہر ایک طبعیت کے مولوی صاحب کے دور ہونے ممکن نہیں اور انھین چھوٹے چھوٹے اختلافات نے تھکوا اور بھی خوار و ذلیل کر دیا ہو، ناظم صاحب نے رویداد جلسہ اول مین لکھا ہے یہ آجکل ایک اور سخت بلا ہم مین مل و با کے پھیلی ہوئی ہے اور روز بروز اُسے ترقی ہوتی جاتی ہے وہ بلا ایسی ہے جس نے ہماری اشوکت و عظمت عزت و آبرو کو خاک مین ملا دیا ہو۔ انکی تمام خوبیوں پر اسنے پانی پھیر دیا ہو مال کو تباہ کرتے ہین جانون کو ہلاک کرتے ہین مگر غور و فکر کر کے اس سے کنارہ کشی نہیں کرتے مصلحت وقت پر نظر نہیں ڈالتے سخت افسوس یہ ہے کہ یہ ہمارے کرم اپنے آپ ہی کو بوسیلہ و خواہ تباہ و برباد نہیں کرتے بلکہ اپنے سچے اور پاک مذہب اسلام کو نقصان کی نگاہوں مین ان عیبون کا مخزن ٹھہراتے ہین کیونکہ انکی نظرونسے اس مقدس مذہب کی اصلی پیاری صورت تو پوشیدہ ہو وہ اسکے ماننے والونکی حالت دیکھ کر قیاس کرتے ہین وہ بلا کیا ہے نفاق باہمی۔ بدگمانی خصوصاً علما مین۔

تیسرے مقصد یعنی سیاسی امور سے علیحدہ رہنے کی نسبت شاہ محمد حسین صاحب نے فرمایا: "اس جلسے کو ملکی معاملات سے کچھ علاقہ نہیں نہ اس جلسے کا کام ہے کہ ملکی انتظام مین تحریر یا تقریراً دخل دے قوانین سرکاری مین اعتراض کوئی چھیڑ چھاڑ کرے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ضرورت کے وقت قومی اصلاح اور تعلیمی امور مین مدد لینے کو یا اپنے حقوق جائز کے حاصل کرنے کے لیے اپنی رعایا پر درگور منٹ مین اس طور سے عرض کرے جیسے ایک محکوم اپنے حاکم سے یا رعیت اپنے بادشاہ سے یا مریض اپنے طبیب سے

یاسائل اپنے حاجت والے نہایت ادب اور اسحاق سے عرض کرتا ہوا: "ان مقاصد کے دیکھنے سے واضح ہوگا کہ یہ جلسہ محض تعلیمی مذہبی ہے پولیٹیکل نہیں ہے۔ گذشتہ دس برس کے طرز عمل نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ جو بے تعلقی پولیٹیکل معاملات سے اس جلسے نے سال اول میں دخل مقاصد کی تھی اُسپر آج تک استقلال سے قائم ہے اور کبھی سیاسی امور میں اُس نے مداخلت نہیں کی۔ میں اُس تجربے کی رو سے جو محکو ندۃ العلماء کی کارروائیوں کا ہو (اور جو تجربہ محکو حاصل ہے وہ کم نہیں ہے) کہہ سکتا ہوں کہ یہ بی تعلقی صرف ظاہری نہیں بلکہ دلی اور قلبی ہے۔ جو بزرگ امام عظیم ابو حنیفہ کی نظیر پیش نظر رکھتے ہیں وہ کب حکام کی بستی اور دلی اطاعت سے انحراف کر سکتے ہیں اور اُن سے کب یہ ہو سکتا ہو کہ ظاہر میں کچھ کہیں اور باطن میں کچھ کریں۔ ابن خلکان نے امام صاحب کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک زمانے میں حاکم کوفہ نے یہ حکم دیا تھا کہ ابو حنیفہ فتویٰ دیا کریں۔ امام صاحب نے یہ حکم سنکر فتویٰ دینا موقوف کر دیا۔ اُسی عرصہ میں ایک روز وہ زمانے میں تشریف رکھتے تھے صاحبزادی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر روزہ دار کے دانت سے خون نکلے اور وہ سکو گھجائے تو آیا سکا روزہ رہیگا یا جاتا رہیگا۔ امام صاحب نے جواب میں فرمایا کہ بیٹی محکو فتوے دینے کی ممانعت ہو اس لیے میں اس کا جواب نہیں دے سکتا تو اپنے بھائی حماد سے پوچھ لے" نصاب تعلیم کے نقائص رفع کرنے کی یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ بارہ زبردست عالم (تعلیم کا وسیع تجربہ رکھتے تھے) اُسپر غور کرنے اور صلاح کرنے کے لیے مقرر کیے اور شترہ عالم علاوہ ان کے اس غرض سے نامزد کیے کہ اُن سے بھی مشورہ کیا جائے۔ جو شخص ان اُنٹیس عالموں کا نام دیکھے گا وہ سمجھ لیگا کہ جتنے ہندوستان کے عالم اس معرکہ الارامسائے پر رے دینے کا منصب رکھتے تھے وہ سب انتخاب کر لیے گئے تھے۔ انتخاب کے بعد ایک سال تک دفتر نے ان بزرگوں سے خط کتابت کی لیکن تجربے نے ثابت کیا کہ جو نصاب نسلاً بعد نسل داخل درس رہا ہے اُس سے طلباء ایسے مانوس ہو گئے ہیں کہ اُس کا بدلنا

(باوجود نقائص مان لینے کے) آسان نہیں اُس سے بھی زیادہ دشواریہ امر ثابت ہوا کہ طریقہ رفع نقائص پر اتفاق یا کثرت رائے ہو۔ تاہم دفتر نے اپنی کوشش کے صلے میں گیارہ رائے حاصل کر لیں۔

لکھنؤ کے اجلاس میں ایک خاص جلسہ نامی علما کا صرف اسی مسئلے پر غور کرنے کے لیے بیٹھا لیٹھنؤں بحث رہی مگر ابتدائی مراتب سے آگے فیصلہ کا قدم نہیں بڑھا۔ اس جلسے نے تاریخ کے علاوہ جغرافیہ کی ضرورت بھی تسلیم کی۔ لکھنؤ کے جلسے کے بعد سال بھر تک اور زیادہ سرگرمی سے کوشش گئی اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ چالیس رائے اور چودہ تجویزین دفتر میں موصول ہوئیں۔ اس قدر مواد فراہم ہو جانے کے بعد مولوی سید محمد عیسیٰ صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے اُن سب پر غور کر کے ایک نصاب مرتب فرمایا جو جلسہ انتظامیہ میں پیش ہو کر مزید غور کے واسطے ملک میں شائع کیا گیا۔ اسکے بعد ۱۰۔ رجب ۱۳۰۷ کو کراچی میں چند چیدہ علما کا جلسہ ایسے کیا گیا کہ وہ اس نصاب جدید پر نظر ثانی فرمائیں اگرچہ کامل طور پر یہ لائحہ مسئلہ اس جلسے میں بھی طے نہیں ہوا تاہم درجہ ابتدائی واسطے کی ایک شکل قائم ہو گئی۔ بریلی کے اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ جو کچھ مواد اس مسئلے کے متعلق اس وقت تک جمع ہو چکا تھا وہ سب کا سب جناب مولانا مفتی محمد لطیف اللہ صاحب صدر انجمن ندوۃ العلماء کی خدمت میں اس مسئلہ سے پیش کیا جائے کہ جناب مددِ مروج اسپر اپنی رائے ظاہر فرمائیں اور وہ رائے ندوۃ العلماء میں فیصلے کے لیے پیش ہو۔ جناب مددِ مروج نے جو رائے ظاہر فرمائی اُس میں درس نظامیہ ہی کی مقدار تغیر و تبدل کے بعد قائم کیا تجربے کے بعد ارکان ندوۃ العلماء کو یہ بات صاف ثابت ہو گئی کہ اس طریقے سے نصاب کا مرتب و مکمل ہونا قریباً ناممکن ہے اور اگر بالفرض مرتب ہو جائے تو مدارس عربیہ کا اُسکو اپنے لیے قبول کرنا بالکل محال ہے۔ اس خیال نے اُنکو اس جانب مائل کیا کہ اپنی رائے خود ایک عالی شان دارالعلوم بنائیں جس میں ندوے کے خیال کے مطابق تسلیم و

تربیت کا سامان کیا جائے اس طرح نہ صرف نصاب مرتب ہوگا بلکہ نتیجہ نصاب یعنی
 حسب خواہش جیسا استعداد کے علما بھی پھر پیدا ہونے لگیں گے اور جب وہ تعلیم کا کام
 اپنے ہاتھ میں لینے تو ضرور اُسی روش پر چلین گے اور اس طرح یہ مہتمم بالشان مسئلہ آخر کار
 طے ہو جائے گا۔ چنانچہ بریلی کے اجلاس میں یہ تجویز منظور ہوئی جس شان دار العلوم
 بنانا تجویز کیا گیا وہ اس چھوٹے سے رسالے کے پڑھنے سے واضح ہو سکتی ہے جو سودہ
 دارالعلوم کے نام سے شائع ہوا تھا۔ ۹۔ جمادی الاول ۱۳۱۷ھ کو اس دارالعلوم کا درجہ
 ابتدائی لکھنؤ میں کھولا گیا۔ اگرچہ اسکی حالت اُس منصوبے کے مطابق ہنوز نہیں پہنچی ہے
 جو ندوے کا ہے تاہم وہ اپنی بہت سی خصوصیتوں میں اب بھی دیگر عربی مدارس سے
 صاف ممتاز ہے جیسا کہ آپ سالانہ رویداد میں سن چکے ہیں۔ ندوۃ العلماء نے عملاً
 اپنے خیال کو صرف علوم عربیہ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اُس نے تعلیم انگریزی کے
 جانب بھی دو حیثیت سے توجہ کی۔ ایک اُس حیثیت سے جس کا اثر مذہبی خیالات پر
 پڑتا ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ زمانے نے اس تعلیم کو نہایت ضروری
 کر دیا ہے۔ سال اول میں جو خیالات اسکے متعلق ظاہر کیے گئے وہ میں اوپر عرض کیا
 ہوں۔ میرٹھ کے جلسے میں نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب نے تمام
 وہ کاغذات اور خط کتابت ندوۃ العلماء کے سپرد کر دی جو ان کے اور گورنمنٹ لکھنؤ
 و شمالی کے مابین مسئلہ تعلیم مذہبی طلباء کے انگریزی مدارس سرکاری کے متعلق ہوئی
 تھی اور جن کے رو سے سرکار نے یہ منظور فرمایا ہے کہ اگر مسلمان اپنے بچوں کو مدارس
 مذکورہ میں مذہبی تعلیم دلانے کا بند و بست کریں تو کچھ وقت ان کو دیا جائیگا۔ اور لڑکے
 ممدوح نے ندوۃ العلماء سے یہ درخواست کی کہ وہ اس انتظام کی سرپرستی کرے یہ تجویز
 بھی منظور ہوئی کہ انگریزی خوان طلباء کو وظائف دیگر عربی پڑھانی چاہیے۔ مولوی
 علی احمد صاحب بدایونی نے اسکی تحریک کرنے کے وقت فرمایا کہ میں ابتداءً انگریزی

تعلیم کو کفر جانتا تھا۔ پھر بعد چندے حرام سمجھنے لگا پھر مکروہ سمجھا گیا بعد جب زمانے کی گرم و سردی کی طرح مجھے ضرورتوں کا ادراک ہوا اور غور و تعمق کیا تو انگریزی کو مباح سمجھنے لگا۔ پھر کہا کہ انگریزی کی بہت ضرورت ہو۔ سوال سلسلہ میں مقام کانپور ندوے کے ایک جلسہ انتظامیہ میں ہائی اسکول کانپور کے مسلمان طلباء نے یہ درخواست پیش کی کہ ان کے دینیات کی تعلیم کا (موجب منظور شدہ تجویز نواب مولوی مشتاق حسین صاحب) انتظام کر دیا جائے۔ جلسہ مذکور نے روسای کانپور میں سے چند لوگ ایسے تجویز کیے کہ وہ بطور کمیٹی اسکے مصارف کا انتظام کر دیں۔ اور اپنے مفتی مولوی عبداللطیف صاحب سے یہ درخواست کی کہ جب تک کمیٹی مذکور کام شروع نہ کرے اس وقت تک وہ ان طلباء کو دینیات پڑھا دیا کریں چنانچہ مفتی موصوف نے بخوشی اسکو منظور کر لیا مگر چند ہی روز بعد دارالعلوم کی ضرورت سے دفتر لکھنؤ آگیا اور وہ تجویز ادھوری رہ گئی۔

شاہجہانپور کے اجلاس میں بالاتفاق یہ تجویز منظور کی گئی کہ شاہجہانپور ہائی اسکول کے مسلمان طلباء کے دینی تعلیم کا انتظام ندوہ کرے۔ مولوی عبدالواجد خان صاحب رئیس شاہجہانپور و رکن ندوۃ العلماء نے براہ فیاضی ایک سو چالیس روپیہ سالانہ آمدنی کی جائیداد اس تجویز کے مصارف کے لیے وقف کر کے ندوے کی نگرانی میں دیدی اور اسکے ذریعے سے ہائی اسکول مسلمان طلباء کی دینی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ خود دارالعلوم میں ایک شاخ ابتدائی انگریزی تعلیم کی کھولنے کی تجویز منظور ہوئی ہے۔

اب میں آپ کو دوسرے مقصد کی کیفیت سناتا ہوں یعنی "رفع نزاع باہمی" ظاہر ہے کہ یہ مقصد بھی نہایت اہم اور دشوار ہے بلکہ یہ کمنا بیجا نہوگا کہ ندوے نے اول مرتبہ صد طبقہ و علمائین بلند کی ہے۔ جو لوگ اس معاملے پر غور کرتے رہے ہین وہ خیال فرمائینگے کہ اس دس سال کے عرصے میں مباحثے کی دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو گیا ہو۔ نزاع موقوف تو نہیں ہو گئی لیکن کم اور خفیف ضرور ہو گئی ہے۔ جو صاحب ندوے

اجلاس اول میں شریک تھے وہ میرے ساتھ اس بیان میں اتفاق فرمائیں گے کہ اس جلسے میں اجنبیت کا یہ جوش تھا کہ ہر دم یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ کہیں یہ اجتماع صوری درہم ہم نہو جائے اور یہ رنگ طلائع دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ ایسے مختلف خیال بزرگ ایک جگہ جمع تھے۔ اُسکے بعد جلسے جسقدر ہوتے گئے اُسقدر خیالوں میں اعتدال بڑھتا گیا یہاں تک کہ اب یہ مجمع معمولی بات ہو گئی ہے۔ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ اجلاس نئے کور میں جسقدر علما تھے سب نے بالاتفاق یہ منظور کیا کہ جو رسوا کرنے والی نزاع اسپین برائین انکی اصلاح ہونی چاہیے۔ سطح اتفاق کی بنیاد گویا پڑی۔ دوسرے سالانہ اجلاس میں قیصر باغ کی بارہ درمی میں مولوی محمد ابراہیم صاحب آردی نے اتفاق پر وہ پاکیزہ مضمون پڑھا جسکی تعریف نہیں ہو سکتی اُسی جلساس میں مولوی صاحب مدوح اور مولوی محمد انیس صاحب مرحوم سے چند علمائے یہ تحریک کی کہ وہ باہم صلح کر لیں۔ دونوں صاحبوں نے صاف باطنی سے اس تحریک کو قبول فرمایا باہم برادرانہ ملے اور نہایت خلوص قلب اور کشادہ دلی سے ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں اس صلح کا اعتراف اور آئندہ نزاعوں سے بچنے کا اقرار کیا اور سطح ثابت کر دیا کہ ندوے کے ارکان صرف اتفاق پر تقریر ہی نہیں کرتے بلکہ اُسپر عمل بھی کرتے ہیں جو لوگ مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کے اثر سے واقف ہیں وہ تسلیم کریں گے کہ اُنکا ملنا دشمنوں کا ملنا نہ تھا بلکہ دو بڑے گروہوں کا ملنا تھا لہٰذا اُن سے اپنے اپنے وطن میں جا کر ان بزرگوں نے مصاحبت کے عملی ثبوت بھی دیے جنکی کیفیت وقتاً فوقتاً اخباروں میں چھپتی رہی اس صلح کے ایک سال کے بعد جب ندوہ کے وفد نے شرقی ضلع کا دورہ کیا تو ناظم صاحب نے اس امر کی جانچ فرمائی کہ آیا کوئی امر خلاف صلح مذکور تو نہیں ہوا وہ فرماتے ہیں کہ ”احمد شاہ کوئی امر خلاف نہیں دیکھا گیا“ اس وفد کے دورے کے دوران میں جہان جہان نزاع پایا وہاں اُسکے رفع کی کوشش کی اور وہ کوشش بے اثر نہیں رہی۔ دو برس گزرنے پر خود ندوۃ اعلیٰ کو اس آفت کا مقابلہ کرنا پڑا

جسکو وہ مسلمانوں سے دور کرنا چاہتا تھا یعنی سلسلہ ہجری میں مغنی علما کا ایک گردہ اُسکی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔ یہ مخالفت اُسی شکل و پیرائے میں کی گئی جو ان برباد کن نزاعوں کے لیے مخصوص ہو بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ ان نزاعوں کے خوگر ہو جاتے ہیں اُنکے دل و دماغ میں یہ طرز ایسی سما جاتی ہے کہ وہ معتدل اور شایستہ عنوان بحث سے عاجز ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ایاکم والنصوۃ فی الدین فانہا تشغل القلب و تورث النفاق یعنی بچو مذہبی جھگڑوں سے اسیلے کہ وہ دلوں کو پھیر دیتے ہیں اور نفاق پیدا کر دیتے ہیں اور انھیں مفسد کو دیکھ کر امام ابو حنیفہ نے مذہبی مباحثہ ترک کر دیا تھا اور اس ترک پر خدا کا شکر ادا فرماتے تھے۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب اصل حال سنئے اس مخالفت کا شروع ہونا تھا کہ رسالے شائع ہونے شروع ہوئے اور اس زور شور سے شائع ہوئے کہ چند ہی روز میں اُنکی تعداد کا یون سے گذر کر دیا یون سے بھی تجاوز ہو گئی۔ یہ دلولہ اگرچہ اب سرد ہو گیا ہے تاہم کچھ نہ کچھ قائم ہے۔ مذہب علما نے اس حملے کو نہایت عمل و استقلال سے برداشت کیا یعنی قطعاً ان رسالوں کی جانب توجہ نہیں کی اور ایک جواب بھی اُنکا شائع نہیں کیا۔ اگر ایک آدھ سالہ مثل ارشاد الکلماء ندوے کے کسی کن نے بطور خود شائع بھی کیا تو وہ نہایت معتدل و نرم پیرائے میں ہے اور اس بحث کا غور نہ ہو چسپ نہ وہ مذہبی بحث کو لانا چاہتا ہی یعنی صرف مسائل کی تحقیق فاضلانہ کی ہو کیسکو فحاصل کر کے چھیڑ چھاڑ نہیں کی اس مخالفت سے کوئی شبہ نہیں کہ ندوے کی قوت کو صدمہ پہونچا جسکا صدمہ ہمارے دلوں پر ہے اور ہماری دلی آرزو ہو کہ کاش یہ تفرقہ دور ہو جاتا اور سب علما ملکر امت مرحومہ کو اُن مملکت بلاؤں سے بچانے کی کوشش فرماتے جنہیں وہ مبتلا ہے اور جنگی وجہ سے وہ اپنی ساری علمی شان و عظمت کھو چکی ہے لیکن اس مخالفت سے دو نفع بھی حاصل ہوئے۔ اولاً یہ بات عملاً ثابت ہو گئی کہ ندوہ صرف زبان سے رفع نزاع کا خواہشمند نہیں ہے

بلکہ وہ دل سے اُسے نفرت کرتا ہو اور سچے طور پر اُنکے دور ہونے کا آرزو مند ہے دوسرے یہ کہ اُن بزرگوں کے اس طرف متوجہ ہو جانے سے مباحثوں کا دروازہ بہت بند ہو گیا۔ خفیون کے گروہ میں زیادہ تر وہی مسلم مباحثے کی جولانگاہ میں تیز تھے جو ندوے کے حال پر مہربان ہوئے۔ ندوۃ العلماء نے اُنکا جواب نہیں دیا پس وہ قوت استقلال کے مضبوط حصار سے ٹکرا کر چور ہو گئے اور بجائے ملت میں تفرقہ ڈالنے کے خود متفرق ہو گئے۔

میرٹھ میں جب اجلاس ہوا ہے تو اُس زمانے میں وہاں مقلدین وغیر مقلدین میں نزاع ہنگامہ برپا تھا عدالتوں میں مقدمات کا سلسلہ لگا ہوا تھا مسلمانوں کے طبائع میں ایک شورش برپا تھی اور مال اور وقت کی دولت برباد ہو رہی تھی ندوۃ العلماء نے کوشش کر کے دونوں فریق کے سرگروہوں میں مصالحت کرادی حضرات ممکن ہو کہ انہیں سے بہت سی مصالحتیں عرصے تک قائم نہ رہی ہوں مگر ہمیں شک نہیں کہ یہ غلطی ملبست کرنا کہ نزاع رفع ہونے سے سال بسال دس برس تک بحث ہونا۔ ارکان ندوہ کا جھگڑوں کو دلی نصرت سے دیکھنا اور اُسے بچنا۔ جہاں موقع ہو وہاں مخالف فرقوں کے سرگروہوں میں سیل کر دینا۔ اس بحث پر موثر مضامین شائع کرنا جلسوں میں پُر تاثر خطبے دینا۔ یہ کوششیں ایسی ہیں جو راہگامان نہیں جاسکتیں اور بتدریج انشاء اللہ العزیز قوی اثر پیدا کر کے رہیں گی۔

ایک مقصد ندوۃ العلماء نے صلاح و فلاح اہل اسلام بھی قرار دیا ہے۔ یہ مقصد بہت وسیع ہے اور جو امور اوپر مذکور ہوئے وہ اگرچہ ہمیں داخل ہیں تاہم ندوے نے اُنکے ماوراء بھی اپنی کوشش کے دائرے کو وسعت دی ہے۔ خلاف شرع اور برباد کن رسوم کی بجائے اپنی جانب شریعت سے اُسنے اپنی توجہ کو مائل کیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے اجلاس میں دوران تقریر میں فرمایا تھا کہ ”ہمارے بہت کچھ رسوم و رواج بیاہ

شادی۔ مرنے جینے کے ایسے اتر ہیں کہ زیر بار یون نے تمہاری کمین توڑ ڈالین۔
 کسکا جی چاہتا ہے کہ ادھر گھر میں سے جنازہ نکلے اُدھر صد ہا مردوزن کے کھانے
 پینے مہمانی کا اہتمام کرے مگر رسم کرنا ہی پڑتا ہے گھر میں موت آئی اسکے ساتھ سیلک و
 روپے پر ہاتھ صاف ہوا مقدور نہیں تو مجبور ہو کر ایسے تنگ وقت میں زیور برتن
 کپڑا مکان رہن کرنا پڑتا ہے اور خوب ہی سود دینا پڑتا ہے شادی کا تو کچھ ذکر ہی
 نہیں رسم اسکو ہر بات پر مجبور کر رہی ہے اس کمبخت شادی کی بدولت صدھا
 املاکین لاکھوں روپے کی جائیدادیں ہمارے ہاتھوں سے نکلکر مہاجزون کے پاس
 چلی گئیں اور سہیط صد ہا رسوم ہیں یہ سردار نکو منع کر دے گا تو پھر تمہیں قوی حجت
 ہو جائے گی۔

سلسلہ کے دورے میں ارکان ندوۃ العلماء نے رسوم ناروا سے بچنے کی ترغیب
 مسلمانوں کو دی اور اسکا کچھ نہ کچھ عمدہ اثر پیدا ہوا چنانچہ فچپور میں ایک عہد نامہ اس
 مضمون کا مسلمانوں نے لکھا کہ شادی اور غم کی جو بجا رسمیں ہیں اُن سے احتراز کیا جائیگا۔
 وفد کے واپس چلے آنے کے بعد ضلع مذکور میں ایک معزز مسلمان رئیس نے انتقال کیا
 اُنکے ورثا نے عہد نامے کی پابندی کی اور ناروا رسموں سے محترز رہے ایسی ہی سکاہ
 راسے بریلی اور بارہ بکلی میں کیے گئے۔ یہی سلسلے میں ندوۃ العلماء نے ایک یتیم خانہ قائم
 کیا ہے۔ کانپور کے ایک دوکاندار حاجی حسینی نے ازراہ فیاضی پانچزار روپیہ کی جائیداد
 اس غرض سے وقف کی کہ اسکی آمدنی سے یتیم خانہ قائم کیا جائے اور وقف نامہ میں
 متمم ندوۃ العلماء کو مقرر کیا۔ شوال ۱۳۱۷ھ میں یتیم خانے کا افتتاح ہوا شمسعدی کی بلاخیز
 خشک سالی کے بعد ہمارے ناظم صاحب نے گورنمنٹ مالک مغربی و شمالی اودھ
 کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ جولاوارث مسلمان بچے سرکاری محکمہ قحط کے نگرانی
 میں ہوں وہ پرورش کے لیے ندوۃ العلماء کے یتیم خانے کو دیے جائیں گورنمنٹ نے

ضروری مقامی تحقیقات کے بعد اس درخواست کو منظور کیا اور ازراہ مراحم حاکمانہ فی بیچہ
دور و پے ماہوار خود بھی عطا فرمانے کا وعدہ کیا چنانچہ ۲۳ بجے اس منظور کی مطابق
آئے اور انکی پرورشش تعلیم کا انتظام ایسے عمدہ طور سے کیا گیا کہ وقتاً فوقتاً جن حکام یا
سربراہان اور اہل اسلام نے انکو دیکھا خوش ہوئے اور عمرائے نگہی عرصہ تک یتیم خانہ
شہ کے اندر کرائے کے مکان میں رہا دو برس ہوئے کہ سرکار نے نزولی زمین عمارت
یتیم خانہ کے واسطے مفت عطا فرمائی اُسکے لیے خاص چندہ کیا گیا اور عمارت بنائی
گئی اگرچہ وہ ہنوز ناتمام ہے مگر یتیم بچے وہاں پہنچ گئے ہیں اب اس یتیم خانے میں
۲۲ بچے ہیں اور انکو پڑھنے لکھنے اور پیشہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بیان میں میں نے یہ کوشش کی ہو کہ ندوئے کے مقاصد و علمی کاروائیوں
کی مختصر کیفیت آپکی خدمت میں گذارش کر دوں اگرچہ اس مجلس گرامی نے اس وقت
تک بہت سی نیک اور مفید خدمتیں مسلمانوں کی بہن مگر ہمیں ذرا بھی کلام نہیں ہو سکتا
کہ جو کچھ ہوا وہ ارادے اور ضرورت کے لحاظ سے بہت کم ہوا اور ندوئے کو سارا
کام ہنوز ادھورے ہیں۔ اس نقص کی ذمہ دار ایک حد تک خود ہماری کوشش و
بیرونی کی کمی ہے مگر بہت بڑا حصہ اُن اسباب کا ہو جو علی العموم امت مرحومہ کے
ہر ایک قومی کام میں مایوس و مانع ہو رہی ہیں یعنی کام کے آدمیوں کا عزیز الوجود
ہونا۔ بنائے زمانہ کا نفاق۔ اپنے ناچیز ذاتی غرضوں پر قومی کاموں کو بیدریغ قربان
کر دینا۔ قوم کا بے پروا اور سست ہونا۔ نشہ غفلت کسی طرح نہ چونکنا۔ اور اسکو
انتہائے ہوشیاری خیال کرنا۔

براہِ نفعین ماہر کہ بسنگرد داند | کہ میر قافلہ در کاروان سرافقت است
ایم معشر مسلمین! آپ مجھ کو اجازت دیں کہ میں اس موقع پر ایک نظر مسلمانوں کی یعنی
اپنی دینی و اخلاقی حالت پر ڈالوں۔ اس محبت پر بہت کچھ کہا اور لکھا گیا لیکن ہماری

خواب غفلت ایسا گھرا ہے کہ ابھی بہت کچھ کہنا اور سننا ہو۔ اول یہ سمجھ لیجیے کہ میں جو کچھ
 مسلمانوں کی مذہبی حالت پر بیان کر ڈنگا اُسکے نسبت یہ ادا عانین کہ سارے مسلمان ایسے
 ہی ہیں بلکہ اکثر کے اعتبار سے کہا جائے گا ولا اکثر حکم الکمل۔ ہم بسطوح اپنے دینی ذرائع
 ادا کرتے ہیں بجالاتے ہیں ہم بسطوح اپنے مذہب کے احکام کو مانتے ہیں اُنکی تعلیم کرتے
 ہیں اُنپر غور کرنے سے نہیں محض سرسری نظر ڈالنے سے صاف عیان ہوتا ہے کہ ہمارا
 مذہبی زندگی ایک قالب بیجان رہی ہے اُس میں جو باتیں مقصود و اہم تھیں وہ معدوم
 ہو گئیں اور محض ظاہری شکل باقی رہ گئی۔ مثلاً اسلام کے دوسب سے بڑے فرض لیل و نحر
 ایک نماز دوسرا روزہ۔ نماز کی جان خضوع اور خشوع ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے
 ہیں: حضور قلب نماز کی جان ہے اگر تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت حضور قلب ہو تو کہا جائیگا
 کہ جان کی رمق باقی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو سمجھنا چاہیے کہ نماز مردہ ہے۔ جتنا حضور قلب ہے
 پڑھے گا اُس قدر ارکان نماز میں روحانی تازگی پیدا ہوگی بہت سے جاندار زندہ
 تو ہوتے ہیں لیکن ایسے بے حس و حرکت ہوتے ہیں کہ مردے میں اور ان میں بہت
 کم فرق ہوتا ہے یہی مثال اُس نمازی کی نماز کی ہے جو تکبیر حضور قلب سے کہے اور پھر
 غافل ہو جائے۔ اب فرمائی کہ سجدہ مسلمانوں کی نماز اس زمانے میں فی الواقع کبھی جاسکتی ہے
 خضوع کے بعد اوقات کی پابندی۔ جماعت کا اہتمام مسجد کی حاضری ہے کتنے مسلمان
 ان مراتب کو کوشش سے بجالاتے ہیں بعض شہروں کے جامع مسجد میں دیکھا گیا کہ امام
 خطبہ پڑھ رہا ہے چند لوگوں کے ہاتھ میں تین کے ڈبے ہیں وہ صف و صف نمازیوں کے
 سامنے جلتے اور چندہ تحصیل کرتے ہیں۔ جو چندے کے دام و بون میں ہوتے ہیں
 اُنکی کھڑکھڑ نمازیوں کو سناتے جاتے ہیں۔ حالانکہ فقہ میں لکھا ہے کہ جو امور اثنا عشر نماز
 میں نادرست ہیں وہی خطبہ میں۔ اور یہ تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ امام نے سلام پھیرا دعا کو
 ہاتھ اٹھائے کہ جا بجا سائل صفوں میں کھڑے ہو گئے اور باوازی بند سوال خوانی شروع کر دی

اور جو دل خدا کی جانب مائل ہوتے اُنکو اپنی طرف مائل کر لیا۔ روزہ رکھنے کا اولاً تو رواج روز بروز کم ہوتا جاتا ہے بے روزہ داروں کی بے باکی نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ بازاروں میں سر راہ مکانوں میں بے تکلف حقہ پیتے اور پان کھاتے ہیں ادنیٰ سے اونچے سبب روزہ نہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ جو روزہ رکھتے ہیں انہیں کسی قدر ایسے ہیں جو روزے میں اُن امور کی رعایت رکھتے ہیں جو بقول امام غزالیؒ روزے سے مقصود اصلی ہیں۔ مثلاً نگاہ کو زبان کو کان کو اور اور اعضا کو گناہوں سے روکنا۔ افطار کے وقت ان پُشناب کھانا نہ کھانا۔ افطار کے بعد اس قلع میں رہنا کہ آیا روزہ قبول ہوا یا نہیں روزے میں بجائے اسکے کہ اخلاق میں نرمی آئے اور زیادہ درشت و سخت ہو جاتے ہیں بیجاہری بی بی بیچے دن بھر لڑان رہتے ہیں۔ ملازم الگ خائف رہتے اور عا مین بانگتے ہیں کہ خدای تعالیٰ خیریت سے شام دکھائے۔ یہی پرادر فرائض کا قیاس لکھو جو غاہر پسندی اور تن آسانی گو یا ہمارا شعار ہو گیا ہے۔ ظاہر پسندی سے میری مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ مسلمان جب کوئی کام کرتے ہیں تو ظاہری بھر مگ اور جلوے پر نظر ہوتی ہے اور جو فائدہ آسان طور پر حاصل ہو سکیں انہیں پرکتفا کرتے ہیں معنوی بیون تک نظر بہت کم پہنچتی ہے اور اصلی حقیقی منافع حاصل کرنے کی زحمت شاذ و نادر بہت کم اٹھائی جاتی ہے۔ مثلاً مسلمان مساجد کے بنوانے میں بہت سرگرم نظر آئیگے جہاں ضرورت نہ ہو وہاں بھی عالیشان مسجد بنانے میں بیدریغ مال خرچ کرتے ہیں۔ مگر اس بات کا اہتمام اُن سے بہت کم ہو سکتا ہے کہ خود پنج وقتہ نماز پابندی کے ساتھ مسجد میں ادا کریں بے نمازیوں کو نمازی بنائیں اور سطح اصل مقصود مسجد کا حاصل ہو۔ ملک میں عربی مدارس کس کس کثرت سے کھل رہے ہیں اور دیندار اہل تمول کی کثرت سے یہ منہا ہے کہ وہ اپنے صرف سے ایک عربی مدرسہ جاری کر دیں لیکن آپ بانیوں کے لڑکوں کو اُن مدرسوں میں پڑھتا شاذ و نادر دیکھیں گے۔ اُنکو اس امر کی کاوش بہت کم ہوگی

کہ تعلیم عمدہ طور پر ہو طلباء کے اخلاق و عادات کی نگرانی کا اہتمام رہے۔ ہندوستانی
 سیکڑوں نہیں ہزاروں قدیم اوقات اب بھی گورنمنٹ کی فیاضی سے مسلمانوں کے ہاتھ
 میں قائم ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کتنی مثالیں مل سکیں گی جہاں وقت کی آمدنی تھیں
 کی مرضی کے موافق صرف ہو رہی ہو۔ و غنوں کے غول کے غول ملک میں پھیلے ہوئے
 ہیں مگر دو تین باتیں قریباً نایاب ہیں۔ اول و غن میں یہ خوبی کہ جس مسئلے کو لین اُسکے
 بیان کا حق ادا کر دیں۔ دوسرے ایسے مقامات میں و غن و تبلیغ کی صدا بلند کریں جہاں
 جہالت نے نام کے سوا کوئی اسلامی علامت مسلمانوں میں نہیں چھوڑی۔ بلکہ بہت سی
 جگہ نام بھی مسلمانوں کے جیسے نہیں رہے ایک ضلع کے (حسین فیصدی) تھی مسلمان
 آباد ہیں) مسلمان حاکم نے مجھے بیان کیا کہ ضلع مذکور میں دو بہنوں سے ایک ہی وقت
 میں نکاح کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے اور نہ صرف رواج بلکہ وہ اُسکے بہت سے
 منافع بیان کرتے ہیں اور جب اُسے یہ کہا جائے کہ کبھی تو یہ فعل حرام ہے تو وہ کہتے
 ہیں کہ صاحب ہمنے آج تک نہیں سنا یہ سنکر میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ وہاں
 و غن نہیں جاتے تو اُنھوں نے کہا کہ میں جیسے گیا ہوں میں نے کسی و غن کو اس طرف
 قدم نہ بڑھ فرمائے نہیں دیکھا حقوق جس بیدردی حوصلہ اور شیرشی سے پامال کیے جاتے
 ہیں وہ عبرت خیز ہے۔ کثرت سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی بڑا بھائی نابالغ چھوٹے
 بھائی کی جایداد پر یا چچا معصوم یتیم بھتیجے کی ریاست پر بھائی بہن کے حصے پر قابو پا
 جاتے ہیں تو بجائے اُسکے کہ وہ اپنے فرائض کو نیک نیتی اور خدا ترسی سے ادا کریں
 جہاں تک اُنکا دماغ کام دیتا ہے اُنکے حصے کو اپنا بنا لینے کی کوشش کرتے ہیں اور
 جب کوئی ذی حق اپنا حق طلب کرے تو اُسکے دشمن ہو جاتے ہیں عدالتوں میں بہت سے
 مقدموں میں یہ جواب دعویٰ داخل کیا جاتا ہے کہ مدعی کو ہمارے خاندان کے رسم کے
 مطابق حصہ نہیں مل سکتا لہذا دعویٰ دھس کیا جائے یعنی چونکہ شرع ہماری ذاتی غرض کے

خلافت اور رسم موافق ہے لہذا شرعی حکم مسترد اور رسم کا بول بالا ہونا چاہیے۔ برہنہ را
 مذہب بباہر گریست۔ رسوم عام اس سے کہ شادی کے ہون یا غم کے اُنکے مقابلہ
 میں مذہب کا اثر بیکار ہے عام طور پر دیکھ لیجیے کہ جہان رسم اور شرع کا مقابلہ ہوگا
 وہاں رسم منصوبہ اور شرع مجبور نظر آئے گی۔ اگر کسی کو ٹوکا جائے تو یہ سادہ جواب ملیگا
 کہ خاندانی رسم یا عورتوں سے مجبور ہیں۔ گویا خاندانی حلقہ اور حرم سراسر شرعی عمارت سے
 خارج ہیں آہیں شک نہیں کہ عورتیں زیادہ رسم پرست ہیں مگر انکی رسم پرستی کے مرد
 ذمہ دار ہیں جو مرد احکام دین کو دل سے مقدم خیال کرتے ہیں انکی بیسیان بھی رسم پر
 مٹی ہوئی نہیں بہتین مسلمانوں میں ایسے ہزاروں دو تیند موجود ہیں جو رسم کے پورا
 کرنے میں ہزاروں لاکھوں روپے اڑا دیتے ہیں۔ ہم ایک ایسے زمیندار رئیس کو
 جانتے ہیں جنھوں نے صاحبزادوں کے حقون میں بارہ لاکھ روپے خرچ کر ڈالے
 تھے مگر اس بات کے سُننے کو کان ترس رہے ہیں کہ خاندان دینی اور قومی کام ہیں خاندان
 مسلمان رئیس نے دس لاکھ یا پانچ لاکھ یا ایک لاکھ روپے دیدیے۔ حالانکہ ایسا پاری
 موجود ہے جسے تین لاکھ روپے تعلیم کے لیے یک مشت دیدیے۔ اور ایک ہندو کیل
 نے چھ لاکھ روپے اپنے خاندان کی تعلیم کے لیے ایک دم سے دے ڈالے تھے۔
 چالیس پچاس ہزار شادی بیاہ اور فاتحہ چلم میں لگا دینے والے مسلمان تو ہر جگہ موجود
 ہیں مگر یکمشت دس پانچ ہزار نیک کاموں میں دیدینے والے کہیں بھی نہیں۔ عربی
 مدارس کی فہرست چندہ اٹھا کر دیکھیے اور ایک مدرسے کی نہیں سب کی سو سو سو پچ
 سالانہ چندہ دینے والے جو ائمہ کا نام شاذ ہی نکلتے گا پچاس ساٹھ کے دینے والے
 دو ایک ہونگے دس بیس کے دینے والے دس پانچ باقی جتنے ہونگے دو چار روپیہ
 یا آٹن کے دینے والے۔ ابھی اور سینے بڑی رقمیں دینے والے دیتے ہیں صرف غلغلا
 کی آبرو اپنے نام نامی سے بڑھا دیتے ہیں یہی لیے ایسے ناموں کے آگے آپ باقی کا

خانہ ہمیشہ معمولاً پین گئے اُنکے چندے سے متمنون کو اطمینان کے بدلے پریشانی و حیرانی نصیب ہوتی رہتی ہے۔ دوسرے مذہب والے اپنے مذہب کی اشاعت میں جس سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں وہ ظاہر ہے عیسائی مشنریوں کی شاہانہ آمدنی و خدمت کا تو مسلمان مقابلہ کیا کر سکتے ہیں خود ہندوستان کے دوسرے اہل مذہب مثلاً آریہ سماج جس حوصلے سے کام لے رہے ہیں اُسکے مقابلے میں بھی ہماری کوششیں ہیچ ہیں۔ شمالی ہند میں لے دے کے ایک رسالہ تحفہ محمدیہ تائید مذہب اسلام کے لیے جاری تھا۔ وہ مرحوم جناب جیاسلطان کی غفلت کا ہمیشہ دکھڑا روتا رہا اُسکی قیمت صرف دو روپے سالانہ تھی لیکن یہ رقم بھی مسلمان ادا نہیں کرتے تھے مسلمانوں کا لطف مزید اُسکے حال پر یہ ہوتا رہا کہ جب سال بھر بعد مہینہ دو مہینہ پیشتر مہتمم نے اطلاع دی کہ فلان تاریخ باقیداروں کے نام رسالہ ما و جب کی مقدار سے قیمت طلب آئے گا جن صاحبوں کو یہ طریقہ پسند نہو براہ کرم ابھی سے مطلع فرما دیں تاکہ رسالہ زیر بار نہو جن خریداروں نے ناپسندی ظاہر نہ کی اُنکی خاموشی کو دلیل رضا سمجھ کر رسالہ قیمت طلب بھیجا گیا مہتمم بیچارہ متوقع تھا کہ روپیہ آئے گا اُنسا رسالوں کا پتہ نہ آئے وہ روپیہ ملا اور اسطرح اور زیادہ رسالہ کی کمر توڑ دی گئی آخر سسک سسک کر فنا ہو گیا بہت خریداروں کو شاید خبر بھی نہوئی ہو کہ یہ کیا ہوا فیصل و کمال کی قدر شناسی کا مادہ طبقہ امرا سے تیار بالکل سلب ہو گیا جو کچھ علم کی خدمت کر رہے ہیں غریبا متوسط آمدنی کے مسلمان گروہی اس شرط سے کہ علمائے اُنکے خیال کے مخالف نہوں جہاں اپنے خیال کے مخالف پایا پھر گئے۔ یہ دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ ہمارے امرا ہزاروں روپیہ علم کی خدمت میں صرف کرتے ہیں کیونکہ اس سے قدر شناسی کا ثبوت نہیں ہوتا اگر اُنکے سالانہ مجموعہ دیکھے جائیں تو یہ مد اُنکے ہر خرچ کے مقابلے میں کم بلکہ ہیچ نظر آئے گی جو دیا جاتا ہے وہ بھی کچھ ذاتی و لو لے اور شوق سے نہیں دیا جاتا بلکہ (خدا جانے) کن کن تحریکوں اور تدبیریں

وصول کی نوبت آتی ہے۔ سب بڑی دلیل قدر شناس نہونے کی یہ ہے کہ نہ وہ خود علم حاصل کرتے ہیں نہ اپنی اولاد یا عزیزوں کو طالب علمی کی زحمت دیتے ہیں کیونکہ خصلت مصاحب اُنکو پڑھاتے رہتے ہیں کہ امیرون کو علم پڑھنے کی کیا حاجت ہی صرف اتنا چاہیے کہ دستخط کر لیں۔ یہ بیان کہ مسلمانوں کا افلاس اُنکے دینی کاموں کی تکمیل نہیں ہوتا دیتا ایک لمحہ کے لیے بھی قابل قبول نہیں اولاً یہ بات قابل غور ہے کہ اہل دول اپنی دولت کا کونسا حصہ ایسے مفید کاموں میں دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے اور مشاغل میں جس قدر دولت اُڑاتے ہیں اور جس قدر دینی امور میں صرف کرتے ہیں نہیں کیا مناسبت ہوتی ہے۔ میں یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر صرف متمول مسلمان اپنی آمدنی کا چھوٹا سا یا پچاسواں حصہ نیک کاموں میں صرف کر دیا کریں تو وہ ہمارا کونسا دینی یا قومی کام ہو جو ناقص و ابرر بچائے گا یا شراب و زہد اسلام میں نجس عین اور قطعاً حرام ہے کس طغیانی کے ساتھ مسلمانوں میں رواج پارہی ہے اور مقام عبرت یہ ہو کہ جو قوین شیون اسکے عادی اور رواج کی مدد سے بے تکلف پینے والی تھیں وہ ترک کرتی جاتی ہیں اور مسلمان بادہ نوشی کو ترقی دے رہے ہیں۔

ایک نظر مسلمانوں کی اخلاقی حالت پر بھی ڈالنی چاہیے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کی غایت یہ بیان فرمائی ہے کہ میں پاکیزہ اخلاق کی تکمیل کرنے بھیجا گیا ہوں کلام مجید میں آپ کے اخلاق کی عظمت بیان فرمائی گئی ہے کتاب کنز العمال میں چار ہزار سے زیادہ احادیث اخلاق کے بارے میں درج ہیں جن میں کثرت سے یہ فرمایا گیا ہے کہ ایمان کا کمال اخلاق کی خوبی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اُمت مرحومہ کو سارے اُمت سے زیادہ بااخلاق ہونا چاہیے۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ قرون اولے کے مسلمان پاکیزگی اخلاق میں سارے عالم سے ممتاز تھے اور اس وقت تک کوئی قوم اخلاق کے میدان میں اُنکی گرد کو بھی نہیں پاسکی ہے۔ اس عہد کے مسلمانوں کی اخلاقی بنی

ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ ساری قوموں سے بڑھ گئی۔ عبرت کا مقام ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس لفظ کے معنی بھی اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہے جب یہ کہا جائے کہ مسلمان صاحب بڑے بااخلاق ہیں تو اسکا کیا مطلب ہوتا ہے یہی نہیں کہ سامنے جائے تو قدموں کے نیچے نیچے جاتے ہیں جب تک ہاتھ بخور ملین بات نہیں کرتے مخاطب کے لیے جناب و حضور کے سوا اور اپنے لیے غلام و خاکسار کے سوا کوئی لفظ استعمال نہیں کرتے غرض سطح کے بہت سے تماشے کرتے ہیں کیسکو بااخلاق کہنے کے وقت یہ مفہوم اس لفظ کا ذہن میں بھی نہیں آتا کہ جب وہ بظاہر خوبی سے پیش آتے ہیں تو انکے دل کا کیا حال ہوتا ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ظاہری مدارات کا اہتمام کرنے والے دلی صفائی سے نہیں ملتے اس پر بھی وہ قوم کے دربار میں ”بڑے بااخلاق“ کا خطاب حاصل کرتے ہیں۔ مسئلہ ان کی قدیم اصطلاح میں اخلاق صفات قلب کا نام تھا نہ ظاہری افعال کا چنانچہ کنز العمال میں ہے و معنی بالا اخلاق ماہون اعمال القلوب یعنی ہماری مراد اخلاق سے دل کے اعمال ہیں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اچھے اخلاق کی تعریف میں ایک لطیف تقریر فرمائی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ انسان دو حصوں سے مرکب ہو خلق و خلق لطیف خلق سے اُسکی ظاہری صورت مراد ہے جو آنکھ ناک منہ وغیرہ ظاہری اعضا کا مجموعہ ہے خلق سے مراد اُسکی اندرونی ہیئت جو سطح ظاہری اعضا کے حسین و موزون ہونے سے آدمی خوبصورت کہلاتا ہے سطح اندرونی صفات کی خوبی سے خوش خلقی پیدا ہوتی ہے اصطلاحاً خلق نفس انسانی کی وہ ہیئت اسخ ہے جسکی تحریک سے انسان سے افعال بے تکلف سرزد ہوتے ہیں اور انکے کرنے میں سوچنے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اگر وہ اندرونی ہیئت ایسی ہے کہ انسان سے نیک افعال بے تکلف صادر کراتی ہوں تو اُسکو خلق حسن کہیں گے اور اگر ایسی ہے کہ افعال قبیحہ بے تکلف سرزد کراتی ہے تو اُسکا نام خلق بد ہوگا۔ جو سطح جمال ظاہری کے لیے آنکھ کان ناک منہ وغیرہ کا خوبصورت ہونا

ضروری ہے اسی طرح خلق کی خوبی کے واسطے ان چار قوتوں کا حسن لازم ہے قوت علم
 قوت غضب۔ قوت خواہش اور قوت عدل۔ قوت علم کا حسن یہ ہو کہ انسان اقوال میں جھوٹ
 اور سچ لے میں حق اور باطل اور افعال میں اچھے اور بُرے کے امتیاز پر بے تکلف
 قادر ہو۔ قوت غضب کا حسن یہ ہو کہ غصہ کی باگ عقل کے ہاتھ میں ہو۔ قوت خواہش کا
 حسن یہ ہو کہ وہ شرع و عقل کی مرضی کے تابع رہے۔ قوت عدل کا حسن یہ ہے کہ انسان
 اپنی قوت غصہ اور قوت خواہش کو عقل کے اشارے کے تابع رکھنے پر قادر ہو جس
 شخص میں یہ چاروں قوتیں خوبی کے ساتھ پائی جائیں گی وہ صاحب خلق حسن سمجھا جائیگا
 جس قدر انہیں عیب ہوگا اسی قدر اُس کے باطن کی وجاہت ناقص ہوگی۔ اِسکے بعد نام
 صاحب نے اچھے خلق کی علامتیں لکھی ہیں وہ یہ ہیں کہ مسلمان اپنے بھائی کی واسطے
 وہی چاہے جو اپنے لیے چاہے۔ صاحب حیا کم آزار۔ صالح رستباز۔ کم کہنے والا
 بہت کرنے والا۔ لغو نہیں کم کھانے والا یعنی باتوں سے بچنے والا۔ نرم مزاج۔ صاحب
 عفت و شفقت۔ خدا کے بندوں سے نیکی سے پیش آنے والا۔ اہل قرابت کی
 رعایت کرنے والا۔ باوقار صاحب شکر و صبر راضی برضا حلیم ہو۔ لوگوں کو بُرا بھلا
 نہ کہے۔ گالی نہ بکے۔ چنچور نہ ہو۔ غیبت نہ کرتا ہو۔ جلد باز نہ ہو۔ حسد اور بخل سے پاک ہو
 ہشاش بشاش ہو۔ اُسکی محبت و عداوت محض خدا کے واسطے ہو۔ جوش ہو تو حق پر
 لڑے حق کی حمایت کو۔ اب اُس تعریف اور ان علامتوں پر غور کر کے فیصلہ کیجیے کہ
 آج کل ہمارے اخلاق کیسی ہیں۔ یقیناً اس معیار پر کھوٹے ثابت ہونگے میں چاشا
 اسکا مدعی نہیں کہ سارے مسلمانوں کے اخلاق درست نہیں اب بھی خدا کے فضل سے
 اخلاق حسنہ کے پابند ہم میں نکلیں گے لیکن بحث بحیثیت قوم ہے اس حیثیت سے
 بیشک مسلمانوں کے اخلاق بالکل خراب و تباہ ہیں رستبازی کا جو کچھ عالم ہے وہ
 آنکھوں کے سامنے شب و روز ہمارے تجربے میں ہے۔ ایک معاملے کو دو مسلمان

حلفاً سچا بیان کرتے ہیں اُسی کو دھوٹا بتاتے ہیں۔ معاملات میں جھوٹ کی جو کثرت ہو، محتاج بیان نہیں۔ جو محتاط ہیں وہ عجیب نظم و ضبط ہیں ضرورت کے وقت جھوٹ کو سچ کے پیرایے میں بیان کرتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ خود مسلمانوں کو مسلمانوں کا اعتبار نہیں رہا سچی محبت کو آنکھیں ڈھونڈ سکتی ہیں مگر حیف کہ کہیں نہیں ملتی ۵

دوستی کے آخر آمد دوستداران راجپش
حق شناسان راجہ حال افتاد یاران راجپش
تابش خورشید وسی باد و باران راجپش

یاری اندر کس نمی بینیم یاران راجپش
کس نیکوید کہ یاری دشت حق دوستی
علی از کان مروت بر نیامد سالماست

مسلمان جس قدر ایک دوسرے کے درپے آزار ہیں شاید کسی قوم کے افراد ہوں ہر شخص اپنے ذاتی نفع کے نشے میں چور ہے اور فکر ہر کس بقدر رحمت دوست۔ پست ہمتی نفع بھی ذلیل ہی قسم کی بڑھاتی ہے کہنے پر آئیں تو سارے زمانے کی باتیں کہہ دینے پر آئیں تو۔ فرمائیے آگے کیا کمون اس لیے کہ مسلمان کبھی کرنے پر آتے بھی نہیں یہی لیے اُنکے سارے اہم کام ناقص و ابتر نظر آئیں گے۔ قرابت کی رعایت یہ مد تو غالباً ہمارے اخلاق کے فرد سے محو ہو گئی۔ اب لوگوں کی یہ رائے ہو گئی ہے کہ عزیز و سنے یعنی میں لطف نہیں رہا غیر و سنے عزیز و سنے ملو واقعات پر نظر کریں تو یہ رائے غلط بھی نہیں۔ جو نقصان عزیز و سنے پہنچتا ہے غمیا رہیں پہنچتا۔ عزیز و سنے حقوق ہم جس بیدردی اور سیر خشنی سے پامال کرتے ہیں وہ عیان ہو شاید کوئی اس بلا سے بچا ہو محنت کا جو حال ہے سب جانتے ہیں۔ بُرا بھلا کہنا اسکے لیے عامہ مسلمین کو چھوڑ دیجیے اور خواص کے طبقے میں آئیے اور وہ رسالے ملاحظہ کیجیے جو مذہبی مباحثوں پر لکھے گئے ہیں اُن میں وہ وہ فقرے آپ کو نظر آئیں گے جو بیچارے عوام کو برسوں تک نہیں سوچھ سکتے جس سے پاک ہونا کبریت احمر سے زیادہ نایاب ہو وہ کو نسا طبقہ اور فرقہ ہو جو اس سے بچا ہے۔ اسی حسد کے بدولت مسلمانوں کے خاندان کے خاندان تباہ

ہزاروں جایداوین برباد اور صد ہا کارخانے درہم و برہم ہو گئے اور پورے مین مذہبی ہم سے ہمیشہ کو خست ہو گئی۔ حسب فی اللہ و بغض فی اللہ ان کھون کا تو آجکل مفہوم بھی ہمارے ذہن میں نہیں آتا اور ہم یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ کوئی شخص کسی سے بدون ذاتی غرض کے مل سکتا ہے یا ٹوٹ سکتا ہے۔ ہم جس سے محبت کرتے ہیں اپنی غرض کے لیے جس سے لڑتے ہیں ذاتی عداوت سے جس سے ذاتی غرض ہو اُس سے ملتے ہیں جہاں ذاتی غرض نہ ہو نہیں جاسکتے غرض اپنی غرض سے کام رکھتے ہیں نہ حق و باطل سے علما کی خدمت میں حاضر ہوں تو ناچیز غرض کے خاطر کامل درویشی کی حضور میں جائیں تو ذلیل غرض لیکر۔ للہی بغض البتہ سُنے میں آتا ہے مگر اُسکے معنی ہیں خواہ مخواہ بے سبب عداوت یعنی سب سے بدتر۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ جو لفظ شرع میں بغض محمود کے لیے تھا وہ ہماری اخلاقی لغت کی کتاب میں مذموم کے لیے قرار پایا ہے ایفا فی وعدہ اور پابندی عہد کی کس قدر شد و مد سے کلام مجید اور حدیث شریف میں تاکید ہے۔ حدیث میں یہاں تک آ یا ہے کہ جو عہد کا پابند نہیں اُسکا دین نہیں مگر مسلمان ایفا فی وعدہ اور پابندی عہد سے سخت بے پرواہ ہیں۔ گویا ہمارے وعدہ نہونے کو اور معاہدے نہ کرنے کو ہوتے ہیں کتنے مسلمان ایسے ہیں جو نکاح کے وقت مہر اس نیت سے قبول کرتے ہیں کہ وہ اُسکو ادا کریں گے حالانکہ اس معاہدے کو کلام مجید میں میثاقاً غلیظاً (سنگین معاہدہ) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہو۔ مہر کی تعداد کا بشمار و بقیاس ہونا قومی بد عہدی کا بین ثبوت ہو۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسلمان کس قدر وعدے ایسے کرتے ہیں جنکے کرنے کے وقت اور کرنے کے بعد اُنکے پورا کرنے کی فکر و کوشش رہتی ہے تو جواب یہی ہوگا کہ نہایت قلیل حسیقہ قسموں سے معاہدوں کی توثیق کیجاتی ہے اُسیقہ ر بعد کو بودے ثابت ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے واسطے آئینہ ہے۔ آئینے کی یہ خاصیت ہو کہ عیب والے کو

عیب بتا دیتا ہے دوسروں کے سامنے اُسکا عیب ظاہر نہیں کرتا حدیث کے مطابق
یہی شان مومن کی ہونی چاہیے۔ ہمارا حال برعکس ہو عیب والوں کو اُنکا عیب نہیں
بتاتے بلکہ اُنکے منہ پر عیب کو بھی صواب ہی بتاتے ہیں لیکن دوسروں کے سامنے
اُسکے عیب کا خوب اعلان کرتے ہیں اور جتنا نہیں ہوتا اُتنا بیان کرتے ہیں لایعنی
باتوں سے محترز رہنا مفید زندگی کے واسطے نہایت ضروری ہے جو شخص اس بد
عادت سے بچنے کا اہتمام نہیں کرے گا وہ کوئی بڑا کام دین یا دنیا کا نہیں کر سکتا
امام ابو داؤد نے فرمایا ہے کہ میں نے حضرت سرور عالم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھیں
چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کر کے اپنے سُن میں لکھیں انہیں سے چار حدیثیں انسانی
دینداری کے لیے کافی ہیں۔ ان چارچند حدیثوں میں امام مہدوح نے ایک یہ حدیث
لکھی ہے حسن اسلام المرء ترک ما لا یغنیہ یعنی اسلام کی خوبی ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اُس
بات کو چھوڑ دے جو اُسکے متعلق نہ ہو۔ اس بیان سے آپ اس صفت کی اہمیت کا قیاس
فرما سکتے ہیں لیکن ہلکو ذرا بھی اسکی پرواہ نہیں کہ دن بھر ہم جن مشغولوں میں پھنسے رہتے
ہیں وہ ہمارے دین یا دنیا سے کہاں تک تعلق رکھتے ہیں۔ زبان بولنے کے لیے
کان سُننے کے لیے ہن کمنے والے کمنے جاتے ہیں سُننے والے سُننے جاتے ہیں اس
کچھ غرض نہیں کہ جو کچھ کہا یا سنا اُس میں کوئی مفید پہلو بھی تھا یا نہیں۔ جو کام کرنے کو ہیں
اُنکے نام سے مسلمانوں کو لرزہ چڑھتا ہے جو نہ کرنے کے ہیں اُنکے اہتمام میں سر کا پسینا
اڑی کر آتا ہے۔ یہ عجب مرض ہم میں ساری ہے کہ سارے جہان کے امور پر ہم کو
راہی زنی کا منصب ہو ہر شخص کے اعمال کا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے لیکن اپنے کام
اور اعمال کے نسبت فیصلے کا اختیار ہلکو نہیں دوسروں کو ہے اس واسطے کہ ہم کسی کام
کرنے یا نہ کرنے کے وقت اکثر اس امر کا لحاظ رکھتے ہیں کہ لوگ ہماری نسبت کیا خیال
کریں گے یہ خیال کم کرتے ہیں کہ فی نفسہ ہمارا فعل کیسا ہے۔ جان ہماری رائے کی

ضرورت ہو وہاں ہمارا سایہ بھی نظر نہیں آتا۔ اس تمام سرگردانی کا نتیجہ یہ ہوا ہو کہ اہم معاملات پر اسے قائم کرنے کی قابلیت ہی اکثر ہم سے سلب ہو گئی۔

ایک عجیب حالت مسلمانوں میں یہ پیش ہے کہ دو خیال اُنکے ذہن میں نہایت وثوق سے قائم ہیں اول یہ کہ دنیا بیچ ہے دوسرے یہ کہ دنیا کا دور آخر ہے اور قیامت عنقریب قائم ہونے والی ہے اسکا اثر اُنکی ترقی پر تو یہ پڑا ہے کہ اُنھوں نے افسردہ خاطر ہو کر ہاتھ پائوں ڈال دیے ہیں اور حوصلہ کھو بیٹھے ہیں لیکن ان دونوں عقیدہ و نکا اثر اُنکی مذہبی یا اخلاقی زندگی پر بالکل نہیں پڑتا۔ باوجود دنیا کو بیچ جان لینے کے پھر وہ اسپر اسقدر دل دادہ ہیں کہ اُسکے حاصل کرنے میں ہر قسم کے ذریعے جائز و ناجائز کام میں لاتے ہیں دنیا کے پیچھے وہ سارے مذہبی احکام کو بھلا دیتے ہیں اور توڑ دینے کے لیے ہر وقت آمادہ ہیں۔ باوجود قیامت کو قریب سمجھ لینے کے بھی اُنکے اعمال زشت ذرہ برابر درست نہیں ہوتے بلکہ روز بروز زیادہ خراب ہوتے جاتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا مضمون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم سے بہت زیادہ دنیا کو ناچیز اور قیامت کو قریب خیال فرماتے تھے لیکن ان خیالوں نے اُنکو کسی دنیاوی ترقی سے نہیں روکا دنیا کے ناچیز خیال فرمانے کا یہ اثر تھا کہ وہ دوسروں کے حق پر دلدادہ نہیں ہوتے تھے دنیا کی طلب میں دین سے غفلت نہیں فرماتے تھے جہاں دنیا اور دین کا مقابلہ آ پڑتا تھا وہاں دنیا کے فانی اور ناچیز ہونے کا خیال اُنکو دنیا کے چھوڑنے اور دین کے قائم رکھنے پر بے تکلف آمادہ کر دیتا تھا۔ قیامت کو قریب سمجھ کر وہ اُسکے مواخذے کو ہر وقت پیش نظر رکھتے تھے اور ہر دم اپنے اعمال و افعال کو شرع کی میزان میں تولتے بہتے تھے ہر طرح جو عمدہ اثران عقیدہ دن کا ہونا چاہیے وہ اُنکو حاصل تھا۔ غرض حضرات کماں سامعہ خواشی کروں امام غزالی کی اخلاقی کسوٹی پر ہم اپنے جس عمل کو لگائیں کھوٹ نکل آتی ہو۔ اگر ہمارے اعمال کی خرابی ہمیں کو خراب کرتی تو چندان شکوہ نہوتا اور ہم اُسکو اعمال کی

پاداش سمجھ کر صبر کرتے غضب یہ ہوا کہ ہماری بد اطواری اور بد اخلاقی نے اغیار کو ہمارے دین و ملت سے بدگمان کر دیا اور ان کے دماغ سے مذہب اسلام کی وقعت کھو دی جس طرح اگلے مسلمانوں کی پاکیزگی اخلاق دیکھ کر کفار اسلام کے شدید بجاتے تھے ہماری اخلاقی خرابی انکو ہمارے مذہب سے بیزار کر رہی ہے خداوند تعالیٰ ہکونکی کی توفیق دے کہ ہم سب بھلیں اور دین کی عزت کو سنبھالیں۔

آبرو میر و دای ابر خطا پوشش بابر	کہ بدیوان عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم
----------------------------------	----------------------------------

ہمارے اخلاق کبھی بھی ایسے زبون نہ تھے جیسے اب ہیں۔ جو پاک اخلاق اسلامی تعلیم سے مسلمانوں میں پیدا ہوئے تھے انکا اثر برابر چلا آتا تھا لیکن چالیس سچاس برس کے عرصے میں ایسا انقلاب عظیم ہو گیا کہ ساری صفقتیں کا فور ہو گئیں جن لوگوں نے گزشتہ حالت دیکھی ہے وہ تو اس بیان سے اختلاف کر ہی نہیں سکتے نئے لوگ شاید اس کے قبول کرنے میں تاثر کریں انکی تسکین کے لیے میں ایک بردست شہادت پیش کرتا ہوں۔ سرسید احمد خان مرحوم نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا ہے۔ گزشتہ زمانے میں ہمارے بزرگوں کی حالت نہایت عمدہ اور بے نظیر تھی گزشتہ زمانے کی تہذیب جسکو یاد کر کے ہکوروں نا چاہیے ہمارے بزرگوں کو نصیب تھی۔ اخلاق محبت۔ مروت۔ دوستی کا برتاؤ۔ دوستی کا پاس۔ دلی نیکی۔ فیاضی۔ منانت۔ چھوٹوں کے ساتھ الفت۔ بڑوں کا ادب غریبوں کے ساتھ ہمدردی۔ قومی یگانگیت سب انہیں جمع تھیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان خرابیوں کا علاج کیا ہو؟ اسکا جواب اگرچہ بہت کچھ متم بالشان ہو مگر ناممکن نہیں اور ایسے کہ ہمیشہ قوموں کو یہ حالت پیش آتی رہی ہے اور اسکا علاج ہوتا رہا ہے اور علاج یہی ہے کہ دینی و اخلاقی تعلیم مسلمانوں میں شائع اور رائج کی جائے تعلیم سے مراد صرف بنانی پڑھنا نہ بلکہ درست اوصاف اور صفائی باطنی مقصود بالذات ہوتا کہ پھر اگلے سے علم پیدا ہوں اور وہ عام مسلمان کی دینی و اخلاقی زندگی کو سنبھالیں۔ اسوقت وہ قسم کی تعلیم ہمارے

سامنے ہے ایک جدید دوسری قدیم اور دونوں بجائے خود ضروری اور نہایت ضروری
ہیں تعلیم جدید کی ضرورت اگرچہ بہت کچھ تسلیم ہو چکی ہے لیکن اب بھی بہت کم مسلم ہوئی ہے
آجکل کے تمدنی فلسفے کا یہ زبردست مسئلہ ہے کہ سب سے زیادہ قابل دنیا میں باقی
رہ سکتا ہے پس تعلیم جدید کی ضرورت قیام وجود کے لیے جو سطح غذا انسان کے واسطے
ضروری ہے اس سطح تعلیم انگریزی ہمارے لیے۔ بدون تعلیم جدید ہم دنیا میں قائم نہیں رہ سکتے
لیکن صرف دنیا میں قائم رہنا ہمارے لیے کافی نہیں۔ ہم کو مسلمان اور انسان بنکر دنیا میں
رہنا چاہیے۔ اگر اسلام سے مراد صرف نام کا امتیاز یا کسی اسلامی خاندان میں پیدا ہونا
اور انسانیت سے مراد حصول معاش اور نئے فیشن کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے تو
بیشک صرف تعلیم جدید ہمارے لیے کافی ہے لیکن نہ اسلام سے یہ مراد ہے نہ انسانیت سے
اسلام دہی ہے اور دہی رہے گا جو چودھ کتیس برس ہوئے دنیا میں آیا تھا اور جسکی
تعریف کلام مجید و حدیث میں ہو اسکے سوا جو کچھ تعریف کیجائے خواہ اس زمانے کے
کیسے ہی روشن خیال اور عالی دماغ نے کی ہو بے اصل ہے۔ انسانیت سے مراد وہ
صفات ہیں جو انسان کو انسان بناتے ہیں ممکن ہے کہ ایک شخص شکستہ حل ہو مگر عالی
درجے کا انسان ہو جیسا دیو جانس تھا یا حضرت شبلی و جنید تھے اور ممکن ہے کہ بڑی
شان و شوکت سے رہتا ہو اور آدمیت سے خارج ہو جیسے سیکڑوں دیکھنے میں آتے
ہیں ع حسن راجل اس پوشہ خرمست۔

سرکار انگریزی نے ازراہ آزادی و عدل گستری اپنے سررشتہ تعلیم ہندوستان میں کسی
فرقے کی مذہبی تعلیم کے بند و بست سے سروکار نہیں رکھا اور ایک ایسے ملک میں جہاں
سیکڑوں فرقے آباد ہوں اور مسیون مذاہب ہوں یہی پالیسی ہونی چاہیے نتیجہ یہ ہے کہ
جدید تعلیم یافتہ فرقہ باعتبار کشند مذہبی تعلیم سے محروم رہا اور اس محرومی کا اثر انکی اخلاقی
زندگی پر برپا۔ اسکی دوزبردست دلیلیں ہیں۔ ایک مشاہدہ۔ دوسری شہادت۔ ہمس

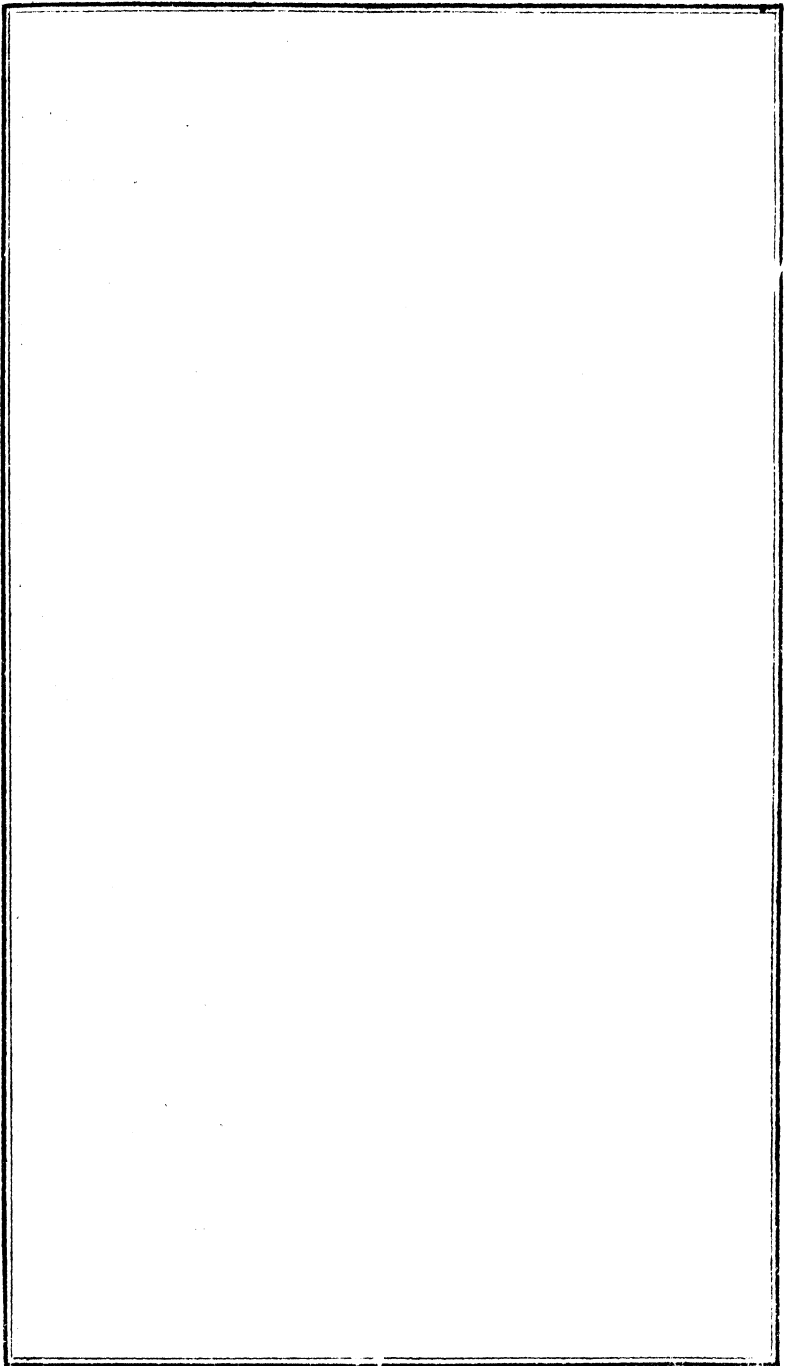
دیکھتے ہیں کہ جدید تعلیم یافتہ اور مسلمانوں سے باعتبار اخلاق بہتر نہیں ہیں بلکہ پُرانے طریقے کے مسلمانوں میں عموماً مظاہری شالیستگی پائی جاتی ہے (اگرچہ بدوں باطنی صفات کا ظاہری اخلاق سخت لائق نفرت ہیں) نئے تعلیم یافتہ غلط آزادی کی ہوا میں اسکو بھی کھو بیٹھے شہادت یہ ہو کہ گذشتہ دس برس کے عرصے میں علی حکام گورنمنٹ نے اپنی پبلک تقریریں میں انگریزی تعلیم کے اس نقص کو زور کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور سرشتہ تعلیم میں برابر اس امر کا رجحان بڑھتا جاتا ہے کہ اخلاقی کتابیں داخل کورس کی بجائیں سرسید رحمہ محمدن کا کچ قائم کرنے کی اصل وجہ بھی مروجہ تعلیم انگریزی کی دینی و اخلاقی کمزوری بیان کی تھی حال میں صوبہ مدرس میں ایک لائق پروفیسر نے مذہبی تعلیم کے متعلق لکچر دیا ہے اُس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ”جرج خصلتوں کی بنا مذہب پر نہ وہ خصائل انسان کو سدھارے میں ایسی موثر نہیں ہوتیں جیسی وہ خصلتیں جنکی بنا مذہب پر ہو“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق درست ہونگے تو اسلامی تعلیم کے اثر سے۔ ایک انسان کے اخلاق کی دستی اور اولوالعزمی میں خود اُسکے برگزیدہ بزرگوں کے افعال و اقوال کا علم سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔ آپ اوپرسن چکے ہیں کہ عربی نصاب تعلیم اور عربی مدارس کی تربیت اس حیثیت سے خود قابل اصلاح ہے پس ضرور ہے کہ اول ان دونوں کی اصلاح ہو اور نہین پاکیزگی اخلاق کی قدیم روح پھونکی جائے اور یہ ندوۃ العلماء کا پہلا مقصد ہو۔ دارالعلوم کے تعلیم فہم علماء اس میدان کے مرد ہونگے بعض طبیعتوں میں ندوۃ العلماء کی جانب سے یہ خلیجان پیدا ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں مجلس انجمن کا اگرچہ کوئی نام بھی نہ جانتا تھا تاہم مسلمانوں میں علمی اور اخلاقی کمالات موجود تھے پھر اب کیا ضرورت ہو کہ علمانی اراکین اور مجلس قائم کریں اور جب تک مجلس نہ مسلمانوں کا کوئی کام نہ چلے۔ اگر گذشتہ حالت پر نگاہ غور سے دیکھا جائے تو یہ خلیجان جلد برف ہو سکتا ہے۔ یہ بیشک سچ ہے کہ نام اور لفظ کے لحاظ سے انجمن مجلس کا اگلے زمانے میں وجود نہ تھا لیکن اگر مجلس کی غایت یہ ہو

اور ضرور یہ ہے کہ کسی مقصد حاصل کرنے میں تنفقہ کوشش سے کام لیا جائے تو کم سکتی ہیں کہ موضوع و مفہوم کے لحاظ سے ایک نہیں بہت سے زبردست انجمنیں مسلمانوں میں قائم تھیں۔ اگلے علما کی قوت فضل و کمال اور پاکیزہ صفات و عادات کی تاثیر نے انکی تعلیم ایسی زبردست ہوتی تھی کہ انکے شاگرد انھیں کے رنگ میں رنگ جاتے تھے اور استاد کے خیالات شاگرد کے دل و دماغ میں پیوست ہو جاتے تھے اسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک استاد کے جتنے شاگرد ہوتے ہتعداد میں۔ عادت و خصلت میں۔ خیالات میں متشابہ ہوتے اتفاق و وسعت نظر کے اثر سے ہمعصر علما کے خیالات کا بہت سا حصہ مشترک ہوتا تھا۔ اسکی وجہ سے انکا مجموعی فیض ایسا پُر تاثیر ہوتا تھا کہ محلے محلے شہر میں اور شہر سے نکل کر ملک اور صوبوں میں پھیلتا اور برکت پھیلاتا تھا اور سطح انکی کوششوں میں تنفقہ کوشش کی قوت پیدا ہو جاتی تھی۔

میں اس موقع پر لکھنؤ اور دہلی کے دو خاندانوں کا مثلاً ذکر کروں گا۔ دلی میں شاہ دہلی صاحب مرحوم کے خاندان نے جو عظمت حاصل کی وہ کم خاندانوں کو نصیب ہوئی ہوگی اس خاندان میں جو در شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کی صدارت کا تھا اسکا فیض غالباً سارے دوروں سے زیادہ ہندوستان میں پہنچا اس عہد میں شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم انکے بھائی شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا رفیع الدین صاحب کے ہوا ایسے شاگرد رشید جیسے شاہ عہق صاحب اور مولانا رشید الدین خاندان صاحب ایک ہی مقصود (یعنی اسلام اور علوم اسلام کی خدمت) پر دل و جان سے کوشش فرما رہے تھے ان پاک کوششوں کے انوار نے ایک عالم کو متور و معمور کر دیا تھا۔ جو لوگ اس درگاہ میں تحصیل علم کے لیے آتے تھے علم فضل اور پاکیزہ خصلتوں سے مالا مال ہو کر لوٹتے۔ جہاں جاتے امت محمدیہ کے سچے خادم ہوتے اور مسلمانوں کے خیالات میں راستی و دینداری کی روح پھونکتے۔ انجمن بزرگوں کے فیض سے مسلمانوں میں وہ برگزیدہ اخلاق پھیلے ہوئے تھے

جنگو یا دکر کے بہت سی انجمنیں اب تک روتی ہیں۔
 لکھنؤ میں خاندان فرنگی محل فضل و کمال کا مرجع تھا۔ کئی سو برس تک اس بافیض خاندان
 طبقے کے بعد دیگرے علم و فضل کی کیسان خدمت فرماتے رہے۔ اُس ذرا سے رقبہ زمین
 میں ایک ایک زمانے میں خدا جانے کتنے کتنے علامہ معصوم پیدا ہوئے ان سب کے علم و
 کمال کی قوت کا مرجع ایک ہی تھا۔ اُس متفقہ سعی کے اثر سے ایک جہان اس دارالکمال
 کے فضل و کمال سے فیض یاب ہو رہا تھا۔ اور فرنگی محل کے دم سے دیا ر علم کی رونق اور
 شان تھی۔ وہاں کا اتفاق اب تک ضرب المثل ہے۔

کیا کوئی شخص ان مثالوں پر غور کرنے کے بعد یہ دعوے کر سکتا ہے کہ پہلے علمائے انجمنین
 یہ تھیں؟ مگر حیف کہ وہ پاک مجلسین درہم و برہم ہو گئیں۔ دلی کا مدرسہ مدت ہوئی ویران
 ہو گیا۔ فرنگی محل میں سناٹا چھا گیا۔ ایک پاکیزہ و نورانی صورت لکھے بزرگوں کی یادگار
 باقی تھی وہ بھی نظروں سے چھپ گئی۔ ہمارا اتفاق نزاعوں کی نذر ہو گیا۔ کیا اب شخصی متضاد
 ضعیف کوششیں ان مجموعی کوششوں کے قائم مقام ہو سکتی ہیں جنکی دو مثالیں اوپر
 بیان ہوئیں؟ کیا متفرق قوتوں سے ایسے اہم مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں جیسے نصاب تعلیم
 اصلاح، رفع نزاع، باہمی مسلمانوں کے اخلاق کی درستی؟ ہرگز نہیں۔ جب تک علمائے کرام
 اپنی متفقہ قوت ان مقاصد کے حاصل کرنے میں صرف نہ فرمائیں وہ ہرگز حاصل نہوں گے
 اُسی متفقہ کوشش کا نام مدوۃ العلماء رکھا گیا ہے۔ اس بیان سے یہ دعوے ثابت ہوتا
 ہو کہ حکومتان مقاصد عظیم کے حاصل کرنے کے لیے جو علما کی ذات سے وابستہ ہیں ایک
 ایسی مجلس کی ضرورت ہو جیسے **مدوۃ العلماء** جو آخر دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین۔



وظائف کی ضرورت

دارالعلوم میں تعلیم و تربیت کی عمدگی اگرچہ اس اعتبار سے کہ وہ ہنوا ابتدائی حالت میں ہو سق قابل نہیں ہے کہ اس پر قناعت کیجا جائے یا ہم سیکولٹور نتیجہ کامیابی ملک کے سامنے پیش کریں لیکن سق تعلیم کی خوبی و برتری کی محنت شاقہ کی وجہ سے مدارس موجودہ میں وہ حاصل متیاز کی نظروں سے دیکھی جاتی ہو سق اسطے چند نون میں اسکی شہرت ملک میں بھیل گئی اور ہر طرف سق طلباء دارالعلوم میں داخل ہوئی سق خواہشیں ظاہر کیں اور روز بروز سق آماؤ گئی سق طہستی جاتی ہو مگر مسلمانوں کی حالت یہ ہو کہ انکا اکثر حصہ افلاس و تنگ دستی میں مبتلا ہو سق استطاعت نہیں رکھتے کہ اپنے صرفے اولاد کو تعلیم دلا سکین سق اسکے خواہشمند ہو ہین کہ تعلیم تربیت کا انتظام کیسا سق انکے مصارف خورد و نوش کا بار بھی دارالعلوم اٹھائی اور دارالعلوم میں کمی سرمایہ کیوجہ سے سق گنجائش نہیں ہو اکثر سق طلبہ کو وظیفہ دے جائین لہذا اسباب کی حاجت ہو چکو خدا نے استطاعت عطا فرمائی ہو وہ سق مصارف کثیرہ کے جبہ الشراکے وظیفہ کا صرف بھی اپنے مذکورہ افراد میں کیل اوشرفاکی اولاد جو نے استطاعت کیوجہ سے جاہل رہی جاتی ہو انکو صرف سے پردہ لکھ کر اپنے سق مقصد جائیجا میں سق غالی ہستی سے ایک اعلیٰ نمونہ تعلیم یافتہ گروہ کا ہاتھ آئے جس اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی شگفتگی حاصل ہوئی توقع ہے وظیفہ کی مقدار پانچ سو پیلہ ہور جو جس مصارف سکونت خورد و نوش وغیرہ کے جاتے ہین یہ مقدار ایسی نہیں ہو جسکو ہمارو سوا خوشی ہو انکیز کر سکین ایسی تھوڑی کثرت ہو جتی رہتی ہین جن میں پانچ سو روپیہ ایک دن میں اڑا دیا جاتا ہو پھر اس سے نہ دینی فائدہ کی انکو توقع ہو نہ دنیوی نیکنامی حاصل ہو اور زمین تو ہم ضرماو ہم ثواب کا مضمون ہو دنیا میں بھی نیکنامی اور آخرت میں بھی خداوند عالم خوشنودی اور حضرت صلعم کا تقرب اس سو چکر کون دولت ہو اور اس سے بہتر کیا مصرف ہو گا تو بطور ہمت کار ہو علاوہ اسکے اخوت اسلامی بھی اسکو متقاضی ہو کہ جو لوگ اپنی بے استطاعتی و عجز حاصل نہیں کر سکتے انکی دستگیری کیجا جائے حدیث میں آیا ہو

یعنی اللہ اپنے بندے کی مدد کرتا ہو جب تک بندہ دوسرے بندہ کی مدد کرتا رہتا ہو لہذا روسا اسلام سو امید ہو کہ وہ نوجہ فرما کر وظائف کیواسطی سرمایہ مہیا کر دینگے کالائس سے غریب طلبہ کی مدد کیجا جائے۔

قواعد رکنیت ندوۃ العلما

(۱) ہر مسلمان کم از کم دو روپے سالانہ دینی پرارکان ندوۃ العلما میں شامل ہو سکتا ہے عیضے کی مقدار ہر شخص کی قدرت اور فیاضی پر موقوف ہے۔
(۲) ارکان ندوۃ العلما کے فرائض حسب تفصیل ذیل مندرج ہیں (۱) احکام شریعہ کا پورا احترام کرنا (۲) باہمی اتحاد و ارتباط کو بڑھانا (۳) ندوۃ العلما کو مقاصد اغراض کی انجام دہی میں پوری کوشش کرنا۔

(۳) روڈ اور جلسہ سالانہ ارکان ندوۃ العلما کو بلا قیست دیباگی اور جلعلم میں انکو تجویز پیش کرنے اور پیش شدہ تجویزوں پر ای دینی کا حق ہوگا اور جلسہ انتظامیہ میں جمہوری کی واسطے منتخب ہو سکیں بشرطیکہ پوری ہمدردی اور کسب پیوۃ العلما سے رکھتے ہوں اور رکنیت جلسہ انتظامیہ کے فرائض ادا کر سکتے ہوں۔

(۴) ارکان کو وہ کتابیں جو انکی رکنیت سے پہلے شائع ہو چکی ہیں پوری قیمت پر اور سال رکنیت کی کتابیں باستثنای روڈ کے نصف قیمت پر مل سکیں گی۔

طالع

بھادی الاولیٰ سنہ ہجری سے دارالعلوم دہلی کی کافتاح گنج لکھنؤ میں ہو گیا ہے اس میں وہ طلباء لیے جا رہے ہیں جن فارسی میں کافی استعداد رکھتے ہوں اور انکی عمر پندرہ برس سے زیادہ نہ ہو جو دارالاقامہ میں رہ کر پڑھنا چاہتے ہیں اُن سے بابت مصارف و فوٹش و قیام کے پانچ روپیہ ماہوار لیے جاتے ہیں جو شخص مدرسے میں داخل ہونا چاہتا ہو اُسکو دفتر ندوۃ العلما لکھنؤ سے پہلے قواعد اخذ نہ کر دیکھ لینا چاہئے فقط

قَدِّمَيْنِ الشَّدُّ مِنْ الْفِي

الْبُرُوقُ اللَّامِعُ وَالنُّورُ السَّاطِعُ

جسین مدنیہ منور کے علمای کرام اور حضرت شیخ الشیخ مولانا حاجی دادا اللہ صاحب صاحب

کی اور علمای پنجاب بہائے فتوے ندوۃ العلماء کی حقانیت پر ترتیب دیے گئے ہیں

﴿مرتبہ﴾

مولانا حاجی سید ظہور الاسلام صاحب رئیس فتنہ جہاد

مطبوعہ آستانہ پریس تحفہ مجن کا

مقاصد فوائد ندوة العلماء

اس مبارک انجمن ندوة العلماء کے تین اعلیٰ مقصد ہیں (۱) ترقی تعلیم و انسانی اصلاح کرنا (۲) نرا تمام باہمی کے نفع کی کوشش کرنا جسے علاوہ اصناف جان و مال کے ہنگام اسلام و مسلمین ہو۔
(۳) مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے تداریک و سچا اور نیکے اجراء میں بھی کرنا لیکن معاملات سیاست کوئی تعلق نہ ہوگا۔
ہر ایک مقصد کے مناسب علمی تجاویز قرار دیے گئے ہیں جنکا اجرا مسلمانوں کی حالت موجودہ کیلئے نہایت ضروری اور ان کی دینی و دنیاوی ضرورتوں کیلئے پوری طرح کافی و کافی ہو۔ انہیں کوئی شک نہیں کہ اگر فضل ایہ دیں گے اجراء میں پورے طور سے موثر ہو تو قوم کو اس سے فائدہ کثیر حاصل ہونگے
جنکا اجمالی اندازہ حسب ذیل ہے (۱) ترقی مذہب اسلام (۲) لاندہ بھی اور الحاد کی جنگی (۳) علمای ہمال کا کام وجود نہ (۴) علمای محنت و توفیر (۵) صنعت و تجارت کی ترقی و اشاعت (۶) ان خلائ شریعت نبوت اور اسرافت سے بچنا جو تباہی کے باعث ہیں (۷) احکام ضروری صحت و صلوٰۃ کی پابندی (۸) استفادہ و نکاح و درجہ و مراتب نامہ مفید مسائل اور اختراعات جدیدہ کی تحقیق (۹) علمائے اہل تشیع و ائمہ کا نفع ہو جائے علاوہ اصناف اموال مسلمین کے ہنگام اسلام تصوری (۱۰) عام اہل اسلام کا نراغات باہمی کے مفاسد سے بچکر یکجہش مفاد کے عمدہ تدابیر چلانا۔

فوائد شرکت ندوة العلماء

ہر مسلمان کم از کم درویشی سالانہ دینے پر را کہین ندوہ میں داخل ہو سکتا ہے اور جو اس سوئم سے وہ بھی شرکت کیلئے ندوہ ہو۔ عطیے کی مقدار ہر شخص کی قدرت اور فیاضی پر منحصر ہے۔
رکنوں پر فرض ہوگا کہ وہ مقاصد فوائد ندوة العلماء کو شائع کریں اور اس کی ترقی و بہبودی کے واسطے فکر و کوشش کریں اور تجاویز منظور شدہ پر عمل درآمد و ضبط و تسویر کی پابندی کریں اور ایسے افعال و حرکات سے مجتنب رہیں جو مخالفت اسلام اور خلاف خطمت ندوہ ہوں۔
وید و جلائے تمام را کہین کو بلا قیمت دیجاگی و رکن کا حق ہوگا اور عہدہ نظامیہ اسے فخر ہوگی و شہر کی پوری ہمدردی و دلچسپی منوہ رکھتے ہوں اور فرائض حلیہ نظامیہ ادا کر سکتے ہوں اور اسلام جیسے میں عورت بجاگی را کہین کو وہ کل کتابین جو قبل از رکنیت سال گذشتہ کے متعلق شائع ہوئی ہوں پوری قیمت پر اور سال رکنیت کی بقیہ کتابین سوای رویداد کے نصف قیمت پر ملکیں گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ بعد اسکے فقیر غلور الاسلام فقیری عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر اس سال جلسہ شہرکہ ندوۃ العلما میں شریک نہیں ہو سکا زیا کرتے ہیں شریفین گیا ہاں معلوم ہندوستان کے بعض حضرات نے او سکی مخالفت کی ہے اسلئے میں نے چاہا کہ ہندوستان کے علما کے اختلاف کا فیصلہ حرمین شریفین کے علما سے کراؤں مگر جن آیام میں مکہ معظمہ میں قیام ہوا وہ ایام حج تھے اور میرے مامون صاحب مرحوم سخت علیل ہو گئے تھے جو میرے مرضی اور جانے کے باعث تھے میں سہو اس ارادے کو پورا نہ کر سکا جب اونکا انتقال ہو گیا اور مجھے مدینہ منورہ کے جانے کا اتفاق ہوا اور خوش نصیبی سے قریب دو ماہ کے وہاں شرف اندوزی کا اتفاق ہوا تو اس موقع کو عنایت بھگت میں نے ٹانگے مستند علما سے فتویٰ کرایا جسکو میں پیش کرتا ہوں الحمد للہ کہ جو جگہ بلایت کا منہج اور مرجع ہے وہاں کے علما نے ندوۃ العلما کو نہایت عمدہ مجلس فرمایا ہے اور تمام مسلمانوں کو اوسکی مدد کرنے کا حکم دیا ہے میرا ارادہ تھا کہ وہی کے وقت مکہ معظمہ کے علما سے بھی حرمین کراؤنگا مگر افسوس ہے کہ لوٹنے کے وقت مکہ معظمہ میں جانے کا اتفاق نہوا اسلئے وہاں کے علما کے دستخط نہ کرا سکا البتہ مدینہ منورہ جانے سے پہلے حضرت شیخ المشائخ مولانا حاجی امداد اللہ المہاجر المکی مدظلہ سے اسکا ذکر کیا تھا اوسوقت حاجی صاحب قلم نے فرمایا کہ جتنے بڑے کام شروع کیے جاتے ہیں اونکی مخالفت ہوتی ہی ہے نیک نیتی کے ساتھ اسکو کرتے رہو اللہ تعالیٰ خود اپنا کام پورا کرے گا اور ایک تحریر بھی عنایت فرمائی وہ تحریر اس فتوے کے ساتھ شائع کیجاتی ہے یہاں اگر معلوم ہو کہ بعض احباب نے پنجاب و بہار کے علما سے ندوے کی موافقت میں دستخط کرائے ہیں تجکو یہ سنکر حیرت ہوئی کہ ندوہ تو خود علما کی مجلس ہے جس میں سیکڑوں عالم شریک ہیں جسکا قول فعل مستند سمجھا جاتا ہے پھر انکو دوسرے فتوے کی کیا حاجت ہو مگر دوستوں نے مجھ پر کیا کہ اسکو بھی اوس فتوے کے ساتھ چھپو اگر شائع کروں لہذا میں نے ایک مجموعہ مرتب کر کے اوس کا نام البرق الامع والنور ساطع رکھا ہوا اُرِیدُ اَلَا اَصْلَاحُ مَا اسْتَطَعْتُ وَنَاثُوْنِیْ فِیْہِ اَلَا بِاَللّٰہِ

والسلام على نبيه سيدنا محمد الرسول المختار وعلى له واصحابه الغاثرين من صحبه
 الشريفة بحسن الانوار والتابعين والمجتهدين في تشييد علوم الدين الرفيع المنار
 اما بعد فان الجماعة على ما ذكر لا شك انهم من المتعاونين المماوربة على البر والتقوى
 وانه بنو في الله تبارك وتعالى يحصل العلوم المسئلة الاسلامية عظيم الفائدة والمجدوى
 فينبغي لكل مسلم خصوصاً اعيان الانبياء والاشراف والاكارم الكرام الاهتمام بالسعي لشكوب
 في احيا هذه الماشروفي لحد بيت الشريعت عن مؤيد بالمجزة والكرامة من سنة حسنة
 فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيمة + حرره العبد الضعيف
 خادم العلم بالمسي النبي على الشريف خليل بن ابراهيم الحرطيلى



جوابي ما اجابته في العظام والعلماء الا علام لان هذا الامر فيه نصرة الدين
 ودمع المفسدين وقد قال الله تعالى عز شأنه اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ
 كتبه الراجي عفورية النبي سر كاتبة قضاء المدينة المنورة
 حافظ محمد معتز القاشقي المعلم بالحرم الشريف النبي مغفله والحال



الحمد لله الموافق من ارادة بفتح جليش الضلالة من العلماء العاملين والصلوة
 والسلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه ومن اقتفاهم ذاباً عن الحق ميدياً
 للشريعة اتم تبين اما بعد فان اجتماع الجماعة على ما ذكر على الوجه الموافق
 للشريعة الغراء لا ريب انه من اعظم القربات وفروض الكفاية والتعاون على
 نصرة الدين اهلهم الله وابقاهم لتشديد قول عد الحق واجعلهم من اسعد لعب
 وضاعف لهم الاجر بجا سيد المرسلين صلى الله عليه وعلى آله وصحبه اجمعين
 والحمد لله رب العالمين + الخقي محمد امين بن المرجوم السيل حاصل
 رضوان خادم العلم وشيخ الدلائل بالحرم المدني غفر الله له آمين



ترجمہ سوال

کیا فرماتے ہیں آپ اس مسئلہ میں کہ اس زمانے کے علما نے ہم افواج قائم کی ہو اور ایک دوسرے کی معاونت کرنی چاہی ہے اور اتفاق پر آمادہ ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ باہمی جنگ و جدال کو موقوف کر دیں اس وجہ سے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ روز بروز جہالت بڑھتی جاتی ہے اور علم کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ دین بسین جو سہل اور آسان صاف اور روشن تھا تنگ و تاریک ہو جانے لگا کیونکہ جھگڑے بڑھتی جاتی ہیں اور انصاف مٹتا جاتا ہے جس سے ہمیشہ جڑ بڑھتا ہے اور فتنے پیدا ہوتے ہیں ایسی وجہ سے اہل ظلام میں گروہ بندی ہو گئی ہے اور دشمنوں نے مسلمانوں پر دشمنی کے دروازے کھول دیے ہیں اور سخت دشمنی پر آمادہ ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اہل اسلام کی باہمی جنگ و جدال پر نصاریٰ اور آریہ سماج اور برہمن سماج مضحکہ کرنے لگے ہیں انھیں سب باتوں پر نظر کر کے خدا کے توفیق اور مدد کے بھروسے پر علماء ان فتنوں کے مٹانے کے واسطے کھڑے ہو گئے اور ایک مجلس انخون نے ترتیب دی جس کا نام فرودۃ العلماء رکھا ہوا بڑا مقصد ان کا اس مجلس سے یہ ہے کہ اتفاق پیدا ہو اور تعصب قیل و قال جاتا ہے اور فرق اسلامیہ کی نزاعیں بند ہو جائیں تاکہ اہل اسلام خاص اس بار سے میں شیخ واحد ہو کر مخالفین میں اور اعدای اسلام کا رد کریں۔ لیکن چونکہ یہ کام اس وقت تمام و کمال کو پہنچ سکتا ہے جبکہ اہل اسلام میں علم نافع کا رواج ہو رہا ہو اور انخون نے ہر علم سے اچھی اچھی باتیں اختیار کر لیں ہیں اور بڑا مقصد ان کا ہر علم میں کمال ہم پہنچانے سے یہ ہے کہ دینی علوم سمجھنے کی استعداد پیدا ہو ایسی دینی علوم میں کمال پیدا کرنے کی طرف بقدر طاقت بشری کے وہ بالکل مائل ہوئے ہیں اور کس قدر علم کلام جو محدثین کی ترویج اور اعدای اسلام کی شوکت شافی میں سودمند ہو اضافہ کر دیا ہے اور ان کا یہ خیال ہے کہ جب تک وہ اپنی انکوششوں میں حرج کے لباس و خلیق و دینی و دنیوی تہذیب کا نمونہ قائم نہ کر میں گے اور ان کو اپنی کوششوں میں کامیابی نہ ملے گی علاوہ یہ کہ اگر وہ عرب کے طرز پر چلیں گے تو بہت سے جھگڑوں اور نزاعوں سے محفوظ رہیں گے اب بہن شہدائیں کہ وہ اگر ایسا کریں گے تو وہ بہت ٹھیکے استے پر چلیں گے اور ان کو خطا نہ ملے گی اور یہ بھی ہے کہ اس طریقے سے دشمنوں کے بازو ٹوٹ جائیں گے اور اس اجتماع سے محدود کی شوکت بچائے گی بہر حال اگر یہ امید آپ لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہو تو آپ لوگ اپنی مدد کرنے کے واسطے سب سے زیادہ حذر میں

اس صورت میں ہمو امید ہے کہ آپ اسکی پسندیدگی پر اپنی راسی ظاہر فرمائیں گے تاکہ وہ ہمارے واسطے دستور العمل بن جائے کیونکہ سب بڑا مقصد ہمارا یہ ہے کہ ہم عرب کی چال چلین اور انکے عمدہ چال چلن کی پیروی کریں جسند اوںکو ہمیشہ عزت اور رفعت کے ساتھ قائم رکھے جب تک یل و نہار قائم ہیں۔

الجواب

(ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ میں) اس میں شک نہیں کہ یہ امر عمدہ مقصد فوہن سے ہے بلکہ بزرگ و برتر ہے اسکی وجہ سے مذہب خفیفہ کو رونق و تازگی ہوگی اور ہمارے دشمن خرابی کے ساتھ بھگائے پھر میں گے سچ یہ ہے کہ یہ عمدہ کام ہے اور بہت اچھا فعل ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اعطا فرمائے جسے اس میں کوشش کی ہے۔

دستخط مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستان مفتی اخاف مدنیہ منورہ
میرزا جاب بھی وہی ہے جو حضرت مفتی اخاف نے دیا ہے کیونکہ یہ اسکا کام ہو جسکی طرف ہر شخص کو توجہ کرنا چاہیے
دستخط سید جعفر بن سید ایل برنجی مفتی شوافع
اس میں شبہ نہیں کہ یہ ملتا جس کام پر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو دین کے فرائض میں سے ہے جسکی طرف مسلمانوں کو پوری توجہ کرنی چاہیے یہیں خدا کی رضامندی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ انکی سعی مشکور فرماوے اور ان کو اجر جزیل دے۔
دستخط مولانا سید احمد برنجی مدرس مسجد نبوی

پوشیدہ نہ رہے کہ اتفاق مسلمانوں کا نیک کاموں پر اور ایک دوسرے کی مدد کرنے پر کسی امر میں امور دین سے مطلوب ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْتَّقْوَىٰ پس اللہ تعالیٰ اوںکو جزا دے خیر و جہنم نے اپنی کوششوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کیا ہے۔

دستخط سید مصطفیٰ صفدر مدرس حرم مدنیہ منورہ
سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جس نے اپنے بندوں میں سے اوںکو نیک کام کی توفیق دی ہے
اسکے لیے پسند کیا اور ہر شے اسکے نزدیک ایک اندازے پر ہے اور برتر سے برتر درود و سلام
نبی اور سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لائق ہے اور اوںکے آل و اصحاب کو جہنم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے عمدہ فضاہلیتیں پائیں اور تابعین اور مجتہدین
جہنم علوم دین کے مضبوط کرنے میں کوششیں فرمائیں۔ اما بعد۔ اس میں شک نہیں کہ اتفاق جماعت

باتون پر جو سوال میں درج کی گئی ہیں تعاون میں داخل ہے جسکا حکم دیا گیا ہے اور یہ تعاون خداوند کے توفیق سے علوم ملت اسلامیہ کے واسطے بہت بڑا ثمرہ دے گا اور نفع پہنچائے گا اسیلئے ہر ن کو چاہیے خصوصاً اغنیاء اور اُمراء اور اکابرانِ عمدہ باتون کی کوشش میں کمال توجہ و اہتمام سے بن حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ سَنَّ مَسْنَةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرٌ مَا وَاجِبٌ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

دستخط مولانا خلیل بن ابراہیم خربوئی مدرسِ حرمِ شریف
اب وہی ہے جو بڑے بڑے مفتیوں اور عالموں نے دیا ہے کیونکہ ہمیں دین کی نصرت اور مصلحتین
اللہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تَحْضُرُوا اللّٰهَ تَحْضُرْكُمْ وَتُثَبِّتْ اَقْلَامُكُمْ۔

دستخط مولانا حافظ محمد متوفی القاسمی مدرسِ حرمِ شریف
تعریفوں کی سزاوارہ ذات پاک ہے جسے مگر امون کے لشکر کے پرانہ کرنے کا کام علمائے
میں سے لینا چاہا ہے اور درود و سلام کے لائق ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور ان کی آل اور صحابہ اور جنھوں نے حق کے ثابت کرنے اور شریعت کے اسرار ظاہر کرنے میں کئی
سی کی ہے۔ اما بعد۔ اس میں شک نہیں کہ ایسا اجتماع جماعت کا بسطو پر ذکر کیا گیا ہے شریعت کے
حق بڑے عمدہ کام اور فرض کفایہ اور تعاون میں داخل ہے اللہ تعالیٰ اور انکو کامیاب کرے اور باقی
تاکہ تو ابد حق مضبوط ہوں اور انکو اپنے نیک بندوں میں کرے اور انکو اجر المضاعف کرے
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

دستخط مولانا سید مین ضوان مدرسِ حرمِ شریف شیخ الدلائل

تحریر قدوة الکملات شیخ العرب العجم حضرت مولانا
حاجی محمد امجد اللہ صاحبِ جبریت اللہ امت برکات

اللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی رسولہ و آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد محض نظر الدین النبی
چند کلمات خاص اپنے احباب و نیز عام مسلمانوں کے خدمت میں بحسن اخوت اسلامی پیش کرتا ہے اور دل

سے دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ توفیق عمل رفیع فرما دے۔ آمین۔ علما و اہل علم کی فضیلت قرآن مجید و احادیث میں بیان
موجوہ پہلا حلیٰ امتی کا بنیاد بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علمائے اہل نبی بنی اسرائیل کے ہیں انکی شان میں
ہے علی الخصوص وہ علما جو جامع شریعت و طریقت و حقیقت ہیں علما حکم قلب رکھتے ہیں اور لوگ مثل جس کے
اور ظاہر ہے کہ جسم مانع قلب کے ہوتا ہے اسلئے عوام کو تعجیب انکی اپنی صلاح و فلاح دارین کے واسطے ضرور ہے
اب یہی جماعت علما انکو واسطے صلاح و فلاح مسلمانوں کے، نفع و اعلیٰ امر و نہی و شوریٰ و ینہیہم کے باہمی مشورے سے
چارہ نمین دیا اللہ فوق الجماعۃ جامع علما اگر کسی مصداق نمین تو پھر کون ہوگا ایسے پر آشوب وقت کے اختلاف
اور بغض و عداوت کا بازار گرم اور آزادی پھیلی ہوئی ہے یہ بات بہت غنیمت ہے کہ ایک جماعت کثیر علما انکی
محض نظر خیر خواہی اسلام کسی جامع ہو اور سفر و دراز کی مشقت اور مصارف کو اراکے مسلمانوں کی نہایت
خوش قسمتی ہے کہ عرصہ تین سال سے اس قسم کا جلسہ ہند میں قائم ہوا ہے جسکے تین جلسے بمقام کانپور لکھنؤ
بریلی بڑی شان و شوکت سے ہوئے ہزار ہا مسلمانوں کے علاوہ علماء و مشائخ و درویشوں سے اگر شریک ہوئے
و حقیقت یہ تاریخ عجیب ہے پروردگار عالم نے نفع و اعلیٰ امر و نہی و شوریٰ و ینہیہم کے مجلس من و العلامہ صلاح و
ترقی اہل اسلام کے واسطے اس آخر زمانہ میں بطور لطیفہ غیبی کے ظاہر فرمایا مذکورہ علما کو مسلمانوں کے حق میں
امدادی بھیجنا چاہیے اور مسلمانوں کو خلوص کے ساتھ آمین دے دے قدمے سخنے شرکت و اعانت کرنی
چاہیے اور بمقتضای لَبَّنْ فُکْرُکُمْ لَا رَدَّ لِحُکْمِکُمْ کے اس نعمت کا شکریہ ادا کر کے زیادتی نعمت یعنی اس کے بڑھانے
مستحق ہوں باہمی نزاع و اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کو صد ہا قسم کے نقصانات پہونچتے ہیں
خیر تو ان کو شائستہ اور تحقیر کا موقع ملتا ہے بڑی غرض اس مجلس کے اتفاق باہمی اہل سنت و الجماعت جو خیر خواہ
ایک خاص تحریر بطور مختصر سلسلے کے واسطے نفع مسلمانوں کے شائع کرائی ہے وہ میرے نزدیک ایسے
کام کے واسطے بہت خوب ہے اب یہ ہے دیگر فرق اہل اسلام ان کے ساتھ بھی نزاع و جدال اس طریقے
سے کہ باعث تو ہیں اسلام و تحقیر علما و اصناف مال ہونو نا چاہیے و جَاوَلْنٰمُ بَآئِنِیْ جِیْ اَنْسَنِ کی پابندی
ساتھ اگر مناظرہ و تحقیق حق خالی از فتنہ عوام ہو تو کیا مضائقہ اِنْ اُرِیدُ الْاَلَا اَصْلَحَ مَا اَسْتَطَعْتُ
وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ

العبد الضعیف فقیر امدا و اللہ فاروقی چشتی



نقل کرامت نامہ حضرت حاجی صاحب ظلہ بنام مولوی منور علی شاہ صاحب

بخدمت سراپا محمود الالسنہ عزیز می مولوی منور علی صاحب سلمہ السلسلے

پس از ادعیہ وافرہ و ترقیات متکاثرہ واضح راسی عزیز باد کہ الحمد للہ کہ میں فیضِ ربّ الہی خیرت سے ہوں ہاں مقبضات کی سحر پابند ضعف ہو گیا ہوں احباب کے حق میں دعای خیر کرتا ہوں۔

عزیزم آپکا راحت نامہ مفصلہ پنجور قہ مشعر حالات ضرورتہ تفصیلیہ بحث سرور قلبی ہوا۔ پہلا محبت نامہ بھی تم نجات بذریعہ منشی محبوب علی صاحب پونچا اوسکا جواب فیصل اوسی وقت روانہ کیا گیا اغلب ہی کہ وہ خط پھول ہو گیا ہو گا جس سے پوری کیفیت بیان کی آئی کہ معلوم ہو جائے گی۔ اشارہ اس مرتبہ آپ نے بہت اچھی طرح سیر کی بلور ان طریقہ و نیز دیگر علما و صالحین کی زیارت سے بہرہ یابی ہوئی۔ باہمی میل جول اہل اللہ کی ملاقات بھی باعث ترقی درجات و رافع سنایات ہی خوش قسمتی سے انکی زیارت میسر آئی ہے۔ فیضِ ربّ الہی ہی یہ دولت تماشوں سے ملتی ہے۔ البتہ جو لوگ جیسی مدوۃ العلامین شریک ہوتے ہیں وہ لوگ اسلامی اجتماع کے برکات سے محروم ہوئے ہیں یا اوسکے فوائد سے مستفید ہوئے ہیں اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح داریں کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ فقیر کی ہر وقت یہی دعا ہے کہ جو امر مسلمانوں کی پسوئی کا باعث ہو اور مین اللہ تعالیٰ غیبی ترقی عطا فرمائے اور اسکو حد حاسدین و شرمسندین سے ہمیشہ مانوں رکھے اول بھی فقیر نے مدرسہ کی اعانت کے باب میں کچھ تحریر کیا تھا اس مرتبہ پھر دوبارہ عزیز می مولوی سے تلموز الاسلام فقیر نے ایک مضمون لکھوایا ہے انشا اللہ تعالیٰ وہ آپ کے مطالعہ میں بھی آئیگا مجھے جس قدر تائید مقصور ہے کرتا ہوں باقی رہا اختلاف و اعتراض یہ تو معمولی بات ہے اذنا و اذنا امور میں ہوتے ہیں یہ بہت بڑا اجماع اور مفید امر ہے ہمیں ہزاروں قسم کی مشکلیں درپیش ہوں تو تعجب نہیں۔ ان اغراض کے پھر انجام و درستگی و حصول کے لیے ایک مدت مدید چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کا آپ مددگار ہے۔ کسی کی نکتہ چینی اور بچکنی کی پردہ انہیں کرنا چاہیے۔ استقلال و ہمتاقت سے اس اہم کام کو اللہ صاحب پھر دوسرے کر کے سب کو انجام دینا اور پورا کرنا چاہیے۔

فقیر امداد اللہ عتد اللہ عتد

۱۰ محرم ۱۲۸۵ مکرّم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمای دین اس بار میں کہ ندوۃ العلماء کا جلسہ جو چند دنوں سے خاص مسلمانوں کی دینی و دنیوی بہبودی کی غرض سے قائم ہوا ہے اور اس میں علمای اہل سنت و جماعت مجتمع ہو کر اہل حق کی کوشش فرماتے ہیں اس کی نسبت بعض کو تاہ اندیش لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ امشرع ہے اور جو اس میں شریک ہو وہ مذہب اہل سنت و جماعت سے خارج ہے انداشتہات صادقہ طلب کی جاتی ہے ان بزرگوں سے جو اپنی آنکھوں سے اس کو ملاحظہ فرما چکے ہیں یا اہل علم ذی فہم و دیکھنے والے سے حالات سننے ہیں کہ

- (۱) کہ یہ اس جلسہ میں کوئی امر خلاف اہل سنت و جماعت پایا یا نہیں۔
 (۲) جس شان و شوکت سے یہ جلسہ ہوتا ہے وہ اس وقت میں اظہار شوکت اسلام کیلئے مناسب ہی یا نہیں اور بالخصوص جب کہ ہمارے ملک میں ہمارے رد برد آکر یہ ہندو اپنے مذہب کی ترقی اور اظہار شوکت کے لیے بڑے بڑے جلسے کرتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں اس کے مقابلے میں ایسے جلسے کی جیسا کہ ندوہ ہے ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب

میں دو سال سے اس جلسہ ندوۃ العلماء میں شامل ہوتا ہوں میں نے نہایت احسان نظر اور دقیق خیال سے اولہ اربعہ شرعیہ کو معیار قرار دیکر خوب فکر کیا اور میں کسی امر و تجویز کو خلاف اہل سنت و جماعت کے نہ پایا۔ اور بقصد قنای رفتار زمانہ بقا بلوغ العین اسلام اپنے جلسہ اسلامی کو پُر شوکت کرنا ہوا شک موجب اظہار شوکت و شان اسلام ہے ایسے امور شرعہ سے شرعاً عظمت اسلام کو دکھانا کوئی امر ممنوع نہیں بلکہ جو شایع علیہ السلام ہے مثلاً اگر تم سے اسد علیہ وآلہ وسلم کا بعد فتح مکہ معطلہ اپنے صحابہ کرام کو امیرشاد فرمانا کہ طواف خانہ کعبہ میں مکر کرنا چاہیے تاکہ مخالفین اسلام کی نظروں میں مل جائے ضعیف نہ معلوم ہوں چہرے ایسے جلسہ اسلامی کو نامشرع کہنا اور ان علماء و مشایخ کو جو ہمیں شامل ہوتے ہیں خلاف اہل سنت و جماعت قرار دینا نہایت جبارت و خوفناک امر ہو نیز سجانہ اس سے بچنا

احقر العباد غلام محمد ہوشیار پوری

انشاء اللہ جب اہل اصول اس جماعت عظیمہ کا باہمی مشورے پر منحصر ہے جسکی شان میں برادر فوق الجماعت
ماطوق ہے اور علاوہ برین جب یہ جماعت اہل سنت و جماعت سے ہو پھر ہمیں کسی کو کیا گفتگو ہو میرے
نزدیک تو ایسی جماعت کا مخالف خود مخالف اہل سنت و جماعت ہے، اس مجمع کی امداد اور اس میں شمول
ہونا موجب شوکت اسلام ہے کیونکہ اتفاق ہونا اہل سنت مرحومہ کا بہت عمدہ خیر ہے یہ عاجز بھی اس امر
میں واعی ہے۔ اہل سنت کو چاہیے کہ ہمیں خوب کوشش کریں اور اس ذرۃ العلماء کو عنایت اور نواہ
الہی سمجھ کر اس میں شریک ہوں گے اپنا فخر اور بہودی دارین جانیں فقط
کتبہ خادما العلماء فقیر العالی بخشش عفی عنہ ہر نویسن من معانات ہوشیار پور تاریخ ۱۵ ذی الحجہ روز جمعہ

اس ذرۃ العلماء کو تقنات اور شہدہ شہداء یا رتقت سے نہ سمجھنا میری سمجھ میں جسد ہے یا حق ہے و از رحم الزمان
مسلمان بجا یوں کہ اس ہما سے بچا کرے آمین ثم آمین۔ اللہ نبی خاکسار محمد بخشش عفی عنہ ہر نویسن ضلع ہوشیار پور
۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۵ ہجری مقدس

حامد و مصليا مساعی جلیلہ و تروادات کثیرہ حضرات علمای مذہب و دربارہ از دین بین و ترویج علم شریعت
غراولت بصفاۃ طغویہ چنانچہ از بعض ثقات شاطین حلیہ ذرۃ العلماء میرسد و از بعض کتب مصنفہ
مقاصد ایشان معلوم میشود درین فساد زمان و زمانہ پرازدہا لست و طغیان از مقنات عظمی و موجب کبر
حق سبحانہ و تعالیٰ بایہ شعرواد احمد سعد علی ذلک باید خواند و ترقی روز افزون از ایزد چون سست باید نمود
اجلہا فائزہ الی مقصود او واصلہ الی مطلوبہ آمین ثم آمین

بندۃ فوج الدین مدرس اسکول ہوشیار پور

چونکہ علمای متبحر و فتنہ ای و حید الدہلوی را کابران دین کا امیر خیر بر جمع ہوا اور ایسے مجلس بزرگ و شان کا
انفعا وجو ترقیات اور بہودی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم او کا مقصد ہوا موجب عزت و توقیر اسلام ہے
ایسے حامیان دین متین اور معاونان شریعت زرین پلازم ہو کہ نظر تعاون علی البر و التقویٰ شریک نہ ہو کہ
جو مقاصد فروغ دین انکے انی انعمیر ہوں خوش اسلوبے پیش کرتے رہیں تاکہ وقایف کثرت رای سے
خیر یار چون الان حزب اللہ ہم الغالبون اور اگر رونق افروزی مذہب سے عوائق تعلقات دنیویہ سدا راہ
ہوں تو مردان ابوالسہم ناصران دین کا شکر یہ ادا کریں۔ احقر عماد درجیل محمد خلیل مدرس ہوشیار پور

جلسہ ندوۃ العلماء جسکے اراکین اکابر علمای اہل اسلام اور جسکے بانی مسند صلیحی کرام ہیں از سر تا پا خیر
برکت اور تہامی فیض و مہبت ہے۔ اسکے مقاصد یعنی اتفاق باہمی اہل اسلام و ترقی علوم دین و جہا
اعتراضات مخالفین وغیرہ اسلام کے مقاصد میں ہیں ایسے متبرک جلسے کی تائید کرنا اسلام کی تائید کرنا
اور اس سے مخالفت کرنا اسلام سے منازعت کرنا ہے ہر چند ہر قسم الحروف کو ابتک اس متبرک جلسے
میں داخل ہونے اور شرکت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا مگر ایسے تفصیلی حالات اون علمای حقانی سے
سننے جو اسکے ہر ایک جلسے میں شریک ہوئے اور روئے و مداد مطبوعہ اور اخبارات سے معلوم کیے کوئی امر
شرع شریعت کہ خلاف معلوم نہیں ہوا بلاشبہ اس جلسے کے قیام سے شوکت اسلام کا اظہار ہے اور
اسکے اجرائی مقاصد سے مقاصد اسلام کا استحکام و العدا المستعان و علیہ التکلان۔

کتبہ اللہ العاصی مشتاق احمد عفی عنہ

اقول و باللہ التوایق کسی جلسے کا مشروع یا غیر مشروع ہونا اسکے مقاصد کے لحاظ سے ہوتا ہے ندوۃ
العلماء کے مقاصد یعنی باہمی اتفاق اہل اسلام و ترقی علوم دین و جواب اعتراضات مخالفین وغیرہ چونکہ اسلام
کے مقاصد میں ایسے یہ جلسہ مشروع ہے اور ایسے زمانے میں اظہار شوکت اسلام کے لیے ایسے
عالی شان جلسے کا ہونا مناسب بلکہ منہب اور ضروری ہے فقط واللہ علم و علما تم
کتبہ مسکین مفتی شاہ دین عفی عنہ

اللہ اعلم ان حقاً کثیرین کو مدعا اخبارات و روئے و مداد جلسہ ندوۃ العلماء سے جو جو اغراض و مطالب اس
انجمن کے معلوم ہوئے اور نیز جو کچھ زبانی شاملانہ ندوہ مذکور خصوصاً مولانا مولوی غلام محمد صاحب فاضل
بجوشیار پوری سے سننے گئے ہیں اور نیز بوجہ شامل ہونے اکثر علمای حقانی کے خصوصاً بعض اساتذہ
و شیوخ کے یہ کثیرین اس ندوے کی امداد کو فرض عین سمجھتا ہے اور ضروریات زمانہ کے لحاظ سے بہت
ضروری تھا کہ یہ ندوہ ایک عرصے سے قائم ہوا ہوتا اور ابتک اسکے بہت کچھ خیرات عامہ مؤمنین کو پہنچے
ہوتے۔ اس تاخیر میں بھی کوئی حکمت الہی ہوگی۔ بہر صورت جو شخص اس ندوے کا مخالف ہے یا تو متعصب
یا اسکے اغراض و مقاصد سے جاہل ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم

نور محمد اڈیٹر نور علی نور لدھیانہ ۱۳۔ مئی ۱۹۶۶ء

جو علمای بالانزیب تم فرمایا ہے بالکل صحیح و درست ہی جلسہ مذکور قابل قدر و موجب شوکت اسلام ہے

امین کوئی مقصد نہ تجویز خلاف مذہب اہل سنت و الجماعت نہیں اور نہ کوئی امر منہج شرعی ہے فقط
محمد اسحاق پروفیسر صیغہ عربی مدرسہ کالج پٹنالا
اگرچہ از شمولیت جلسہ ندوۃ العلماء ہر دو مرتبہ مقصود و تفصیل حالات جلسہ نیز مطلق نیست مگر بشہادت نفات
بر غرض و مقاصد شش علم اجماع حاصل است نظر بر ان التعداد و شمول این جلسہ ششم بر کات است

العالم

علامہ رسول الحنفی عفی عنہ مفتی امرتسر

بیشک ایسے وقت میں کہ اسلام کی حالت نہایت ہی نازک ہو رہی ہے ایسی انجمن کا قائم ہونا ترقی
اسلام کی نہایت ہی نیک فال ہے اور اسکی امداد جس قسم کی ہو سکے منہج حسانت و شمر برکات سمجھتا ہوں
اور جیسا کہ میں نے حالات مذکورہ تحریراً اور تقریراً کھلے اور سنے ہیں وہ شہادت ہے کہ رہن کہ اس مذہب کا
مندمقہ ہونا اسلام کی تائید کا نشان ہے

واعظ جامع امرتسر

ابو عبد اللہ احمد
وفاتہ ستر و النور والحد

۲۳ محرم ۱۳۸۲ ہجری

میراجوش اسلامی اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ اس ضعف اسلام میں ہمارے علمای نامدار و مشائخ
ذوی الاعتبار اول باہمی اتفاق پیدا کریں اور ہر اجتماعی قوت سے مخالفین اسلام کا کہ اندھکی کیطیسج
چاروں طرف سے پھیل رہے ہیں جہت تنہا ذکر اعلائی علیہ السلام کے لیے مقابلہ فرمائیں سوا احمد مد کہ تھوڑے
عرصے سے ندوۃ العلماء نے کمر ہمت کی باندھی ہے خداوند کریم پسندے دین کا آپ حامی ہے اور جو جلیان
دین ہوتے ہیں انکی مدد کیلئے مدد کرنے کا وعدہ فرماتا ہے ان منصور و اند نصیر کم و ثبت اقدکم الایہ
پس ایسے وقت میں جہاں تک ہو سکے علما کا فرض ہے کہ اس جلسے کی تائید و نصرت میں کوئی دقیقہ
فروگذار نہ فرمائیں جو کچھ کام مذکورہ رہا ہے میں بدل و جان اسکا حامی ہوں اور داعی ہوں
کہ خداوند کریم اسکو روز افزون ترقی دے اور اسکے مخالفین کو فروغ نہونے دے اور جو بقدر کوئی
مخالفت کرے اسقدر اسکی ترقی ہوتی جائے انحن عیلو ولا یطلی کا طور ہو۔

مرہ راہی رحمت ربہ الفتوی احمد علی عفی عنہ حنفی بیادوی مدرس مدرسہ اسلامیہ مشائخ و نباتات امرتسر

ندوۃ العلماء میں اگرچہ یہ نیاز مند شامل نہیں ہوا مگر ہر سال جلسے کے موقع پر شوق از حد رہا مگر کوئی باعث
کی وجہ سے مجھے شمول کا موقع نہیں ملا اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے توقع ہے کہ بحکم کل امر مردن باوقا تہا

مولوی غلام
حسین
امرتسر
مشائخ علی
افغان دین
سے ہیں

کسی کی بقی وقت ملی مراد پوری ہو اور جلسے میں شامل ہوں۔

میں نے اپنے احباب سے سنا اور نیز کاغذات مذکورہ کو وقتاً فوقتاً دیکھا لیلیسے میں اپنے عزیز محمد علی احمد علی صاحب کی تحریر سے زیادہ اتفاق کرتا ہوں کہ پہلے علمی کرام اتفاق کریں یہ ایسی دولت ہو کہ اس کے جسبے سب کچھ نمایاں کر سکیں گے مجھے کمال اخلاص ہوا یہ حال شکر کہ بعض لوگ اس کے خلاف ہو گئے ہیں اس مبارک مجلس کے اصول ہرگز ہرگز مخالفت کے لائق نہیں۔ مخالفین اگر کوئی اصول اسکا خلاف شیعہ یا دین توڑنے میں بھٹ اور غور کیلئے پیش کریں نہ کہ مخالفت پر مگر باندھیں یہی علامت اوبار کی ہے میں دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مبارک مجلس کو ہمیشہ چمکتا رکھے اور باد صحر سے محفوظ دعوں رکھے بالتون والعا وولہی واکہ الامجاد۔

الحمد لله والی رحمة الله ابو الحسین خاتم النبیین
انا الراجی الی

بیشک ایسے وقت میں علمی کرام کا اتفاق اور مذکورہ العلماء کی امداد میں کوشش کرنا بیچ حسانت و فخر ہے اہل اسلام اور اس مبارک مجلس کی مخالفت موجب اوبار۔ اللہ تعالیٰ ناظم عدم کو جزا ہی غیر عطا فرمائے۔

انا الراجی الی رحمة الله
فقیر و فقیض لطف حق

«تعا وولہی واکہ الامجاد»

علمی اسلام کا اتفاق اسلام اور اہل اسلام کے لیے نہایت ہی مبارک اور باعث سعادت ہو سکتا ہو تو کو ایسے اتفاقی کی نہایت ہی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ مذکورے کی ان مفید کوششوں میں برکت دے اور ان کو ان کے نیک راہوں میں کامیابی بخشے۔ اس مذکورے کی امداد اہل اسلام کے لیے نہایت ہی ضرور ہے۔ ہمیشہ اہل اسلام سے ایسی برکت تصور نہیں ہو سکتی کہ مبارک فضل میں اسن ہو کر منع نہیں ہے۔ مذکورے امدادی چند ذرہ کوششوں سے ہی عام اہل اسلام کی محبت بھری نکاحین کی طرف لگ گئی ہیں جسکے نتیجے کی طاقت جسکی دنیا و نفس الیستہ پر جو بہت کچھ عہدہ نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ اس دن کا بڑی خوشی سے انتظار کیا جاتا ہے کہ جبکہ مسلمان دینی و دنیوی ترقیات کے اعلیٰ معیار پر پہنچیں گے۔

کترین احمد دین دس مدرسہ السلسلہ ام ترس

مین نے ندوۃ العلماء کی رویداد دیکھی ہے اور اس کے بعض خاص جلسوں میں شامل ہوا ہوں میری رائے
میں اس کے اصول بالکل شریعت کے موافق ہیں اور ترقی اسلام کے باعث ہیں ایسے اوس میں شریک ہونا
خصوصاً ایسی حالت میں کہ شریک ہونے والیکو صلاح کی تجویز پیش کرنے کا پورا اختیار ہو کسی قسم کی
قباحت کا باعث نہیں بلکہ ہر ایک طرح مستحسن ہو۔ خدا و اللہ اعلم بالصواب

خاکسار مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ۔ پروفیسر عربی اور ٹیل کالج لاہور

بجدا کہ کارروائی جلسہ ندوہ مر معلوم است در ان ہونے کے از وجہ مخالفت شریعت نیست۔

غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

جس قدر میں نے کارروائی جلسہ ندوۃ العلماء کی مولوی مفتی محمد عبد تناسخ مولوی غلام احمد
صاحب سے سنی ہے بالکل مطابق شرع ہے شریک ہونا عین محبت ہو۔

السلام

محمد حسن عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ نعمانیہ لاہور

لاریب ندوۃ العلماء کے جلسے میں کوئی امر خلاف شرع و خلاف طریقہ اہل سنت و الجماعت کے نہیں
پایا جاتا ہے بلکہ ندوہ میں چند بار شرکت کا اتفاق ہوا حاشا و کلا کوئی امر غیر مشروع نہیں دیکھا
بلکہ اسلامی برکات سے یہ جلسہ مالا مال دیکھا گیا اب تک اس جلسے کے تین اجلاس سالانہ ہوئے
ہیں جس میں سے دو جلسے میں سند صدارت کو جناب مولانا مولوی محمد لطیف اللہ صاحب مدظلہ نے
روفق بخشی ہے جو اس وقت میں اکثر علماء اہل سنت کے سرگروہ اور ستارہ مسلم ہو چکے ہیں میرے
خیال میں اس ندوہ سے بڑھ کر کوئی جلسہ ابرکت ہنوز ہندوستان میں قائم نہیں ہوا ہے۔
اسکی شرکت و تائید بطور سے ممکن ہو موجب اجر بنیل ہے انشا اللہ تعالیٰ یہ ہونا ربارغ دین کا
بہت سے فرائد و منافع اہل اسلام کو عطا کرے گا کیونکہ غرض اسکی اشاعت علوم و دفع فساد اہل
اسلام ہے و اتفاقاً یہ قدوۃ و المہتمم نورہ و لو کہہ الکا رہوں و علی السہ فلیتکل المتوکلون فقط

حررہ ابو نعیمہ عبد الوہاب البہاری عفی عنہ الباری مدرس اول مدرسہ دارالعلوم کانپور

جو کہ اس سے کون سا جلسہ بڑھ کر ہو سکتا ہے حسین اس آیت قرآنی و غفر لہم و غفر لہم و لا تقرؤ
الایہ کی پکار ہوتی ہے ورنہ انصاف سے دیکھیں تو صاف معلوم ہو جائے کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع

نہیں ہے۔ حررہ عب الزور نائب مدرس مدرسہ العلوم
 یہ اختر بھی علی التواتر ہفتہ نامی جلسہ آخری مجالس ندوۃ العلماء میں شریک ہو رہے تھے جو کہ جانتے تحقیق
 اس مفصل میں ایسا کوئی امر خلاف شرع معلوم نہیں ہوتا جو کافر اہل اسلام کو شرکت سے منع ہو بلکہ علم
 مسلمین کو علی العموم اور گردہ علماء کو بالخصوص چاہیے کہ اسکی معاونت اور شرکت کو واجب خیال کریں واللہ اعلم
 نور محمد مدرس مدرسہ فیض عام کانپور

میں جلسہ ندوۃ العلماء پنجاب پور میں منعقد ہوا تھا اول سے آخر تک حاضر تھا کوئی امر خلاف شرع وقوع میں
 نہ آیا بلکہ اشاعت علوم اور اہلی اتفاق اور دفع نفاق اور حسن اخلاق اور خوبی اسلام اور ذریعہ ترقی
 اہل اسلام کا جسکے ہم امور اور مصلحت میں بیان تھا اور ایسی شان و شوکت سے اہل اسلام کا جلوس تھا
 کہ مخالفین اہل اسلام کا چہرہ زرد اور رنگ فق تھا اور تابعین طریقہ انیقہ سید البریہ علی الہدایہ الصلوۃ والخیۃ
 دریای خوش فراق اور شوق موج زن تھا اور بزبان حال بندی بلند بکارتے تھے۔

درین دریای بے پایاں میں طوفان موج افرا دل نکستہ بسم اللہ مجربا و مرہسا
 اور لسی پٹی جلسہ دوسرے اور تیسرے کا بڑے بڑے فضلاء نامداروں سے جو ندوۃ العلماء کے جلسے
 میں بغرض حمیت دین شریک تھے شائیں بقضائی حمیت اسلام اور اہل اسلام ایسے جلسے میں شریک ہونا
 اور روف دینا اور شرکت نمونے کے توجس قسم کی اعانت ہو سکے کرنا عین اعانت اسلام اور اہل اسلام
 قطبہ لمن ہذا شانہ و دلیل لمن اتبع ہوا نقض و ہذا حال۔

حررہ مسکین علیہ السلام حسین عفی عنہ پنجابی وطن کا پوری مسکن

بندے کو اس مبارک جلسے میں تین دفعہ شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ بریلی۔ ہر دوسرے
 جلسے میں پرست اول کے ترقی اہل اسلام خصوصاً علمای کرام و فضلاء عظام کی پائی اور نیز اختر علی
 اہل سنت و الجماعت نے جو اس جلسے میں شریک ہوئے اسکے خیر ہونے پر اطمینان قلبی ظاہر کیا اور کہا کہ
 بلا شک یہ جلسہ موافق شریعت ہو اور فی زمانہ جسکی حالت نظر میں مس ہو ضروری بلکہ اشد ضروری
 پس جسکے احسن ہونے پر قلوب مومنین اطمینان ظاہر کریں اسکے خیر اور موافق شرع ہونے میں کب شک کیا
 ہو کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب مومن کو امتیاز خیر و شر کے لیے معیار قرار فرمایا ہے
 چنانچہ حدیث و تصنیف میں معیار سے جو شکوہ شریف میں موجود ہے معلوم ہوتا ہے۔ الہر اطمینان الیہ

النفس اظلم انبیا القلب اظلم ما حاک فی النفس وترو فی الصدور ان افکار الناس سیرے نزدیک حلیہ
شریر برکات کوئی امر بہین غلات شرح اب تک نہیں پایا گیا۔

حررہ مسکین خیر الدین پنجابی مدرس سوم مدرسہ فیض عام کانپور
فی الواقع یہ جلسہ ندوۃ العلماء جسکی تصدیق میرے غلط ہرمان مولوی غلام محمد صاحب ہوشیار پوری اور
دیگر علمای محترمین لکھتے ہیں اور نیاز مند نے خود بھی رو یاد جلسہ کو دیکھا اور دوسرے بہت سے علماء
اوسکا حال سنا موجب حصول برکات ہے علمای اہل اسلام کو ایسے مبارک جلسے میں شریک ہونا
اور جان و دل سے سعی کرنا باعث حسنات ہے اور جو کوئی ایستہجیح خیر کو اپنے شرف نسانی سے غفلت
شرح کہے وہ خود شرح شریف کے مخالف ہو۔ یریدہ ان یظفوا انور الدرد والدہم نوزہ وصلی اللہ تعالیٰ
علی خیر خلقہ محمد والدہ اصحابہ اجمعین۔
حررہ محمد عبدالحی عفی عنہ سہارنپوری مقیم حال میرٹھ شہر
بندہ جلسہ سوم میں شریک ہوا اس جلسہ ستمبر کی نسبت جداگانہ تقریر خدمت میں ناظم اسکی کجیجھوگا
بہر حال میں اسکی ذات کو اسوقت بہت موجودہ امراہم اور اسکے مقاصد کو کارہنم بالشان سمجھتا ہوں۔
ابوالحسنات حبیب اللہ بن محمد

رحم ہم سخن سخن بین غالب کے طرفدار نہیں۔ گو فلک اسوقت تک اس جلسہ عالیہ حقایقہ علمائے ملی لاہور
وفضلای عالی مقام دیوبند غامی ذوالجود والا کرام میں شرکت کا موقع مستیاب نہیں ہوا اور نہ میری نظر
کوئی اسکی رو بہ آگیزی گر جہاں تک احباب دینی و مخلصان یقینی سے منگا گیا تو عمر باسبکی اسکی نماند
میں رطب الناسان یا میرے دل میں کچھ اس جلسہ عالیہ کے حالات عارضہ اور عوارضات لاحقہ
کی نسبت شبہات تھے مگر الحمد للہ کہ وہ سب کچھ تقریر دلپند میرے مکرم مولانا مولوی غلام محمد صاحب
فاضل ہوشیاری سے رفع ہو گئے علاوہ اسکے جب میں قدرے مائل کو کارفرما کر نظر خود فکر و دیکھا
تو اس جلسہ ندوۃ العلماء کو سراپا مجمع حسنات منبع برکات شعل راہ خدا مطلع نور ہوا فروغ طالع
وفاق و اتفاق۔ برق خرم سوز لفاق و شفاق پایا اور دائرہ سنت سنیہ و جمیع مرضیہ صاحب الصلوۃ
والحجۃ سے سرو بابر نہ دیکھا۔

رافع المحروف ناصر الاسلام ابو الفیض محمد شہین ناصر راہ پوری جصل اللہ مرادہ
یہ احقر بھی اس مبارک جلسہ ندوۃ العلماء کا مہربے بعض جلسوں میں شریک بھی رہا۔ سبحان اللہ اسکی

جوابات علمای سہارنپوری

جوابات علمای سہارنپوری

جوابات علمای سہارنپوری

عظمت اس کے شون ایسے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ تھوڑے بھائیوں نے جو اس جلسے سے اختلاف کیا ہے ان کی سمجھ کے لیے دعای خیر کرنی چاہیے۔ اللہ ماہ قومی فائز لا یعلون۔

وحید الحق مدرس اول مدرسۃ اسلامیہ بہار

گرچہ یہ پہلی مرتبہ اس جلسے میں باوصف کمال اشتیاق کے سبب موانع کے حاضر نہیں ہوا لیکن کئی لوگ خبر میمنہ اس کی خوبی اور عظمت کی سن رہا ہوں اس کے مخصوص اپنے احباب علمائے جو اس جلسے میں شریک ہیں اس لیے محکوم فوق نام ہوا کہ اس کی بنا اور قولہ تعالیٰ وحقہ ابجل المدجبا ولا تفرقوا پس بے شبہ ہر شے کی قوت کے لیے جماعت درکار ہے اسباب ضعیفہ کے مٹنے سے سبب قوی حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ معین جماعت ہو یہ اللہ علی الجماعۃ الخ یہ جلسہ معززہ مقبولہ میرے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ حکمت نظریہ اور حکمت عملیہ دونوں میں موثر ہوگا۔ حسب اللہ ونعم الوکیل

محمد اسلم بی عفا اللہ عنہ

یہ جلسہ ذوق العلماء کا جو بہودی اسلام و اہل اسلام کیلئے قائم ہوا ہے ہرگز ہرگز ناشر شروع و ناجائز نہیں اور شریک اسکا اہل سنت و جماعت کے مذہب سے خارج نہیں بلکہ اس مذہب کا مؤید و ثواب ہے۔ ہمتے اس جلسے میں کوئی امر خلاف اہل سنت و جماعت کے نہیں پایا حاشا و کلا جلسہ اہل شان و شوکت ایسے زمانہ پر فتنہ میں نہایت ہی مناسب بلکہ واجب و ضروری ہے اس سے بہتر کو فائدہ حاصل ہیں ولو کرہ المکررون فقط

المحرر والناشر الحاج محمد عبدالشکور البھاری لفظیم آبادی عفا اللہ عنہ وعن سلفہ

الجواب صحیح۔ محمد شریعت کریم الاسحاق فوری البھاری۔

۔۔۔ ہمتے جہاں تک اسکے حالات سنے ہیں اسکا ناشر شروع ہونا کیسے طبع ثابت نہیں ہوتا۔

اصغر حسین دسوی البھاری

میں ضعیف ہوں اور اکثر وجہ ضعیفی کے آمد و رفت میں تکلیف ہوتی ہے بشرط صحت البدن کے مجھے جلسے میں آنے کو کچھ غدر نہیں ہے۔ مجھے لایخافون لومہ لائم سے کچھ خوف نہیں ہے فقط

عاصی محمد اشرف عفی عنہ مکن موضع ہر گاؤں ضلع پٹنہ

میں اس جلسے کے حالات سے کما یغنی واقف ہوں کوئی امر ناشر شروع نہیں ہو عبد الباری عفی عنہ

ردۃ العیال کے عمدہ ہونے میں کسی اہل علم صاحب عقل کو شک نہیں۔ ندوہ شریعت غرا کی ترقی میں سعی کر رہا ہے بلکہ کامیاب بھی ہوتا جاتا ہے۔ ندوہ اور اوسین خلاف شرح کار روائی ہو بہ حال ہے ندوے کے شرکاء وہ بزرگان دین ہیں کہ جنسے دین میں کو فروغ ہے۔ ندوے میں جو فائدہ ہوئے اور آئندہ ہونگے حد بیان سے زائد ہیں۔ ندوے کے موافقین پر خدا کی رحمت اور مخالفین کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے کہ وہ مخالفین تو یہ کہے کہ شرک ندوہ ہوں۔

محمد حفیظ اللہ عفی عنہ

مداح محمد ہر آن چیز کہ طبع سرخاست
آخر آمد ز پس پردہ وقت دیر پدید
برادران اسلام یہ وہ جلسہ عظیم الشان ہے جو بقائے شیرازہ اسلام کے لیے ہر زمانے میں
عموماً اور اس زمانے میں خصوصاً مسلمانوں پر واجب و لازم ہے عجیبے نہایت ہی عمدہ جول
دیا ہے۔ احقر انام کفایت حسین خفی قادری عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اصلاح المسلمین ٹپنہ
عجیب لیسے جو تحریر فرمایا ہے بہت ہی صحیح ہے صرف استدلال میں بجائی نسخ کہ کہ
بعد صلح حدیبیہ عمرۃ القضا ہے فقیر کو بھی اس بابرکت جلسے کی شرکت کا اتفاق ہوا ہے کوئی
مخلاف طریقہ اہل سنت و الجماعت کثر ہم اللہ دیکھا نہیں گیا۔ بیشک ایسے جلسے کے ہونے کی
اسلام کو سخت ضرورت تھی اور ہے واللہ اعلم۔

فقیر خاکپای درویشان قادری خشتی نقشبندی مجددی محمدی ابوالحسنات محمد عبد الغفور

دانا پوری عظیم آبادی واعظ اسلام مدرسہ اصلاح المسلمین ٹپنہ

حامداً و مصلیاً

الابعد۔ اجتماع اہل سنت و جماعت واسطے ترقی اسلام و باہمی اتفاق وغیرہ مقاصد اسلامیہ موجب
خیر و برکت ہے اس میں خلوص و استقامت لازم ہے فرقہ غیر اہل سنت و جماعت کے ساتھ دشمنی
ازین اتفاق و امور دینیہ میں علیحدہ علیحدہ برتاؤ چاہیے اور ہر صورت میں ایسی ایسی نزاعوں کو
عجب فلت و اہانت اسلام بنظر اغیار میں اٹھا دینا چاہیے فقط

بندۂ کثرین محمد نسیم الدین عفی عنہ واعظ اسلام انجنر اسلام آباد موٹو گجر

نجدہ نفسی علی رسولہ الکریم

جلسہ ندوۃ العلماء کو میں توفیق اللہ سمجھنا چاہیے۔ فقیر بھی سال پوسہ میں شریک جلسہ تھا سبحان اللہ
 و بحمدہ سیکرٹری و نایب امرا کا کھجا ہوا کہ فلاح اہل اسلام میں کوشش ملیج کرنا جسکا نتیجہ علی قدر فہم
 ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ خراب حالت اسلام و نازک کیفیت اہل اسلام کو نہ جسکی اسوقت کمال ضرورت
 ہو کہ قدر نامورہ بخش ہو ہمارے بعض معاصر علماء معلوم نہیں کیوں ایسے خلاف ہن قلم و زبان کو
 تعلیف دینا گوارا کیا ہے انہوں نے ندوۃ العلماء کے فضائل و فوائد اظہر من الشمس و ابین من الماء
 ہو جسکی توفیق نے علحدہ تحریر میں ضبط کیا ہے

عشر عقرہ فیہ
 محمد امین

نایب امرا
 شہداء علیہ السلام
 شاہنشاہین

میں نے بھی جہانگیر غور کیا ندوۃ العلماء کی خیریت میں کوئی شک نہ پایا وہ جلسہ کیوں اچھا نہوگا
 جمیع علماء شریک ہوں اور اتفاق بین المسلمین کے ساعی ہو کر اجر جزیل کے مستحق ہوں ہر چند کہ
 میں نے ہر جلسہ انتظامیہ کے کسی بڑے جلسے میں شریک ہو کر فخر حاصل نہیں کیا لیکن میرے
 بزرگ اہم شریک ہوتے رہے اور انہوں نے میں کے حسن اور فضائل ستارہاں سے بے شمار
 از گنتا خیرہ اللہ تعالیٰ علما کی کرام کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے و یرحم اللہ عبداً قال آمین

والاعبد الکلیب المستغفر الذنوب عبدہ محمد ایوب

الکویلی الامریلی الصلح اللہ شانہ و صانہ عاشانہ

اعلان کتب موجودہ دفتر ندوۃ العلماء

کتاب	قیمت		کیفیت
	عمدہ	نرمی	
حصہ دوم رویداد سال اول	۱۰	۱۰	اسمین مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی مولوی الطاف حسین صاحب جالی مولوی محمد عبدالعلی صاحب سی درسی وغیرہ علما کی تقریریں مرجع ہیں
رسالہ تنظیم	۱۲	۱۲	یہ رسالہ مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آباد کل دارالعلوم طریقیہ تعلیم ہے
مضامین ثلثہ	۳۳	۲۲	ابو نعیم بن ابی حاتم مولوی حبیب الرحمن صاحب مولوی غلام محمد صاحب کی تقریر ہے
مضامین نظام و فرائض	۴	۱۵	اسمین تیرہ تقریریں ہیں جو جلسہ دوم ندوۃ العلماء میں پیش ہوئیں
اتقان	۲۲	۲۲	تقریر مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب محمد مدرسہ احمدیہ آ رہ -
مضامین اربعہ	۸	۱۶	اسمین مولوی ابراہیم صاحب مولوی عظیم حسین صاحب خیر آبادی مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی مولوی سلیمان صاحب پلواری کے مضامین مرجع ہیں۔
مسودہ دارالعلوم	بلا قیمت		ندوۃ جس قسم کے اعلیٰ درجے کا مدرسہ جاری کرنا چاہتا ہو اس کا پورا خاکہ۔
زیر ادسال دوم	۱۲	۱۰	اسمین جلسہ ندوۃ العلماء منعقدہ لکھنؤ کی مفصل کیفیت مرجع ہے۔
یشارت ندوۃ العلماء	بلا قیمت		بعض حضرات کو ندوۃ العلماء کے تعلق جو بشارتیں ہوئیں وہ اسمین مرجع ہیں
نصاب عربی	"		انظم ندوۃ العلماء نے نصاب عربی کا کیا کہ تیار کر کے بضرر منقولہ کتاب کیا
نویسہ حلیہ سوم	۱۱	۱۱	اسمین جلسہ سالانہ کی کاروائی مجامع ہر جلسہ سوم منعقدہ بریلی میں ہوئی تھی
تجویدہ دارالعلوم	۳	۱۰	انظم دارالعلوم کو نوادہ کے متعلق جو تین آئین ہیں ان سے کیا خلاصہ مرجع ہو اور وہ تقریریں بھی درج کی گئی ہیں جو حضرات علما کی منظوری کے وقت جلسہ سوم منعقدہ بریلی میں کہیں
زیر ادسال سوم مع نصیبہ	۱۲	۱۲	اسمین جلسہ ندوۃ العلماء منعقدہ شہر ہنس پٹی کی مفصل کیفیت لکھی ہو اور اس کے ضمیمہ منسلک میں خزانہ محمدیہ اور دستور العمل مع دیگر فوائد مندرج ہو

فہرست ان سالو کی جو ذمۃ العلماء کی تائید میں اہل حق تصنیف کی ہیں

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	نام مطبع	کیفیت
۱	ارشاد الکمل	مولوی محمد رفیع صاحب	مکتبہ نبوی دہلی	یہ نہایت عمدہ رسالہ ہے جس میں بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بحوالہ کتب و رسائل مخالفین کے جواب دیے گئے ہیں اور مذہبی کاروائیوں کا ثبوت احوال و خیال سلف کے دیا گیا ہے یہ رسالہ مطبع مکتبہ نبوی دہلی سے مل سکتا ہے
۲	اتمام الحجۃ علی	مولوی سلیم حسن صاحب	گلزار حسینی بی بی	اس میں نہایت تہذیب شانہ کے ساتھ مولوی عبدالقادر صاحب کے خط کا جواب دیا ہوا اس سلسلے کو جناب بدرالدین بن عبداللہ صاحب قور نے چھپوایا ہے اور غالباً ان کے بیان ملے گا
۳	اعلام التعلیم الاعلام	مولانا محمد عبدالحق صاحب تفسیر حقانی	انتظامی	اس میں مخالفین مذہب کو جو جنس فساد و فحشاء کی گئی ہے اور ذمۃ العلماء کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے۔
۴	پایۃ اللیلۃ	مولوی علی محمد علی صاحب	"	یہ دونوں رسائل دقت و فتنہ محمدیہ کا پورہ بین ہیں گے۔
۵	مقاصد و اہل	میراجیر صاحب دہلی	گلزار حسینی بی بی	اس کو بھی جناب بدرالدین صاحب نے چھپوایا ہے اور وہ بین مل سکتا ہے۔
۶	القول الفصل	مولوی حکیم محمد اویس صاحب پھلواری	انتظامی	یہ بہت اچھا رسالہ ہے مصلح مائل دول کے نہایت شانہ عنوان سے ذمۃ العلماء کی حقانیت ثابت کی ہے۔ یہ رسالہ مطبع مکتبہ نبوی دہلی اور دفتر تحفہ محمدیہ کانپور سے مل سکتا ہے
۷	ہادیۃ الخلق	مولوی علی علی صاحب پھلواری	المطابع پٹنہ	یہ دونوں رسائل مولوی عبدالقادر صاحب لکھنے کے احسن و لطیف سے مل سکتے ہیں۔
۸	تائید الذمۃ	صاحب پھلواری	"	ذمۃ العلماء کے بارے میں بعض مصلحان نے جو جواب دیے ہیں وہ اس میں درج کیے گئے ہیں۔
۹	بشارات ذمۃ العلماء	"	انتظامی	اس میں علمای مدینہ منورہ و ہندوستان کے قوسے اور تحریرین ہیں جن میں ذمۃ العلماء کی ضرورت و غفلت تسلیم کی گئی ہے اور آخر کے دونوں رسائل دفتر تحفہ محمدیہ سے مل سکتے ہیں
۱۰	البرق اللاحق والنور الساطع	مولوی ظہور الاسلام صاحب نقیہ دہلی	اسلامی پریس کانپور	

تحفہ محمدیہ - یہ ماہوار رسالہ ہے جس میں روئے نصابی اور اثبات حقانیت و حمایت اسلام و ترقی مسلمانان کے شائع ہوتے ہیں ایک روپیہ سالانہ قیمت پر مولوی محمد حسن بہاؤی صاحب تحفہ محمدیہ کانپور سے مل سکتا ہے

هَذَا بَيَانُ الدِّينِ وَصِدْقِ الْوَعْدِ لِلْمُتَّقِينَ



تبلغ

جس میں ندوۃ العلماء کی حقیقت ماہیت اور اس کے اغراض و مقاصد بحث
کی گئی ہے اور جا بجا ثابت کیا گیا ہے کہ انجمن شری المذہب مسلمانوں کا ایک
دینی جلسہ ہے جو سراسر تعلیم اسلام کے مطابق ہے اور اس کی نسبت جو گمان یا
یا غلط بیانیان کی جاتی ہیں وہ محض تعصب و عناد اور بالکل بہتان و افسوس ہے

مؤلفہ

خادم العلماء و کشف بردار شاخ خاکسار سیدنا بوظفر دہلوی
سترجم ہائیکورٹ کلکتہ نائب ناظم انجمن معین اندوہ کلکتہ

مطبعہ سعید کلکتہ پلانٹنگ ایٹم کلکتہ
درجہ دینی نمبر ۱۰ کلکتہ اشاعت طبعی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد الله العلیّ العظیم وصلی علی رسولہ الکریم

اسمع انی وصیۃ من ناصح، ما شاب بعض الصحو منه بغشه	نصیحتے کمنت بشنو و بہانہ گیر کہ ہرچہ ناصح مشفق بگویت پذیر
---	--

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء ما نوى فمن كانت هجرته الى اللہ ورسولہ فہجرته الى اللہ ورسولہ و من كانت ہجرته الى دنیاء لیبیہا او امرأۃ یتزویہا فہجرته الى ما ہاجر متفق علیہ۔

نظم

جناب مصطفیٰ نے یہ کہا ہے جو نیت خوب ہے تو کام بھی خوب سفر حج کی نیت سے کیجیے گر اگر چوری کی نیت دل نشین ہے اکمین بائے جو دنیا کی طلب کو تو اس جانے کا قرہ بھی وہی ہے پہل اسکا پایہ گاگردل میں ہوگی	نیت سے اعتبار اعمال کا ہے اگر بد ہے تل بھی ہو گا معیوب تو یہ اچھا عمل ہے اے برادر! تو ہرگز یہ سفر اچھا نہیں ہے ارادہ خواہ بیوی کرنے کا ہو عنیت جس کی اُسے دل میں کی ہے نیت راہ خدا و مصطفیٰ کی
--	--

علامہ ابن چند و چند فوائد بہیہ و عوائد سنۃ کے جو علامہ بدر الدین عینی نے شرح صحیح بخاری میں اس حدیث منقولہ صدک کے باب میں بیان کیے ہیں کتاج الحدیث جناب امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی تسمیہ و تصدیق اس مبارک قول نبوی سے کن کن وجوہ پر کی ہے اور ربنا نظر ان خیالات و تعلقات گونا گوں کے جو اس مائے پر آشوب بین باعتبار قومی حالت کے ہم مسلمانوں کی عام خصوصیات

میں شمار کیے جانے لگے ہیں مجھ کو زیادہ تر ان حالات کا بھی لحاظ ہے جن کی مستقل ابتداء میری نو
 میں اُس خطبہ مصطفویٰ کے بعد سے ہوئی جس کا آغاز بنی سالت مابین اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث نیکے
 فرمایا تھا پس جس طرح اُس مبارک وقت کے بعد سے ظہور و استعمال مقاصد تعلیم نبوی کا ہوا مجھ کو تصدیق و روح پر فزوق
 بنیاب خاتم الانبیاء رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے پروردگار حکیم و قادر و اعجاز کے فضل و کرم
 سے پورا پورا بھر و سہا ہے کہ اس عجلانہ فحہ کی اشاعت ہوئے پیچھے انشاء اللہ الرحمن ہم مسلمانوں کی
 نیتوں کے سامنے بل تکلیف کی صورت نکل جائیگے اور دلوں کے کھوٹ جو قلم و زبان کی لغزشوں سے
 اب تک ظاہر ہوتے رہے ہیں بفضلہ تعالیٰ کھر سپن سے بلکہ آئندہ ہمیشہ کے لیے صلاح و سداد کے
 سچے رنگ میں جلوہ گر ہو کر بیٹھے۔ لوگوں میں اگرچہ مشہور ہے کہ ”من صنف قد استھفد“ ایکن
 میں نے اس سے قطع نظر کر کے اُس عاقلانہ و حکیمانہ نصیحت کی بھی پیروی کی۔ جسے بسا نسبت علامہ
 بدرالدین عینی کا خیال ہے کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ گویا ابن مہدی کے اسی قول پر
 عامل ہوئے اور جس کو بالفاظ مندرجہ ذیل نقل کیا جاتا ہے۔ ”انما انا بد علی قصد الخطبة و
 الترجمة للكتاب حکما قال ابن مہدی الحافظ من اراد ان یصنف کتابا ھل یبید اھذا
 الحدیث۔ و قال“ لو صنف کتابا ھل یبید اھذا الحدیث ۱۲ عینی۔
 ان واقعات کی تحریر و اشاعت سے کسی قسم کا مناظرہ و احتجاج منظور نہیں ہے اور نہ روایت
 کسی شخص خاص کی طرف سے بلکہ اسلامی حقائق اور شرعی اسرار سے غافل اور قومی مصلح اور دنیاوی
 ضروریات سے بے خبر ہونے کے سبب ہمارے بعض نہ سوچنے والے بجائیوں نے محض خود غرضی اور
 نفس پروردی کی بنا پر ہندوستان کے علمائے عظام و مشائخ کرام کی ایک اسلامی جماعت اور دینی مجلس
 سے نہ صرف کناؤہ کشی کی بلکہ دیدہ و دانستہ اُسکے اہل مقاصد کو جو باعتبار دستوری تمدن و اصلاح، معاشرہ
 کے اشاعت علوم دینیہ اسلامیہ پر غم و نزاعات و مناقشات و نیت سے علاوہ رکھتے ہیں محض نا سمجھی اور
 سخت بیدردی کر کے یک نخت بالکل اٹا کر دکھایا ہے اور گونا گونا گونا افتراءات و بہتانات کے
 ذریعے سے سینہ سے سانے نیک دل مسلمانوں کو جو اصل حال سے واقف نہیں ہیں طرح طرح کے

مغالطوں میں ڈال دیا ہے اور سطح بجاسے اسکے کنیکشنی سے اختلاف کرتے۔ گو وہ کسی ہی ناماعت
 انیشی و غلط فہمی پر مبنی ہو پھر بھی تو کچھ نہ کچھ باعث رحمت ضرور ہوتا۔ ہمارے ان جوشیلے مغلوب الغیظ
 بھائیوں نے مخالف واقعات سے چشم پوشی کر کے سچی باتوں اور مسلمانوں کی دینی و دنیاوی بھلائی کی
 تدبیروں پر پانی پھیرنا شروع کر دیا ہے اور انہیں بھی سے سمجھتے ہیں کہ ہم بہت بڑا مذہبی کام کر رہے ہیں
 بھائیو! تمہارا ایسا کدنا اور سمجھنا تو جب ہی درست و مفید ہو سکتا تھا کہ چلتے ہوئے کام میں ان کا
 لگانے کے بدلے تم خود بھی کام کرنے کی کوئی اچھی صورت اختیار کرتے۔ تمہاری ان اسلام کش
 تدبیروں اور غویانہ تحریروں سے سوا اس کے کہ اسلام کی رسوائی اور مسلمانوں کی جگہ ہنسائی ہو
 اور مسلمان رہے سے طبق دنیا سے مٹ جائیں۔ اگرچہ میں بھی تو معاذ اللہ بنی اسرائیل کی طرح ضابط
 علیہم الذلۃ و المسکنة و الباء و الغضب من اللہ کا نو نہ بنکر نہایت ہی ذلیل ترین ممالک
 کینہ ترین زندگی بسر کریں۔ بھلا کوئی دوسرا فائدہ بھی تصور ہو سکتا ہے۔

ہماری بڑی آزمودنی خواہش تو اب بھی یہی ہے کہ آپ کے قول کے مطابق جب ہمارے علمائے شائع
 کے مقابلے میں آپ کے علمائے شائع کی تعداد بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے تو پھر اندیشہ کس بات کا ہے آپ ان
 جہ حضرات کو جمع کر کے اپنے ساتھ لیجیے اور مذاقہ العلماء کے سالانہ جلسے میں جو بھنگہ تعالیٰ عنقریب
 دارالسلطنت کھاتہ میں منعقد ہونے والا ہے شریعت لاکرندۃ العلماء کے امان بنیے۔ اپنے قدم پستے قوم
 سے ہم ناجیہ شستا قانیت کی عزت و آبرو بڑھائیے۔ ہمارا اجلاسوں میں شریک ہو جیے جو کچھ کاروائی
 ہم لوگ کریں صبر و سکون کے ساتھ؛ سکودیکھیے۔ فکر و تدبیر سے کام لیجیے اور نیک نیتی سے اس کی غرض و
 غایت کو پہنچیے۔ اس طرح سوچنے سمجھنے کے بعد اگر آپ ہمارے ساتھ ہمارے کاموں میں اتفاق کریں تو ہم
 بالفرض اگر آپ کو ہمارے ساتھ نیک نیتی و صلہ انیشی سے کسی قسم کے اختلاف کرنے کی معقول وجہ
 نظر آئے اور ہم لوگوں کو بہر خطا سمجھیں کیونکہ ہم لوگ بھی آخر آدمی ہی ہیں ممکن ہے کہ ہمیں بھی کسی قسم
 کی بھول چوک ہو جائے تو بیشک اس صورت میں آپ حق رکھتے ہیں کہ دنیاوی تہذیب شائستگی اور اخلاق
 محمدی کی رعایت ملحوظ رکھ کر پورے زور سے اختلاف کے دلائل و شواہد پیش کیجیے اور دنیا و دین دونوں کے

عام دستور کے مطابق کثرت لے سے اُس امر اختلافی کا قطعی فیصلہ کر لیے اور بنی طور پر طعن ہو کر نازل جاتا ہے ہمارے شریک کاربن جاسیے۔ یہ صورت تو اتفاق کے ساتھ مل بیٹھنے اور مل جل کر کام کرنے کی ہے لیکن اگر اُن نعمتوں اور برکتوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل و اتفاق کے ساتھ دیا ہے کیا ہے اپنے آپ کو اور دوسرے بھائیوں کو متبع کرنا مقصود نہیں۔ اور مذکورہ اہل علم کے سوا دوسرے علم پر کبر و کبریت "مَنْ شَدَّكَ" کے وعید شدید کو نظر انداز کرنا مکرور غلطی ہے تو غیر ہم مرقہ اہل علم کی دینی اور اسلامی جماعت کی طرف باجبار و اکراہ آپ کو متوجہ کرنا بھی نہیں چاہیے۔ کیونکہ جو کام بالخصوص دین کا کام خوشدلی و رضامندی سے ہونا سبب سکوڑ برکتی اور دنیا کا دھینگے سے کیا واسطہ لَا اَکْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الشَّدُّ مِنَ الْعَجِيْ اچھا آپ جاسیے اور آپ کا کام لیکن یاد رہے کہ مسلمانوں کی ایسی نازک حالت میں یہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی سبھی علم پر پختا اور اپنے ہم عقیدہ و ہم مشرب یعنی بھائیوں سے ترک تعلقات کر کے یہ ڈھائی چانول کی ہنٹیا انگلیاں جھٹھانا ہرگز ہرگز نہ ہوگا اور کبھی بھی کسی عنوان راس نہیں آئیگا۔ ویکھو! آگے چل کر کچھ دنوں بعد ضرور پختا و گے اور ہرگز آگے نہ بڑھیں گے کیونکہ اختلاف اعتزال کی یہ چال جو آپ لوگ چل رہے ہیں قطع نظر اس سے کہ وہ خدا و رسول اور سلف صالحین کے بالکل خلاف ہے رتقار زمانہ کے بھی کسی طرح متوازی نہیں۔ اور زمانہ کی مخالفت بھائیو! یاد رکھو عین خدا کی مخالفت ہے کہ اِنَّ الدَّهْرَ هُوَ اللّٰهُ۔

آج سے برسوں ہوئے جو بین دنیا کے بہت سے تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مصداق گونا گوں کے بعد اب میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ خوشدلی کے ساتھ کاغذ کے میان میں قلم کے گھسٹو ڈوٹاؤں لیکن مسلمانوں کی حالت زار جو مدت دراز سے میں دیکھ رہا تھا اس کے دیکھنے اس وقت جنگو سے زیادہ چھین کر دیا یہی قومی درد اور اسلامی سوز و گداز ہے جسے مجھ جیسے انکار فہم سے اس ماہ شور شراب و اغتشاش میں یہ چند صفحے درد کو بھرے ہوئے لکھوا دیے۔ جنگو امیج ہے کہ قوم کے درد مند جو خدا و رسول کا پاس میں لحاظ کر کے امت مرحومہ کی اصلاح و خدمت گزاری چاہتے ہیں وہ درد مند نہ گاہے اس ناپسندیدہ تحریر کو پڑھیں گے اور غور سے پڑھیں گے۔

از سر بحث و سر کبرے نگاہ	در کتاب من مکن اسے مرد راہ
تا ز صد یک در د آرمی با ورم	از سر دروے نگہ کن دفتر م
کز سر دروے کن راین را نگاہ	گوے دولت آن بر و تاپیشگاه
در د باید در د کا رافت ادگی	در گزرا زراہمی وسادگی
ہر کہ در مان خواہا و جاننش مباد	ہر کہ را در ویست در ماننش مباد
تشنہ کوتا ابد تر سد ز آب	مرو باید تشنہ وسبے خورد و خواہا
از طریق عاشقی موئے نیافت	ہر کہ زین شیوہ سخن بوئے نیافت
وانکہ این در یافت بر خورد ارشد	ہر کہ این بر خواند مرد کا رشد
خاص را دادہ نصیب و عام را	این کتاب آرا نشست ایام را
خوش برون آید چو آتش از جباب	اگر چو سنج افسردہ دید این کتاب
زانکہ ہر دم بیشتر بخشد نصیب	در دمن خاصیت دارد عجیب
کے پسند دآن ثنا از من کسے	اگر شنائے ندوہ من گویم بسے
زانکہ پنهان نیست نور بدر من	لیک خود منصف شناسد قدر من

اس شریعہ بیانی کے بعد بچکواسپنے پروردگار رحم الراحمین کی ذات سے امید ہے کہ اس
 درد بھری سچی تحریر سے مسلمانوں کے دلوں میں قوم کا درد پھیلے گا اور ان کے سینوں میں
 نزوۃ العلیٰ حقانیت کا نوچکے گا۔ تعصب کی گھنگھور بلیان اتر جائیں گی اور ابر رحمت کی
 برکھا ہونے لگیں۔ قوم کے دل سے اتفاق و عناد کی کدورتیں دھل جائیں اور طبیعتوں
 میں صدق و صفائی روشنی آجائیں گی۔ اور قومی کام کو اپنا ذاتی کام سمجھ کر مسلمان تن من و دھن
 سے اُس میں شریک ہو گئے۔ رَبَّنَا قَبِّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

درو دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعنے کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیان

ندوة العلماء کی حقیقت و ماہیت اور اسکے باب میں بعض سادہ و سادہ وکج اندیش مسلمانوں کے تعصبات

ماشاء اللہ آٹھ نو سال کے عرصے سے ندوة العلماء اس باب میں پورے زور سے کوشش کر رہا ہے کہ جہاں
وفاقی اور فتنہ خیز مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تباہی کے بہت بڑے باعث اور اہل عقل و ادب
دانش سب کے نزدیک ملنے ہوئے اسباب ہیں جہاں تک بن پرے اُن کو دور کر کے مسلمانوں
میں عربی علوم دینیہ کا رواج دیا جائے۔ امور تعلیم اور طریقہ تعلیم میں جو تسلیم شدہ کمزوریاں ہیں اُن کو
رفع کر کے ایسے عمدہ اسباب اور ایسا مفید و آسان طریقہ تعلیم جاری کیا جائے جس سے بہت تھوڑی مدت
میں ان کو عربی زبان کے سمجھنے لکھنے اور پڑھنے میں ایسی مشاقق و مہارت پیدا ہو جائے کہ تین
برس کی تعلیم کے بعد وہ اُن کتابوں کو جو عقائد و اعمال و اخلاق و معاملات کے متعلق عربی زبان میں ہیں
بقدر ضرورت اچھی طرح سمجھ سکیں اور ساتھ ہی اس کے اُن کو علم حساب جغرافیہ تاریخ وغیرہ فنون
جو انگریزی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں کسی قدر زبان انگریزی کے ساتھ اس درجے تک پڑھاویے
جائیں کہ وہ اسکول میں داخل ہو کر میرے بہت پانچ چار سال کے اندر انٹرنس پاس کر لیں۔ اور
اس طرح عقائد و اعمال و اخلاق کی طرف سے مسلح و مطمئن ہو کر زمانے کی ضروریات کے مطابق
اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم حاصل کریں اور دنیاوی علوم و فنون اور دنیاوی رشد و ہدایت
کے ذریعے سے بوقت ضرورت یہ فضلاء قومی اسلام اور اہل اسلام کی پشت و پناہ بن سکیں۔

یہ منظر مگر ضروری و مفید طریقہ تعلیم مسلمانوں کے ان بچوں کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کے بزرگ و سرپرست چاہتے ہیں کہ اسلامی حیثیت شدہ عربی زبان کے ذریعے سے وہ اپنے بچوں کو بقدر ضرورت عقائد و اعمال و اخلاق کی طرف سے آراستہ و مضبوط کر کے باطنیان تمام ان کو انگریزی کی اعلیٰ تعلیم لائیں اس موقع پر ہم نہایت افسانوں میں اس قدر یاد دینا نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل اسلام یا غیر اہل اسلام میں سے جس کسی شخص کا خیال ہو کہ ندوۃ العلماء کے انوائس و مشائخ تعلیم زبان انگریزی کے مخالف یا تحصیل علوم جدیدہ مغربیہ کی منافی ہیں۔ وہ صاحب درحقیقت سخت افروغ و سناک غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان کی نسبت بے تکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ندوۃ العلماء کی حقیقت و ماہیت کے سمجھنے اور اس جامع البکات انجمن کے انوائس خاصہ پر غور کرنے میں نہایت کوتاہی و بے پروائی کو برتا ہے پس وہ تمام اہل انش اور جملہ اراکین بصیرت و عقلی العموم باشندگان ہند اور بالخصوص مسلمانوں کے تعلیمی اخلاقی تمدنی اور ملکی تعلقات سے بے تعلقی و بے رغبتی اور بے دلچسپی رکھتے ہیں اور ان معاملات پر غور و تدبر سے کام لیتے ہیں ان کو روحانی ذوق و وجدانی لطافت حاصل ہو سکتی ہے۔ عام اس سے کہ وہ کسی طبقے اور درجے کے لوگ کیوں نہ ہوں۔ حاکم ہوں یا محکوم۔ عالم ہوں یا غیر عالم۔ امیر ہوں یا غریب۔ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ وہ سب کے سب اس امر واقعی کو سمجھ لیں اور خوب بھی طرح سمجھ لیں۔ اور بدوین غافلہ اشتباہ یقین کر لیں کہ ندوۃ العلماء کے باب میں کسی نے اگر یہ توہم کیا کہ اسکے ارکان تعلیم زبان انگریزی کے دشمن اور تحصیل علوم جدیدہ مغربیہ کے راہزن ہیں تو ایسے غلط اندیش دوستوں کا یہ سمجھنا یا کہنا۔ ندوۃ العلماء کی نسبت سراسر بہتان عظیم اور نہایت دیکھ کا سورطن ہوگا۔ اس لیے ہم نہایت ادب سے صاحبوں کی خدمت میں بالعموم اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بالخصوص درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے نازیبا سورطن کا اپنے آپ کو مرکب نہ بنائیں کیونکہ بدگمانی اور اتہام بازی ہی نہیں کہ بہت بڑی صفت مذموم ہے بلکہ یقیناً داخل منہیات شرعی اور موجب ارتکاب عصیت ہے۔ اسے عقلی والدو انگاہ سے بچو اور خدا کے عذاب سے بھاگو۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ يَّقِينَا نَحْنُ كَوْنًا** اندیشی ہے ہمارے ان بھائیوں کی جو یہ سمجھتے ہیں کہ

ندوة العلماء کی تعلیمی کوششوں سے اُس انگریزی سلسلہ تعلیم کو جو آج کل ہندوستان کے اسکولوں
یا کالجوں میں رائج ہے کسی طرح کا حدمہ پہنچنے والا ہے اب اس بیان واقعات و اظہار خیالات
کے بعد مذکورہ بالا قسم کے نادان دوست ندوہ کی حقیقت حال کو سمجھ کر ان توہمات سے اپنے
دل و دماغ کو پاک صاف کر لیں۔ اویقین جانیں اور یاد رکھیں کہ ندوة العلماء تعلیم زبان انگریزی
کامعین و حامی اور ترویج علوم و السنہ غربیہ کا دل و جان سے موید و مددگار ہے چنانچہ عملی
ثبوت اس واقعہ نقض لامری کا اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ندوة العلماء نے خود اپنے
دارالعلوم میں عربی کے ساتھ ساتھ تعلیم زبان انگریزی کو بھی جاری کر دیا ہے اور اس طرح اس
جدید و مفید طریقہ تعلیم سے اشاعت تعلیم انگریزی کے دوسرے کو جواب تک علیہ العموم اسکولوں ہی
تک محدود تھا عربی خوان طالب العلوم کو انگریزی پڑھا کر اور بھی زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ یہاں
تک جو کچھ بیان ہوا وہ دارالعلوم کے اُن طلبہ سے متعلق ہے جن کو دارالعلوم میں صرف تین برس
پڑھنا اور اسکے بعد انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں داخل ہو کر اعلیٰ درجہ کی دنیاوی تعلیم حاصل
کرنا مقصود ہے رہے وہ طالب العلم جو دنیاوی علوم و فنون کے متعلق ضروری واقفیت حاصل
کرنے کے علاوہ علوم دینیہ اسلامیہ کو زبان عربی درجہ تکمیل اور تہ فضیلت تک پہنچانا چاہتے ہیں
اُن پر لازم ہو گا کہ ندوة العلماء کے دارالعلوم میں مذکورہ بالا تین سال کے بعد یا سچ سال تک
اور پھر پینے داخل ہونے کے بعد سے لیکر کل آٹھ سال تک دارالعلوم میں تحصیل علوم دینیہ کر سکیں
رہیں۔ پس جو طلبہ دارالعلوم ندوة العلماء میں اس طرح برابر آٹھ سال تک تعلیم پائیں گے وہ نہ انعام
کے فضل و کرم سے امید قوی ہے کہ علوم دینیہ اسلامیہ کے متعلق انشاء اللہ العزیز کل آٹھ سال کے
عرصے میں فضیلت و کمال کا وہ درجہ حاصل کر سکیں گے۔ جو دیگر مدارس عربیہ میں دس بارہ بارہ
برس تک پڑھتے رہنے سے بھی علی العلوم اُن کو حاصل نہیں ہوتا۔ مزید برآں جو طالب العلم یہ چاہیں
کہ کسی فن میں مثلاً تفسیر قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ سیر۔ و تواریخ یا علم کلام وغیرہ میں اعلیٰ
درجے کا فضل و کمال پیدا کریں اُن کو ان آٹھ سال کے علاوہ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے دوا

نکاد بھی دارالعلوم میں رہنا چاہتا کہ اس دو سال کی مدت میں وہ اپنے پسندیدہ فن خاص کے متعلق
 اعلیٰ درجے کی بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ اور وہاں کے علمائے موجودہ کے ساتھ آزاد دی بحث
 و مباحثہ کر کے اس ایک فن میں نہایت درجے کا توغّل و تبحر پیدا کر لیں اور اس طرح علوم دینیہ اسلامیہ
 میں ذرہ کمال کو پہنچ کر وہ دنیاوی علوم کے اُن فضلاء کی جماعت کے ساتھ ساتھ جو زبان انگریزی اعلیٰ
 درجے کی تعلیم حاصل کر سکیں یہ علمائے علوم دینیہ بھی اپنے مذہبی فضل و کمال شری صلاح و سداد اور اسلامی
 تقدس و عبادت کے وسیلے سے ملت ہندوستان کے شریعت و شریعت کے شریعت (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام)
 کی نصرت و حمایت فرمائے۔ اور مسلمانوں کے دل و دماغ تک و حافی پر کثرت اور قلبی روشنیوں کا بارک
 اثر پہنچاتے رہیں گے۔ پس یہ تو پہلا سبب ہے مسلمانوں کی دینی تباہی اور دینی مذلت کا جس کے ازالہ و
 استیصال کے متعلق مدوۃ العلمائے اشاعت علوم دینیہ اصلاح طریقہ و تعلیم عربیہ کو اپنا مقصد اول
 ٹھہر کر اس سامان کا اہتمام کیا ہے جس کا مختصر سہ ماہی ہم نے اوپر بیان کیا ہے بے شک اس میں
 کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اگر خدا اور رسول کے بتائے ہوئے
 اسلامی اتحاد اور قومی محبت کو پیش نظر رکھ کر فیاضانہ ہمدردی کا ثبوت دیا اور دین و دنیا دونوں کے
 اعتبار سے مسلمانوں کی علمی اصلاح اور اخلاقی درستی کا بھاری اہم جو مدوۃ العلمائے اپنے ذمہ لیا ہے
 قوم مذہبی و فلاح جو ملک کے اس میں مدد کی تو بلا ریب با عظمت نہایت آسانی سے اور حسن اسلوب کے ساتھ
 بہت کچھ کیا ہو جائے گا بارہ و سر اس سبب جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کے حسن معاشرت کو
 بالکل زیر و بر کر ڈالا ہے وہ مسلمانوں کا اعلیٰ العزم اور مسلمانوں کے علما کا بالخصوص باہمی اتفاق و
 عناوہ ہے جس کی گفتہ بیناتیں یہ ہیں اور انچہ یہ مسلمان آبادیوں میں دن رات دیکھنے و سننے
 اور پڑھنے میں آتی۔ یہی ہیں پس قومی تباہی و مذلت کے اس دوسرے تسلیم شدہ سبب بھی مدوۃ العلمائے
 نے پیش نظر رکھ کر اس کے قلع و قمع کرنے کو اپنا دوسرا مقصد بنایا اور اس نیک مقصد کے حاصل کرنے کے
 لئے بوجہ تباد و ترمیم ہر بات سمجھیں اُن سبب میں ہم اور نہایت ضروری اس امر کو پایا کہ سب سے پہلے مدوۃ
 علمائے اس مقصد علم کے متعلق رشتہ دہانی اور سلسلہ جنبانی کا ہونا واجبات سے ہے مگر عکس آمد

اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ علما کے پیدا کئے ہوئے متعدد فرقوں میں ندری فروع کے متعلق اختلاف
 و نزاعات کا بوجھ سخت کسا ہوا ہے خود علما ہی قوم کے حال زار پر رحم فرما کے ازراہ اخلاق مجری اس
 کو سید قدر و عید اکر دین۔ اور مذہبی تعلیم اور نبوی تربیت اور مصطفوی اخلاق و معاشرت کے کثیر النعمان
 ہمیشہ بہانوں کو جو قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے حالات ستودہ صفات میں جا بجا ملتے ہیں
 فیہم العین رکھ کر ان اصول ربانی و قواعد حقانی کے لائق اتباع مجموعے کو جو مسلمانوں کے ان نام نہا
 فخرت فرقوں میں یقیناً امور مابہ لاشترک ہیں اپنا اسلامی شیوہ اور قومی دستور العمل بنالیں تاکہ
 ان جزئی و فردوی اختلافات کی بنا پر تمام جماعت اسلامیہ میں جو بوضیعت آئین و تباہی انجام فرماتا
 جنگلے شے، بیلا کھیری نکالی گلوچ جوتی پیزار مار گٹائی اور فوجباری عدالتوں میں مقدمہ
 بازی نرفکھ انواع و اقسام کے ناشدنی فسادات و نزاعات ہوتے رہتے ہیں اور جن کے سبب سے
 مسلمانوں کی قومی عزت پر بار مجموعی و قارندارد اور اسلامی شان و عظمت نیست و نابود ہوتی چلی
 جاری ہے اُن کا دروازہ بند ہو جائے۔ چنانچہ علما نے ربانی میں سے جن ہر گونہ نے استغنی
 کی دنگ گاتی ہوئی دیوار کو اس خطرناک کمزور حالت میں پایا۔ خدا تعالیٰ کا خوف اور رسول مقبول
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کا دیرا ان کے سینوں میں جو نشہ ہوا اور انہوں نے انکام
 غلو و غمی اور ہایات نبوی اور شامک مصطفوی کا ادب اختصاص کر کے نفسانی جذبات اور شہوانی تحریکات
 کے بھڑکنے ہوئے شعلوں تعلیمات احمدی اور اخلاق احمدی کا بانی ڈال دیا۔ اور اس طرح طبیعتوں کو
 نفع اور مزاجوں کو دھما کر کے قومی فلاح و بہبود اور اسلامی تعلیم و تربیت کے میدان میں وہ بھی
 مصلحان قوم و عوامان است مرحومہ کی آواز پر لبیک سودیک کہتے ہوئے چل پڑے۔ اور ملک کے
 اطراف و جانب سے روانہ ہو کر ایک مقام پر اکٹھے ہو گئے جہاں ان افراد منتشر نے ایک صورت اختیار
 پیدا کر لی۔ اور اس کا نام نامی ندوة العلماء قرار پایا پس اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ
 علمائے ربانی کا یہ ہمایوں مجمع نہایت کامیابی اور نیک مرام کے ساتھ اسلام اور اسلامیوں کی سچی خدمت
 و نصرت اور علوم حدیث اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں دل و جان سے سرگرم ہے مگر ملین اس خوشی

کے ساتھ کسی قدر افسوس بھی ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بعض دینی بھائیوں نے جو ہم ناپیر و
 نگہ کار بندوں کو طرح طرح کے نازیبا القاب و ناشدنی کلمات سے یاد کرتے ہیں اسلام کے مخالفوں
 و معارف اور مسلمانوں کی دینی ضروریات اور دنیوی حاجات سے بالکل چشم پوشی کر لی۔ اور نفس
 کے سرکش گھوڑے کو ہوا ہوس کے میدان میں ان بزرگواروں نے ایسا بگاڑ چھوڑ دیا کہ الامان و تحفظ
 خلاف ادب و حکم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے یہ دینی برادران تحرم یا محضی بزرگان با شتم ان واقعات
 نفس الامری سے ناواقف ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں بلکہ پانچ چار کو تو جلد سے بھی بین کہ واقعی وہ درج
 تدریس کے فاضل و پکے معلمین کتابی ہیں اور ان کے صاحب علم ہونے میں ہلکے ذرا بھی حکام نہیں مگر
 افسوس تو اس امر کا ہے کہ کتب درسیہ کے الفاظ و عبارات میں مفہومات و معانی کے جو غواض و ہرار
 ہیں ان پر فکر و تدبر سے کام لینے کا موقع ان بزرگوں کو نہیں ملا۔ کیونکہ ہمارے یہ تقدس پناہ
 حضرت خدا کے عاجز و حقیر بندوں کی تجسس و تمسق اور مسلمانوں کی تفسیق و تکفیر میں رسالہ بازیان
 اور گویہ افشانیان کرنے ہی سے فرصت نہیں پاتے۔ پس جو انسان اللہ کے پیچے بندوں کو احمق
 و جاہل اور اپنے پکے مسلمان بھائیوں کو دیدہ و دانستہ محض تفسانیت و استکبار سے فاسق و کافر
 بنانے کے فکر و اندیشہ میں شبے روز ڈوبا رہے اُس کو تھائی جلودن کی نورانیت اور ربانی فیوض
 سے روحانیت کس طرح میسر ہو سکتی ہے واقعی کہنے والے نے سچ کہا ہے
 کہ انسان جس دُھن میں لگا رہتا ہے اُسکے ظاہر و باطن اور حال و قال پر اُسی کا رنگ چڑھ جاتا ہے
 بے شک اخلاق کی تعلیم نہایت سچی اور پکی ہے
 کہ جو انسان نیکی اور خوبی کا رنگ اپنے دل و دماغ پر چڑھانا چاہتا ہے اُس کو لازم و مناسب ہے
 کہ ہر طرح کی خوبیاں اور محاسن اپنے دل و دماغ کے سامنے موجود و قائم رکھے اور کسی وقت اپنے
 قوائے تصرف کو اُن کے تصور اور روح و قلب کو اُن کی روحانیت و نورانی فیض سے معطل دے
 بہرہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جس شے کا خیال و تصور انسان کے ذہن و حافظہ میں بسا رہتا ہے
 شہ و شہدہ وہی خیال و تصور اُس کے نفس پر منقوش و مرقوم ہو جاتا ہے اور پھر اس کیفیت پر

کے مطابق وہی طبعی رنگ و نفسی اثر اس کے تمام حرکات و سکنات اور اقوال و افعال میں سرایت کر جاتا ہے اور اس بلطبعی انسان کو محسوس تک نہیں ہوتا کیونکہ العادة كالطبيعة الثانية۔ اشعار

اولیٰ ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے	لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے
کب وہ گزرتے ہیں سرفراز گزراف سے	جن کی کہ آتش ناپ ہے زبان لام و کاف سے

غالباً اسی قسم کے وجوہات ہیں جن کی بنا پر ہمارے چند دینی بھائیوں سے مذہبی امور میں بعض متعلق و واقعات کی نسبت چند در چند غلط فہمیاں غلط اندیشیاں اور غلط بیانیان ظہور میں آ رہی ہیں لیکن باوجود ان باتوں کے کہ ہمارے یہ دینی بھائی ندوۃ العلماء اور اُس کے سچے حامیوں قتال مضل بدویات۔ فاسق۔ مرتد۔ بے ایمان۔ زندق۔ ملحد۔ کافر۔ جہنمی۔ اور اسی قسم کے انصاف پر عتاب سے یاد کرتے ہیں اور اپنے خیال و کوشش کے مطابق اُن دیندار سچے سچے مسلمانوں کو جن میں علماء صلحا۔ اقلیاء۔ سادات عظام۔ مشائخ کرام یعنی ہر طبقہ اور ہر درجہ کے مسلم و مومن داخل ہیں رحمت باری سے محروم رکھنا چاہتے اور اللہ کے ان نیک بندوں کا ٹھکانہ اور سرخ ہی میں بنانا پسند کرتے ہیں تاہم ندوۃ العلماء کے اکابر اراکین ابو اُن کے اتباع و اقتداء سے ندوہ کے جہاد خدام ہوا خواہ ان کا ہر سر پر فرقہ باری عزائمیں لیل و نهار علی العموم فرائض پنجگانہ کے بعد یہی دعا کرتا ہے رَبَّنَا اِنْفِکْ یٰکُنَّا وَ بَیْنَہُمْ وَنَا اِلٰہِکُمْ رَبِّ اٰہِدِ قَوْمِیْ اِلَیْہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ خیر وہ جو چاہیں سو لکھن یا کہتے پھر میں ہم کو اپنے ان ناجائز بھائیوں سے چند ان شکایت نہیں ہمارا مقولہ تو یہ ہے۔ شعر

دستم کا کبھی شکوہ نہ کر م کی خواہش	دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے
------------------------------------	---

اس لئے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے ان دینی بھائیوں کے بگڑ جانے اُن کے روٹھ بیٹھنے اور بگڑا رہنے کا سخت قلق و ملال ہے وجہ یہ ہے کہ گو وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں اور ہم کو کتنا ہی برا اور بدتر از بدترین سمجھتے لکھتے اور کہتے پھر میں آخر کو تو ہمارے بھائی ہیں۔ قطع نظر معدودہ چند اختلافات کے جو انہوں نے زبردستی نکال کھڑے کئے ہیں۔ اُن کے ہمارے درمیان

بے انتہا وجہ اتحاد و ارتباط کے پایہ جاتے ہیں دیکھو ان عالم آشکار و احوالات سے کس ہوش مند کو
 انکار ہو سکتا ہے کہ ہم اور یہ دونوں ایک ہی اللہ رب العالمین مالک و المیزان اور قادر علی الاطلاق کی
 پسند کی مہیوں مخلوق اور علی العزم بہت کچھ علیٰ علیی شکل و صورت کے بنائے ہوئے بندے ہیں۔
 ہمارا اور ان کا طرز ماند و بود ایک دوسرے سے مشابہ ہے رہنے سہنے کھانسنے پہننے شنائی یہاں سرسبز
 جینے کے دستور آپس میں بالکل یکساں ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں ایک ہی ان باب کی اولاد یعنی آدم
 و حوا کے سلسلہ نسب میں مسلسل ہیں اور ہم اور وہ دونوں ایک ہی طرح کے آدمی کہتے اور کہلاتے ہیں۔
 ایک ہی زمین پر ہم اور وہ دونوں چلتے بھرتے اور ایک ہی آسمان کے تلے بستے بساتے ہیں۔ ایک ہی
 سورج سے گرمی اور ایک ہی چاند سے روشنی لیتے ہیں۔ ایک ہی خدا کا یہ کیا ہوا پالی پیتے
 اور ایک ہی مالک کی چھائی ہوئی سوا کا استنشا ق کرتے ہیں غرض کسان نکمے جو درمباد و سبب
 اتحاد کی گنتی گردن۔ بھلا اور تو اور ایک ہی حاکم کے ماتحت اور ایک ہی گرفتار کی ہم اور وہ دونوں عتبات
 ہیں اور اور نظامیہ کے لحاظ سے ایک ہی قانون کے ہم اور وہ دونوں پابند ہیں۔ اور جب سرکار برطانیہ کی ہلازی
 میں سید امین و ایمان اور الہی انراوی دیکھی ہو کہ ہم اور وہ دونوں مذہبی فرائض کے ادا کرنے اور اسلامی عرسات
 کے بحالانے میں پوری طرح سے عاجز و مختار ہیں تو کیا اسلامی تعلیم اور مذہبی انسانیت کے لئے اسے ہمارا
 اور ان کا دونوں کا ایک ہی طرح کا فرض نہیں ہے کہ ہم اور وہ دونوں حکام وقت کے دل سے غیر خواہ
 انکی برکات یا مصلحت کے بغوی متنع ہوئیے پوری خواہشیں زمین۔ انتظامی امور میں جہاں کو ہیں اور
 جس کچھ میں وہ ہر طور سے ہم اور وہ دونوں سرکار کے حین و مددگار بن جائیں ان سے انسانی
 محبت رکھیں۔ اس کے ساتھ اس کے بیٹھے اور ملے جہتے ہیں اس اخلاق و مدارات کا پورا پورا ابرا و کریں
 جو ہمارے ہادی برحق و سرمد کامل جناب سالار مہدی اللہ علیہ وسلم نے قوی نصیحت اور علی طریقہ سے
 ہم مسلمانوں کو تعلیم فرمایا ہے کیا ہمارے ساتھ وہ بھی اس امر پر توجہ نہیں ہو سکتے کہ جن حکام
 والا مقام نہج بعیت رہنا ہونے کے ہم لوگوں کے واسطے طرح طرح کے کسانشین اور رنگ
 رنگ کی سہولتیں بہم پہنچا رکھی ہیں۔ باعتبار سچے مسلمان اور بچے محمدی ہونے کے ہم اور وہ دونوں

حاکمان وقت کے دل سے شکر گزار اور زبان سے منت پذیر رہیں ان کی تعظیم و تکریم کریں اور ان
 امور میں جو خلاف شریعت اور مذہبی مداخلت (تنبہ کی نسبت سرکار کی طرف کسی قسم کا لگانا بھی نہیں
 ہو سکتا) کے انہوں خوش دلی سے اُنکے فرمان بردار بنے رہیں۔ پس ایسی دنیاوی نعمتوں اور مادی
 آراؤں کے ہوتے ہوئے کیا عقل جائز رکھتی ہے کہ خدا انکو استہتم یا وہ کوئی بھی اس حدیث صحیحہ کا مصداق

تھمیرے لایشکر اللہ من لایشکر الناس۔ (ظہم)

اداکر تائید جو شکر یزدان	کہ شکر انسان کا شکر خدا ہے	نہیں کرتا جو کوئی شکر انسان
سنجھ لو برین اس سے جدا ہے	حقیقت میں ہے فضل یزدانی	اگر پہنچے تجھے نعمت کسی سے
کہ دی لو اسطافہ سے تجھ کو	حقیقت میں کہو گے شکر بق تم	یہ سمجھ گا جسے کچھ بھی سمجھ ہو
نظارہ کر جو ہو گا شکر مردم	کبھی اس سے نہیں عقلت مناسب	خدا کا شکر ہر اک پر ہے واجب
زیادہ شکر سے ہوتی ہے نعمت	ذرا اس کو سمجھنا دل انگا کر	یہ بھی یا بہن ای پاکیزہ گوہر
خدا کا شکر بھی اس سے نہ ہو گا	غرض جاتی رہی اس سکھو دوست	نہیں کرتا یہ جو شکر آدمی کا
ہوئی احسان نہ ہوئی عداوت	کر گیا وہ مقرر شکر یزدان	اگر مانا کسی نے حق انسان
ذرا مانا کرو احسان و مست		کبھی اچھا نہیں کہن ان نعمت

اگرچہ یہ امور سراسر تسلیم اسلامی کے مطابق ہیں لیکن پھر بھی کہا جاسکتا
 کہ انکا تعلق زیادہ تر دنیا اور اہل دنیا سے ہے۔ اس میں ہماری اور انکی ہی خصوصیت نہیں بلکہ دنیا
 جہان کے سارے انسانوں میں یہ امور قد مشترک ہیں۔ اس قول کو بیشک بحکم بھی پسرخم قبول کرتے
 ہیں اور اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتے لیکن اشاعر نے بغیر یہی نہیں رہ سکتے کہ جس
 خدا نے اپنی شان و بجا العالیہ کے انہما را و جس رسول نے اپنی صفت رحمتہ للعالمین کے اثبات میں
 تمام افراد انسانی کے درمیان عام اسے کہ وہ فرمان بردار ہوں یا نافرمان یا مسلم ہوں یا غیر مسلم اس قدر
 وجہ ارتباط و اسباب اتحاد پیدا کر رکھے ہوں بھلا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسے واسع الرحمتہ خدا اور ایسے
 عظیم الاشفاق بغیر بے ثمن انسانوں کے لئے بادل و جان سے ایسے خدا کے رحم کی پچی تصدیق کرنے
 والے اور ایسے نبی کریم کی شہادت دے والے ہوں روابط اتحاد و علائق ارتباط کو کوئی پامال و

مستقل سلسلہ نہ قائم کیا ہو۔ قطعہ

اے کریمیکہ کہ از نرا نہ غیب	گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را کجا کئی محرم و م	تو کہ بادشمنان نظر داری

پس خدا اور خدا کے رسول دونوں نے اپنے مطیع بندوں اور مجیب امتیوں کے لئے بیانتہا رشتہ جوڑے اور بے شمار ناطے قائم کئے ہیں۔ اور یہ اسلامی روابط کا جوڑ بند ایسے زبردست اور مضبوط قانون ہے سچی کر دیا گیا ہے کہ کسی انسان کے ڈھیلے کے ڈھیلے نہیں ہو سکتا لیجئے کہنے والوں کے خیال کے مطابق اُن دنیاوی رشتوں کے علاوہ جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں ذیل میں بہت کچھ انصرار کے ساتھ ہم دنیا بہان کے تمام مسلمانوں کے درمیان اُن وجود ارتباط و روابط اتحاد کو بھی عرض کئے دیتے ہیں جو سلسلہ دینی اور قابلہٴ اسلامی ہیں

کیا اس میں کسی نوع کا شک ہے؟ کہ روئے زمین کے سارے مسلمانوں کی طرح ہم اور ہمارے جدوی بھائی ایک خدا کے واحد لاشریک۔ خالق الارض و السموات کے بندے ہیں اُسی کو اپنا معبود حقیقی سمجھتے ہیں۔ یقیناً وہ اللہ متبع جمیع صفات کمالیہ ہے۔ جو کچھ ہے اُسی کا ہے اُسی سے ہے اور جو کچھ ہو اُسی کے واسطے ہونا بھی چاہیے۔ ہر چیز کی جو اجزائے کائنات میں داخل ہے۔ ابتدا اور انتہا اُسی ہی کی جانب سے اور اُسی ہی کی طرف ہے۔

خداوند بخشنده دستگیر	کریم خطا بخش پورشش پذیر	غریبے کہ از درگش سر یافت
بہر در کہ شدید عزت یافت	سربادشاهان گردن فرار	بدرگاہ او بر زمین نیاز
نہ گردن کنان را بگیرد بفور	نہ عذراوران را براند بجور	و خوشم گیرد بگردار زشت
جو باز آید ماجرا و نوشت	دو کونش یکے قطرہ در بحر علم	گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم
ادیم زمین سفرہ عام و ست	چو دشمن برین خوان نیما چو دست	اگر بجفا پیشہ بشتافتے
کہ از دست قمرش مان یافتے	بری ذاتش از تہمت ضد و حس	غنی ملکش از طاعت جن و انس
پرستار امرش ہمہ چیز و کس	بنی ادم و مرغ و مور و مگس	لطیف و کرم گستر و کار ساز

کردارے خلق است و دانے راز	مراور رسد کبریا و منی	که ملکش قدیم است و دانش غنی
پس پرده بیند عمل باے بد	همو پرده پوشد بالائے خود	فروماندگان را بهجت قریب
تضرع کنان را به عت مجیب	بر احوال نا بوده علمش بصیر	باسرار نا گفته لطفش خبیر
بقدرت نگیرد اربال او شیب	خداوند دیوان روز حسیب	یستغنی از طاعتش بیست کس
ببر حرف و جائے انگشت کس	جهان تنفق بر آیتش	فروماندہ در کمنہ حاجتش
بشمار اوراے جدالش نیافت	بعصر متماے هالش نیافت	نداد رکب در کمنہ ذاتش رسد
نه فکر ت بغوص هاتش رسد	بلاشبہ ہم اور وہ دونو ایک بنی اتی و رسول بر حق بیخه خباب احمد	

حاجی محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ آوہ و آحابہ وسلم کی امت میں داخل ہیں۔ اور جو کچھ انکلام وہ ربہ ذوالمنن کی طرف سے بندوکی ہدایت کے واسطے لیکر آئے ان سب کو عرف بحرف سچا جانتے اور ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

نظم

کریم السما یا جمیل الشیم	نبی البر یا اسفیج الام	الام رسلن میشواسے سبیل
امین خدا صبط جبے نل	شفیع الوری خواجہ بعث و نشر	اعام الہدیٰ صد دیوان عشر
کلیچہ کہ چرخ فلک طواروست	ہمہ نور ہا پر تو نور اوست	یتیمہ کہ نا کردہ قرآن درست
کستفانہ چند ملت بست	چو غمش پر اصیحت شیریم	بمعجز میان قمر زد و نیم
چو پیش در افواہ دنیا فساد	تزلزل در ایوان کسبہ فساد	بلا کلمات لالت بشت خود
باغ از دین آب غزی سبرد	ندازلات و عزای بر آورد گرد	کہ توریت و انجیل منسج کرد
چنان گرم در تیرہ قربت براند	کہ در سدرہ جبریل از د باز ماند	ماند بصیان کسی در گرد
کہ اندچنین سید پیش رو	چو نعت پسندیدہ گویم ترا	علیک السلام کے نامی اور علی

درود ملک بروان تو باد براصحاب و پیروان تو باد

ایہ جناب سالک کباب در جل انہیا و مرسلین علی نبینا وعلیم الصلوۃ و السلام کے بعد سلامت و رحمت میں لکھا
راشدین و آحاد کہ ہم رضی اللہ عنہم کیا ہمارے اور تمہارے بیٹے دنیا جہان کے کھل سلمانوں کے ہیں شیوا کی عظیم

انور یزیدگان ذوی الاحترام نہیں ہیں جن کے صدقہ میں روئے زمین کے سارے مسلمانوں کو جو آغاز اسلام لیکر اس وقت تک دنیا میں گزر چکا اور جو اب بھی موجود ہیں مومن بننے اور مسلم کہلائے جانے کا شرف سعادت حاصل ہوا ہے اور تاقیام قیامت جب تک انسان کی نفس جلتی ہے یہ سلسلہ برابر باقی رہے گا زمین کے پردہ پر ایسا کوئی مسلمان نہ تو گزرا ہے اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے جو خلفائے راشدین اور مجاہد صحابہ کرام کے بار احسان سے سبکدش اور انکی منت پذیریری و شکرگزاری سے عہدہ برآ ہو سکے بے شک بدنہاد و ناسیاس ہے وہ دل جو ان سب بزرگوں کا عظام احترام نکے۔ اور یقیناً خاتمِ خاسر ہے وہ کوہِ باطن جو انکی نسبت کی قسم کی بے ادبی کا خیال نہیں میں لاف و لہو دشمنِ قتال۔

نقطہ

دروازہ مصطفیٰ بزرگوار شش	کہ بودند از صحابہ اختیارش	نخستین و مہین صدیق اکبر
بہ علم او گشتہ بر اصحاب سرور	دو دم فاروق حق و باطل دین	کہ اسلام از وجودش یافت تمکین
سوم کان حیا و سلم عثمان	کہ او بد جامع آیات قرآن	چہارم مرتضائے یحییٰ بود
کہ شیخ اولیائے سرمد ابو	بدند اصحاب ہر یک سرودین	تہمت گشتہ یک یک رہبر دین
ہر ان یک را کہ تاج گشتی از جان	برو بے شک ترا بر راہ ایمان	برون کن از سر این باد مہوس را
مدان بہتر ازیشان - هیچ کسرا	کہ تا دینت بماند در سلامت	نیاید بر تو در عقبی ملاست

فرمانے کیا انہ اہل اطہار یعنی خاندانِ نبوی اور اسباطِ مصطفوی صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کا ہر ہر فرد اکمل وہ دیکھے ہوا اور گھر پر کیا نہیں ہے جتنے نام نامی اولوِ گرامی پر دنیا جہان کے سارے اہل سلام ہر زمانہ میں فدا ہونے کو تیار رہے اور اب بھی دنیا میں ہم تم کو تمام مسلمان گھر بار لٹائے بلکہ جی جان سے مرثیے کو موجود ہیں۔ کیا آلِ نبی و اولادِ علی (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) استعز کے وہ ترانے نہیں ہیں جنکی محبت اور یادگیری سے ہمارے تمہارے دنیا جہان کے مسلمانوں کا ایمان تازہ طرست تازہ اندوز اور روحِ فطرتِ کائنات ہوتی ہے۔ بے شک ان بزرگانِ باغداد و راویانِ حق کے کبر جمیل سے ہمارے تمہارے سب مسلمانوں کے گھر و کی رونق و زینت بڑھتی ہو و حقیقت اسلام کی عظمت شان دوبالا ہوتی ہے۔ ہر بلا و مہم جوہ دل جو ان کا والد و شہدائین اور تباہ موجود انسان ہر ایک کے فتنے و جھوٹ ہے۔ اے اللہ ہر مسلمان اور سب مسلمانوں کے طفل میں یہ بندہ ناچیز کترین

خدا علم الہیہ الہام رسید بولطف عصیان شعاران بزرگان با احترام و تقدیر این ذوی الاحشام کے سچے عشق و
 محبت میں جب تک کہ سچے اور ان ہی کے عشق و محبت میں رہے جبکہ مرے اور جب قبر سے اُٹھے تو محبت الہیہ کا
 سدا راہ ہو گا۔ آمین تم آمین سے خدا یا جو نبی فاطمہ کہ بر قول یا ان کم خاتمہ۔ اگر دعوتِ مردِ کنی و قبول۔
 من و دست و امان آل رسول۔ خدا کے واسطے ہمارے ہر ذی ہوائی انصاف کریں کہ کیا ہم اور وہ دونوں ایک ہی
 و اکبر خدا میں متعین و متعین کے دل جان سے شہر انہیں ہیں اور انکی تحقیقات ایضا اور تہ قیقات و حقیقہ سے
 مستفیض ہوئے کو اپنے لئے دو نوجوان کا خیر نہیں سمجھتے ہیں۔ کیا امام عالم خباب امام ابوحنیفہ کو فی حدیث اللہ علیہ
 ہمارے دو وہ دونوں اعظم الاممہ و سلطان المجتہدین نہیں سمجھتے اور ان کے مسائل فقہیہ و اجتہادات سنہ کو واجب
 واجب الاحکام و لائق تمسک نہیں جانتے ہیں کیا ہم میں اور ان میں سے کوئی ایک شخص ہی ایسا ہے جو علیہ السلام
 اجتہادات کے اپنے آپ کو کسی حنفی کہنے سے شرماتا ہو۔ بھائیو! ان ائمہ مجتہدین رسول اللہ علیہ السلام
 کی نسبت تو ہم ارکانِ ندوۃ العلماء میں ہر ایک تنفیض کا عقیدہ ہے جسکو ہمارے رب بطریق حضرت مولانا و غیر شہداء
 خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے شعرا ذیل میں نظم فرمایا ہے۔

ان امامانیکہ کردند اجتماع	رحمت حق بر روان جلد باد	بوصیفہ بود امام باصف
آن سراج استان مصطفیٰ	با فضل حق قرین جان او	شاد باد ارواح شاکر و ان او
صاحبش بویوسف قلہی شدہ	وز جود و المکن راضی شدہ	شامی ادریس و مالک باز فر
یافت دیشان دین امجدیہ فر	احمد صنبل کہ بود او مرد حق	در سہم چیز از ہمہ برد و مسبق

روح شان در صدر رحبت شاد باد	آقہ دین از علم شان آباد باد
بجلا از کین انظامیہ ندوۃ العلماء اور ہمارے جدوی جمالی کیا صوفیہ کلام و شایع عظیم کے سلالہ ربوبیت علی العموم کثیر الاشعار اسلئے نہیں رکھتے کیا ہم میں اور ان میں سے بہتے نقشبندی۔ کوئی قادری۔ کوئی چشتی۔ اور کوئی سہروردی نہیں ہے۔ کیا ان چاروں سلسلوں کے بزرگوں کو ہم اور وہ دونوں سلاکوں کے طریقت و عرفان معارف حقیقت باور کر کے ان مقبولانِ بارگاہِ اہدیٰ اور محبوبانِ حضرت محمدی سے علی حسب عقیدت روحانی برکتوں عرفانی ذخائر اور انواع و اقسام کے فیوض و انوار کا اقتساب نہیں کرتے	

کیا ہم میں اور تم میں دونوں طرف کثرت سے ایسے اللہ کے بندے نہیں ہے جنکے ناموں کے ساتھ ان ہی سلاسل ازلیہ
 کی نسبت فخر و مباہات کے طور پر تکرار جاتی ہے۔ غرض یہ خیالات و عقائد تو اسلاف متقدمین کے باب
 میں تھے جو ہمارے اور ہمارے جدوی بھائیوں کے درمیان باعتبار سنی مذہب جمع نے کے یقیناً امور بالائے تکرار
 ہیں اب ہے ہمارے اور انکے دونوں کے وہ بزرگان مشترک جو سابقین کے زمرہ علمائے متصفین میں داخل
 ہیں۔ سو انکی نسبت بھی جہاں تک کہ مشہور و متعارف ہے ہم میں اور ہمارے جدوی بھائیوں میں کوئی وجہ
 عدم تمام دونوں قدر ان ارتباط کی نہیں پائی جاتی۔ ہندوستان میں اشاعت علوم دینیہ و ترویج فنون آئینہ کے
 اعتبار سے خواص و عوام سب کے نزدیک کاچو۔ دلی اور لکھنؤ دونوں ایسے مقامات ہیں جو ہر زمانہ اور ہر عہد
 میں برابر معدن العلوم اور منبع الغنون رہے ہیں۔ ہر ایسے مولانا عبد نبلی بحر العلوم کا خاندان جن کے تحقیقات
 سب میں لکھنؤ سے رہتے چلے آئے ہیں۔ کیا ایسا زبردست نشانہ نہیں گزرا ہے جہاں سے علوم و فنون کا
 مروج اس دم و دھام ہوا کہ فضلاء ہند میں چھوٹا بڑا کوئی ایسا نہیں پیدا ہوا اور اس وقت موجود ہے
 جو اساتذہ لکھنؤ کے علمی افادات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ بہرہ اندوز ہو سلسلہ نظامیہ کے افادات سے ہم
 میں یا آپ میں کوئی شخص ہے جو کسی طرح کا انکار کر سکے؟ نہیں ایک بھی نہیں۔ بلکہ ہم اور آپ سب کے سب
 علمائے متصفین لکھنؤ کے احسانات گونا گوں سے اس قدر گراں بارست ہیں کہ دم بھر کے لئے بھی اس سے سبکدوش
 نہیں ہو سکتے۔ دور نہ جاؤ اور نہ نکور رہنے دو فقط مولانا مولوی محمد جمشید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مولوی محمد
 عبدالحی صاحب غفران مآب دونوں بزرگ ایسے عالم نودعی اور فاضل علمی گزرے ہیں کہ انکے نتائج تحقیقات سے
 ہم اور آپ سب کے سب نسیانیت نگر گزاری سے مستفید ہو رہے ہیں اور انکے سلسلہ تلمذ و نسبت شاگردی کو اپنے ہیستے
 پرستوں کا باعث سمجھتے ہیں۔ بھلا کیا آپ کو ہمارا ان خیالات کے جواز راہ عقیدت کشی ہے ان علماء لکھنؤ کے باجمین غلام
 کہہ میں کسی طرح کا اختلاف ہو سکتا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اگرچہ افسوس دیکھا جاتا کہ فاضل مولوی غفران نے اپنی گونا گوں طرحی تمہیدات
 دلی کے علماء عظام اور مشائخ کرام کی نسبت میں حیران ہوں کہ کیا لکھنؤ اور کرن فظوں میں لکھنؤ کیونکہ
 اباعن حدیث تہا پشت سے میں دلی کا رہنے والا ہوں جو کچھ لکھنؤ کا۔ واقفان حقیقت کے سو ممکن
 ہے کہ ہم کہیں لوگ سمجھیں کہ راقم جو کچھ خود دلی کا رہنے والا ہے۔ اپنے شہر کی مدح و ستائش اور جن علماء

و شائع ہو کر دلی سے علائقہ رہا ہے انگلی صفت و شاکر بنا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ دلی جیسا شہر ہو مقام اور وہاں کے جیسے علمائے نامدار و فضلاء عالی مقدار و نوالیسی جیسی لگی چیزیں نہیں ہے کہ وہ مجھ جیسے بچ میرے رشتہ و لیدہ بیان کی شاکرستی و اوصاف شکاری کی محتاج ہوں۔ کیا کسی اہل علم کو یہ تسلیم نہیں کہ فن حدیث کی خدمت و اشاعت سب سے پہلے تمام ہندوستان میں دلی ہی سے شروع ہوئی اور اس خدمت و اشاعت کا شرف تقدم حضرت مولانا شاہ عبداللہ علیہ السلام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کو حاصل رہا۔ ان کے بعد حضرت مولانا شاہ علیہ السلام دہلوی علیہ الرحمہ نقش بندی مجددی کے خاندان عالی میں کیسے کیسے تیرا بان و مہر و نشان پیدا ہوئے کہ انہوں نے اسلامی دنیا کے آسمان پر آفتاب ہاتھاب کی طرح روشن و نمودار ہو کر اپنے انوار علمی برکات و روحانی کی حیرت انگیز شعاعوں سے دنیا بھر میں چمکا چوند میں ڈال دیا۔ کیا کوئی شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ عرب و عجم کے جمیع علمائے متاخرین کی تصنیفات میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کی شروح موطا تعلیمات الدینیہ و حجتہ اللہ الباقی جیسی شے بشکل کتابین پائی جاتی ہیں ہندوستان میں ایسا کونسا خاندان ہے؟ جس نے ہمارے علمائے دہلی کے اس خاندان سے پہلے یا اس کے بعد کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کی ایسی زبردست فیض لگین خدمت و اشاعت کی ہو جیسے کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نقش بندی مجددی رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالغفر دہلوی رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ اور سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ نقش بندی مجددی رحمہ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے زمانوں میں درس و تدریس کے پائدار وسیلوں اور تصنیف و تالیف کے عالمگیر یوں سے کی ہے۔ یہاں علم سلوک و تصوف اسکی خدمت میں جو کچھ ان مصلحت کے لیے ہیں اور اس خصوص میں جو کچھ فیض سانیان اور عارفانہ سانیان اس سلسلہ میں خاص و عام پر ہر زمانہ میں ہوتی ہیں اور ما شاء اللہ اس وقت بھی ہو رہی ہیں۔ فرمائے بزرگان سلسلہ نقش بندیہ اور بزرگان سلسلہ چشتیہ کے جتنے نفوس قدسیہ و اجساد متبرکہ کہ کثرت سے ہماری دلی میں زیر زمین آسودہ ہیں اور زمین کے اندر ہی سے معتقدین و مستشرقین کو روحانی فیوض عرفانی برکات اور باطنی انوار سے مستفیض و مستلیم فرما رہے ہیں ہندوستان کے کسی دوسرے شہر

کو بھی یہ سعادت نصیب نہ ہو۔ کیا ہم میں اور تمہارے جمعی بھائیوں میں کوئی تنفس بھی ایسا ہے جو تھالوق و معارفہ کے ان چہرہ شہنشاہوں سے سربو اختلاف کر سکے اور ان کی عظمت و عظمت کو اپنے لئے مایہ افتخار و موجب سعادت نہ سمجھتا ہو۔ بھائیو! ہمارے تمہارے ظاہر و باطن کے ان تعلقات کی ناچھین دینا وہ بدست زنجیر بنی ہیں کہ تم کو کیا ہمارے تمہارے دونوں کے بزرگ ملک بھی ان میں جا کر ہو سکتا ہے۔ اور ذرا زمین اُکس سکتے۔ پھر تو کیا یہ انساک مشترک ہمارے تمہارے قلبی اتحاد اور روحی تڑپ کا باعث قوی نہیں ہو سکتا ہے۔ بے شک ہو سکتا ہے۔ اور ضرور ہو سکتا ہے بلکہ یقیناً ہے اور بار بار شبہ ہے اور ایسا پکا سچا اور مضبوط و مستحکم ہے کہ اُس کو زندہ کئے اور قائم رکھ کر بغیر ہم کو تم کو اب کسی کو چارہ نہیں۔ ہمارے سنی المذہب و علما و مشائخ کی جماعت میں ایک نہایت عظیم الشان اور بہت بڑا مقدس گروہ اُن علما سے نامدار و مشائخ ذی اقتدار کا ہے جن کے نفوس قدسیہ و ذوات فیض آیات کا تعلق سماپور و دیوبند سے ہے ان بزرگان اسلام میں جناب لانا مولوی احمد علی صاحب محدث سماپوری۔ جناب مولانا مولوی شیخ محمد صاحب جناب مولانا مولوی محمد ظفر صاحب۔ جناب مولانا مولوی احمد حسن صاحب نانوتوی مولائی استاد و حکیم امت جامع کمالات صوری و مدنی جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ مولائی وسیدی جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب جامع معقولات و منقولات فخر اقلیدس و نازش اسطو قبلہ و کعبہ جناب لانا مولوی سید احمد صاحب ہلوی بڑے نامی نامدار علما گزرے ہیں (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) یہ سب کے سب ہر قدر بالا القاب و علما و مشائخ ہیں کہ ہندوستان کے تمام سنی مسلمان ان حضرات کو اپنا پیشوا سمجھتے اور قندار مانتے ہیں اور مشہور علما سے موجودہ میں سے بہت سے ایسے نکلیں گے جنہوں نے ان حضرات میں کسی نہ کسی کے آگے زانوئے ادب ضرور طے کیا ہو گا اور ہم کارکنانِ ندوۃ العلماء میں سے تو ایک ہی اہل علم ایسا نہیں ہے جو اس گروہ علمائے ہر ایک کو اعلیٰ درجہ کی عظمت اور نہایت سے نہایت ادب کی نگاہ سے نہ دیکھتا ہو اور ان کے ساتھ حسن عقیدت نہ کرتا ہو۔ کیا ہمارے جدوی بھائی ان بلہ بزرگانِ کرام کو لائقِ تعظیم و قابلِ قدا نہیں

سمجھتے۔ یا ان میں کسی ایک کے نسبت بھی کسی قسم کا مذہبی سوءظن رکھتے ہیں۔
 سہارنپور دیوبند کے ان علمائے عظام و مشائخ کرام میں سے علی العموم سب نزدیک نیت متدلس
 پناہ طریقت آشنا عالم محدث دہ بزرگوار میں جنکا نام نامی و اسم گرامی حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب
 گنگوہی (زیدہ مجددہ العالی) ہے۔ سنی المذہب علمائے ذی شان و مشائخ بلند رتبہ میں سے حضرت
 مولانا ممدوح و مقدس عالم و درویش حقیقت آگاہ ہیں کہ ہم و جملہ ارکان ندوۃ العلماء انگوٹھ نیت ہی
 ادب عظمت کی نگاہ سے دیکھتے اور انگوٹھ طرح سے واجب التکریم اور انکی ذات ملکوتی صفات کو اپنی
 جماعت کے لئے موجب تقاریر سمجھتے ہیں کہ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ہمارے درمیان ایسے مقدس عالم اور ایسے
 زبردست شیخ وقت موجود ہیں کہ انکے وجود باوجود سے ہم مسلمانوں کو انواع و اقسام کی عرفانی برکتیں اور
 روحانی فیوض حاصل ہیں خدا تعالیٰ ایسے شریعت پناہ تقدس مجسم معرفت و مستگاہ حقیقت آشنا بزرگ گو ہم
 المشرب مسلمانوں کے سر پر سلامت اور انکے انفس سعادت آیات و انوار حقیقت بار سے ہم سنبھالنا لازم
 رکھے تاکہ وہ اپنے گوشہ عزلت و زاویہ خلوت ہی سے ہم ناپیہ خادمان امت مروجہ کے لئے باوقار فیصلے
 و دعائے خیر فرماتے اور اس طرح ساری قوم کو روحانی فیض پہنچاتے رہیں۔

انھم کہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام ائمہ اہل بیت نبوی صلوات اللہ علیہم اجمعین سے لے کر ائمہ
 مجتہدین و بزرگان سلال رابعہ فیض حضرات نقشبندیہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ تک پھرے اور ہمارے
 اکثر صدوی بھائیوں کے تعلق علیہ پیشوایان مذہب ہیں جن میں کسی ایک کی نسبت بھی ہم شیخ و مولو کو کسی
 طرح کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اب رہے دوسرے علمائے متاخرین و مشائخ کرام جو سب کے سب علی العموم سنی
 المذہب ہیں۔ پس کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ہم اور ہمارے جدی بھائی بالاتفاق ان شیخ و گون کو اپنا مذہب
 محترم اور صالح خزانہ پیش نہ سمجھیں۔ کل پیشوایان مذہب و بزرگان دین کو اپنا اور اہل جب مذہب کا
 جماعی و متفق علیہ گروہ ثابت کر کے اب ہم پھر ضروریات دین کے سلسلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ہمارے مسلمان
 بھائی غور سے اسکو پڑھیں اور نیک نیتی سے منصفانہ رائے دیں۔

ہاں تو انوہیت و رسالت جسے بعد ہم اور ہمارے برادران جہودہ دونوں قرآن مجید کہو

کتاب اللہ اور کلام برحق مانتے اور اُس کے ایک ایک لفظ پر منزل من اللہ ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ وجود ملائکہ پر اعتقاد رکھنا داخل ایمانیات باور رکھتے ہیں۔ ایک ہی قبلے کی طرف منہ کر کے ہم اور وہ دونوں نماز بیجا نہ پڑھتے ہیں۔ رمضان شریف کے روزے رکھنے اور بیت اللہ شریف کا حج اور زکوٰۃ بشرط استطاعت ادا کرنی یعنی اُن پانچوں احکام دین کو جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے ہم اور وہ بالاتفاق فرض قطعی جانتے۔ اُن کو صدق دل سے مانتے اور زبان سے اُن کا اقرار کرتے ہیں۔ اور بتوفیق خداوندی اُن پر عمل کرنے میں تھے الوسع کوتاہی نہیں کرتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ارکان و خدام ندوۃ العلماء کا ہر ہر متنفذ اور نیز ہر وہ شخص جو ندوہ سے کسی قسم کا بھی علاوہ رکھتا ہے۔ ایمان محفل یعنی امنت باللہ کما ہو یا ساء و صفاتہ و قبلت جمیع احکامہ کا اور نیز ایمان مفصل یعنی امنت باللہ و ملائکہ و کتبہ و رسالہ و الیوم الآخر و القدر خلیۃ و شریۃ من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت۔ کا سچے دل سے معتقد اور زبان سے اقرار کرنے والا ہے بالکل اسی طرح جس طرح کہ دنیا جہان کے سارے مسلمان علی الخصوص حامیان ندوۃ العلماء بھی معتقد و معترف ہیں جو اپنے جیسے ناچیز بھائیوں کو بے وجہ بدنام کرنے کی غرض سے مفت کی زحمتیں اٹھا بیٹھیں

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یومئذ لا سلام علی خمس۔ شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده
 ورسوله۔ واقام الصلوة وایتلى الزکوة والحد و صوم رمضان متفق علیہ۔

الحاصل دنیا میں بُری بھلی سب کے ایک ہی طرح کے کٹے میں جس کا نام قبر ہے ہم اور وہ دونوں جا پڑنے والے ہیں اور یہی نہیں کہ ہمارا ان کا ساتھ اس قبری تک ہے بلکہ ہمیں رکھے جائیں گے بعد جو محل اپنے اپنے عقیدہ اور قول فعل کے مطابق ہر ایک پر گزرنے والے ہیں ان کو طے کر کے اُسی واحد مطلق رحم الراحمین بالکلمۃ الدین کے حضور میں جھکنا اور ان کو دونوں کو اپنی اپنی حالت سے ایک ہی طرح میدانِ حشر میں پھیل کر اپنی اپنی تقدیر قسمت کے بموجب رضائی الہی یا عدم رضا کا تمنا لینا ہے۔ بھائیو! اعلیٰ پرناز ہو گا تو آپ جیسے مقدس ترین اشریت پناہوں کو جو دنیا میں اس قدر کثرت سے کرتے اور ناپ ناپ کر قدم دھرتے ہیں۔ ہم گنہگار بندے ایسے عمل کہاں سے لائیں جسکے بھروسے پر نجات کا دعویٰ ہو سکے۔ یہاں تو اس وقت مقامِ محمود میں کھڑے ہونے والے کی عظمت شانِ رفعت مکان کو دیکھئے اور دروازے کوڑھائی کے سایہ میں جا کھڑے ہونگے یعنی خدا تعالیٰ کے محض فضل و کرم کی امید کامل اور محبوب رب العالمین شفع الذین کی شفاعت کبرئے کا پورا سہارا ہو گا جبکہ آنحضرت سے کہا جائیگا یا محمد ارفع من اسک وقل لتسمع۔ ولسل لعلنا وشفع لتشفع اور حضرت فرمائیں گے یا مہدی ہستی ہستی پس کو یقین داتی ہے کہ ایسے نازک وقت میں ہمارے پیشوا ہے دو جہان اور بادی کو یقیناً فضل خداوندی ہم گنہگار رگڑے جان نثار امتیوں کے ضرور آئے۔ آئیں گے اور اس سجدہ حاشے ہمارا بیڑا بارگاہِ شیکہ انشاء اللہ العزیز بندہ و کرمہ۔ رہا ان فتادوں کا انبار جو آپ صاحبوں نے ہم گنہگار خطاوار بندوں کے لئے فرما کر رکھا ہے یا آئندہ بھی اس بچہ اذراہ عتاب کچھ اور اضافہ کرتے رہے تو یہ سارا کٹھن کا کٹھن نامہ اعمال کا حصہ غالب بنکر یاروں کے سرگردوں کو بوجھ ہو جائیگا تب بیشک ہمارے اور آپ کے ایمان کو فکا قطعی فیصلہ ہونا ہے لیکن اللہ نکرے کہ ہم میں سے کسی ایک کی بھی حالت کو فکا اطلاق ہو سکے بلکہ ہم میں صدق دے عقائد و اعمال متذکرہ صدر پر ایمانِ اربعین کتھے میں ہی اصل و قلب سلیم کو اسی دے رہا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس نل مصدق و قابِ سلیم کو لیکر ہم دربارِ خداوندی میں حاضر ہونگے اور بفضلِ تعالیٰ پوری سرخروئی کے ساتھ فوزِ عظیم یعنی دیدارِ خداوندی و رضا سے ربانی کے بعد نیلِ مرام غایت جاودانی و حصولِ مقصد کی مسرتِ بادِ عیسیٰ کریمؑ اور اس طرح و توالے شانہ کو ارضی خوشنویس کے رضا و غیبت

تمام ضررہ عباد اللہ الصالحین میں داخل ہو کر باغِ جنت کو اپنے اور اپنے سارے نیک عقیدہ مسلمان بھائیوں کے لئے
 دارالقرابنا بنیکے انشاء اللہ الحسن البغدادی وطفہ لیکر ہم اپنے ان بھائیوں سے جو مذہب کے مخالفت کو ایمان و جدہ کی
 موافقت کو اسلام جانتے ہیں ان کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بھائیو جو کچھ چاہو لکھتے پڑھتے کرتے کرتے اور کہتے کرتے
 مر جاؤ مگر خدائے (لا الہ الا اللہ) جس سے ابھل اُٹنا پڑھتے اور گھبراتے ہو اُن کا علم یقینی تو سنہ آخر کے طور پر ضرور ملے
 ساتھ لئے جانا جیسا کہ صحیح مسلم پر روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صحیح قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 مات وهو یعلم ان لا الہ الا اللہ دخل الجنة رواہ مسلم کیونکہ اعمال چاہے سو ہوں اعتبار خاتمہ بالخیر کا ہے
 جو صرف یہی الشہدان لا الہ الا اللہ والشہدان محمد رسول اللہ ہے ولس کیونکہ صحیح مسلم میں روایت جاتا
 معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو باتیں ایسی ہیں جو دوسری دو باتوں کو واجباً لازم
 کر دینے والی ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی دو باتیں وہ کونسی ہیں جنکی وجہ سے دوسری اور دو
 باتیں واجب ضروری ہو جاتی ہیں؟ جواب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ
 ذرا سا بھی شرک کرتا ہو امر جائے وہ دو چیز میں پڑے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کرتا
 نہ رہے وہ بہشت میں داخل ہوگا“ علیٰ ہذا القیاس صحیحین میں روایت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک سفید کپڑا اور پیرے ہوئے سورہے تھے (میں چلا گیا یا
 رہا) جب آپ جاگ اُٹھے تو میں کچھ دیر بعد بھی حاضر ہوا اپنے فرمایا کہ جس نبیؐ خدا نے صدق لے سے لا الہ
 الا اللہ کہلایا اور پھر اسی عقیدے پر وہ مر گیا تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوا اور اسکے بعد ابو ذر رضی اللہ عنہ کی
 جو بحث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عتاب بآئینہ حجاب وہ تو مشہور ہے علماء سب جانتے ہیں پس حضرت
 جہ وہ اس کلثرتین کی عظمت اور اسکی قدر منزلت اتنا نہ بھر کے اور خدا و رسول نے جس امر میں اپنی ذمہ داری
 اُٹری ہے اللہ اس میں مخالفت و انڈاز می فرمائے اور نہ وہ کی اصلاح کے جوش میں کہ خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ
 نہ صاف کھینچے اور اپنے عم میں نہ سمجھ بیٹھے کہ ہلوگ جو کلثرتین کی اس قدر عظمت و قدر لکھتے یا بیان کرتے ہیں وہ
 ہمارے گھر کی باتیں ہیں۔ نہیں بلکہ احکام خدا و رسول میں ہلوگ امور شرع و فصول جاتے ہیں انکو جو کاتوں حجاب
 کے ساتھ بے کم و کاست بیان کر دیتے ہیں اور ایجاد بندہ اگر چہ گندہ، کو کسی طرح اس میں اہ نہیں دیتے نہ ہیں معلوم

خدا کی رحمت کو جو اس کے پاس بندوں کے لئے بنائی گئی ہے اور جس کی فراخی و پنهانی کو سامان زمین کی سوچ کے ہم پختیا
 گیا ہے آپ کس مصلحت اور سکو ہمدرد تنگ کئے دیتے ہیں کہ سوائے اپنے اور اپنے چند بھائیوں کے دوسروں کے واسطے
 انہیں گنجائش ہی نہیں دیکھتے۔ بحسب ما عند اللہ سے اور اللہ کے غضب سے ڈرو اور اس کی رحمت و ہمدردی کو اپنے خیال کے مطابق
 سیکھ کر اس قدر تنگ نہ بناؤ۔ اور خدا کی خدائی میں دخل نہ لیں کہ رحمت کے ٹھیکے دار نہیں بنیں اور دوسروں کو نکال کر اپنا
 دھارہ اپنے واسطے اور اپنے ساتھیوں کے لئے ہی نہ لو۔ اور ایسی غاصبانہ حق تلفیان نہ کرو جو کسی طرح بھی جبر و جبروت
 کو آخر کو وہ حق تلفیان انواع اقسام کی خرابیوں کا باعث اور گونا گونا گونہ حسرتوں کا موجب ہوں۔ انصاف سے فیضی را
 محترم! اولے مذہبی بزرگان ہاشم! اُس قدر رشع و رشون کو جو خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے ہمارے درپہا
 بلکہ دنیا جہان کے سارے مسلمانوں کے درمیان ازل وابد اجڑے گئے ہیں اور جن کے قائم رکھے کا غرض
 ہماری کے ساتھ دیا گیا ہے ہمت کی دھندلا دھندلائی سے اٹھو اور گور گور خدائی مواخذہ اور پیغمبری باز میں کہ جسے
 نہ بنو۔ اور ساتھ اس کے حالت غیظ و غضب میں بے سوچے سمجھے یہ حکم نہ لگا دو کہ ہمارے صرف لا الہ الا اللہ کے
 مستحقین اور ضروریات دین کے منکر اور اعمال ظاہری کے عمل درآمد کو روکنے والے اور کیا کیا ہیں۔ ایسے تہنات
 باندھ کر منہیات شرعی کے مرتکب نہ ہو (لا تاتوا بقرآن فتنہ نہ بین ایدیکم و احکمکم) کہ اس کا نتیجہ خدا کو کرے
 جو عذاب دنیا و آخرت تک پہنچے۔ اللہ آپ ہم خیر خواہوں کی محبت و خیر اندیشی کی قدر کیجئے کہ میں
 وفات لکھتے لکھتے آپ کے حالات در و گزیر سے ہمیں ہو کر مقتضائے ”الذین انصہ“ آپ کے واسطے بند و
 سر و خط کا دفتر کھول بیٹھا۔ اور جو بات احکام خدا و رسول کے لحاظ سے آپ کے دینی و دنیوی بہتری
 کی تھی اس کو آپ نے گوش مبارک تک پہنچائے بغیر نہ رہ سکا۔ خیر سرع زما گفتن شت نیدن اختیار سے
 کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: (لن یرفع من بعدی منکم من یحییٰ کا کلاں لفظوں سے دعویٰ رسالت کیا گیا ہے)
 دیکھئے عات کی خرابی کیسی بُری بات ہے بہتان باندھتے باندھتے آپ کی تحریرات و داستان
 امیر حمزہ کے قصے اور بوستان خیال کے افسانے بنی جاتی ہیں اور اس کا ثمرہ غیر قوموں کی نگاہ
 میں مسلمانوں کی بد فہمی اور غلط الفہم و مذہب اسلام کی بی وقعتی کے سوا دوسرے کیا ہو سکتا ہے
 اور جب مولوی صامیان کے خلاف و عادات ایسے شرمناک و تباہی خیز ہوں تو جہلا پھر قوم کی

حالت کس طرح درست ہو سکتی ہے اور جو لوگ اپنے آپکو دخلِ زمرہ علما سمجھتے ہیں انکی ان عادات و خصال کے قائم و موجود رہتے ہوئے انفرادیت اسلامیہ کی اصلاح کی تدبیریں کیونکر یا اور ہو سکتی ہیں پس صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے خیالات عادات اور اسی طور کے سوچ بچار میں لگے رہنے سے نتیجہ کیسا بڑا پیدا ہوتا جاتا ہے اور انسان اپنے ان ہی احوال و افعال ظاہر و باطن کی وجہ سے کیسے کیسے نازبا و ناشدنی بہتانات و انتہائات کا مرکز بن سکتا ہے۔ دوسرے بشمار انگریزوں سے قطع نظر کر کے اسوقت ہم تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر اعموم اور کلکتہ کے مسلمانوں پر بالخصوص ایک نئے واقعہ کے احوالات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اس کے فیصلے کو خود مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دیتے ہیں۔ امید ہے کہ خدا تعالیٰ غلط بیانی اور غلط فہمی کے اندھیروں کو کائی کی طرح چھا کر حقائق و واقعات کے حقیقی نور کو اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کے دیدہ و دل کے سامنے جلوہ گر فرمادے گا۔ میری مراد اس واقعہ سے وہ واقعہ ہے جو مولوی غلام حسین صاحب شیعہ کنہوری کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور بہانہ سے زبردستی ندوۃ العلماء کو بدنام اور مسلمانوں کو ندوہ کی پٹری سے بدگمان کیا جاتا ہے۔ ندوۃ العلماء کے جملہ ارکان انتظامیہ میں سے جن بزرگ کی ذات ستودہ صفات کو جناب کنہوری صاحب نے فرضی واقعہ سے باعتبار حقیقت نفس الامری کے جو کچھ علی کارروائی کرنی پڑی وہ بزرگ عالیجناب مقدس الالفاظ عالم بکمال اور صوفی اصفا حضرت مولانا مولوی محمد شاہ صاحب مدظلہ محدث راسخوری ہیں۔ اجماعی ثنائیہ کو بدکھ روز حسن اتفاق سے وارد شہر کلکتہ ہو کر سیٹن ہال سے تھوڑے فاصلہ پر گول تالاب کے محاذی خیریت خان کی مسجد میں اقامت گزین ہو اور جب کہ دیدار فیض آنا اور موعظ روح پرور کے طریقہ اور درجہ ہر رسولان شرف اندوز سعادت ہو چکے ہیں کیونکہ جناب مولانا صاحب علم فیضیہ قریب ایک ہفتہ کے کلکتہ میں تشریف فرما رہے اور جس مسجد میں حضرت ذکوش تھے کوئی دن ایسا نہ تھا جو لوگوں کے جوق کے جوق آپ کی خدمت شریف زیارت حاصل کرنے اور کلمات طیبات بہرہ اندوز ہونیکو صبح سے لیکر رات کو گیارہ بجے تک برابر جلتے رہے ہوں۔ چنانچہ تشریف آوری کے تیسرے دن یعنی ۱۳ جمادی الثانیہ کو جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ کے

حضرت شاہ صاحب قبلہ کے صاحبزادہ والا تبار مولوی سید حامد شاہ جتنا نے جامع مسجد سجدانہ میں
تشریف لاکر کرمی محرمی جناب شاہ ابوسراج نظام الدین احمد جتنا سے ملاقات کی در بیان کیا کہ حضرت
قبلہ و کعبہ نے آپ کو اور دیگر ارکان ندوۃ العلماء کو جو یہاں کلکتہ میں موجود ہیں یا فرمایا یہ نوید فزا
پاتے ہی ہلوگ جو مسجد میں حاضر تھے یعنی جناب علامہ محمد صاحب فاضل ہوشیار پور علی صاحب نظام الدین
صاحب اور یہ قلم الحروف قادم العلماء و کفشیہ و دانش خاں کاسا لالہ و ظفر دہلوی اور ہمارے ساتھ آئے دس اور
ہمارے ملنے والے مسلمان بھائی اسکے سببان چاند شاہ جتنا کے ہمراہ فرد گاہ چلے ہو کر حضرت شاہ جتنا
قبلہ کے دولت دیدار سے شرف و فیض قدیموں کے گونا گوں اور برکات سعادت یا بھیجے اور دیر
افسائے گفتگو میں تھے حضرت نے عرض کیا کہ جناب شاہ صاحب! مولوی غلام حسین صاحب شیعہ کنتوری کل جو واقعہ
مذمت ازبام ہو رہا ہے اسکی حقیقت حال کیا ہے مولانا نے ہم سب حضار خدمت کے خیریات واقع
نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا حقیقت نفس الامر یہی کو سنکر میرے عرض کیا کہ واقعہ تو اس قدر
وروش ہے نہیں معلوم بھی ہمارے خدام اہل سنت نے حق پوشان ثانی کو شکریہ کرتا تھا بنگلہ ڈسٹریکٹ
بیکل کیوں بنا دیا کہ فرمایا بھائی تعجب کا مقام نہیں دنیا میں ہندو سے ایسے لوگ بھی پائی ہی ہے ہیں کوئی
نئی بات نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ بہ تقریر میں اسوقت مجھ صاحب کے جو امین سر اجلاس کی تھی اسوقت
لکھی نہیں گئی اسی سٹے پورٹ میں نہیں چپ پکی مگر وطن پہونچکر میرے اسکو حرف و جوف قلم بند کیا اور کچھ جملہ
دفعہ میں بھیج دیا تھا لیکن وہ دفتر غالباً ایسے وقت پہونچ کر پورٹ میں نہ کر لکھی جا سکی تھی ان حضرات جو خزانہ
میں گئے تھے میں میدان ملی پاکھ کچھ کا کچھ بنا دیا لیکن میری اور تقریر مسودہ یہاں ابھی میرے ساتھ موجود۔ رات کو
میں نکل کھونگل کل صبح کو جو سب عدہ آپ مجھے ملے آئینکے میں آپ وہ تقریر دید کا جائزہ دے کر دفتر میں بھیج
جو میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے تقریر مبارک کی لکھی تھی مجھ کو عنایت فرمادی۔ میں اسکو حضرت کے لیکر
اسکی دفعہ میں دوسرے کاغذ چسکا کر لیں اور خدمت الامین میں پیش کرنے آؤں سے آخر تک ان کو ملاحظہ فرما کے
آخر میں اپنی دستخط سے فرم فرمادیا۔ اس طرح اصل تقریر کے نسخے میرے ہاں موجود ہوئے۔ اجماع اتہامات حد سے
بڑھے جاتے ہیں اور سادہ دل نیک بلن مسلمانوں کو دھوکا دیکر طرح کی افروزیاریاں بھی بہن میں نے سنا سبھی

کے حقیقات کا لے کے بعد جو امر واقعی محکوم ہو گیا ہے اپنے دوسرے مسلمان بیون کی خدمت میں بھی دیکھو پیش
 کردہ ناکارہ بیان واقعات کے بعد عقل و فہم والے محکوم نیک بدین فرق و حض و بلل میں امتیاز کرنے کا سلف
 دیا گیا ہے بخوبی سمجھ لیں کہ اصل بات کیا تھی جس کے متعلق جناب مولوی غلام حسنین صاحب شیعی محکمہ مصر نے
 اجلاس مذوقہ العلماء میں تقریر کی و نقل کی جلی۔ اور اسکے جواب میں ذوقہ العلماء کی طرف سے حضرت قباد کعبہ
 جناب مولانا سید محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی نے جو اوقات مسند آرا سے صدارت تھے مسند
 صدر سے پیچھا اور اسناد والا سا تذہ جناب مولانا مولوی لطف اللہ صاحب مفتی عدالت عالیہ حیدر
 سرکار نظام کو اپنی جگہ صدر بنا کر بحیثیت الیٹ غلطی کے بروقت جو ایک نہایت زبردست و معقول تقریر
 فرمائی۔ اس کی حقیقت حال کیا ہے۔ اور جدوی بھائیوں نے جو ذوقہ العلماء کے بہت بڑے فیضان دانش و صلح
 ہونے کا دعویٰ کرتے پھر نہ ہن کینہ توڑی و عناد پروری کی راہ سے اس کو کیا سے کیا کر رکھا یا ہے
 نیز جراحہم اللہ جرحہم فیہ بھائیو! اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ایمان والے بندوں کو اہل ہار و اوقات اور
 اعلان خالق کے متعلق صاف صاف امر فرما دیا ہے ۲۲ اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور
 اللہ واسطے گواہی دو۔ اگرچہ تمہاری اس شہادت کا بڑا اثر تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے مان یا پانے شریعت
 قرابت مندوں ہی پر کمزور نہ پڑے۔ اگر کوئی غیبت یعنی اچھی حالت والا ہے یا فقیہ یعنی بُری حالت والا ہے۔
 (تو تم ان تعلقات کا فکر نہ کرو) اللہ اپنے اُن بندوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ اسلئے تم کو لازم ہے کہ
 خواہش انصاف کی پیروی کر کے عدل انصاف سے منہ نہ موڑو۔ اور مگوئے کھڑے کو برابر نہ کھئے دو اور اگر
 بات کو تم چاہا کہ زبان کر دے اور حقیقت حال کو سچ و خم دیکر زبان پر لاؤ گے یا امر واقعی کے ظاہر کر دے
 مگر وہ ان ہو گئے تو (یا دیکھو) اللہ تمہارے سارے کرتون سے واقف ہے ۲۳

یہ آیات کا مضمون ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہ آیات حاشیہ نیچے کی طرح کر دی گئی ہیں۔ پارہ
 و بصحت اور سورہ نسا میں جن جگہ جہاں سے قرآن شریف گھول کر دیکھ لے۔ ان ہی آیات کے متعلق

وَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فَادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُجَّةِ أَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ اللَّهُ الْفَرْقَ بَيْنَ الْإِنسَانِ وَالْأَقْوَامِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَانَ غَافِلًا
 وَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدُوَ أَوْجَافًا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَرَضُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ

جو ارادہ حاشیہ مولانا و مقتدا جناب مولوی مولانا شاہ عبدلغفار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ عوام الناس کو سمجھانے کی غرض سے کسی قدر وضاحت کے ساتھ جو کچھ توفیق میں ہندج ہے۔
 ۲۲ یعنی گواہی دینے میں محفوظ و خوشحال کی خاطر فرمایا و مجلس محتاج برترین کھاؤ۔ اور شہد داری قریب مندی یا اور کسی قسم کی دوسری محبت وغیرہ کا پاس لحاظ نہ کر و بلکہ جو کچھ حق یعنی مطابق واقعے ہو سو کہو اور اگر سچ کہا بری زبان سے یا دبلے لفظوں میں جس سے سننے والے کو شبہ پڑے۔ یا تمام قصہ نہ کہا کچھ بات کام کی کھلی تو یہ بھی گناہ میں داخل ہے۔“

اصناف روشن ہو گیا کہ واقعات کے بیان میں کسی قسم کی لاپسٹ کرنی یا اتار چڑھاؤ سے کام لینا اس امر خداوندی سے جو آیات مندرجہ صدر میں مرقوم ہوا ہے گویا بالکل سہرا کر دے اور یقیناً داخل معصیت ہونے سے قبل اسکے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کی تقریر کو نقل کریں سنا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے کلکے والے مسلمان بھائیوں کو عام اس کے کہ وہ کسی طبقہ اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں توضیح احوال کی نظر سے چند امور واقعی سے آگاہ کر دین تاکہ واقعات کی متواتر شہادت کی کیفیت نقل کرنا کے اندر ونی زور پر ہونی قوت کا اور اضافہ ہو جائے۔ پس آئیے جلدی برادران کلکے پر مشتمل ہو کر عالیجناب حضرت مولانا مولوی سید محمد شاہ صاحب نقشبندی محدث رام پوری دہی عالم باعمل اور فرشتہ صورت بزرگ ہر جنہوں نے ہر اجمادی الثانیہ کو اتوار کے دن نماز ظہر کے بعد مسجد ناخدا میں غلط فرمایا تھا اور اس مبارک مجمع میں شریک ہو کر سعادت و جہانی حاصل کرنے کی نیت سے ہزاروں مسلمان اطراف و جوار سے اگر داخل حسانت ہوئے تھے اس عظمیٰ کا اشتہار جناب کرمی و عظمیٰ مولوی عبدالباری صاحب عظیم آبادی کی طرف دیا گیا تھا یہ اشتہار شہرہ کی اکثر مسجدوں اور بنو دارقمانا پر بھی چسپان کر دیا تھا۔ جناب شاہ صاحب قبلے اپنے دل و نیز ویرانہ و غریبین کلکے علیہ السلام لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی عظمت و شان۔ اسلامی اخوت۔ ایمانی محبت اور سورۃ ولہم صر کی تفسیر میں دیگر فوائد عظیمہ کے ساتھ تواضع بالحق و تواضع بالصبر کے مطالب عقیدہ ضروریہ کی تشریح مسلمانوں کے باہمی عناد و اتفاق کی خرابیاں۔ دینی و دنیاوی ضرورتوں کے لحاظ سے تمام اسلامی فرقوں کے لئے

یکجہتی و اتفاق کی خوبیان۔ غرض کہ زمانہ حال میں بحیثیت مجموعی جن صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کی مسلمانوں کو علم العموم از بس حاجت ہے نہایت ہی موزوں شرح و بسط اور مناسب مقام تصریح و کمالات سے انکو بیان فرمایا جسکے سنے سے مسلمانوں کی روح کو فرحت ایمان کو تازگی۔ دلکو تقویت حاصل ہوئی۔ اور اثنائے تقریر میں نہایت زور و تاکید کے ساتھ بتایا اور ڈرایا کہ بھائیو! برائیاں تو سب ہی بُری ہیں لیکن یاد رکھو مسلمانوں کو کافر بنانے سے بڑھ کر کوئی بڑی بُرائی نہیں ہے۔ کیونکہ (جیسا مفسر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) اوس میں مسلمان کو کافر بنانے والے نسبت سخت اندیشہ ہے کہ کہیں مرتے وقت خود اس سے ہی ایمان سلب نہ کر لیا جاوے وغیرہ وغیرہ۔

اوسی روز کا واقعہ اور ان ہی شاہ صاحب کے تعلق کی بات ہے کہ وعظ ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رام پوری جب مسجد کے اقامت خانہ میں جہان جناب مولوی شاہ نظام الدین صاحب ٹھہرے ہوئے میں تشریف لے گئے۔ ہمارے بھائی بھائیوں کی طرف سے ایک چھاپا ہوا اشتہار لیکر ایک شخص عامی بالا خانہ پر پہنچا اور اس نے بجا کر کہا کہ یشتہار جناب شاہ صاحب نام کا ہے جنھوں نے ابھی نیچے مسجد میں وعظ کیا ہے۔ اشتہار اوسکے ہاتھ سے لے لیا گیا اور جناب شاہ نظام الدین صاحب قادری نے اس بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر اس اشتہار کو پڑھ سنایا۔ اس اشتہار میں حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رام پوری مخاطب کر کے بہت کچھ مدح و ثنا کے بعد غالباً یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ آپ ہم حنفیوں کے بہت بڑے عالم باعمل اور صوفی مشرب بزرگ ہیں۔ آپکی دین داری و رست بازی کا ہر کوئی عقید ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ ندوہ اور جدوہ دونوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اس واسطے ہم نہایت آرزو سے خواہش مند ہیں کہ آپ ہمارا انصاف کیجیے۔ بلوگ آپ کے حضور میں فریادیں آئے ہیں کہ آپ ندوہ اور جدوہ کا فیصلہ کرتے جائے۔ غرض کہ اشتہار کو اول سے آخر تک حضرت مولانا صاحب نے سماعت فرما کے جواب یہ دیا کہ ”بھائیو! مجھ کو جواب دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اگر فریقین کے علما مجھ کو حکم بنا دیں تو بیشک میں قرآن شریف ہاتھ میں لیکر اور ممبر پر۔“

چڑ کر صاف صاف بتا دوں گا کہ حق کس طرف ہے اور کس طرف نہیں اور یوں فضول باتیں بنانی بھکوں نہیں آتیں۔ رہی میری اپنی رائے و تحقیقات اور میرے اپنے عقائد و خیالات و آج و عطیہ میں بخوبی مین ظاہر کر چکا ہوں۔ مسلمانوں کے جم غفیر نے اُسکو سن لیا ہے۔ اُسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جاؤ جسکی طرف اُسے ہو۔ اُسکو میرا سلام اور یہ پیغام پہنچا دو۔

اُسکے بعد ہمارے ان جدوی بھائیوں کے حالات و خیالات پر کچھ غرضہ تک سخت افسوس ہوتا رہا۔ اسی روز کا ذکر کرتے ہیٹھ غلام حسین عارف جی کے ہاں صبح کے کھانے کے بعد اور پھر سیر کو اور بعد ازاں رات کو شام کے کھانے سے پہلے اور پچھے بہت دیر تک ندوۃ العلماء کے اغراض و مقاصد اور اسی سے متعلق بہت سے ضروری مسائل حضرت مولانا صاحب نے بعنوان گونا گوں بیان فرمائے اور غائبانہ دو یا تین مرتبہ جناب کنتوری جی کا قصہ بھی مفصل بیان فرمایا۔ بلکہ ایک مرتبہ کھانا کھانے کے بعد بھی جب کہ جناب حاجی نور محمد زکریا صاحب حضرت شاہ صاحب سے اس وقت کے مولوی صاحبان کا احوال پڑتا سنا سن کر کے مسئلہ تکفیر مسلمین اور دیگر مباحث ضروری وقت کے متعلق کچھ استفادہ و استدلال کر رہے تھے کہ اتنے میں ابراہیم معلم صاحب ہیٹھ غلام حسین عارف کے رشتہ میں لہون ہوتے ہیں اور جن کا نام اُسی روز کے اشتہار مذکورہ بالا میں بدوٹن اُنکے علم و وضامندی کے بزمہ مشتمل ان لکھ دیا گیا تھا اور جس واقعہ کا بغیر علم غیرہ کا اقرار وہ غیر مباحس سے پہلے اُس مکان میں ہی صاحبوں کے روبرو کر چکے تھے چنانچہ شریف نے اُسے ہیٹھ غلام حسین عارف جی سے حضرت شاہ صاحب اُنکی تقریب ملاقات کرائی اور انہوں نے نہایت تپاک سے اُٹھ کر جناب شاہ صاحب مصافحہ کیا۔ اور اپنی جگہ گزرتے گئے جو تقریر ہو رہی تھی اُسکے ختم ہوتے ہی ہیٹھ غلام حسین عارف نے شاہ صاحب مخاطب ہو کر عرض کیا کہ حضرت یہ میرے ماموں صاحب کبھی کبھی بہت جوش میں آجاتے اور جدوہ کی طرف سے ندوہ پر اعتراض اور ناخوشی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ ندوہ کے متعلق جو قصہ کنتوری صاحب ہے یہ بھی سننا کٹھانتے ہوئے ہیں۔ ذرا تمہاری فرمائے اُسکی اصل حقیقت سے انکو بھی مطلع فرما دیجئے۔ اُنکی اس خواہش پر حضرت مولانا صاحب

نے جزئیات واقعہ کو من وعن پھر بیان فرما دیا اور حضار مجلس میں جو صاحب پہلے دو
 موقعوں پر بھی حضرت کی تقریریں سن چکے تھے انکو جناب شاہ صاحب کے حافظہ پر کمال
 تعجب ہوا کہ ہر ایک نے فوج حبس واقعہ کو بیان فرمایا تو علی العموم قریب قریب ایک ہی عبارت
 سے اُسکا اعادہ کیا گیا۔ لیکن میرے خیال میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ
 حضرت شاہ صاحب جیسے عالم باعمل اور عارف معارف شریعت نے جب قریب چالیس برس
 کے فنِ حدیث کی خدمت کی ہو اور جنکی ہر معمول سے معمولی باتِ پخت میں ہر ایک صحبت
 میں قرآن و حدیث ہی کا چرچا رہتا ہو۔ روایت واقعہ کے باب میں اُنکے الفاظ و مبالغہ
 کا اس قدر ٹھیک ہونا ضروریات سے ہے۔ اللہ اللہ حقیقت و معرفت کے پکے رنگ میں رنگا
 اور شاہ کل نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے انوار عرفانی سے ظاہر و باطن کا سنور ہو جانا بھی کیسی
 نعمتِ غلطی ہے جسکے آگے دنیا و مافیہا سب پیچ ہے۔ یہ تو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ
 کے اُن روزوں کی صحبت کا لطف اور جو اسرار و غامض اور انوار و برکات اُن کی سادہ
 مگر جاد و بھری تقریر و سخنِ مجتہدیت کیش کے قلب و روح کو حاصل ہوئے ہیں اُن کا فہم
 جانفزا ہر وقت دل کو مستِ محبت یعنی بہت کچھ مطمئن کئے رہتا ہے اور یہی جی چاہتا ہے
 کہ خداوند اہل مبارک صحبتیں جلد تر پہ نصیب کر دے اور یہ میری ہی حالت نہیں ہے بلکہ
 بعض اوروں و ستون کی بھی جو ان لذائذِ روحانی سے مشامِ جان کو چاشنی اندوز کر چکے ہیں
 اس جانب سب کے وعظ کے بعد دوسرا وعظِ محمودی و محترمی جناب مولوی محمد
 عبدالباری صاحبِ غلیم آبادی کے مکان پر ہوا۔ اس جلسہ ضیافت میں کلکتہ کے بہت سے
 علماء و رؤسا و حکام و اُمراء مدعو تھے۔ اور وعظ میں بھی سیکڑوں مسلمانوں کا ہجوم تھا۔
 جامع مسجد میں تو سورۃ و العصر کی تفسیر تھی اور اُس میں مذکورہ صدر مطالب لید بیان ہوئے
 تھے۔ یہاں سورۃ فرقان کا آخری رکوع و عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْسُوْنَ عَلٰی اَافِیضِ
 ہُوْنَ اِذَا حَاطَ بِہُمْ لُجُجٌ ہُوْنَ قَالُوْا سَلٰمٌ تِلَاوَت کر کے اسکا ترجمہ نہایت حقانیت و معارف

کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور سلسلہ بیان میں قومی ضروریات اسلامی توسعات اور دیگر شرعی لطائف و عقلی نکات کو خوب جامعیت سے بیان کیا۔ اس جلسہ میں ارکانِ نجسین معین الندوہ کلکتہ کے علاوہ بہت سے علمائے عظام و مشائخ کرام جو ندوۃ العلماء سے تعلق رکھتے اور اس کے اغراض و مقاصد پر فریفتہ و شہیدانہ تشریف فرما تھے۔

سامعین میں سے ہر ایک شخص کے دل میں جو لذت روحانی پیدا ہو رہی تھی وہ دیکھنے اور رشک کرنے کے لائق تھی علی الخصوص ہمارے مخدوم محترم جناب مولوی ابوالحسن خان صاحب بہادر جج عدالت خفیہ پر جو حالت وجد طاری تھی وہ بیان نہیں کیا جاسکتی۔

اس جلسہ میں کھانے کے وقت جناب شاہ صاحب قبلہؒ ہم محلہ ارکانِ ندوۃ العلماء سے اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے تقریر میں خطاب کر کے فرمایا کہ لوگوں نے جو طوفان اٹھا رکھا ہے کہ

ندوۃ العلماء ضروریاتِ دین کا منکر ہے بھائیو! بتاؤ تو کسی ہم تم میں ضروریاتِ دین کا کون منکر ہے۔ ہمارے تعصب بھی کیا بری بلا ہے کہ انسان کو حق کی طرف سے ہٹا کر گمراہ کر دیتا ہے۔

آہ بھری اور فرمایا۔ اندسلمانوں کے حال پر رحم کرے اور ان کو حق کی توفیق دے۔ ہمارے کلکتہ کے وہ مسلمان بھائی جو حضرت شاہ صاحب قبلہؒ کے مواعظ میں بہت شرف

اندوز سعادت ہوئے ہیں۔ وہ ایمان داری سے عقلی فیصلہ اور ملی شہادت سے سچا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ علمائے کرام و مشائخ عظام کی جس مبارک کائنات کے ارکانِ اسلامیہ میں ایسے زبردست علمائے باعمل اور مشائخ باصفاء داخل ہوں

وہ جماعت کیسی خیر و برکت کا معدن اور کنوار و سعادت کا چشمہ ہو سکتی ہے پس مولانا صاحب کے شاہد عادل و ثقہ ہونے میں کتنی مسلمان کو جو ان کے حالات سے واقف ہے ذرا سا بھی شک نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں یہ وہ بزرگ ہیں جو ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں میں باوقات مختلف بار بار صدر رہ چکے ہیں۔ اس طرح کی سچی

پکی دینی و دنیاوی قابل اعتبار و لائق اعتماد شہادتوں کو تمام مسلمانوں کی خدمت
عالمی میں پیش کر کے اب سب سے آخرین ہم حضرت مولانا مولوی سید محمد شاہ صاحب
کی اُتس تقریر کو جس کا ذکر اوپر کیا گیا ذیل میں بحسنہ نقل کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے دیندار
سچے مسلمان بھائیوں کے شکوک کا ازالہ اور شبہات کا استیصال ہو جائے اور
بڑی بات بلکہ سب سے بڑی بات جس کی غلط فہمی پر وہ اب تک اس قدر بگڑے بیٹھے
ہیں اُس کی حقیقت و ماہیت سے وہ آگاہ ہو جائیں۔ اور اپنے سچے اور اچھے دلوں
سے اس دیرینہ مگر غلط کردار و رتوں کے غبار کو شہادت قلبی و اقرار لسانی
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ کے دھیمے دھیمے نرم نرم جھوکوں سے
ہبائے مَنشُورِ اُردین۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کا دستور ہے صلوا علی النبی صلوا علی النبی
کہتے ہوئے خلاف و نفاق کو بیخ و بُن سے اُکھٹیر پھینکیں۔ اور اسلامی حیثیت
سے یک جہت و یک سو ہو کر اس طرح متحد المقاصد و متحد الاعراض ہو جائیں ع
تاکس نکوید بعد ازین من دیگرم تو دیگر ی +

نقل تقریر جناب المقدس السیاح حضرت مولانا مولوی سید محمد شاہ صاحب نقشبند رحمت رانی رانی پوری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

از طرف سید محمد شاہ رانی پوری بحوالہ استفسار سید ابو ظفر دہلوی

لکھا جاتا ہے کہ مین کانپور کے جلسہ ندوۃ العلماء میں شریک ہوا تھا جن صاحبوں
نے یکے بعد دیگرے و خطا کما آخر کو جب وقت مولوی غلام حسین جہا شیع کا آیا تو انہوں نے
کھڑے ہو کر کہا کہ میرا وقت مقرر گزر چکا لہذا میں کچھ کسی وقت پر بیان کرونگا مگر اس وقت
اتنا لگتا ہوں کہ آپ لوگ جو ترقی مدرسہ کے خواہاں ہیں آپ کے مدرسہ کو کیوں کہ
ترقی ہو سکتی ہے جب تک کہ کچھ علم نہ پڑھائے جائیں اور وہ علم میرے سینے میں ہیں

نہ سنیہ میں اُن کو میرے سوا کون جانتا ہے میں بوقت فصاحت بیان کرونگا تب میں نے
 خباب مولو محضی مطلق اللہ صاحب سے کہا کہ آپ میری جگہ صدر رہو جائیں۔ میں اپنے
 آپ کو ایک واعظ قرار دیکر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے قبول فرمایا۔ پس میں
 نے مجتہد صاحب کے جواب میں کہا۔ کہ اے صاحبو۔ علم۔ صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان
 بدیع۔ لغت۔ منطق۔ حکمت۔ ریاضی۔ عروض۔ قافیہ سیرتاریج۔ نظم و نثر فارسی
 و عربی۔ طب۔ و تشریح۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ اصول۔ قرأت۔ فرائض حساب
 عقائد۔ کلام۔ تصوف۔ ان علوم کے جاننے والے تو ہیں موجود ہیں گو ایک شخص
 سب فنون کا حاوی نہ بھی ہو مگر بہیئت مجموعی تو سب علم یہاں موجود ہیں پھر ہم کو
 نہیں معلوم کہ وہ پچھتر علم کون سے ہیں۔ جن کے فیض سے ہم سب محروم ہیں
 رہا یہ امر کہ ہم مسلمانوں کا فخر کن کن علوم کے حاصل کرنے میں ہے سو وہ
 تو علم حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ اصول۔ قرأت۔ فرائض۔ عقائد۔ کلام۔
 تصوف۔ میں ہی ہے۔ علم صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ لغت۔ منطق
 حکمت۔ قدرے حساب یہ فنون البتہ بقدر الاحصول علم دین ہونے کے
 ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ اور فقط ان ہی کے ماہرین کو ہم لوگ فاضل قابل
 ادیب کہا کرتے ہیں۔ نہ کہ عالم۔ ہمارے یہاں تو جو شخص علوم دینیہ کا ماہر
 بھی ہو اگر وہ عالم باعمل نہیں ہے تو اُس کو بھی عالم نہیں کہتے۔ کیونکہ جب اُس
 نے عمل میں سعی نہ کی تو گویا جاہل ہے۔ استغفر اللہ من علم بلا عمل۔ لہذا
 نسبت بہ نسیان لذلّی عقم اور بالفرض اگر بعض فنون اور بھی ایسے
 ہوں کہ جن میں ہم لوگ اپنی ہمت کو مصروف نہیں کرتے تو ہمارے طرف
 کیا الزام ہے۔ صاحبو ذرا غور کرنے کی جگہ ہے کہ عرب کے لوگ کیا
 صرف۔ نحو۔ معانی۔ لغت۔ انساب وغیرہ نہیں جانتے تھے بلکہ وہ لوگ

ان علوم میں ایسے معتمد تھے کہ آج تک آپ لوگ اپنے اشعار
اپنی عبارت کو ان کے دوادین کہنے سے درست کرتے ہیں اور مستند
جانتے ہیں۔ پھر باین ہمہ علوم دینیہ اور ان پر عمل نہونے کی وجہ سے
اللہ سبحانہ ان کو خطاب فرماتا ہے کہ اذینوا للہ تاکمونی اعبدا ایھا الخاضعون
تو جن فنون کے جاننے والوں کو اللہ سبحانہ جاہل کہے ان
کے نہ جاننے پر یا بعض کے ماہر نہونے پر ہمارے مجتہد صاحب ہم کو توجہ کریں
یہ آپ کا ہی فہم عالی ہے اور آپ کی یہی انصاف پسندی ہے۔ بعد ازاں جلسہ
لکھنؤ میں بھی مولوی غلام حسنین صاحب نے ایک رقعہ ہالی ندوہ کو بھیجا تھا۔
میں نے بھی دیکھا اُس میں لکھا تھا کہ میں بھی تو ایک قوم مومنین کا سردار ہوں پھر کیا
سبب کہ مجھ کو شریک جلسہ بنیں کرتے۔ حسن اتفاقات سے اس وقت ایک اشتہار
ملا اس میں یہ لکھا تھا کہ مولوی غلام حسنین نے کانپور کے جلسہ میں بحضور علماء اہل سنت
جناب امیر المومنین کا بلا فضل خلیفہ ہونا ثابت کر دیا اور کسی نے لب تکش ہلایا۔ اس کا
جواب میں نے اراکین ندوہ سے یہ لکھوایا کہ وہ علی رؤس الاشمام جلسہ میں یا قرا کریں
کہ ایہ اشتہار میرے علم اور خواہش سے نہیں چھپوایا گیا۔ یا یہ کہیں کہ میں نے ہی چھپوایا تھا
مگر اب میں اسے رجوع کرتا ہوں میری مراد اس سے یہ تھی کہ اگر خلافت بلا فضل کے باب
میں تحقیق اور نتیجہ کرنا چاہیں تو اب کر لیں۔ وہی حکم سنت یہاں بھی موجود ہیں اگر یہ امور
نکریں تو ہالی ندوہ کی طرف سے مدعو نہیں ہو سکتے۔ ویسے آئیں تو انہیں اختیار ہے
پھر انہوں نے اس رقعہ کو اب نہیں دیا۔ رہا یہ جو لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ مجتہد صاحب
نے مجلس علماء اہل سنت میں صحابہ کرام کے جناب میں الفاظ بے ادبہ اور گستاخانہ زبان
سے نکالے یا مخصوص خلافت بلا فضل کو ثابت کر دیا یہ افتراء محض دبستان عظیم ہے کیونکہ
جن جلسوں کے متعلق یہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ انہیں میں شریک تھا میری موجودگی میں اس قسم کا

کوئی لفظ مجتہد صاحب نے زبان سے نہیں نکالا۔ تحریر بتایں
از شہر کلکتہ راقم سید محمد شاہ بقلم خود

مسلمانو! خدا کے لئے اپنے اور اپنی قوم کے حال راز اور اسلامیوں کی بے کسی اور بے بسی پر رحم
فرما کے۔ اللہ انصاف کرو۔ دل کی آنکھیں کھولو۔ اور رحمت و فضل کے اس ازلی وابدی مخزن
کی طرف دوڑو۔ بجایو بہت لڑے جھگڑے۔ روٹھے۔ بگڑے حسبہ اللہ سن جاؤ مان جاؤ۔
اچھا ہم ہمارا تم جیتے ہم کچھ نہیں۔ تم سب کچھ۔ ہم خادم تم خدوم۔ ہم بُرے تم اچھے۔ دیکھو خدا کے
واسطے دیکھو جیتو۔ سوچو اور سمجھو۔ برے بن یا بھلے۔ گندگار بن یا ناپاوار آخر کو بن تو تمھارے
ہی بھائی۔ اؤ ہمارے پیار و اؤ۔ اور ہمارے بر گواؤ۔ اؤ برب کعبہ اؤ۔ اور گلے ل جاؤ۔ توحید
ربانی کے ساتھ اتحاد اسلامی کے راگ گاؤ۔

اشعار

مسلمان سے مسلمان کی بھلا کیونکر برائی ہو
رسول اللہ کی تعلیم سے دل میں صفائی ہو
بھلا دوساری وہ گپ شب جو یاروں نے اڑائی ہو
سراسر رحمت حق ہے جو کم حصین آئی ہو
تمھارے پیشوا سب ہیں مسلمانو۔ خدا کی ہو
نصیحت کو گرہ باندھو جو ناصح کی بتائی ہو
کرو امداد کچھ دل سے جو پاکیزہ کماٹی ہو
کرو وہ کام سب مل کر کہ جس میں کچھ بھلائی ہو
نہ بر تو اس تعصب کو کہ جس سے جگ نہ سائی ہو
یقیناً تم میں او غیروں میں الفت آشنائی ہو
کہ یہ رشتہ ہو کے پیچھے نہ ہم تم میں جدائی ہو

خدا و مصطفیٰ ہادی۔ تو غارت سب لڑائی ہو
شریعت سے تمسک ہو متبع ہو بزرگوں کا
حقیقت ندوۃ العلماء کی دیکھو اپنی آنکھوں سے
یہ مجمع خیر و برکت کا خزانہ ہے سعادت کا
مشعل اس کا زیور میں۔ تو عالم اسکی رونق بین
زیارت سے شرف ہو سنو پر زو رفقتیرین
محبت اس سے لازم ہے اعانت اسکی واجب ہے
لڑائی جھگڑے کی باتیں اٹھا دو دل سے اے یارو
شریکے رد ہو جاؤ۔ محب قوم بن جاؤ
تشنہ دھپو زکر۔ گر کام لو رفیق و مدار سے
پیہر کے عظیم غلق کے پیرو بنو دل سے

اڑے۔ روٹھے بہت بھاگے۔ خدا را بتوں من جاؤ
چلو آؤ گلے مل لو۔ کہ آخر کو تو مجھ سی ہو

اے خدائے کریم و رحیم۔ اے خدائے معفور و مشکور۔ اے سار العیوب۔ اے غفار الذنوب۔
اے ارحم الراحمین بطفیل اپنے اُس رسول محبوب کے (صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم)
جس کی ذات مقدس کو تو نے اپنے کلام پاک میں رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا ہے۔ ہم پر جو
دل و جان سے تیرے بندے اور اُس نبی برحق کی اُمت ہیں۔ لطف کر۔ رحم فرما۔ کرم کر۔ آمین

بجہ اللہ کہ رسالہ

الْقَوْلُ الْفَاصِلُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ

مصنفہ

جناب مولوی حکیم محمد ایوب صاحب قادری حشمتی رئیس پھلواری پٹنہ

جسین

نذۃ العلماء کی حقانیت کے دلائل اور مخالفین کے بیجا الزاموں
کے جوابات عام فہم عبارت میں کتب معتبرہ فقہ و تصوف و
سیر سے دیے گئے ہیں جسکے دست لکھنے سے مخالفین کی
تمام رد و کد کی حقیقت اہل انصاف پر روشن ہو جائیگی

مطبوعہ انطاکیہ پریس کے ایٹو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَحْمَدُ اللّٰهُ الَّذِي أَحْكَمَ بَيْنَنَا بِأُصُولِ الشَّرْعِ الْبَيْضَاءِ وَبَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا رَسُولًا دَاعِيًا إِلَى الطَّرِيقِ الْحَقِّ الْبَيْنِ مِنَ الْوَسْطَةِ الظَّالِمَاءِ وَنَشْكُرُهُ عَلَيْهِ مَا عَظَمَ أَنْفَضَهُ مِنَ الْإِلَاءِ وَالنِّعَمِ وَكَفَى مَا خَلَّ النَّاسُ بِمَجَالِسِهِمْ بِنْدَةِ الْعِلْمِ وَفَضْلِ الرَّسُولِ مُحَمَّدٍ وَبِحَبْلِ شَرِّكَائِنَا مُحَمَّدٍ إِلَهُ وَاحِدًا بِهِ

وَادِلِيَّاتِهِ الْجَبَّاءِ الْأَتَقِيَاءِ

کتاب بعد

خادم العلماء محمدا یوب قادری کتا ہے کہ مجھے عرصہ دو سال سے ندوۃ العلماء کے ساتھ نہایت ہی دلچسپی کے ساتھ تعلق تھا اور ایسے عظیم الشان جلسہ کو میں ایک نعمت عظمیٰ سمجھتا تھا اگر اس سال قبل از جلسہ میرے پاس مختلف تحریریں جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی مدظلہ العالی اور جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بدایونی مدظلہ کی جانب سے ایسی یونہی کہ فی الجملہ میں ندوہ کی جانب سے ذرا متامل ہوا اور انھیں وجوہات سے اس سال میری شرکت بھی نہ تھی پھر انھیں دو نوٹوں بزرگوں کے اتباع کے رسائل اور بھی مخالفت ندوہ میں میری نظر سے گذرے میں اس معاملہ میں مدتوں سخت متحیر رہا کہ دونوں طرف علما ہیں آخر یہ جھگڑا طے ہو کیوں نہیں پاتا اور نزاع بھی کوئی طول طویل نہیں معلوم ہوتی ہے جس کا سلجھنا دشوار ہوا تا آخر میں نے ان سب تحریروں کو بغور دیکھا اور بزرگان ندوہ سے بالمشافہ اور بذریعہ کتابت بعضہ شبہات کو پیش کیا اور ان کے جواب میں غور کیا۔ تو اب میری عقل و انصاف نے مجھے ثابت کر دیا کہ مخالفین ندوہ محض برسر خطا ہیں اور علما سے ندوہ برسر حق ہیں۔

اور مخالفین ندوہ نے جو اعتراضات کئے ہیں وہ بالکل لایعنی ہیں اسلئے پہلے میں علما و محدثین کی حقیقت کے
وجوہات لکھتا ہوں پھر شہادت کا جواب عرض کروں گا۔

وجہ اول واضح ہو کہ ندوۃ العلماء میں تقریباً اکثر علما سے ہندوستان شریک ہیں اور علما بھی ہر طبقہ
کے مدرسین تکمیلین فقہا محدثین صوفیہ اور وہ علما شریک ہیں اور اسکے اراکین ہیں جو
ہندوستان میں مقتدا سمجھے جاتے ہیں جیسے حضرت استاذ الاساتذہ شیخ السجاء بڑہ
مقدم المحققین شیخ شیعوخ المدرسین مولانا محمد لطف اللہ صاحب علی گڑھی مفتی عدالت عالیہ
حیدرآباد جنکی اس وقت ہندوستان میں کم سے کم پانچ سو عالم شاگرد ہوں گے اور جناب
مولانا مولوی سید محمد علی صاحب دام مجدہ کہ آپ تلخ نظر تبحر علمی کے حضرت مجدد و منا
شیخ الشیوخ عارف باللہ مولانا فضل الرحمن قدس سرہ کما جمل خلفا سے ہیں اور آپ کی
حق پسندی و زہد و تقویٰ تمام ہندوستان میں ضرب المثل ہے اور جناب فیاض اجل
محقق اہل مفسر کلام ربانی مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی کہ آپ کی تصانیف روزِ نصار و آریہ سماج و
الاخلاق و دیگر بین السو فیست مستند ہو رہی ہیں اور آپ کا مناظرہ فرق مخالفین سے مشہور و
معروف ہے آپ کی تفسیر اس زمانہ میں بہ زبان اردو گویا امام رازی کی تفسیر کبیر کہلاتی ہے
اور کچھ اس سے فائدہ لوگوں کو پہنچ رہا ہے اور جناب مجمع علم و فضل و عرفان حضرت
مولانا شاہ محمد سلیمان دہست برکاتہ کہ اس وقت آپ مجمع علم ظاہر و باطن ہیں اور تمام
ہندوستان میں مقتدا تصور کئے جاتے ہیں اور جناب محمد ذمی علی جناب شریف اللہ سیادت اب
مولانا سید محمد شاہ محدث کہ آپ کا تقویٰ اور اتباع سنت و درس حدیث زمرہ علما میں
بخط عزت دیکھا جاتا ہے پھر عوام کو کون کتنا ہے اور عالی جناب فخر الاشباہ والاقران
صوفی باصفاست بادۃ توحید فرد فرید تلج العلماء مولانا شاہ محمد حسین الدہلوی است مکانہ
وغیر ہم من العلماء الکرام اور مخالفین ندوہ سے نام لکھنے کے لئے توبہت سے نکل آئیں
مگر حقیقت مشاہیر اور قابل لوگوں میں فقط جناب مولانا عبد القادر اور جناب مولانا محمد ضاحی
صاحبان ہیں یہ دونوں بزرگ بھی اگرچہ میرے نزدیک بہت بڑے لائق اور فاضل اجل ہیں
اور بالخصوص مناظرہ و محامد اہل توبہت میں تو علم برافراختہ ہیں مگر دو آدمی جماعت کثیر

اہل علم کی جانب مقابل کیونکر ہو سکتے ہیں۔ تو اب ہم کو جماعت کثیرہ و سواد اعظم علماء کرام کو برحق سمجھنا چاہئے اور انھیں کے ساتھ ہونا چاہئے۔ زین ابن ماجہ کی صفحہ ۲۹۲ میں یہ حدیث منقول ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمع علی ضلالة فاذا راہتم اختلافاً فاعلیکم بالسواد الاعظم حاصل اس کا یہ ہے کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی تو تم لوگ جب انھیں مختلف یا دو ٹوڑی جماعت کے ساتھ ہو لینا اور سنن ترمذی کی صفحہ ۲۴۲ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة فان الشیطان مع الواحد اور یون بھی آیا ہے ان الله لا یجمع امة علی ضلالة ویدلہ علی الجماعة ومرتد شد فی النار حاصل ان دونوں حدیث کا یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ ہو جماعت سے علیحدہ مت ہو جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے اور ابن ماجہ کی صفحہ ۲۹۲ میں ہے کہ عوف بن مالک کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے قسم فرمایا لا تغتفر امتی ثلاثاً و سبعین فمرة فواحدة فی الجنة وثنتان و سبعین فی النار قيل یا رسول الله من هم ذالک الجماعة یعنی میری امت تتر فرقه ہو جائے گی ایک جتنی ہوگا باقی سب جہنمی لوگوں نے عرض کیا حضرت جتنی کون ہے آپ نے فرمایا جماعت یعنی جدھر جمع زیادہ ہو۔ اور نسائی کی روایت میں ہے فان ید الله علی الجماعة واد الشیطان مع من فتر الجماعة بکض یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد ہے جماعت پر اور شیطان جماعت سے جدا ہو نیوالو کی ساتھ دوڑتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے دموات وھو مفارق للجماعة فقد مات صلیتہ جاہلیۃ یعنی جو جماعت سے جدا ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

انصاف سے جو شخص ان حدیثوں پر غور کرے گا ہرگز ندوۃ العلماء کی مخالفت نہیں کریگا اور شرفہ قلیلہ کے مقابلہ میں جماعت عظیمہ کا تحطیہ ہرگز پسند نہ کریگا۔

دوسری وجہ حقیقت علما نے ندوہ کی یہ ہے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انزلک فیکم الثقلاء فان تمسکم بہاں تفضلوا بعدکھا اعلیٰ من الآخر کتاب اللہ وعتقواہل بیتی یعنی یہ تحقیق میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک مضبوط تم پر رہے گی ان دونوں کو ہرگز گمراہ نہو گی ایک ان میں دوسری سے بڑا ہی کتاب اللہ کی

یعنی قرآن اور دوسری میری عمرت والہ بیت۔

اس حدیث پر علمای مذہب نے پوری طرح سے عمل کیا اور قرآن و عمرت دونوں ہی کی
ساتھ تسک کیا تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ مذہب کی اصلی غرض اور اہم مقاصد
دو چیزیں ہیں ایک شاعت تعلیم و دوسری اتفاق یا ہمی ان دونوں کی بہ نسبت قرآنی
ہدایتیں موجود ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ سَنَفَعُكَ نَفَرًا مِّنْ نَّفَرٍ مِّمَّنْ لَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ لِّكَ لَئِنْ لَّمْ يَنفَعُواكَ اللَّهُ يَكْفُرْ بِكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ وَلَئِنْ لَّمْ يَنفَعُواكَ اللَّهُ يَكْفُرْ بِكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ وَلَئِنْ لَّمْ يَنفَعُواكَ اللَّهُ يَكْفُرْ بِكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ وَلَئِنْ لَّمْ يَنفَعُواكَ اللَّهُ يَكْفُرْ بِكُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ
اِذَا جَاءَ إِلَيْكُمْ مِّنْ أَهْلِ الْيَهُودِ أَوْ مِّنْ أَهْلِ النَّصَارَىٰ لِيَأْخُذُوا بِكُم مِّنْ عَمَلِكُمْ فَعَلَوْا بِهِمْ فَاتَّخِذُوا لَهُمْ هُدًى مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ
یہیٰ عَنِ التَّائِبِ اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْضَلُونَ اور اتفاق کی بہ نسبت مختلف جموں سے ہدایت کی گئی
ہے اور افتراق و اختلاف کی مانعت کی گئی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ سَنَفَعُكَ نَفَرًا مِّنْ نَّفَرٍ مِّنْ جَمِيعَةٍ
وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءُ فَالْفَيْنَ مِّنْ بَيْنِكُمْ فَاصْبِرُوا بِعَمَلِكُمْ اِنْهَا نَا وَبِهِم
فرمایا وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاُولَئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ تَرْتَابُ فِيْهِمْ وَكَانُوْا شِيْعًا لِّسَنَتِهِمْ عَلٰی شَيْءٍ اَوْ فَرَايَا
وَاطِيعًا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَاَمَّا مَن ذَرَعًا مِّنْهُمْ فَاُولَئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ فَاَصْبِرُوا سَوَاءً مَّا كَانَ
الَّذِيْنَ يَكْفُرُ بِهِمْ اِلَّا الَّذِيْ كَانَ يَكْفُرُ بِهِمْ اَوْ ضَلُّوا سُبُلًا مِّنْ بَيْنِ سُبُلٍ مِّنْ بَيْنِ سُبُلٍ مِّنْ بَيْنِ سُبُلٍ مِّنْ بَيْنِ سُبُلٍ
اب دوسرا تسک یا یعنی البیت عمرت کے ساتھ اسکی کیفیت یہ ہے کہ البیت نماز
افتراق و اختلاف کو پسند نہیں فرماتے تھے اور جماعت سے علیحدہ ہو جانے والے پر فخرین
فرماتے تھے چنانچہ باتفاق شیعہ و سنی پنج البلاغہ وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت امیر المؤمنین
سے فرمایا اَلْمَوْنِ السَّامِ الْاَعْلَمُ نَارِ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ عَلَيَّ مَا دَا اِيَّاكُمْ الْفَرَقَانِ الشَّامِ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا ارَادَ الشَّامِ مِنَ النَّاسِ
لِلدَّيْنِ یعنی بڑی جماعت کو لازم کیڑو کیونکہ خدا کی مدد جماعت کے اوپر ہے اور بچو تم
جدا کی اور علیحدگی سے اس لئے کہ جدا ہونے والا ایسی جماعت سے شیطان کے لئے ہے
جیسے بکری اپنے گلے سے جدا ہو کر بھٹیرے کے لئے ہو جاتی ہے اور بعض روایتوں میں
یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ النَّاسَ جَمَاعَةٌ يَدُلُّهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ خَالِفُوا حَاصِلِ اسکا
یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے اور مخالفین جماعت پر خدا کا غضب ہو۔ اور ایسا ہی
دوسرے ائمہ علیہم السلام سے منقول ہے اور کتب سیر و مناقب ایسی روایتوں سے الامال ہیں

العرض غلامے ندوہ نے قرآن والہبیت کے ساتھ تمسک کر کے دکھلادیا پھر انکی حقیقت میں کیا تمسک ہے اور اب ہم لوگوں کو بھی اس حدیث پر عمل درآمد کرنا چاہیے یعنی قرآن والہبیت کے ساتھ تمسک ہونا چاہیے قرآن کے ساتھ تمسک کی یہی صورت ہوگی کہ ندوہ کے ساتھ اتفاق کریں اور ایسے مقتدین ہونین کے طریق کے سوا کوئی دوسرا طریقہ تغزو و افراق کا نہ کالیں ورنہ پھر جہنم ہی ٹھکانا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ لَنْ يَنْفَعَكَ يَوْمَئِذٍ مَا تَأْتِيكَ نَصِيحَتُهُمْ وَتَوَكُّاتٍ مَصِيئَاتُهَا حَاصِل اُسکایہ ہے جو مسلمانوں کے طریق کے سوا کوئی دوسری سبیل چاہے تو اُسکو ہم پھر دین کے جدِ ندوہ پھر اور ڈال دیں گے اُسکو جہنم میں اور اٹھکا ڈال دیا

اور الہبیت کے ساتھ تمسک یوں بھی قرار دیا گیا کہ ہم لوگ اور تمام عامہ مسلمین بزرگان ندوہ کی اطاعت کریں اُسکے کہ انہیں اکثر سادات کرام اور خاندان الہبیت اور بنی ہاشم میں مثل جناب مولانا مولوی سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ کہ آپ سادات حسنیہ قادریہ سے ہیں اور جناب مولوی سید عبدالحی صاحب مدوکار ناظم کہ آپ سادات حسنیہ سے ہیں اور جناب مولانا حاجی حکیم سید مخدوم الاسلام صاحب کہ آپ سادات رضویہ منشا پوریہ سے ہیں اور جناب مولانا حضرت سید محمد شاہ صاحب محدث آپ سید حسینی جلالتیہ بخاریہ ہیں اور جناب مولانا سید عبداللہ صاحب دیوبندی کہ آپ بھی حضرت سید شاہ ابوالمعانی انجھٹوی کی اولاد سے ہیں اور علی بن القیاس اور بزرگان بھی سادات بنی ہاشم سے اراکین و مومنین ندوہ ہیں انکے اقوال کے ساتھ تمسک کرنا بیشک تعمیل ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے **شعر** این سلسلہ از طلا محراب است

این خانہ تمام آفتاب است بیہ بزرگان اگر ناز سے یوں فرامین تو بھی بجا ہے **شعر** ذہام لیکن زمرہ بوزراب بیہ آفتابم آفتابم **شعر** کر زہند وستان شمیم جاک بیہ بلبل گلشن خراسانیم **شعر** اور مخالفین ندوہ کا تمسک بموجب اس حدیث کے جیسا چاہیے نہیں ہوا

قرآن پاک اور الہبیت تو اتفاق کو یکا کر رہے ہیں اور یہ حضرات افراق اور اختلاف کی فکر نہیں ہیں نہ تعلیم کے لئے اب تک کوئی کوشش نہیں ہو رہی اور نہ اس شرفیہ قلیلہ میں اتنے بزرگان علمائے سادات ہیں بلکہ رب النوع مخالفین جو دوزبک ہیں انہیں خاندانِ حضرت کا شرف نہیں جناب مولانا عبدالقادر صاحب قبلہ توشیح عثمانی ہیں یعنی خاندان بنی امیہ سے ہیں اور جناب مولانا

احمد رضا خاں صاحب پٹھان افغانی ہیں۔ اور افتراق و اختلاف بھی آپ لوگوں کا اس حد تک پونچھا ہوا ہے کہ جس کا ٹھکانا ہی نہیں شیعہ و وہابیہ کے تکفیر کا فتویٰ لکھ کر ان کو جماعت اسلام سے خارج کیا باقی ہے اہل سنت ان میں مولوی اسماعیل و مولانا اسحق اور ان کے جماعت بھی زمرہ کفر و مفسدین میں داخل کیے گئے پھر علامہ دیوبند و سہارن پور و گنگوہ شریف ان حضرات کی بھی تفصیل و تفسیق و تکفیر میں قلم دوڑ گیا اور ہر دارالعلم و انجمن و فرائی محل کے اکابر پر بھی ہاتھ صاف کیا گیا اور توبہ کا اہتمام نہیں ہی دیا گیا پھر کشمیر کے ان کی طرف توجہ کی گئی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر خوب لایم و کاف کیا گیا انہما الزامات لگائے گئے تمام مجددیہ فاسد العقائد ٹھہرائے گئے پھر پھوڑی سی جماعت قادریہ و چشتیہ جو باقی رہ گئی تھی انہیں بعض اکابر مثل جناب حضرت شام نظام الدین حسین صاحب قبلہ اور دیگر بزرگان پر نفیضیت کا الزام لگایا گیا اور وہ بھی اہل سنت سے خارج کر دیے گئے انا اللہ وانا الیہ اجوب۔ اس حاصل بحر آب و عالم اور آپ کی اتباع کے گویا کوئی مومن کامل ہی نہیں۔ میری ان باتوں کی تصدیق جسکو کرنا ہو وہ بریلی و بدایون میں جا کر کرسے یا ذریعہ خط جناب مولوی احمد علی عاصی بریلیوی اور حضرت شاہ قاضی علی احمد سجادہ نشین بدایون سے تحقیق کر لے۔

تیسری وجہ حقیقت علمائے مذہب کی یہ ہے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **میرے بعد تم میں زندہ رہیگا تو بہت اختلاف پھیلے گا تو اسوقت تم لوگوں کو لازم ہو کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کے چلن کو اختیار کر لو۔**

اس حدیث پر علمائے مذہب نے عمل کیا اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کرنا تفصیل اسکی یوں ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم سے رحلت فرمائی اسوقت حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اب تنہا کا باز اگر مہم ہو جائے گا اور اختلاف و خوہری حد سے زیادہ ہو جائے گی اس لئے سب کا مون کو چھوڑ کر متفقہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے وہاں انصار کا مجمع تھا سرداری و امارت میں گفتگو شروع ہوئی ان لوگوں نے

اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی خلافت ہی نہیں ہوا تھا۔
 اور مخالفین ندوہ کے احوال پر ہم جب غور کرتے ہیں تو انکو بالکل اس اتباع سے علیحدہ کرتے ہیں
 ہمارے دونوں مولانا کی طرف سے رسالہ پر رسالہ تو لکھا جاتا ہے مگر نہ کوئی آپس میں
 صدر انجمن ہے نہ مشورہ ہے نہ اسکے ممبران ہیں اور نہ لینت و حکم سے کام لیا جاتا ہے۔
 بلکہ اپنی باتوں کے پاس اور جانب داری حد سے زیادہ ہر دعاۃ و عظیم بھی جو اس طرف سے
 مقرر کئے گئے ہیں وہ نہایت ہی سخت گوچکے مواعظ سے تفریق جماعت و اشتغال طبع پیدا ہو
 سب شتم انکے نزدیک کوئی عیب ہی نہیں درجہ نگہ و مظفر پور میں ان دعاۃ سے لوگ عاجز
 آئے آخر وہی نوبت آئی جو بریلی و بدایون میں حکاموں کی طرف سے افسوس کیا گیا۔
 ان سب حالتوں کے ساتھ بھی علماء ندوہ آج تک عاجزی کے ساتھ صلح و تصفیہ پر آمادہ
 ہیں اور نہایت ہی جوش کے ساتھ ان بزرگوں کی خیر مقدم کے لئے مستعد ٹھہرے ہیں۔
 کثرت گرسر صلح است باز اذکر ان محبوب تر باشی کہ بودی پڑ اور علماء ندوہ نہیں چاہتے
 کہ دو عالم تجھ اس جماعت سے علیحدہ رہیں یا انکی اتباع کنارہ کش ہو کر درین حاشا و کلہ
 بے جابانہ در آزد و کاشانہ مانے کہ بجز درو تو کس نیست درین خانہ پائے میرے مخدوم
 حضرت اخی و مولانا ابی جناب شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ کو باعتبار دیگر بزرگان
 ندوہ کے ان دونوں مولانا سے کچھ ربط زیادہ معلوم ہوتا ہے اور انھیں ان لوگوں کے
 بلانے کا بہت خیال رہتا ہے بریلی سے تشریف لانے کے بعد حضرت نے مجھ سے ایک دن
 ارشاد کیا کہ مجھے ایک عریضہ بدایون شریف ارسال کرنا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مولانا کی
 شکایتیں رفع ہوں اور میں انکو ندوہ کی طرف سے مدعو کروں۔ میں نے عرض کیا کہ
 حضور ندوہ کی معیت و شرکت گویا تمام علماء نے کر لی اب دو بزرگوں کے لئے آگے اتنا
 کہ وہ جب کیوں سہم آپ نے ان حضرات کی قابلیت علمی وغیرہ وغیرہ کی بہت کچھ تعریف کی۔
 حسن اتفاق سے منہج البلاغہ سامنے رکھی ہوئی تھی ایک فی علم نے جو کھولا تو اس میں نہایت ہی
 سیدنا امیر المؤمنین عجل آیا جو آپنی اپنی ابتدا سے خلافت میں بعد بیعت مجاہدین و انصار
 میر شام کو لکھا تھا انھوں نے عرض کیا حضور اس خط کو صدر انجمن کی طرف سے وہاں

بھیجدین اور انصاف فرمائیں کہ طابق النعل بالنعل ہے یا نہیں وہو نہر اما بعد فان بیعتی
یامعا ویرثون متک و انت بالتام نانہ یلعی القوم الذین یالعیابا لیکر و عمر عثما علیما یلعیہم علیہ فلم یکن
للشاهدین خیار ولا للناظرین و دانسا الشی للہاجین ولا نصفا و اجتمع علی جعل سنی اماما کان اللہ رضی عنہ
منہم خارج بطعن اولیہ رد فی الاماخر منہ انی نقائل علی اتباع غیرہ بل المؤمنین فی کلا ما تو واصلہ جہنم و ساء
جناب مخدومی اس لطیفے پر دیر تک ہنس تو رہے پھر فرمایا ہرگز نہیں ہمارے اور ان کے درمیان
جو خصوصیتیں و تراعین ہوئیں وہ مثل واقعہ جنگ جمل ہے کہ محض دھوکے دھوکے میں
اتفاقہ طول ہو گیا اندر تعالے ہم دونوں کے حال پر رحم فرمائے اور اس اختلاف کو مٹائے۔
اراکین ندوہ ان دونوں بزرگوں کی تنقیص شان ہرگز نہیں کرتے اور وہ لوگ علما کرام
اور نواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں ان کو گوئے جناب میں کتاخی کرنا نہایت کی بات ہے
چونکہ حق و حقیقت علمائے ندوہ کی یہ ہے کہ ندوہ کی بنسبت خیریت اکثر اکابر و عرفا فی
سنات صاحب و یکچوہین اور بعضوں پر اسکی حقیقت کشوف ہوئی ہے اور ارواح طیبہ کو اسکا
مرد و معاون پایا ہے۔ خواب و کشف و الہام اگرچہ حج شرعیہ سے نہیں مگر پھر بھی بے اعتبار
محض نہیں خواب کے بنسبت جزء من اجزاء النبوۃ وارد ہوا ہے اور کشف و الہام
کے بنسبت اکابر نے فرمایا ہے کہ مکلم علیہ و کاشف کے عمل کے لئے کافی ہے اور غیر بھی
بطریق ادب اس پر عمل کرے تو مضائقہ نہیں لہذا جیون نور الانوار میں فرماتے ہیں الہام اولیہ
حجة فی حق انفسہم ان و انق الشریعة و لم یعد الغیب ہم الا اذا اخذنا بطریق الادب
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بنسبت نسیم الریاض شرح شفا
قاضی عیاض میں لکھا ہے سئل النبی عن عیاض و منامہ ما یرہ باصرہ علیہ ام لا فاجاب بانہ ان لم یحکم
الشرع کان خاصہ و نفیہ ینفی العمل بہ الخ غرض سیری ان تقریرون سے یہ ہے کہ
خواب و کشف سے تائید اقوال علماء کے تو ضرور ہوگی۔ ندوہ کے بنسبت ایک خواب
طولانی تو چھپر شائع ہو ہی چکا ہے جس میں دیکھنے والے نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی
کو دیکھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو کر خزانہ محمدیہ ندوہ سے آگاہ ہوا۔
پھر بریلی میں جناب مخدوم سولنا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ نے حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام کو دیکھا اور آپ کی انگلیں سے بہت فیض پایا اور اس فیض صادق کا اثر تمام حاضرین
مذہب پر ہوا اور جس مکان میں غلام جمع ہو کر مشورہ کیا کرتے تھے جناب مولانا العارف باللہ
حکیم علی حیدر صاحب نے بین النہوم والیقظہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو ایک مجمع کثیر کے ساتھ جلوہ فرما دیکھا اور دس ہفتہ دست مبارک سے حضور کوئی کام فرما رہے ہیں
اور دست مبارک سے بیاض و انوار نمایاں ہیں۔ حکیم صاحب مدظلہ جس وقت اس ارقہ
کو بیان فرماتے ہیں نہایت تکلیف ہو جاتے ہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا مجھے بھی مذہب کے
طرف سے فی الجملہ شکوک تھی مگر اس ارقہ سے وہ سب اکو دیا غ ہر جا کہ سلطان خیر و
غوغا ناشد عام رہا اور بھی اکابر کے واقعات کشفیہ و مناسیہ ہیں مگر بوجہ نارضا مندی
ان لوگوں کے میں اسکو شائع نہیں کر سکتا۔ جناب حضرت مولانا محمد سلیمان مدظلہ نے
بتیسری باتیں اس مادہ میں مجھ سے ارشاد کیا ہے مگر اسکی اشاعت سے منع فرمایا ہے۔
ایک دفعہ میں بھی ارشاد فرمایا کہ مولوی سید محمد علی صاحب کے محدود معاون ارواح طیبہ
ائمہ الطہر علیہم السلام کی ہے اور حضرت غوث الثقلین کی نظر خاص میری ہے اور حضرت
مولانا القطب سیح الاویا فی عصرہ مولانا افضل حسن صاحب نے ایسا فرمایا ہے واللہ اعلم
بالصواب۔ هذا آخر ما اردنا ایلادہ فی هذا الباب مفعضا عن آلہ اللہ الالہی فی ظہار
لہی اولادہ لایا لہا الموفق للصواب فی هذا القدر کفایت لہا لہ الدرایۃ فان الحق صحت
وانتقم حق لا تضاح فیا ایہا المصنعت اطعت المصباح فقد طعم المصباح۔

بحث موالات

مخالفین کے تمام اعتراضوں میں یہ بہت بڑا اعتراض ہے اور بار بار اسی ایک تقریر کا
اپنی وہ اعادہ کرتے ہیں اور دوسرے کچھ اور اضافہ کر کے حضرت مجدد الف ثانی کے قول سے
استناد کرتے ہیں اس لئے میں متناسب سمجھتا ہوں کہ اس بحث میں میں اپنی تحقیق لکھوں
اور ایسا لکھوں کہ اُسی سے مخالفین کو تمام شبہ رفع ہو جائیں پھر حضرت مجدد کے قول کی توضیح
کروں قانون صوکلہ علی ربک کلیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم داعی ذابناہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آمین شک نہیں کہ نص قرآنی کفار کی ترک موالات میں وارد ہے کہین لَا تَتَّخِذُوا الْمُشْرِكِينَ
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُسْلِمِينَ اور کہین لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَ أَوْلِيَاءَ وَلَوْ كَانُوا
قَرَابًا لَوْلَا رِزْقُ اللَّهِ لَكُنْتُمْ فِي الْفَقْرِ فرمایا لیکن ترک موالات سے یہ مطلب ہے کہ اون سے مذہبی مسائل میں دوستانہ تبادلو
نہ کرو اور محبت دینوی بھی ایسی نہ کرو کہ اپنے دینی کام میں اون کے محتاج ہو جاؤ یا اون سے
اعانت چاہو کیا تمہارے دینی بھائی ان کاموں کے لئے نہیں ہیں۔

اور ان آیتوں کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ساتھ حسن معاشرت و راہ و رسم و معاملات
بھی نہ ہوں ہرگز نہیں یہ باتیں تو ضرور جاری رہیں گی ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ مخالفین کے ساتھ مشہور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہود و غیرہ کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے جہاریوں میں انکی عیادت بھی کرتے تھے
انکے ہرایا و تمنا کتب کو بھی قبول فرماتے تھے۔ وہ لوگ حضرت کی مجلس شریف میں آتے
تھے حضرت کو سلام کرتے حضرت انکے سلام کا جواب دیتے وہ مسائل کی مطاحات کرتے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشتی انکو جواب دیتے صحابہ کو انکے ساتھ سختی کرنے سے
منع فرماتے جو باتیں احکام الہی کی مشترک ہو تھیں حضرت انکو یاد دلانے انکو خطوط و
فرامین لکھ کر یوں اپنی طرف بلائے اِنَّا لَوَالِي كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلْحِ-

اور ایک بار حضرت کی مسجد شریف میں انھوں نے اپنی طور سے عبادت کی حضرت نے
اس سے منع فرمایا بلکہ اسکی اجازت دی ہر ایسی عبادت مطلقاً جلد چارم صفحہ ۷۶ میں لکھا
کہ قبیلہ ثقیف کے جو سفیر آئے تھے اور وہ کفار تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو مسجد
اقمارا تھا۔ اور زمیمی نے تخریج میں اتنا اور بھی لکھا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
یہ لوگ تو مشرک ہیں حضرت نے فرمایا زمین نجس نہیں ہوتی اور تفسیر کبیر و معالم التنزیل
اور تفسیر ابو سعید خضریٰ اور تفسیر مظہری اور دیگر کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ وفد نبی نجران
جو عیسائی مذہب رکھتے تھے وہ لوگ اپنے سردار عبدالسیح نامے کے ساتھ آئے حضرت
کے پاس آئے اور مسجد شریف میں بیٹھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مباحثہ و گفتگو

کرتے تھے اسی درمیان میں انکی نماز کا وقت آگیا وہ لوگ اُسی مسجد میں نماز پڑھنے کو
 کھڑے ہو گئے بعض حاضرین صحابہ انکے مزاحم ہونا چاہتے تھے کہ حضور نے خدا کو نماز
 پڑھنے کی اجازت دی اور مزاحمت سے لوگوں کو باز رکھا ان لوگوں نے روبرو مشرق
 یعنی بیت المقدس کی طرف ہو کے نماز پڑھی چنانچہ عبارت تفسیر ابو سعود صفحہ ۱۳۱ کی یہ ہے
 وقد حانت صلاتهم فقاموا لیسلموا فللمسجد فقال عليه السلام دعني هم فصلوا الى المشرق انتهى مختصراً
 ان روایتوں کو پڑھ کر جھک سکتے تھے چہرے ہوتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو
 اہل کتاب کو اپنی مسجد شریف میں نماز پڑھنے کی اجازت دی اور افسوس ہے ہلوگوں کی
 حالت یہ کہ مسلمان مسلمان کو مسجد میں آنے سے روکتا ہے اور اسکو نماز پڑھنے کی بھی
 اجازت نہیں دیتا۔ **ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا یہ کیا غیر متقلدین و شیعہ اہل قرآن**
 و اہل قبلہ بھی نہیں سمجھتے کہ اللہ وہاں تو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کو اجازت دے
 یہاں اپنے قبلہ معظم کی طرف بھی رخ نہیں کرنے پاتے یا عباد و اسفا پھر وہاں ظلم متین ہے
 صَلَّيَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا اسْمُهُ کے کیا معنی ہونگے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ایسے عیاں تھے کہ وہ تعصب سے لوگوں کو منع فرماتے تھے لا تشدوا علی انفسکم آپ کا فرمان بھی
 اور آپسے یوں بھی فرمایا ایسے دو لا تشدوا و لا تشدوا اور فرمایا اللہین ہے و لا تشدوا
 اللہین الا غلبۃ شدوا و تاسرہا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یوں بھی
 آیا ہے کان یحب الی تخفیف والیس علی الناس۔

اور صحابہ کرام نے بھی حضرت کے بعد اسی طریقہ تخفیف و آسانی کو برتا مغانفین اسلام سے بھی انکا
 نیک برتاؤ و اخلاق و مدارات کا دروازہ ہر کسی کے واسطے کھلا رہتا تھا اگرچہ مغانفین اچھے عقائد
 فاسدہ سے دل انکا کارہ تھا مگر معاملات و رسم و راہ میں انکا کسی قسم کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا
 صحیح بخاری میں باب لا ینسأ علی الناس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ وہ
 فرماتے ہیں خالط الناس و یناک لا تکلمنہ تم لوگوں سے خلط ملط کرو یعنی ملے جلے رہو اور اپنے
 دین کو مجروح نہ کرو اور ابالمدارات مع الناس میں حضرت ابو الدرداء کا قول ہے
 اننا لکنس فی دجی اقام دان قلوبنا لتلغھم یعنی میں مختلف قوموں سے ہنس بول کرتا ہوں

حالانکہ میرے دل ان پر فخر میں کر سکتے ہیں۔

صحابہ کے آخر زمانہ میں بدعات کا بھی شیوع ہونے لگا تھا اُس سے صحابہ کرام بیزار تھے اور نبی عن المنکر بھی فرماتے تھے مگر یہ سب انکی تنبیہات کے لئے تھا اصول اسلام میں انکو علیحدہ نہیں کرتے تھے جمعہ و جماعت سب میں انکو شریک کرتے تھے ظنوا و امرائے بنی اُمیہ مثل مروان ابن حکم حجاج ابن یوسف اور انکی اتباع سے صحابہ کرام بوجہ بدعت بیزار تھے مگر قطع تعلقات تو یہی اُنسے کسی نے نہیں کیا تا زمانہ انھیں کے ساتھ پڑھتے تھے اور خط و مواعظ میں شریک ہوتے تھے انکی لغویات پر کمر بھی فرماتے تھے صحاح ستہ میں ایسی شے بہت بتقول ہیں اور تاریخ الخلفاء و کامل وغیرہ ایسے حکایات سے مملو ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ریاض الصالحین میں جہان باب فی استحباب العزلة عند فساد الزمان وانخوف من الفتنۃ فی الدین و وقوع حرام و شہوات غویہ قائم کیا ہے و ان ایک باب یون بھی قائم کیا ہے بالبعث فی فصل الاختلاط بالناس حضور ﷺ و جماعتہم و مشاکھہ لطیفہ جلالہ ذکر معہم عبادۃ و رضیہم و مخصی جنابہم و مساعاۃ تہاجم شادھاہم و غیر ذلک من مصالحہم لمن قدر علی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر قمع نفسه علی الاذیاء و صبر علی الاذی۔ اعلیٰ العلم انی اختلاط بالناس علی الوجه الذی کہہ رہا مختار الذی کان علیہ رسی اللہ صلعم سائر الانبیاء صلوات اللہ سلامہ علیہم کہ لذلک اختلغا لراشدان و تبعہم من الصحابہ و التابعین من بعدہم من علماء المسلمین انصارہم و متبعیہا کثر المتابعین من بعدہم کہ قال لثانی احمد و اکثر الفقہاء رضی اللہ عنہم جمیع اسی مقام سے محبت و نفرت کے مسئلہ کو بھی خوب سمجھ لینا چاہئے اکثر ناقص الفہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب اُن سے نفرت ہوگی تو محبت کیسے ہوگی حالانکہ بیان پر اجتماع تفسیق نہیں ہوتا جنات مختلف ہیں ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بوجہ اپنے بعضے افعال قبیحہ و عقیدہ فاسدہ کی مبغوض ہو اور پھر بعضے افعال محمودہ اور عقائد حقہ کی وجہ سے محبوب ہو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں جیسا کہ فرمایا ہے انہم فی شخص خیر شر جب ان سے کمال ذلک الخلیفہ و بیغض لاجل ذلک الشر سید مرتضیٰ زبیدی شرح میں فرماتے ہیں و فی ہذا المقام یجتمع الحب والبغض معاً۔

پس یہی طور اہل مذہب کا بعض مختلف فرق اسلامیہ کے ساتھ ہے بوجہ بعض عقائد فاسدہ انکی انشے خلوص نہیں مگر اسلامی اصول اور اخوت اسلامی خواہ مخواہ انکی محبت پر انکو مجبور کرتی ہے اور بیشک جہت یہ خیال آتا ہے کہ یہ میرے مالک خداوند تعالیٰ کی موجود بندگی میں اسکی اشاعت کرتے ہیں میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمہ گو ہیں انکی غلامی پر فخر کرتے ہیں انکے دین کی اشاعت چاہتے ہیں۔ اوسوقت انکی ساتھ ہمدردی کا نہایت ہی جوش ہوتا ہے اور دل بھی چاہتا ہے کہ ان سے بالکل شیر و شکر ہو جائے اور وہ جو تھوڑا فرق ہے وہ بھی جاتا ہے۔

اور اس خیال کے ساتھ ہونہیں سکتا ہے کہ ان سے ترک معاشرت کیجاوے مذہبی تقاریب و مجالس میں انکو شریک کرین دعوت و مدارات میں کچھ فرق کریں درس و تدریس و اشاعت علوم میں انکو شریک نہ کریں۔ اگر نقص کی بھی گرم بازاری رہتی جیسا مخالفین مذہب کہتے ہیں تو آج میرے پاس علوم و فنون کی کتابیں بھی نہ ہوں اور اسلام کی یہ علمی صورتیں بھی دکھائی نہ پڑتیں۔

جناب من ابن جوزی محدث و عظیم فرمایا کرتے تھے ان کے مواظبت میں شیعہ و سنی برابر شریک ہوتے تھے و نون اپنا مقتدا سمجھتے ذرا علامہ ابن خلکان کی تاریخ ملاحظہ فرمائے ابن سمعون و اعظم بھی علی انہ القیاس و نون ہی قوم کی مقبول تھی اور شیعہ ان پر ویسا ہی اعتماد نہ بھی کرتے تھے جیسے سنی۔ علامہ سید رضی کا احوال دیکھی کہ باوجود تشیع کے ابن السیرانی کی شاگرد تھی اور استاد کے سامنے ایک مرتبہ تبرائی جسد بول اوسکے مگر اسیر بھی حلقہ درس سے خارج نہ کئے گئی اور پھر خود علامہ سید رضی سے صد بڑے علمائے اہل سنت نے تعلیم پائی انکو تقیسی الفاظ سے یاد کرتے آئے جیسا کہ علامہ ابن خلکان دنیات الاعیان میں فرماتے ہیں الشریف الرضی ابو الحسن محمد بن طاهر دہرقلی

ابو احمد محمد بن محمد بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن العابد بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ابداع الزمان واجب سادات العواقب علی مع جتہ الشریف و مخزہ المذہب باد بظاہر و فضل باہر حظ من جمیع المحاسن و افر

فَاِذَا الْفَتْحُ بِحُجِّي الْمَقْدَمِ ذَكَرَ فِي بَعْضِ مَجَامِعِهِ اَنَّ الشَّرِيفَ الرَّضَى الْمَذْكُوْرَ اَحْضَرَا اِلَى ابْنِ السَّيْرَاءِ فِي الْخَمِيْسِ وَطُفُلًا
 اِلَى قَوْلِهِ مِنْ تَارِيخِ الْخَطِيْبِ كَانَتْ كَادَتْهُ سَنَةٌ تَسْمُوْهُ خَسِيْفًا ثَلَاثَةً يَبْدُوْا فِي بَلَدِهِ بَيْنَ الْاَحْدَسَاءِ مِنْ الْحُجُومِ
 سِتِّ سِتٍّ وَاَرْبَعِ مِائَةٍ وَصَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ خَيْرُ الْمَلَائِكَةِ فِي الدَّارِ مَعَ جَمَاعَةٍ كَثِيْرَةٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اَنْتَهَى مَخْفُوْرًا
 عَلٰی هَذَا الْقِيَاسِ عَلَامَةُ مُحَقِّقِ نَضِيرِ الدِّينِ طُوسِيٍّ وَهُوَ غُورٌ بَعْضُهُ عَلِمَاةُ اَهْلِ سُنَّتٍ وَكُشَاكُورٌ تَحْقِيقِ
 اَوْرَاقُنْ سَعِيْ هَزَارًا عَلِمًا وَفَضْلًا اَهْلُ سُنَّتٍ نَعْنِيْ تَعْلِيْمُ بِلَاغِيٍّ جَمِيْنٍ اِيْكَاءُ يَكُ شَيْلِ عَلَامَةٍ
 قُطْبِ الدِّينِ رَاوِيٍّ كَيْ تَحْقِيقِ اَوْرَاقُ نَضِيرِ اَبُو كَرِمْ قُضَاوَا فَا تَكُ عَمْدٌ وَنِيْرٌ مُتَّازِجٌ جَيْسًا
 كَيْ كُتُبُ تَرَاجِمِ وَنَسِيْرِيْنِ نَذُوْرِيْنِ وَفَرَاغِيْنِ ذَكَرَ كَيْسًا مِنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا اَوْرَاقُ عَلَامَةٍ بِهَارِ الدِّينِ
 عَالِيٍّ كُوْدِيْ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اُنْخِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ
 كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ
 جَيْسًا كَيْسِيْنِ نَضِيرِ الدِّينِ طُوسِيٍّ وَفَرَاغِيْنِ ذَكَرَ كَيْسًا مِنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا اَوْرَاقُ عَلَامَةٍ بِهَارِ الدِّينِ
 بِنِ جَبْرِ الْعَمْدِ الْمُقْبِ بِهَارِ الدِّينِ اَحْمَدُ اِلَى الْعَالِيِّ اَلْمَدَانِيِّ صَاحِبِ التَّصَانِيْفِ وَالتَّحْقِيْقَاتِ
 دَهْلِيٍّ مِنْ كُلِّ حَقِيْقَةٍ بِكَرَامَةِ اَخْبَارِهِ نَضِيرِ اَبُو كَرِمْ قُضَاوَا فَا تَكُ عَمْدٌ وَنِيْرٌ مُتَّازِجٌ جَيْسًا
 بِطَرَفِ الْعُلُوْمِ وَمَا اُظْهَرَ اَنَّ الزَّمَانَ سَمِيْعٌ بِمَثَلِهِ وَلا جَادُ بِنْدَةٍ وَقد ذَكَرَ الشَّهَادَةَ كِتَابِيَّةً
 وَبَالِغَةً فِيْ شَاءَ عَلَيْهِ اَوْرَاقُ مَقَامٍ مِنْ كَيْسِيْنِ خَاتَمَتِ اَهْلُ لَادِيْ كَيْسِيْنِ اَرَابُ الدِّكْمَالِ
 اَلْقِيْ يَنْسَلِقُ اِلَيْهَا مِنْ كُلِّ حَبِّ مُحَمَّدٍ بِهَارِ الدِّينِ الْعَالِيٍّ حَمْدُهُمُ اللهُ اَوْرَاقُ مَقَامٍ مِنْ كَيْسِيْنِ
 وَكَانَ حَقِيْقَةً اَقَامَتْهُ بِهَارِ الدِّينِ اَحْمَدُ اِلَى الْعَالِيِّ اَلْمَدَانِيِّ صَاحِبِ التَّصَانِيْفِ وَالتَّحْقِيْقَاتِ
 اَوْرَاقُ نَضِيرِ الدِّينِ طُوسِيٍّ وَفَرَاغِيْنِ ذَكَرَ كَيْسًا مِنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا اَوْرَاقُ عَلَامَةٍ بِهَارِ الدِّينِ
 طَبَقَاتِ خَفِيَّةٍ مِنْ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ
 مُدَاوِلٌ بِهَارِ الدِّينِ اَحْمَدُ اِلَى الْعَالِيِّ اَلْمَدَانِيِّ صَاحِبِ التَّصَانِيْفِ وَالتَّحْقِيْقَاتِ
 ذَرِيَّةً مِنْ اَجْلِ مَوْلَا كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ
 يَزِيْدِيْ شَيْعِيٍّ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ
 شَيْعِيٍّ كَيْسِيْنِ كَيْسِيْنِ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ اَهْلُ سُنَّتٍ

حاشیہ قدیمہ و شرح تجربہ و شرح اشارات وافق المبین وغیرہا علمائے شیعہ کی تصانیف سے ہیں اب انصاف کرنا چاہیے کہ انکی تصنیف و تصانیف کے ساتھ اعتقاد اور پڑھنا پڑھنا اور فائدہ و استفادہ یہ سب فحالت و محبت و مایلط نہیں ہے تو کیا ہے۔

اور اگر یہ سوالات نہیں ہے تو کیا ہے۔ معتزلی کی تفسیر پر اعتبار کرنا موعظ و مباحث میں اس سے استغناء دیکھنا اور ان کے فتاویٰ مولفہ سے افتاء و استفتاء کرنا یہ سب سوالات نہیں ہے تو کیا ہے مناظرہ و مناظرہ میں انکو قرار دینا سوالات نہیں تو کیا ہو۔ علامہ نقاش رازی اور سید شریف جرجانی کو در بیان میں جو مناظرہ ہوا اسکا ثالث و حکم نعمان الدین انوار زمی المعتزلی تھا جیسا کہ طبقات خفیہ کے صفحہ ۳۵ میں مولانا عبدالحی لکھتے ہیں وجری مینہما بحث فی اجتماع الاستعارة و التعمیة و

والتثلیة و کلام جہا الکشاف فی تولدہ تعالیٰ و لک علی ہدی مد یوم کان الحکم مینہما تعالیٰ اللہ الخیر فی علی المعتزلی فرج دعا علی السیدانھے۔ اے افسوس ایک وہ زمانہ تھا کہ باوجود اختلاف مسائل

اسلامی فرق و مدرس و تالیف و تصانیف میں شیر و شکر مور ہو تو ہر ایک دوسرے کی کتاب سے استناد کرتا تھا اور آج یہ زمانہ ہو کہ علمی مجامع میں ان لوگوں کی شرکت بھی واز بھی جاتی ہے۔ کیا جبار اللہ زنجشیری معتزلی کی عظمت و جلالت آج بالکل ٹٹلی کیسا تفسیر کشف کا درس ہوتا تھا علمائے دین اہل سنت نے اس پر حواشی و تعلیقات نہیں لکھی ہیں کیا اسکی روایتیں موعظ و کتب تفسیر میں ذکر نہیں کی جاتی

تھیں کیا یہ تفسیر مذہبی کتاب میں شمار نہیں کی گئی تھی اے وہ ایک زمانہ تھا کہ شیعہ سنی ایک دوسرے کے علم و فضل کا اعتراف کرتے تھے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں انکو

باب و مذہب الفاظ میں یاد کرتے تھے اور آج یہ زمانہ ہو کہ ہر فریق دوسرے کو بڑی لقب یاد کرتا ہے زبان زیر بحر ناقصی خارجی رافضی و کابی کہے دوسرا الفاظ زمی و آشستی کا تو آتا ہی

نہیں اور علم و فضل کا تو اعتراف خاک ہو گا دیکھئے علامہ محقق طوسی شیعہ تھے اور امام رازی کے شرح اشارات پر کچھ اعتراضات کو بہن مگر اس کے ساتھ خطبہ شرح اشارات میں امام کو کیسے بڑے بڑے لغظوں میں یاد فرمائے ہیں و قد شرع فی شرح الفاضل العلامة ملک المناظرین محمد بن عبد

الحسین الخطیبی علیہ السلام فی تفسیرہا خفی منہ با وضوح تفسیر الخ اور حدیث و اسطرلاب کے رسالہ میں

امام کو افضل المتأخرین کی لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اور محقق طوسی کو بھی علمائے اہل سنت
 نے محترم القاب سے یاد کیا ہے شرح تجرید علامہ توسیجی کے خطبہ کی عبارت
 لاحظہ کرنا چاہئے دیکھئے وہ سستی ہو کر محقق طوسی اور انکی کتاب کے بنسبت کیا ارشاد فرماتے ہیں
 وان کتاب التجرید الذی حنفہ فی ہذا الفن الموالا لا عظم والخیر المعظم قدوة العلماء الراشدين
 اسنادہ الحکماء المتألمین فیصل الحق والمذین محمد بن محمد الطوسی سرائہ نفسہ ومرضہ انتہ
 اور علامہ ابن مطہر حلّی شیعہ نے اپنی کتاب منہج الحق میں بعضے صحابہ کی شان میں جب سخت
 الفاظ استعمال کئے اور علمائے اہلسنت کی شان میں بے اوبانہ الفاظ لکھے باوجود ان حالتوں کے
 فضل بن روز بہان نقلی نے اس کتاب کے تردید میں جسے لوگ ابطال الماثل کہتے ہیں
 علامہ موصوف کو تہذیب سے یاد کیا اور انکے لئے دعا و مغفرت کی عبارت انکی یہ ہے
 فلما استقر کا بریقۃ تاسا انقر الکتاب من مولانا الفاضل جمال الدین ابن مطہر الحلّی غفر اللہ ذہب انتہی
 اور دیکھو کہ اسے اسی بدایون شریعت کی خاکپاک کے اگلی تہذیب کو دیکھ لیجئے ملا
 علی القاری و بدایونی رحمۃ اللہ علیہ جو بدایون کے علماء محققین سے گزرے ہیں اور زمانہ
 جلال الدین اکبر میں بڑے مغز عمر سے پر ممتاز تھے قاضی نور اللہ شستری شیعہ کی
 علم و فضل و صلاح و تقوی و دیانت کی تعریف میں اپنی کتاب منتخب التواریخ میں کیا
 فرماتے ہیں۔ قاضی نور اللہ شستری اگرچہ شیعہ مذہب است اما بسیار بصفت لصف
 و عدالت و نیک نفسی و حیا و تقوی و عفاف و اوصاف اشرف بوصف است و بعلم و حلم
 و جود فہم وحدت طبع و صفائے قریبہ و ذکا مشہور است صاحب تصانیف لایستہ
 توقیفی بفسیر مہمل شیخ فیضی نوشتہ کہ از خیر تعریف و توصیف بیرونست بوسیلہ حکیم الحق
 ہلازمت شاہی پیوستہ در زمانیکہ موکب منصور بہ لاہور رسید و شیخ معین قاضی لاہور را
 در وقت ملازمت از صفحہ پیری و فتور قومی سقطہ در دربار واقع شد رحم برضعف او
 آوردہ فرمودند کہ شیخ از کار ماندہ بنا بران قاضی نور اللہ بآن عمدہ منصوب گردید اکی مفتیان
 ناہن و محسان بدلاہور را کہ بمعلم الملکوت سبق می دهند خوش بضبط و آرد و در راہ ثروت
 پریشان بستہ در پوست پستہ گنجائیدہ چنانچہ فوق آن تصور نیست می توان گفت کہ قائل

ابن بیت اور منظور داشتہ و گفته ۵ توئی آنکس کہ مذکورہ بہمہ عمر قبول ۶ و تصانیح
نکس غیر شہادت ز گواہ ۷ انتہی مختصراً۔

یہ سب اسکے پیشواؤں کی تہذیب کا نمونہ ہے اور اس زمانہ کی تصنیف تالیف جو ہے اب
اسکو ملاحظہ کیجئے۔ بجز مردود و رافضی غیبت مرتد کافر کے دوسرے الفاظ استعمال ہی
نہیں کئے جاتے۔

محمد بن اسماعیل بخاری جو امام الدین فی الحدیث کہلاتے ہیں اور حنبلی جامع الصبیح اصح الکتاب
بعد کتاب اللہ شمار کی جاتی ہے اسکے شیوخ و روایات صدہم مخالفین اہل سنت ہیں مرجع
نہضی خارجی شیعہ وہ سب سے روایت کرتے ہیں۔ ہمارے مخالفین مذکورہ کی خاطر سے
بوجہ ترک ہوالات و البغض فی اللہ ایک تو ان لوگوں سے روایت ہی کرنا حرام تھا
اور کیا بھی تھا تو اس نصیبی تہذیب کے موافق سب کے نام کے ساتھ فرقہ کا لقب
ابھی لگا دینا تھا شلاً عن عکرمتہ بخاری وعن عباد بن العوام الرافضی و عباد بن یعقوب الرافضی
ہا کہ مخالفین مذکورہ خوش ہوتے۔ اگر ان روایات کی بد مذہبی میں شک ہو تو
لیجئے میزان و تاریخ ابن خلکان و غیرہ ملاحظہ کیجئے عباد بن یعقوب اسمی کے
بہ نسبت میزان الاعتدال میں ہے من غلہ الشیعة و ر س البدعة لکنہ صاحب المحدثہ
و رعی عدلان لہما ذی عن الثقة ان عباد بن یعقوب کان یشتہم السلف قال صلحہ جزکان عباد بن یعقوب

یستم عثمان سمعہ یقول اللہ عادل من ان یدخل طلحة و الزبیر الجنة تا تلا علیاً بعد ان بابا ہا
اور مروان بن الحکم بخاری کے عمدہ ترین روایت سے ہے اور اسکی بد مذہبی
و افساد کا حال تمام کتب تاریخ و رجال میں مصرح موجود ہے طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل
وہی ہے فقہ حضرت عثمان کا بانی وہی ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض
اسکے بہ نسبت فرماتی ہیں کہ اسکے باپ حکم پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے لعنت کی و هو یستفیض من اللعنة فی صلبہ اور کبھی اسے آپ و سید ابن النوزح
فرماتی تھیں تاریخ و غیرہ ملاحظہ فرما لیجئے۔ ابین ہمہ حال امام الدین فی الحدیث
سے آخر روایت میں اس سے تامل نہ کیا اور فقط بخاری ہی کو کون کتا ہے امام

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی موطائین اس سے روایت کی بلکہ اسی روایت پر اخذ کیا اور فتویٰ دیا۔ صفحہ ۲۴۳ موطاء امام محمدؒ ملاحظہ فرمائے۔

وغیر ذلک بہتری مثالیں ایسی ہیں غرض میری یہ ہے کہ اگر فرق مخالفہ و مبتدعین کے مخالفت و محبت ناجائز ہوتی تو یہ اخذ روایت و استناد و اعتماد کیونکر جاری رہتا یہ باتیں تو بغیر مخالفت و رابطت ممکن نہیں۔ کیا امام محمد و امام بخاری وغیرہما مستقی و پرہیزگار نہ تھے اور اگر تھے تو پھر کیوں اجتناب نہ کیا۔ بے ادبی معاف انصاف یہ ہے کہ وہ لوگ ایسی لغو جزئی خیال میں پڑنا نہیں چاہتے تھے اور نہ متعصب تھے اور نہ اپنے دین کو کچا دھکا کا سمجھتے تھے وہ تو سُبْحَانَ اللَّهِ الْوُثْقَى لَا نَفْصَامَ لَهَا جانتے تھے پھر عوام کی مخالفت انھیں نقصان کیوں پہنچتا۔ حضرت سلامت ندوہ بھی انھیں کی روش پر چلا جاتا ہے اور اسی کو بھلا جانتا ہے کوئی کچھ سمجھے اسے اسکی پرواہی نہیں و کفایہم شرنا و علوا حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے کلام پر جو حیرت ظاہر کی ہے میرے دلست میں اس جملہ سے کوئی انتشار قلبی نہیں پیدا ہوتا ہے اور مخالفین ندوہ جو اسے اپنا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ شیعہ وغیرہ مقلدین کی شرکت ندوہ میں ناجائز ٹھہری یہ غلط ہے اب اس کے وجوہات آپ سنیں۔

اول یہ مسئلہ مسلم ہے کہ حسن و قبح شرعی ہے عقل نہیں جب خیریت و قباحیت ثابت ہی پر منحصر ہوتی تو اس شرکت و عدم شرکت مبتدعین کے جواز و ناجواز شریعت ہی سے معلوم ہونا چاہئے اور اولہ شرعیہ کتاب و سنت و اجماع و قیاس میں منحصر ہیں۔

تو اب اس قول مجددؒ سے مخالفین کا استدلال بیکار نا بالکل صحیح نہیں ہوا اس لئے کہ یہ جملہ نہ تو آیت قرآنی ہے نہ حدیث نہ آئمہ دین کا اجماعی مسئلہ نہ قیاس مجتہدین اور کسی بزرگ کا مجرد قول و فہم حجت نہیں ہو سکتا و قال شیخنا غوث الثقلین الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ فی کتابہ فتوح الغیب واجعل الکتاب والسنة امامک وانظر فیہا بتامل وتدبر اعلم بہما ولا تغتر بالقال والقلیل والہوس۔

دوم۔ جب یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ المجتہد قد یخطئ ویصیب اور

خطاے اجتہادی پر بھی مجتہد سستی تو اب واجر ہے تو اگر حضرت مجدد کے اس قول کو بھی اس جناب کے خطاے اجتہادی پر ہم محول کریں تو کوئی قیامت نہیں لانے لافتنقلا عصمة لهم ولا رحمة الله اجر علی اجتہادہ۔ و کیفیت احوال مدحوم
 هذا القول وهو يخالف الآثار والأخبار وتعامل أهل السنة۔
 سوم فقہی معاملات میں ارباب تصوف وائمتہ سلوک کے اقوال و افعال کو علماء میں پیش نہیں کرتے اور نہ وہ چندان قابل اعتنا ہوتے ہیں ہاں آداب و سلوک کے مسائل میں ضرور پیش کئے جاتے ہیں اور جن بزرگ کا قول ہوتا ہے اس خاندان والے پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے نہ عموماً۔ تو اب علماء ندوہ پر اس عمل سے حجت پڑنا اور انکو الزام دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اس ندوہ میں سب حضرات صوفی مشرب بھی نہیں اور جو بزرگان ہیں وہ بھی مختلف طریقہ کے بعضے قادری ہیں بعضے چشتی بعضے نقشبندی وغیرہ فلک یہ حضرات کیوں اس جملہ کے پابند ہوں گے ہاں ہمارے مکرم مخدوم جناب مولانا سید محمد علی صاحب پر اس جملہ کا باعتبار دیگران فی الجملہ زیادہ اثر ہو گا اسلئے کہ وہ مجددی ہیں اور حضرت مجدد کے بزرگی کا احترام کو عموماً اہل ندوہ کو ہے مگر مولانا سے موصوف کو حضرت کے ساتھ تعلق قلبی بہت زیادہ ہے مگر واضح ہے کہ ہمارے مولانا مثل جبال مشائخ پیرزادگان کے نہیں ہیں کہ کتاب و سنت بالائے طاق بس مکاتیب و ملا فیض ہی پر عملد آید ہو نفوذ یافتہ من ذلک۔ بلکہ بزرگان سلف کا ایسے معاملات میں جو دستور تھا دیا ہی میرے مولانا کا معمول ہے سنتے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی نظام الدین اولیا سماع سنتے تھے اور آپ کے بڑے خلیفہ حضرت نصیر الدین محمود چیراغ دہلی گانا نہیں سنتے تھے ایک دفعہ یاران کا مجمع تھا اور صحبت صوفیہ تھی اس درمیان میں لوگوں نے سماع کا سامان کیا نصیر الدین محمود چیراغ دہلی اٹھ کھڑے ہوئے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اپنے پیروں کے مشرب کو چھوڑ دیا اور منکر سماع ہوئے حضرت نے اس کے جواب میں

فرمایا حجت نمی شود دلیل از کتاب و سنت یابد۔ یعنی صاحبو فقط پیر کا مشرب
 میرے لئے حجت نہیں قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کرو کہتے ہیں حضرت
 سلطان المشائخ کے حضور میں جب اس قصہ کا مذکور ہوا تو آپ نے انکی اس
 تقریر کو نہایت پسند کیا۔ اور یہ بھی ضرور واضح ہے کہ عموماً خادمانِ مذہب
 حضرت مجددِ قدس سرہ کو اکابر و دین اور اولیاء کیار سے بچتے ہیں اور جاشاؤ
 کلا کہ انہیں کسی قسم کا الزام و تشنیع کسی کے ذہن میں بھی ہو والی اللہ المشتک
 من صنيعات الجهال الذين نهوا عن ابرز الفساد في الحيدرا باد و طالب المستنهم
 وتغلغلوا في ذلك الامام اهل الاسر شاد فرد عليهم اهل السنة فخابوا
 وخسروا والقصة مشهودة لدى اولي الاجاد۔

چہارم۔ حضرت مجدد کا یہ ارشاد بہت صحیح ہے مگر یہ فقط اسی زمانہ اور اسکے مائل
 پر ہی عموماً تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ حضرت مجدد زمانہ جاگیر میں تھے
 اور اس وقت تمام ہندوستان میں اسلامی سلطنت تھی کفار ہنود میرے ماتحت و
 قبضہ اقتدار میں تھے ہم انہیں ہر طرح سے حکمرانی کرتے تھے انہیں کسی قسم کا دعویٰ
 تقابل میرے ساتھ نہ تھا پھر انکی صحبت اور انسے خلط ملط برابری کا نہ تھا جو انسے
 کسی قسم کی ضرر کی امید ہوتی بخلاف مبتدعین کے کہ اُس زمانہ میں اکثر امرا اور
 وزراء تھے اور انکی اہل علم خفیہ طرح سے نہیں بلکہ کبھی بالا اعلان اپنی اشاعت
 مذہب کیلوگوں کی تالیف قلوب کرتے تھے اور اس کام کے لئے زریا بھی کیجاتی تھی
 نورجہان بیگم شیعہ مذہب تھیں اور مالک سلطنت ہو رہی تھیں قاضی نور اللہ
 شہسروی اور ملا فتح اللہ شیرازی لوگوں کو اپنے دام میں لاتے تھے۔ اس وقت
 باعتبار عموماً ہنود کے ان مبتدعین کے صحبت ضرر رسان بہت زیادہ تھی اور ہر
 عاقل اسکو سمجھ سکتا ہے بخلاف اس زمانہ کے کہ اب اسلامی سلطنت نہیں ہنود علم و
 دولت و جاہت دنیاوی میں ہمے بہت زیادہ ہو گئی میرے مذہبی تروید میں مسائل
 لکھے ہیں اور ادھر عیسائی لوگ اپنی سلطنت کی قوت پر اسلام پر حملے کرتے ہیں شیعہ

غیر مقلدین نامراد نہ وزیر پھر بھلا انکی صحبت بمقابلہ نصاریٰ و ہنود کیا ضرر کر گئی۔
 اور شیعہ وغیرہ مقلدین کا بہت سے بہت ضرر ہو گا تو یہی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ**
 سے خارج نہ کرے گا بخلاف صحبت نصاریٰ و ہنود کہ وہ تو حید و رسالت ہی کو کھو دیگی
 یا نہیں تو گنڈا کر نیچری بنا دیگی اور زمانہ کے تجربہ کار اسے دیکھ رہے ہیں مگر افسوس
 ہے کہ مخالفین مذہب اس بات کو نہیں سمجھتے اور شیعہ وغیرہ مقلدین کو نصاریٰ و ہنود
 بھی بدتر سمجھے ہیں انکی تردید ہتم بالشان سمجھی جاتی ہے اور مخالفین اسلام کے
 حملوں کا ذرا بچاؤ بھی نہیں کیا جاتا شیعہ وغیرہ مقلدین کی شکست پر انکو خوشیاں
 ہوتی ہیں **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاْجِعُونَ** کیا ان بزرگوں کو سورہ روم کا قصہ سہو ہو گیا
 کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بمقابلہ موسیٰ بن ایران رو تیوں کے جو اہل کتاب تھے
 فتح مناتے تھے۔ سبحان اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مجر و اہل کتاب کی بوجہ کتابی ہو چکے
 پاسداری کیجاتی تھی اور آج یہ زمانہ ہے کہ اہل قرآن کی صحبت کفار سے زیادہ تر
 ضرر رسان بتائی جاتی ہے اور اہل قرآن کی شکستوں کی خوشیاں منائی جاتی
 ہیں **ع** بین تفاوت رہ از نجاست تا بہ بجاۃ اب معالم التشریل کی عبارت
سَمِعْتُ اَلْمَ عَلِمْتُ اَلرُّومُ فِيْ اَذَى اَلْاَرْضِ۔ سبب نزول هذه الآية علی ذکرہ المفسرون
 انه کان بین فارس و الروم قتال و کان المشركون یبغون ان یغلبوا من الروم لان اهل الفرس كان
 حجا سیما منین و المسلمون یبغون غلبة الروم علی فارس و کونهم اهل کتاب الخ
 پنجم حضرت مجدد کی جملہ کی یون بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ عوام الناس کو بوجہ اعتماد ہی
 مبتدعین ان سے ضرر زیادہ پہنچ سکتا ہے باعتبار کفار کے کہ بوجہ کفر سرے سے
 مذہبی باتیں انکی تسلیم ہی نہیں کیجاتی ہیں۔ تو اس صورت میں بھی اہل مذہب لازم
 نہ ہونگے اس لئے کہ اراکین مذہب خدا کے فضل سے علما و فضلا و اہل فہم و فراست
 ہیں نہ عوام کہ فریب میں آجاویں اور بھی اس حالت میں کہ تعداد اراکین و عامہ
 انکی بہت زیادہ ہے اور مخالفین محض اقل قلیل پھر ڈر ہی کیا ہے۔ اور وہ بھی وجہ
 ہے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ میں مبتدعین ظلمہ بنی امیہ بنی

عباس و دیگر مخالفین سے ان بزرگواروں کو خط ملط تھا مگر انکو خاص کر کچھ ضرر نہ پہنچا
 اگر کفار سے صحبت انکی زیادہ منع نہ تھی تو تمام صحابہ و اہلبیت علیہم السلام اس وقت
 اسلامی حکومت سے علیحدہ ہو کر انصار کے ممالک میں چلے جاتے مگر ایسا کسی نے
 نہ کیا حضرات ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر کیا کیا ظلم نہیں ہوا اسلہا سال بعد عین
 پرہیزگار سپہ سالار امیر المؤمنین پر سب لعن کرتے تھے مگر حضرات اہلبیت نے انکو بالکل
 علیحدہ نہ کیا بلکہ معاشرت و ازدواج سب ان لوگوں سے جاری رکھا جمعہ و جماعت
 ساتھ ہی ساتھ تھا عیادت و تشریت ہر طرح کا خلط تھا۔ وَاخْرُجُوا مِنَ الدِّينِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ



فہرست اُن رسالوں کی جو ندوة العلماء کی تائید میں اہل حق نے تصنیف کی ہیں

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	نام مطبع	قیمت	کیفیت
۱	ارشاد الکلام	مولوی محمد حقیقہ	مجتبائی دہلی	۴۰	یہ نہایت عمدہ رسالہ ہے جس میں بہت بے قیود اہل حق کے ساتھ بحوالہ کتب تبرہ مخالفین کے جواب دیے گئے ہیں اور ندوہ کی کارکردگی کی ثبوت اقوال و افعال سائنس دانوں کے ساتھ ساتھ یہ رسالہ مطبع مجتبائی دہلی مسکاتا ہے۔
۲	اتمام الحجۃ علی مخالفی النہدہ	مولوی سید احمد رضا، مولوی حسنی قادری	مکتبہ دارالاحسن دہلی	۱۰	اس میں نہایت تہذیب ستائش کے ساتھ مولوی عبدالقادر صاحب کو خط کا جواب آیا ہے اس سلسلے کو جناب بدرالدین بن عبد اللہ صاحب فور نے چھپوایا ہے اور غالباً ان کے بیان ملے گا۔
۳	اعلام التہذیب و اعلام و تنبیہ العوام	مولانا احمد علی، صاحب مکتبہ حنفی	انتظامی	۴۰	اس میں مخالفین ندوہ کو بغرض اصلاح و دعوت دی گئی ہے اور ندوہ العلماء کی تحقیر ظاہر کی گئی ہے۔ یہ دونوں
۴	ہدایۃ الایمان	مولوی محمد علی صاحب	۴۰	۴۰	یہ دونوں رسالے نہایت عمدہ ہیں جن میں
۵	مقام ندوة العلماء	مزارعہ علی، مولوی محمد علی	مکتبہ دارالاحسن دہلی	۱۰	اس کو بھی جناب بدرالدین صاحب فور نے چھپوایا ہے اور وہیں مسکاتا ہے۔
۶	القول القائل	مولوی محمد علی، صاحب مکتبہ حنفی	۱۰	۱۰	یہ بہت اچھا رسالہ ہے مصداق مسئلہ دل کے نہایت ثبات عقائد سے ندوة العلماء کی حقانیت ثابت کی ہے یہ رسالہ مطبع مجتبائی دہلی اور دفتر تحفہ محمدیہ سے مسکاتا ہے۔
۷	ہدایۃ الخلق	مولوی علی سلم، صاحب مکتبہ حنفی	۱۰	۱۰	یہ دونوں رسالے مولوی عبدالقادر صاحب الکر مطبع احسن المطابع سے مسکاتے ہیں۔
۸	مائدہ الندوہ	۴۰	۴۰	۴۰	
۹	بشارت ندوة العلماء	انتظامی	۴۰	۴۰	یہ وہ اس میں درج کیے گئے ہیں۔
۱۰	البرق الساطع	زیر طبع	۴۰	۴۰	اس میں علما کی مدینہ منورہ و ہندوستان کی فوجی اور تحریریں ہیں جن میں ندوة العلماء کی ضرورت و عظمت تسلیم کی گئی ہے آخر کے دو ذوق رسالے دفتر تحفہ محمدیہ سے مسکاتے ہیں۔

تحفہ محمدیہ۔ یہ ماہواری رسالہ میں مضامین رد و نصارے اور اثبات حقانیت و حمایت اسلام و ترقی مسلمانان کے شائع ہوتے ہیں اگرچہ یہ سالانہ نہیں ہوتا ہے مگر ان ہفت روزوں کا مجموعہ نہایت عمدہ ہے اور یہ مسکاتا ہے۔

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

الحمد لله على ما ذكره مثاله، في رساله

ارشاد الکلام

حبیبین

جناب مولانا محمد حنفیہ رحمۃ اللہ صاحب نے ہم کتب تفسیر حدیث وفقہ و
تصوف و سیر و تواریخ وغیرہ سے نہایت متفقاۃً و شہرت سے مخالفین و مدعو
کے کل شبہات کا لائق جواب کمال جواب دیا ہے اور تنقو سے زاہد شواہد و
کی حقانیت کے پیش کیے ہیں جس سے ہر ایک طالب حق کو پوری تسلی اور
کمال تکمیل ہو سکتی ہے۔

جناب مولوی حافظ محمد عجب الدار صاحب کے ارشاد سے بلاہر جہت

مَحْتَبَايَ الرُّشْدِ هَلِي مَابِي هَلِي

صحنہ حروف خط ہونے کی تکمیل کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ برائے معذرت

مختصر فرست کتب مطبوعه و خاص مطبع محبت بائی دہلی

۱۰	کیا وہ	قرآن شریف و فتح علی قلمچرم	مشی جو اشیاء پر نذر نشانیابی	ساتھ اسکو فہم کر سکتے ہیں	جامع الماشورۃ فی التام المشورۃ
۱۱	تا ۱۹	ہا و ترجمہ (۱) مترجمہ اردو شاہ	و غیر ذلک و ملخصا: سیکلٹی	بلوغ المرام من ذلک التام	کتب فقہ و اصول فقہ
۱۲	۱	عبد القادر صاحب موضح القرآن	تفسیر غزنی ذہ	مع خیرہ السکر مشی و تالیف	عربی و فارسی و اردو
۱۳	۱	ترجمہ فارسی شاہ ولی اللہ	بقلم موسومہ فتح الغیر از مولانا	جامع الترمذی بن غمال	فقہ کبریٰ شرح تالی قاری
۱۴	۲	قرآن شریف با ترجمہ و ترجمہ	شاد عبدالغفر زکریا و دہلوی	نبوی تالی یا شاہ زکریا	اصول فقہ تالی زکریا
۱۵	۱۱	فارسی شاہ ولی اللہ و شیخ شکر	جمال انسانی المعروف بھٹو	طبع جدید شیخ و خوشنما	از غفر قالی بن و ذیل از غفر قالی
۱۶	۱۴	شیرازی و دو ترجمہ اردو شاہ	تقدیر آیہ لفظ علما الانسان فی	شمال ترمذی منہ مطبوعہ	مسند امام اعظم ۷
۱۷	۲۰	رفع الدین و شاہ عبدالقادر	مع تقیم	پہلی تالی کی ہے۔	کیدانی - منہ
۱۸	۳۲	مع فوائد و شان نزول و رجاشیہ	تفسیر سورہ فجر اردو منظوم	موطا امام مالک ج ۱	قدوری تالی جلد ۱
۱۹	۱	سماں شریف معری و معجم	تفسیر سورہ ذیل اردو منظوم	جو اشیاء نافذہ نبات و خوشنما	المعاشیہ علی الکلیات باب ۱
۲۰	۱۱	یکاشتری فی غلطی انعام والی	تفسیر سورہ نازعات اردو منظوم	مشکوۃ المصابیح من کمال	جوہر و نیزہ شرح قدوسی
۲۱	۱	متن اسکا معری و ابو رجاشیہ	تفسیر سورہ نازعات اردو منظوم	فی اسرار اربع تالی ج ۱	میزان المصلح تالی ج ۱
۲۲	۱۱	بندہ و تالیہ آیہ کا باجماعہ اردو	تفسیر سورہ شفاء فی سورہ فاتحہ	منجیہ الفکر شرح نزہہ نظر	مع حلقات -
۲۳	۱۰	ترجمہ شاہ عبدالقادر ج ۱ کا کدہ	تفسیر سورہ فاتحہ زبان اردو	مختص	اصول تاشی تالی ج ۱
۲۴	۱۱	ہوا ہے۔	از غفر قالی کرام الدین صاحب تالی	تفسیر شرح جمل حدیث منظوم	جدیدہ و قدیمیہ
۲۵	۱۱	سماں شریف معری و معجم	تفسیر حقیقی یہ تالی تفسیر علی	مولوی باؤی علی صاحب -	حسامی تالی ج ۱
۲۶	۱۱	کتب حدیث موصولہ	میں سات جلدوں میں تمام کر	خیر متین ترجمہ اردو ج ۱	واضح بقلم ذریعہ
۲۷	۱۱	ابن ماجہ و نفع و لاف	کتب حدیث موصولہ	یہ کتاب اور اردو و لاف	کشف المہم شرح مسلم الثبوت
۲۸	۱۱	تفسیر حلالین مع کمالین	ابن ماجہ و نفع و لاف	میں تمامی کتب صحاح اور کتب	مسلم الثبوت تالی ج ۱
۲۹	۱۱	تفسیر بیضاوی جلد اول تا	وصف ثانی بمجتبیٰ مختص	امادیت تالیہ علیہ الصلوۃ و التیمہ	خوشنما تالیہ ج ۱
۳۰	۱۱	سورہ بقرہ و جلد دوم تا سورہ کوفہ	اکمال فی اسرار اربع تالی ج ۱	کتاب باب جو۔	مع اضافہ تالی ج ۱
۳۱	۱۱	تفسیر بیضاوی جلد اول تا	مشکوۃ جن لوگوں کے پاس	ماہیت بالسنہ مع شرح	نامی شرح حسامی جلد ۱
۳۲	۱۱	سورہ بقرہ و جلد دوم تا سورہ کوفہ	شریف بلا اکمال ج ۱	زیر قلم و رجاشیہ حل لغات	مولوی ابو جعفر علی صاحب تالی
۳۳	۱۱	تفسیر بیضاوی جلد اول تا	تفسیر بیضاوی جلد اول تا	تفسیر بیضاوی جلد اول تا	تفسیر بیضاوی جلد اول تا

بسم الله الرحمن الرحيم گزارش مختصر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۱ طالبین حق کی خدمت میں گزارش ہو کہ رسالہ ارشاد الکملائین نے کیسی رو دکراور بحث و مباحثہ کی غرض سے تین لکھا بلکہ بعض اظہار حق کے لیے لکھا ہوا ارکین ندوۃ العلماء کا سکوت نہایت مناسب و درست ہے اکابر استخبرہ کا اتباع جو میں نے یہ کیا اس میں سادہ دل جو حقیقت امر سے نا آشنا ہیں غالبین کی حق پرستی سے راہ حق سے ہٹا جائیگا۔ ایسے میں نے نہایت تحقیق اور تفنیش سے یہ رسالہ لکھا ہے اور کتب معتبرہ تفسیر اور احادیث اور شروح احادیث اور عقائد اور سلوک وغیرہ سے انتخاب کیا ہے جسکی فہرست ذیل میں درج ہے۔

فہرست اون کتابوں کی جنکے مضامین اس رسالہ میں لیے گئے ہیں

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	نمبر	نام کتاب	نام مصنف
۱	قرآن مجید	اللہ جل جلالہ و رحمہ نوالہ	۱۰	مشکوٰۃ شریف	خطیب
۲	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	۱۱	علامہ رکن الممال	شیخ مفتی رح
۳	دارک التذیل	ابو البرکات سنغنی	۱۲	مسند امام احمد رح	امام احمد بن حنبل رح
۴	تفسیر خازن	علامہ علاء الدین علی بغدادی	۱۳	فتح الباری شرح صحیح بخاری	حافظ بن حجر عسقلانی
۵	تفسیر ابوسعود	علامہ ابوسعود	۱۴	عمدة القاری شرح جامع صحیح امام بخاری	شیخ الاسلام بدر الدین عینی
۶	روح المعانی	علامہ شاہ ابوبکر ابوسید بن ہذیل	۱۵	مدریب الراوی	علامہ جلال الدین سیوطی
۷	کتب احادیث		۱۶	مجمع البحار	علامہ محمد طاہر فرسنے
۸	صحیح بخاری	امام محمد بن یحییٰ بن یزید بخاری	۱۷	سفر السموات	علامہ عبداللہ بن فہر و زبایدی
۹	سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ قزوینی	۱۸	کتاب سلوک و تصوف	فیض ابواللیث عمر قندی
۱۰	شہادۃ ترمذی	امام ابویوسف ترمذی	۱۹	شرعۃ الاسلام	یعقوب ابن علی

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	نمبر	نام کتاب	نام مصنف
۲۰	مفتاح الجنان	یعقوب بن علی شہر و ہند زادہ	۳۳	شم الحوارض	علامہ قاری
۲۱	احیاء العلوم	امام غنی زلیخہ	۳۴	طبقات الحفاظ	علامہ شمس الدین ذہبی
۲۲	کیمیای سعادت	"	۳۵	طبقات الکبریٰ	علامہ تاج الدین سبکی
۲۳	فتوحات مکیہ	شیخ محمد الدین ابن عربی	۳۶	سیرۃ النبویہ	شیخ احمد دحلان کئی
کتاب فقہ			۳۷	میزان الاعتدال	علامہ شمس الدین ذہبی
۲۴	بحر الرائق	نور بن محمد بن خلیفہ	۳۸	وفیات الاعیان	ابن خلکان
۲۵	در مختار	علامہ حبیب بن محمد	۳۹	شفا فی حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض
۲۶	رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامی	کتاب عقائد و کلام		
۲۷	فتاویٰ بزازیہ	علامہ محمد معروف ابن البراز	۴۰	شرح فقہ اکبر	علامہ قاری
۲۸	منظومہ ابن دہبان	قاضی القضاۃ عبد الوہاب	۴۱	شرح عقائد جلالی	لاجلال الدین وداسنی
		ابن محمد بن دہبان دمشقی	۴۲	شرح مقاصد	علامہ سعد الدین قنطاری
۲۹	خطاوی حاشیہ در غمار	علامہ سید احمد طبری	۴۳	عقائد مصدیر	قاضی عبدالملک الدین
۳۰	ہدایہ	علامہ برہان الدین زنجانی	۴۴	شرح عقائد شافعی	علامہ تغا زانی
۳۱	فتح القدیر	علامہ کمال الدین بنی تمام	۴۵	ترویج الجاہل فی عقائد الکاکام	امام شمس الدین
۳۲	کبیر کا شرح	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی	۴۶	حاشیہ شرح عقائد جلالی	مولانا عبد الرحمن
کتاب رجال و سیر و تواریخ			۴۷	"	مولانا عبد الحکیم لکھنوی

اب ہمارے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ائمہ اہل سنت و جماعت و اکابر اہل اسلام کی کیسی بلیل القدر تصنیفوں سے مرتب کی گئی ہو اس میں معتبر روایتیں اور ان کے صحیح اقوال و افعال بیان کیے گئے ہیں جن میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے نہ ہمیں کسی پر انتقام بھالایا گیا ہو نہ افترا پر دازی کی گئی ہو نہ افغانا ائمہ مذہب تہمال کیے گئے ہیں صرف تحقیق مسئلہ کی غرض سے ہر سالہ ترتیب دیا گیا ہو امید ہو کہ طالب حق کو اس سے بہت کچھ فائدہ ہوگا

۲ اس سلسلے میں نہایت کردیا گیا ہو کہ ندوۃ العلماء کی تمام کارروائیاں موافق طریقہ تعلیم و تدریس کے ہیں اور جس میں جو ل پر بڑے زور شور سے اعتراض کیا جاتا ہے اسے میں دلیلوں بلکہ ایک سے بھیں دلیلوں

انابت کر دیا گیا (صفحہ ۱۱-۲۴۲) علاوہ اسکے صلح و آشتی کی صورت میں (صفحہ ۱۴۱-۲۲۰) اور فرقہ ہائے
سے ترک منازعت کا سبب (صفحہ ۲۳۴) اور خصوصاً امام غزالی ح کا مقولہ لائق غور ہو۔

ضروری عرض

مجھے عموماً اہل اسلام اور خصوصاً اہل علم انصاف پسند کی خدمت میں یہ عرض ہو کہ مسائل میں اختلاف
اور رای کی مخالفت ہمیشہ سے ہوتی آئی ہو اگر اس کا مقصد اس قدر ہو کہ "ہمارے نزدیک مہتر ہو" تو لائق تحسین
ہو اور اہل علم کا فرض منصبی ہو مگر خالفین مذہب کی مخالفت جہاں تک دیکھی جاتی ہو اس کی ابتدا بسطرح
ہوئی ہو اس کا علم مجھے نہیں ہو مگر اب جو تحریریں یا تقریریں دیکھی سنی جاتی ہیں اوس سے مقتدو مخالفین
کو اظہار حق نہیں ہو بلکہ اپنی بات کی ترجیح اور اظہار علو ہو خواہ کسی حیلے و ذریعے سے ہو اسکے متعدد وجوہ
میری پیش نظر ہیں مثلاً محض غلط الزامات دیکر لوگوں کو مغالطہ دیا جاتا ہو چنانچہ کہ مغلطہ کے علماء سے
استغنا کیا گیا ہو جس کی نقل بہت معتبر ذریعے سے مجھ تک پہنچی ہو جس میں مذہب کی بیان حالت میں لکھا ہو کہ مولوی
غلام حسین شیعہ نے علما ہی اہل سنت کے رد پر د اوس جلسے میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت علیؑ کے سر پر علامہ خلافت باندھا اور تمام علماء خاموش رہے حال آنکہ یہ بالکل غلط ہو میں
مذہب العلماء کے تمام جلسوں میں حاضر رہا ہوں کہیں ایسا نہیں ہوا واقعی امر اس رسالے میں بیان کیا
گیا ہو پھر اوس سوال میں یہ بھی ہو کہ دوسرے جلسے میں پھر مولوی غلام حسین صاحب کو بلایا اور اس
امر کو موکہ کیا کہ کسی شیعہ وغیرہ کا رد ہرگز نہ کیا جائے" یہ بھی سراسر غلط ہو مجھے معلوم ہو کہ وہ ہرگز نہ
نہیں گئے بلکہ خود آئے اور شرکت کے لیے اصرار کیا مگر داخل نہیں کیے گئے اور وہ اشتہار جو کسی نے
چھپوایا تھا وہ انہیں دکھا یا گیا اور انہوں نے چھپوانے سے انکار کیا مگر اب وجود انکار کے کچھ نہ
داخل نہیں کیے گئے اسی قسم کی اوس سوال میں اور بھی غلط باتیں ہیں جسکو میں پھر کسی وقت انشاء اللہ
تعالیٰ بیان کر دوں گا۔

اب خیال کرنے کا مقام ہو کہ ایسے خلاف واقع اور غلط واقعے بیان کر کے تنہا کیا جا رہا ہے
اور پھر عوام کو دھوکا دیا جائے گا کہ علما ہی حرمین شریفین نے مذہب العلماء کی برائی پر فتویٰ لکھ دیا اور اتنے
علما کی اسپر مہرین ہیں تو مذہب من شہر ورافنا ومن سیات اعمالنا کیا اہل علم کی یہ شان ہو سکتی ہو؟

کہ ایسے غلط واقعات بیان کر کے عوام میں اپنی بات کی سچائی بیان کریں۔ ہرگز نہیں۔ اب طالبین حق گفتار کی سچائی کا اندازہ اس نمونے سے کر سکتے ہیں۔ اگر ان کے اور رسائل مشترکہ کے غلط واقعات بیان کیے جائیں تو ایک رسالہ ہو جائے۔

میرے نزدیک تو تحریرات کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ دوات قلم ہاتھ میں ہو جو چاہا سو لکھ دیا کون روک سکتا ہو اگر تقریری مناظرہ ہو جائے اور دو حکم مقرر کیے جائیں تو بہت مناسب ہو۔ عمدۃ المتکلمین مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی میرے روبرو فرماتے تھے کہ میں مناظرہ کرنے کو موجود ہوں۔

اب اگر جناب عالم اہل سنت و جناب تاج الفحول بدایونی آمادہ ہوں تو مولانا مخرج اونکی تسلی کرنے کے لیے موجود ہیں۔ اور بریلی میں بھی اسکا اعلان دیا جتا مگر سوائے قلم کی گھس گھس کے مقابلہ نہیں کیا گیا اور اگر ان حضرات کو پورا وثوق ہو تو مباہلہ کر لیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصالی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین کچھ عرصے سے مسلمانوں کے تنزل علمی و علمی کو دیکھ کر غلامی کی ایک جماعت نے اونکی بہنوی کے لیے منفعت کو شش شروع کی ہو اور سال میں ایک بار کسی مقام پر مجتمع ہو کر گذشتہ اور موجودہ حالت کا موازنہ کر کے اصلاح آئندہ کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں اسی خلیع کا نام ندوۃ العلماء ہو جسکی مبارک بناسلسلہ ہجری میں قائم ہوئی ہو اور باوجود کمسنی کے اسنے تمام دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہو کہ مقبولیت ایک خدا داد چیز ہو اور وہ ہمیشہ نیک نیتی و اولیت کے ساتھ رہتی ہو۔

جب بعض خود غرض لوگوں نے دیکھا کہ اس کے ذاتی اغراض کو اس سے نقصان پہونچنے والا ہو تو انھوں نے اپنے ذاتی اغراض کو قوی بہنوی پر مقدم سمجھ کر اسکی مخالفت شروع کی اور مخالفت بھی ایسی ہاشائیت سے عنوان سے جو نہ فان سے تیزی کی حد تک پہونچ گئی ہو قیمت امیز سارے لکھے تہمتا رات شائع کیے آفرارہ داریاں کیں آراکین ندوۃ العلماء کی تفسیل و تفسیر کی علی گڑھ اور امین شریک بن و الدرداہل سنت و جماعت کے خارج سمجھا الغرض جو کچھ لکھا گیا اور جو نہ کہنا تھا وہ کہنا مگر ندوۃ العلماء کے اراکین نے نہایت سنجیدگی سے کام لیا اور جو کام انھوں نے جبکہ قوم کی بہنوی اور مسلمانوں کی اصلاح کے واسطے شروع کیا تھا اسکو نہایت خاموشی اور شائستہ کے ساتھ پورا کرتے رہے۔

لیکن میں نے دیکھا کہ اونکی خاموشی کا اثر اس زمانے کے سادہ مزاج لوگوں پر اچھا نہیں پڑا کہ نہ وہ اراکین ندوۃ العلماء کی خاموشی کو عجز پر محمول کر کے ندوۃ العلماء کا بلکہ اپنا نقصان کر رہے ہیں اس سے جو غلط فہمی ندوۃ العلماء کی ہو اسکا پورا ہونا خطر سے میں پڑ گیا ہو ایسے میں نے جا پا کہ نیک نیتی کے ساتھ انکی غلط فہمی کو مسلمانوں پر ظاہر کروں مگر وہ تحریریں دیکھیں تو انھیں اسقدر کچھ نہ کہیں کہ وہ اسکا جواب لکھنا کسی مذہب اور تشنہ آدمی کا کام نہیں ہو تا ہم میں نے اس غرض کے پورا کرنے کے لیے مولوی عبداللہ صاحب کا ایک خط انتخاب کیا جو مولوی سید شفاق حسین صاحب کے نام شائع ہوا ہو اور کسب قدر تہذیب و رشیائستگی سے لکھا گیا ہو چنانچہ میں نے شایستہ نیک نیتی اور تہذیب کے ساتھ کتب معتبرہ و حدیث

تفسیر فقہ و تصوف سیر سے (جنگلی فرست گناش بن رج ہی) اس رسالے کو مذہب کر کے اونکے تمام شکوک اور اوہام باطلہ کا جواب دیا اور اونکے خلاف تحقیق مسائل کو ہمارا مشورہ کر کے دکھا دیا لیکن ایسے الفاظ میں جو اہل علم کی شان کے خلاف نہ ہوں۔

ہمارے دوستوں کو اسکے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ درحقیقت اس رسالے میں مخالفین کے تمام سالہا زبونی طبعی کھول دی گئی ہو اور دلائل و شواہد سے اونکے تمام اعتراضات شکوک کی غلط بیانی ثابت کر دی گئی ہو جسکے دیکھنے سے طالب حق کو کامل تشفی ہو سکتی ہو۔

فاضل برابونی نے اپنی تحریر میں رویداد سال دوم کی تہذیبی عبارتوں پر متعدد اعتراضات بیان فرمائے ہیں اور انہیں کے ضمن میں اپنے وہ شکوک ظاہر کیے ہیں جنہیں اونکے اختلاف کا دار و مدار ہو ہم بھی اپنے رسالے میں اسی ترتیب سے اونکی عبارتیں نقل کر کے دکھائی ہیں کہ انہیں کیسی کچھ غلط بیانی کی گئی ہو۔

اول رویداد سال دوم کے صفحہ ۷ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے اس مذہب کا مقصد یہ ہے کہ جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں وہ ہمارے مذہب ہی بھائی ہیں اور ہمارے جھگڑا نہ رکھنا چاہیے فقط "اسکے بعد لکھا ہے" دیکھو ہمیں التزام ہے اس امر کا کہ جو شخص کلمہ طیبہ پر ایمان رکھے اور ہمارے قبلہ کی طرف سجدہ کرے صرف اس قدر سے مصداق کو نوا عبد اللہ خدا کا ہو جاتا ہے خواہ دیگر ضروریات میں اسلام کا انکار کرے یا اقرار الخ۔ اس موقع پر ہم صرف اسی عبارت کے نسبت چند امور بیان کرتے ہیں جس سے نامہ نگار کی لیاقت و دیانت کا پورے طور پر اندازہ ہو جائیگا (۱) جو مضمون رویداد سال دوم سے لیا گیا ہے وہ اوہمیں بطور پر نہیں ہو چنانچہ ہم اسکو مجلس نقل کرتے ہیں (اور جسکا جی چاہے رویداد سال دوم کے صفحہ ۷ میں دیکھ لے) اس مذہب کا مقصد یہ ہے کہ جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں اور ہمارے نزاعات اور ٹھانڈا دینا چاہئیں جسے مخالفین میں کو مضحکہ کا موقع ملتا ہے اور ہمارے علماء و معززین اہل اسلام کی ہتک ہوتی ہو" اس عبارت کو دیکھ کر ناظرین کہہ سکتے ہیں کہ اس عبارت میں اور عبارت سابقہ میں کس قدر فرق ہے ہمیں نہ کسیکو مذہب ہی بھائی کہا ہے اور نہ مطلقاً نزع کو منع کیا ہے بلکہ اس عبارت کا صاف صحیح مطلب یہ ہے کہ جو اہل قبلہ ہوں اور کلمے پر ایمان ظاہر

کرین اور نئے نصیحت کن نرائین چھوڑ دو جو تہی پزار نکر و کفار کے اجلاسوں میں دینی مقدمات نہ لیاؤ
اپنے علما اور اپنے دین کے کتابوں کی بیع ممتی نکراؤ۔ اہل حق انصاف کریں کہ رویداو کے کیسے سچے
اور صاف بیان کو مولوی صاحب نے غلط ظاہر کر کے عوام کو دھوکے میں ڈالنا چاہا اور یہ جو ٹوٹو بیٹھا
کہتے ہیں کہ ہمیں التزام ہو اسکو میں تو کیا کمون ہر شخص یہ کہہ گیا کہ اونکی ناہمی ہو جہانک میں سمجھا ہوں
جناب ناظم مظلمہ کے پہلے فقرے میں اس مضمون کا خلاصہ ہے جسے علامہ بدر الدین عینی بطرح لکھتے ہیں

وقد اتفق اہل السنۃ من المحدثین والفقہاء والمتکلمین علی ان المؤمن الذی یکلم بایمانہ وادین
اہل القباۃ ولا یخلد فی النار ہو الذی یعتقد بقلبہ دین الاسلام اعتقاداً خالیا من الشکوک
ونسوق بالشہادۃ (ج ۱ ص ۱۲۹) یعنی اہل سنت نے کیا حدیثیں کیا فقہا کیا متکلمین نے اس پر
اتفاق کیا ہے کہ جس میں کے ایمان کا حکم دیا جاتا ہو اور یہ سمجھا جاتا ہو کہ وہ اہل قلب میں سے ہے اور ہمیشہ
دوزخ میں نہ رہے گا وہ وہ ہے جو دل سے دین اسلام کا معتقد ہو ایسا اعتقاد جو بالکل شبہ سے پاک ہو اور
زبان سے کلمہ شہادت پڑھتا ہو اس عبارت سے اہل قبلہ کے معنی معلوم ہو گئے کہ جو شخص دین اسلام پر
کامل یقین رکھے اور کلمہ شہادت کا پڑھے وہ اہل قبلہ ہے۔ اب مولوی صاحب انصاف سے فرمائیں کہ علامہ نے
جو اہل سنت کا متفق علیہ مقولہ لکھا ہے ہمیں اگر مولوی صاحب کی طرح استدلالات نکالے جائیں تو بہت سے
متکلمین کو انہیں سے ایک یہ ہو کہ جتنے فرق اسلامیہ ہیں جو دین اسلام کو حق جانتے ہیں وہ سب میں اہل ایمان
ہیں ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے اس سے کوئی فرقہ مستثنیٰ نہیں ہو احوال جناب ناظم صاحب نے اپنی طرف سے کرتی؟
نہیں کہی ہو بلکہ علامہ عینی کے قول کا خلاصہ اور تمام اہل سنت کا مقولہ بیان کیا ہے۔ اب ہم ایسے شخص کے
نسبت کیا خیال کریں جو اہل سنت کے متفق علیہ مقولے کو غلط ٹھہرائے اور پھر اہل سنت ہونیکا مدعی ہو۔

(۲۲) بیان یہ بڑا مغالطہ دیا گیا ہے کہ ایک شخص کلمہ طیبہ پر ایمان رکھ کر ضروریات دین اسلام کا مسند
ہو سکتا ہے حال آنکہ کوئی عاقل جاننے کے بعد ایسا نہیں کر سکتا کلمہ طیبہ پر ایمان رکھنے کے معنی یہ ہیں
کہ ما جا بہ الرسول پر ایمان لایا ہو اور جو احکامات رسول لائے ہیں انہیں ماننا ہو ضروریات دین ان
احکام میں داخل ہیں بلکہ اوّل صبح کے احکام ہیں پھر جو کوئی حضرت خاتم النبیین کو رسول ماننا ہے وہ ضروریات
دین اسلام سے کیونکر انکار کر سکتا ہے اور جو کوئی انکار کرے وہ ہرگز کلمہ طیبہ پر ایمان نہیں رکھتا لہذا یہ
کہنا غلط ہے کہ کلمہ طیبہ پر ایمان رکھے اور دوسرے ضروریات دین کا انکار کرے یا اقرار بلکہ جو کلمہ طیبہ پر

ایمان رکھتا ہو وہ ضروریات دین کو ضرور مانے گا البتہ اس امر کی تعیین ضرور ہو کہ ضروریات دین کون اور
ہیں اسکی تفصیل محققین کے کلام سے ضرور ہو۔

(۳۵) ناظم صاحب روداد میں اہل قبلہ کا ذکر کرتے ہیں اور محققین کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل قبلہ
ضروریات دین میں متفق ہیں چنانچہ علامہ علی قاری شریح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں أما سلم ان المراد بال

القبلة الذين اتفقوا على ما هم من ضرورات الدين كدورث العالم وحشر الأجساد و
علم الله بالکلیات والجزئیات وما اشبه ذلك من المسائل المهمة یعنی اہل قبلہ سے وہ گروہ مقصود

ہو جسے ضروریات دین پر اتفاق کیا ہو اور ضروریات دین اس قبیل کے اہم امور ہیں جیسے عالم کا فانی ہونا
قیامت کا قائم ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا تمام کلیات و جزئیات کو جاننا۔ اسی طرح کے اور جو اہم امور ہوں ان کے

بعد علامہ ممدوح لکھتے ہیں فاسلم ان اهل القبلة المتفقون على ما ذكرنا من اصول العقيدة
اختلفوا في اصول آخر كسأله الصفات وخلق الاعمال وعموم الارادة وقت دم الكلام وجواز

الروية ونحو ذلك مما لا يخارج في ان الحق فيها واحد کلام سابق اور اس کے ملاسنے سے معلوم ہوا کہ اصول
عقائد دو قسم کے ہیں ایک تو ضروریات دین کے کلام میں اور دوسرے اہل قبلہ کا اتفاق ہو دوسری وہ اصول

ہیں جو ضروریات دین نہیں ہیں انہیں اختلاف ہو علامہ کا پہلے اصول کو ضروریات دین کہنا اور دوسرے
اصول کو صرف اصول کہنا اسکا شاہد ہو اور اس طرح علامہ فقہ ازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے یہ معلوم ہوتا

ہے کہ شرح فقہ اکبر میں شرح مقاصد کی عبارت نقل کر دی ہو دو چار لفظوں کے تغیر سے تحصیل صاحب
روداد اہل قبلہ کا ذکر کرتے ہیں اور اہل قبلہ ضروریات دین میں متفق ہیں تو یہ کہنا کہ کلمہ طبقہ پر بیان رکھ

یعنی اہل قبلہ ہوا اور دوسرے ضروریات دین کا انکار کہے محض ایک فرضی بات ہو اسے عرض کے تحت
مسئلات کا قصور نہ ہوا اور اگر کوئی ایسا ہی ہو تو بحث سے خارج ہو۔ اس کے سوا کچھ اور بھی ملاحظہ کیجیے۔

(۳۶) جن لوگوں نے نظر بصیرت سے کتابوں کو دیکھا ہو وہ جانتے ہیں کہ ایک فن کا مسئلہ جب
دوسرے فن کی کتاب میں ذکر کیا جاتا ہو تو تمام قیود اس کے اس جگہ نہیں بیان کیے جاتے بلکہ نظیر میں

بلا مبالغہ ہزاروں موجود ہیں۔ بیان پر ہم ایک عبارت مثال کے طور پر بیان کرتے ہیں عقائد نسفی میں ہو
والاستحلال کفر میں متفق ہیں کوئی قید نہیں ہو کہ کوئی طرم کا استحلال کفر ہو اور ایسا ہی عموم عقاید حضرت

میں ہو جس میں محرمات غلبہ اجتہاد سے بے غل میں مگر شرح نے محض حسن ظن سے قیود بڑھائے ہیں پھر

آپ کو کسی چیز نے آمادہ کیا کہ کسی مسلمان کے کلام پر جس نطن نگہیں اور بزرگوں کی پیروی چھوڑ دین خیال کیجئے کہ عقائد منصفی عقائد کی کتاب ہو اس میں قیود کا ہونا غریب ہے خالی نہیں اور رویداد کوئی عقائد کی کتاب نہیں ہو اور میں پہلے تذکرہ ایک بات بیان کر دی گئی تھی اور جو کچھ بیان کیا گیا تھا وہ صاحب رویداد نے من تلقا نفسہ نہیں بیان کیا تھا بلکہ وہ علامہ مبنی کا بلکہ کل اہل سنت و جماعت کا مقولہ تھا اب انصاف کیجئے ہاتھ دین ہو خواہ اس کی توجیہ کیجئے یا کبھی امت کی تکفیر۔

اسی طرح حدیث شریف من قال لا الہ الا اللہ فعل الجنتہ بھی بہت عام ہو نہیں تو منکر نبوت بھی جو اصل ہو پھر کیا وجہ ہو کہ توجیہ کو حدیث کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے اور کسی مسلمان کی عبارت کے معنی خواہ مخواہ ایسے لیے جائیں جس پر اعتراض ہوئے حالانکہ حکم باری تعالیٰ اجتنبوا کثیرا من النطن عام ہو اس وجہ سے بزرگوں کے کلام کی توجیہ نہیں کی گئی ہیں اگر ارشاد ہو تو حضرت محی الدین عربی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہما الرحمۃ علیہما کے اقوال پیش کیے جائیں اب جو رویداد پر اعتراضات ہو رہے ہیں اور عبارتیں پیش کر کے انھیں اہل سنت سے خارج کیا جاتا ہو وہ بھی اسی نوع کے پھلے ہیں جیسے پہلے بزرگوں پر کیے ہیں اگرچہ اگر اس میں اندوہ اور حضرات کے کشف بردار ہیں بلکہ کشف برداری کا دعویٰ ہی زبان سے نثار یا سمجھتے ہیں مگر مسلمان ہیں اہل علم ہیں متعدد حضرات علم میں فضل میں تقدس میں مخالفین سے ہر طرح زائد ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ پھر یہ بھی چھاپ کر شائع کر دیا کہ اگر انھیں عبارت پر جھگڑا ہو تو قلم پیس دیجئے ہنگامی طرح منظور نہیں مگر پھر بھی وہی غل ہو وہی لوگوں کو اغوا ہو خدا کے لیے کچھ تو خوف نکلیجئے۔

دوم اسکے بعد ہمارے معزز فاضل نے رویداد سال دوم کی عبارت مندرجہ ذیل پر اعتراضات فرمائے ہیں جنکو ہم مع جوابات کے لکھتے ہیں تاکہ سیدھے سادے دیندار مسلمان ہو کے میں نہ پڑیں اور رویداد سال دوم کے صفحہ ۱۰ میں یہ عبارت لکھی گئی ہو "اب بنظر انصاف اس امر میں غور کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں مقلدین اور غیر مقلدین میں جو فصاحت کن نزاعیں ہوتی ہیں اونکا کیا سبب ہو جبکہ کیا جاتا ہو کہ کھشیت نہ ہو دین اختلاف ویسا ہی ہو جیسا خفیہ شافعیہ وغیرہا چاروں گروہوں میں ہو ہیں اس قسم کے جھگڑنے بجز آمیزش نفس کے اور کسی باعث نہیں معلوم ہوتے" اس عبارت پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اکابر علماء مثلاً شیخ اکبر رحمہ و عبد باری تعالیٰ میں خلف جائز سے کہتے ہیں اور حضرت بریلوی اسپ کفر کا فتویٰ دیجئے ہیں حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ بین خفیہ کو فتنہ مر جبین میں داخل کیا پھر اب خفی قادی فرامین کہ یہ کیا بات ہو مخالف بیان کیا پھر کہ سکتا ہو اور اگر حسن نطن بردار ہو تو اس کا حکم عام ہو رویداد کے عبارتوں کی توجیہ انکی توجیہ سے زیادہ مشکل اور متعبد نہیں ہیں ۱۲

دین نے اب تک جو مناظرے کیے ہیں یا ہتھمیں نہ وہ نے بیشتر جو فادوی مرتب فرمائے ہیں وہ بھی اس تقدیر پر آمیزش نفس سے ہوئے حالانکہ یہ اعتراض اس عبارت پر وارد ہی نہیں ہوتا کیونکہ عبارت مذکورہ میں کہیں نہ لفظ اسلام کی بجگنی کر ہے ہیں۔ اور اگر مقدمہ بازی یا جوتی پزار کا نام مناظرہ ہی تو یہ ایک نئی اصطلاح ہو لیکن اس صورت میں ہم کہیں گے کہ حاشا و کلا یہ اصطلاحی مناظرے کا بر دین نے کبھی نہیں کیے لہذا وہ آمیزش نفس خالی تھو (۲) دوسرا اعتراض اس عبارت پر یہ وارد کیا گیا ہے کہ اس مقام پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ مقلدون اور غیر مقلدون میں اختلاف ویسا ہی ہو جیسا خفیہ شافعیہ وغیرہ میں یہ اوس تحقیق کے خلاف ہو جو خود اراکین مذہب نے فتح المبین اور جامع الشواہد وغیرہ میں فرمائی ہو اور غیر مقلدون کو خارج از اہل سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے لیکن یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہوا خدوس ہو کہ فاضل بدایونی نے بجز لکھے اور بغیر سمجھے بے سرو پا اعتراض کر کے عوام کو دھوکے میں ڈالنا چاہا ہو کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ فتح المبین وغیرہ میں جنہی فتویٰ دیا ہو وہ غیر مقلدین وہ ہیں جو بارہ ائمہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو محصوم کہتے ہیں جو حضرت صدیق اکبر اور حضرت ائمہ کے درمیان او حضرت عمر فاروق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان عداوت بتاتے ہیں (نحوذ باللہ منہ) جو مقلدین کو شیطان و کافرا و تقلید کو شرک۔ صحابہ کرام کو مخرع بدعت و ضلالت اور فقہ کو جلسا زی اور مکاری جانتے ہیں (فتح المبین کا صفحہ ۴۲۰ و ۴۳۵ ملاحظہ ہو) روئے مذکور میں جن غیر مقلدوں کے اختلاف کو مثل اختلاف ائمہ اربعہ کے بتایا ہو وہ ان عقائد سے بری ہیں وہ سلف صلح کو بڑا کہنا برا جانتے ہیں مقلدین کو مشرک نہیں کہتے بلکہ اپنا بہائی جانتے ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہو اذہم کا کوئی عقیدہ خلاف اہل سنت و جماعت کے نہیں ہو جب یہ حال ہو تو انکا اختلاف بلاشبہ ویسا ہی ہو جیسا خفیہ و شافعیہ میں ہو۔

جواب ثانی اگر کچھ اوقات کتب نہیہ کے مطالعے میں آپ صرف کرتے تو ایسا نفرمائے اگر وہ ہی تحقیق ہے تو بھی مماثلت صحیح ہو۔ فادوی بزاز نے میں معتزلہ اور شاعرہ کا ایک حکم بیان کیا ہے اور بجز اوراق میں شاعرہ کی تکفیر بھی نقل کی ہے اور شافعیہ بتا مہ شاعرہ ہیں پس معلوم ہوا کہ ایک وقت میں شافعیہ اہل سنت خارج سمجھے گئے ہیں اور اوائلی تکفیر لکھی ہو شرح مقاصد سے ظاہر ہو کہ شاعرہ اور ماتریدیہ (یعنی خفیہ و شافعیہ) میں صرف فروع ہی میں اختلاف نہیں ہو بلکہ بعض اصول میں بھی اختلاف ہو۔ غیر مقلدین کے اختلاف کے نسبت اس سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیا گیا لہذا انکی اختلاف کو شافعیہ کے مثل کہنا صحیح ہو۔ رہا یہ امر کہ شافعیہ کی نسبت پہلے کہا گیا

اب کوئی نہیں کہتا تو میں کہتا ہوں کہ مشابہت کیلئے تو اس قدر کافی ہو جو بیان کیلئے۔ اور اگر غیر متعلدین کیلئے
آئندہ ایسا ہی ہو جیسا شافعیہ کے ساتھ ہوا تو کوئی غیب ان نہیں ہو کہ انکار کرے اور اگر کوئی شخص جو جہت
نظر کے اپنے قول سابق کے خلاف تحقیق بیان کرے تو یہ کوئی الزام کی بات نہیں ہو بلکہ اس کی خوبی ہو۔ اگر اکابر
کلام کو بنظر انصاف دیکھا جائے تو غیر متعلدین کا اہل سنت کے خارج کرنا مشکل ہوگا۔ داؤد ظاہری جو ائمہ اربعہ سے
مخالفت ہیں اور وہ قیاس جو چاروں اماموں کے نزدیک اولہ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہو ان کے نزدیک کوئی
شی نہیں اور سپر عمل کرنا اگر اسی ہو اسکو ہمارے اکابر نے مسلمانوں کا ایک امام قرار دیا ہوا دس مثل اور ائمہ کے
ارکان شریعت میں لکھا ہو چنانچہ بدرالاحتلاف علامہ بدیع الدین عینی شرح بخاری میں امام مالک کے حال میں کہتے ہیں
وہو احد المذاهب الستۃ المتبرکۃ والثنائی الامام ابو حنیفۃ مات ببغداد سنۃ خمسین و اربعۃ مائت و اثنان و الثمانی
مات بمصر سنۃ اربع و مائتین عن اربع و خمسين و الرابع احمد بن حنبل مات سنۃ ثمان و ستون (۸۶) ببغداد و الخامس سفیان الثوری
مات بمصر سنۃ ثمان و ستون ۶۴۔ السادس داؤد بن علی الاصہبانی مات سنۃ ثمان و ستون ببغداد و هو امام الظاہر تیرہ و صحت
الامام ابو الفضل بخاری بن سلامۃ المحقق خطیب الشافعی القراء السبعة فی بیت و ائمۃ المذاهب فی بیت فقال ۷۵

جمعت کل القراء ار دتھم ابو عمر عبد اللہ حمزہ عاصم وان شئت ارکان الشریعۃ کاستمع محمد و النعمان مالک احمد	بیت تراه لائمتہ جامعہ علی و لائمتہ المدینۃ نافعہ لترفعہم فاحفظ اذ انت سامعہ وسفیان و اذکر بعد داؤد تابعہ
--	---

یہاں علامہ عینی کا خلاصہ مطلب یہ ہو کہ ارکان شریعت و ائمہ حقہ چھ ہیں ان میں سے ایک داؤد ظاہری بھی ہیں
جب داؤد ظاہری کا اختلاف بھی ائمہ اربعہ کے مثل ٹھہرا تو غیر متعلدین کے اختلاف کو مثل اسکے کہا جائے تو بجا
نہیں ہو سکتا کیونکہ داؤد ظاہری قیاس سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور غیر متعلدین منکر قیاس نہیں ہیں تاہم تاج الد
سبکی طبقات الکبریٰ کی دوسری جلد میں کہتے ہیں داؤد بن علی بن خلف البغدادی امام اہل الظاہر و لد سنۃ
مائتین کان آخر ائمۃ المسلمین و ہاتھ و جالس الائمۃ و صنف الکتاب قال ابو بکر الخطیب کان اماؤد و عانا سکاڑا
یعنی داؤد بن علی بن خلف بغدادی اہل ظاہر کے امام تھے سنۃ میں پیدا ہوئے وہ مسلمانوں کے امام نہیں
تھے کچھ امام تھے (یعنی ان کے بعد پھر کوئی امام مجتہد صاحب ہب متبوع نہیں ہوا) اور ان کے پیشواؤں میں تھے
یہ ائمہ کی خدمت میں ایک مدت تک رہے اور کتاب میں تصنیف کیں ابو بکر خطیب نے جن کہ یہ امام متقی عابد زاہر تھے

اہل ان عبادتوں کے دیکھنے سے ہمارے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جب اُن کا ظاہری جو ظاہر ہوں گا کا نام ہو اور
اور قیاس کا منکر ہو اس کی تعریف اس شد و مد سے کی گئی ہو اور اس کو ایسا تسلیم میں داخل کیا ہو تو اس نے
کے غیر مقلدین نے ایسا کیا جرم کیا ہو جو وہ اہل سنت بھی خارج کیے جا رہے ہیں باوجود اس کے کہ قیاس کے
بھی منکر نہیں ہیں (دیکھو درسات البیب)

جن غیر مقلدوں کے وہ خیالات ہوں جنکو عین بقید ضعف کے فتح البین سے نقل کیا ہو وہ اہل سنت
اس قابل ہیں کہ ان کو اہل سنت خارج سمجھیں لیکن عموماً غیر مقلدوں کا خارج سمجھنا انتہائی بے کفایت ہے۔
ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں سلطان ابو یوسف مغربی کے حالات میں لکھا ہے کہ شیخ اکبر
محمی الدین بن عربی اور ابو الخطاب بن دحبہ بھی غیر مقلد تھے یہ اول الذکر و حضرت بن جنکو مولانا بحر العلوم
خلیفۃ المدنی الارض اور خاتم الاولیاء کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور دوسرے صاحب وہ ہیں جو مجلس
کے بانی ہیں لیکن تعریفی القاب مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی کے رسائل میں جس کا دل چاہے دیکھ لے۔
اگر عموماً غیر مقلدین کو اہل سنت و جماعت خارج سمجھنے میں اصرار ہو تو یہ سمجھنے والوں کی خوش فہمی ہی مگر وہ اتنا سمجھ
کہ ان کی اس خوش فہمی کا اثر کمان تک پہنچاؤ۔

تسلیم ہمارے مخالفین فتح البین میں جامع الشواہد کا بار بار اپنی تحریر و دین حوالہ سے ہے۔ اب قطع نظر
اوس جواب کے جو اوپر دیا گیا اگر یہ کمدیا جائے کہ اراکین مذہب فضلاء ایسے آج نہیں رہیں ہیں کہ جو امر زبان یا قلم سے
نکل گیا اوس سے چڑھا رہے ہوں گے کیسا ہی حق محارم ہو جب ہمارے اندکار شیعہ تھا کہ جب اور نیکو قول کے
خلاف امر حق و نہیں معلوم ہوا تو زاریں کیا تو اراکین مذہب جو ان کے مقلدین اراکین بھی ان کا اتباع کریں تو
اون کا فخر ہی اس کے بھی علاوہ ایک مختصر جواب یہ ہو کہ پہلے تعلیظاً اور تشدیداً قرین صحت خیال کر کے اونہیں خروج کا
حکم دیا تھا وہ خیال اب نہیں رہا اس لیے وہ تعلیظی حکم اب مناسب نہیں ہو بہت سے احکام احادیث اور کتب فقہ
میں لکھے ہیں جسے علما کہتے ہیں کہ تعلیظاً کہا گیا ہو وہی حکم مراد نہیں ہو لہذا نفع البین کی تحقیق اور اس تحسین
میں مخالفت نہیں ہے۔

صعوبہ اسکے بعد رویداد مذکور کی عبارت مندرجہ ذیل کی قدر نقل کی گئی ہو جس کو ہم بحسنہ و بیداد سے نقل
کرتے ہیں تاکہ عمدہ طور پر رائی زنی کا موقع حاصل ہو وہ ان چاروں فریقین میں بہت کچھ اختلاف ہو ایک شیعہ شافعیہ
کے نزدیک فرض یا واجب ہو اور حنفیہ کے نزدیک حرام یا مکروہ۔ یہ طرہ حنفیہ کے یہاں ایک شو حرام یا مکروہ

اور شافعیہ کے یہاں حلال و مباح ہو اب خیال کیجئے کہ بلحاظ عمل و اعتقاد دونوں کے کس قدر فرق ہو اگر اسپر خیال کیا جائے کہ فرض کو ممنوع اعتقاد کرنے والا اور حرام کو حلال جاننے والا ہمارے عقائد کی رو سے کیسا ہو تو ایسا سخت حکم نکلے گا کہ ان چاروں گروہوں میں اسلامی شرکت بھی نہ رہے گی۔ اس عبارت کے نسبت بہا کے معزز ہم عصر لکھتے ہیں کہ ”یہ خیال کسی ادنیٰ طالب علم کے دل میں نہیں آسکتا کیونکہ تحلیل حرام اور تحریم حلال جو کفر ہی وہ متعلق ہوا و ن محرمات قطعہ و مباحات قطعہ سے جہاں حکم قطعی حضرت شارع علیہ السلام سے قطعاً ثابت ہو کر ضروریات اجماعیہ اسلام میں داخل ہو گیا ہو اس کو حکم علت و حرمت اجتہاد یہ ظنیہ اختلافیہ صحابہ سے کیا علاقہ بالکل قیاس مخالفت اصول اعتقاد یہ مسائل اجماعیہ اہل سنت کا جو روافض و غیر مقلدین زمانہ کا ہے بعض فروع اختلافیہ ائمہ سلف اہل سنت پر کرنا موجب تضلیل جہاں ہو، یہ شبہ جو مولانا نے نہایت قوت کے ساتھ وارد کیا ہے ضمون نگار کی عبارت کو غلط معنوں پر محمول کرنے سے پیدا ہوا ہو کیونکہ عبارت مذکورہ بالا کا یہ محمل ایسا ہی جو بقول مولوی صاحب مباح کے ادا طالب العلم کے دل میں نہیں آسکتا جہاں تک ایک فاضل متکلم جسکی عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ مناظرے میں صرف ہوا ہو اہل یہ ہو کہ یہ عبارت بنا بر تحقیق مقام کے استعمال نہیں کی گئی بلکہ الزام لکھی گئی ہو مقصود اس سے یہ ہو کہ جو لوگ عموماً غیر مقلدین کو دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھتے ہیں ان کے اس خارج کرنے کا یہی بظاہر یہ ہو کہ ان کے نزدیک غیر مقلدین جو اختلافات ائمہ اربعہ کے تحریم حلال اور تحلیل حرام کے مرکب ہیں اور تحلیل حرام و تحریم اصل اللہ و تحریم اصل اللہ کفر ہو لہذا فرقہ اہل سنت سے خارج ہونے ان کے الزام کے واسطے فاضل ناظم نے یہ عبارت استعمال کی ہو کہ یہ یعنی غیر مقلدین کے اختلاف اور مقلدین ائمہ اربعہ کے باہمی اختلافات میں مشترک ہو اس واسطے کہ ہر طرف کے اختلافات اہم مقلدین ائمہ اربعہ کے یہاں بھی موجود ہیں بعض چیزیں حقیقہ کے نزدیک حلال ہیں اور شافعیہ کے نزدیک حرام اور بعض چیزیں شافعیہ کے نزدیک حلال ہیں اور حقیقہ کے نزدیک حرام ہیں اگر علی العموم فرض کو ممنوع اعتقاد کرنے والا اور حرام کو حلال جاننے والا دائرہ اہل سنت سے خارج ہو تو باہم مقلدین ائمہ اربعہ میں معاذاً اسلامی شرکت باقی نہ رہے گی حالانکہ یہ بالکل تحقیق کے خلاف ہو جیسا کہ عامہ محققین نے تصریح کی ہو خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ تحریم و تحلیل کا قاعدہ اگر مخصوص التحلیل و التحریم کے ساتھ مخصوص نہ ہو گا بلکہ مسائل اجتہاد یہ ظنیہ میں جاری کیا جائیگا تو ہمیں غیر مقلدین کی کوئی تخصیص نہ ہوگی جو وجہ اسکے جاری ہونے کی غیر مقلدین میں ہو وہی مقلدین میں بھی ہو کیونکہ غیر مقلدوں کی علی العموم کیساں حالت نہیں ہو ہمیں کوئی شک

نہیں کہ انہیں بعض بہت سخت ہیں اور تعصب نفسانیت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے ہوئے ہیں مگر وہ خود اس
 فرقے کی نظروں سے گرے ہوئے ہیں اور اکثر جو تعصب نہیں ہیں اور ائمہ اربعہ یا دلیلی کرام کی شان
 میں گستاخی نہیں کرتے اور شفاعت وغیرہ مسائل ضروریہ اجماعیہ کے منکر نہیں ہیں انھیں کے نسبت
 جا بجا روایاد میں اصلاح و اتفاق کا ذکر کیا گیا ہو۔ باقی رہے شیعہ اور انکا ایمان مطلق ذکر نہیں ہی چکے حیرت ہو
 کہ ملازمان جناب افادت مآب نے غیر مقلدون کے ساتھ فرقہ شیعہ کے ہر جگہ کیوں ذکر کیا ہے و داد میں
 جہاں اس قسم کی عبارتیں لکھی گئی ہیں وہاں کنایہ بھی اور انکا ذکر نہیں آیا ہے بعض خاص موقعوں پر جہاں انکا
 ذکر ہو وہ خاص اسباب میں ہو کہ طرفین کی ذلیل و جاہلانہ نزاع میں جو اکثر عوام کا الانعام سے طبع ہوتی ہیں
 جائیں کیونکہ احقاق حق و الباطل باطل خاص علمای کرام کا منصب ہو۔

ہمارے معزز فاضل کو مولانا سید محمد علی صاحب علم ندوۃ العلماء کی عبارت مذکورہ بالا دیکھ کر بہت
 حیرت ہو گئی شاید انھوں نے فقہاء کی وہ عبارتیں نہیں دیکھیں جن میں شافعیہ کی تکفیر لکھی ہو یا جو دیکھ اس جگہ
 نہ منصوص تحلیل کی تحریم ہو نہ منصوص التحريم کی تحلیل اسی جہ سے محققین کو ان کے تردد کی حاجت پڑی ان عبارتوں
 میں سے دو قول اس جگہ ہم نقل کرتے ہیں بحر الرائق میں جس مقام پر شافعی کی افتاء کی صحت و عدم صحت کی
 بحث کی ہو لکھا ہے الرابع مسئلۃ التعصب علی تقدیر وجودہ منہم انما یوجب الفسق لا الکفر و الفسق لا ینزع صحتہ الا بالاثبات
 و الظاہ من الشارطین لعمدہ انہ یوجب الکفر لکونہ فی الدین حاصل اس عبارت کا یہ ہو کہ منجملہ اور وجہ کے
 جنبے بعض لوگ شافعیوں کی افتاء درست سمجھتے ہیں چوتھی وجہ تعصب ہو اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ انہیں
 تعصب پایا جاتا ہو تو بھی اسکی وجہ سے وہ فاسق قرار پائینگے کافر نہ ٹھہریں گے اور صرف فسق کی وجہ سے
 ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں مگر معلوم یہ ہوتا ہو کہ جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں ان کو درست
 سمجھتے ہیں اور انکا مطلب یہ ہو کہ یہ تعصب چونکہ دین میں ہو اسوجہ سے وہ کافر ہوئے اور کافر کے پیچھے
 نماز نہیں ہوتی ہو۔

اور دوسری عبارت اوسے بحر الرائق میں یہ ہو و قال الفضیل لا یجوز للناکثین من قال انما من انشاء اللہ
 تعالیٰ لانہ کافر و مقتضاه من ممانعہ الشافعیۃ و اختلف منہا لہذا قبل تجوز قبل یز و ہم منہم ولا یز و ہم
 منہ و عللہ فی البرازیۃ بقولہ تنزلہم منزلاً اہل الکتاب یعنی فضیل نے کہا ہو کہ جو کہتا ہو انما من انشاء اللہ
 تعالیٰ وہ کافر ہو اور اسکا مقتضی یہ ہو کہ شافعیہ کے ساتھ مناکحت درست نہ ہو اور ہمیں اختلاف ہو بعضوں نے

کہا ہو کہ جائز ہو اور بعض کہتے ہیں کہ اونکی بیٹیان لینا درست ہو اور پستی بیٹی کے ساتھ اونکا نکاح کر دینا
 ناروا ہو، ہزار یہ میں اسکی علت یہ بیان کی ہو کہ وہ اہل کتاب کے مرتبہ میں ہیں، اب ہمارے منترنا حاصل
 انصاف فرمائیں کہ اونکے اسلاف کرام کی ان عبارتوں کا کیا حاصل ہو حقیقت یہ ہو کہ ناظم صاحب کی عبارت
 کا وہ مطلب تو قطعاً نہیں ہو جو حاصل بدایونی سمجھ میں مگر ان عبارتوں سے یقیناً وہی بات پیدا ہوتی ہو
 جسکا الزام اونھوں نے دیا ہو یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا ہم الزام اونکو دیتے تھے نصو باطل یا
یہ حرام اسکے بعد رویداد سال دوم کی عبارت مندرجہ ذیل کو مخدوش فرمایا اور رویداد کی عبارت
 یہ ہو، دوسرے گروہ کے قول سے ہمیں کمال حسرت ہوتی ہو کہ وہ اپنے مذہب کے علما کو ایسا ضعیف خیال
 کرتے ہیں کہ باوجودیکہ فریق مقابل سے کتنی ہی زاید ہوں یہاں تک کہ ایک گروہ کے ایک ہی شخص
 ہوں اور ہمارے فریق کے ستودہ ستون ہوں جب بھی اوسکی کا خوف ہو کہ اوس ایک شخص کا اثر ہماری
 جماعت پر پڑے گا اور ہماری جماعت کا اثر اوس ایک پر نہ ہوگا، اس عبارت کو ہمارے منترنا محصر ان
 لفظوں میں مخدوش فرماتے ہیں (لیکن افسوس تو یہ ہو کہ آپ حضرات کے احکام اعتراضیہ کی تعمیل کا
 التزام اونکو نہایت مشکل ہو جب آپکے ندوے کی کرسی اعزاز کی تعطیلی پر مجبور ہو کر کوئی شیعہ یا نجری یا دہابی
 جو آپ کے الٰہین جلسہ میں بذیل علمای دین شامل ہو کر اشارۃً و کنایۃً بلکہ ملاحتہً خلاف تحقیق جمہور اہل سنت
 کے کچھ بیان کرے پس قطع نظر اس امر کے کہ فرق باطلہ کی توقیر و تعظیم علمین علی بنی من بحقیقت تحقیر و تہین
 مذہب اہل سنت کی ہو اگر کسی سنی طالب العلم کے نزدیک اوسکی مخالفت جہاں ہلاکت نابت ہو اور اسکا جواب
 فوراً نہ دیا جائے تو اتنی بڑے جلسہ دینیہ میں لایہ تسلیم کا الزام قائم ہو سکتا ہو اور اگر رد جواب کی کد کچا گئے
 جواب مقاصد و اغراض کے خلاف ہو تو آپ حضرات اوسکو بگوارا کر سکتے ہیں، اس تقریر میں اعتراض
 بیان کیے گئے ہیں۔

ہملا اعتراض یہ ہو کہ یہ شیعہ یا نجری یا دہابی کو مجلس میں شریک کرنا اور اونکو مخصوص جگہ پر بٹھانا
 اونکی تعظیم و توقیر کا باعث ہو اور وہ ناجائز ہو، یہ اعتراض مخالفین کی تحریروں و تقریر سے مختلف طور سے
 دیکھا سنا گیا جسکا حاصل یہ ہوتا ہو کہ اہل سنت کی سوا کل فرق سے میل جول منع ہو نہ اونکے پاس ہتھیار
 نہ اونھیں بلاؤ نہ اونھیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ اونسے کوئی مفید مضمون بیان کرنا دوسری ایک اعتراض ہو جو
 لائق جواب ہو اور جسے طالب حق ہیں اونھیں تمام فضولیات سے قطع نظر کر کے اسی سائل پر غور کرنا

چاہیے کیونکہ اور جزئی امور ہیں اونکی اصلاح ہو سکتی ہو اگر نذوہ میں مختلف فرقے داخل بطور کثرت ہیں اور اونکا شریک کرنا اونسے میل جول رکھنا منع ہو تو نذوہ بیشک لائق اصلاح ہوگا اور مسلمانوں کو ضرر ہوگا کہ اوسکی اصلاح کے واسطے ہوں۔ مگر نہ اس طرز سے جو مخالفین نذوہ نے اختیار کیا ہے یہ کسی نشندہ کا کام تو کیوں ہونے لگا کوئی مذہب ہبلا آدمی بھی نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہ اعتراض غلط نہ لگے اور سکا جواب ثانی دیدیا جائے تو مسلمانوں پر فرض ہو کہ نذوہ کے آگے سر جھکا دیں اور ہر طرح اوسکی مذکورین اس اعتراض کی بنائیں امرون پر ہو اول یہ کہ شیعہ وغیرہ نذوہ کے رکن ہوں دوسرے یہ کہ اونکا شریک کرنا اپنے پاس بٹھانا اونسے بیان کرنا موجب تعظیم ہو تیسرے یہ کہ اونسے میل جول اور اونکی اکرام ہر حال میں منع ہو حالانکہ یہ تیغون باتیں غلط اور خلاف واقع ہیں ہر خوب معلوم ہو کہ کوئی شیعہ یا دہائی اسکا رکن نہیں ہو تمام اراکین اہل سنت و الجماعت ہیں مگر وہی اہل سنت جماعت جو واقعی ہیں اور ہر اک بزرگوں کا بیان اونھیں اہل سنت قرار دیتا ہو بان اگر مولانا نے اہل سنت کی تعریف وہ قرار دی ہو سکا مصداق بحر جناب کے چند مریدین کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تو البتہ جب تک کہ ہم وہ تعریف نہ سن لیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے اور تیسرے امر کا غلط ہونا آیات قرآن مجید اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور صحابہ کرام اور دیگر بزرگان دین کے اقوال و برتاؤ سے ثابت ہو۔ اب میں بترقیب ہر ایک کو بیان کرتا ہوں۔

آیات قرآنی

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتَ اللّٰهِ کُفِّرُوْہَا وَتَسْتَمِزُّوْہَا فَلَا تَعْدُوْہَا مَعْتَمِدًا حَتّٰی یُخْرِجَ صُوْرًا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ
جب تم اللہ کی آیتوں پر انکار کرتے اور سنہی کرتے سنو تو اونکے ساتھ نہ بیٹھو یا تنک کہ وہ دوسری بات میں مشغول ہوں اس آیت میں کافروں کے پاس بیٹھنے کو خاص اوسوقت منع فرمایا ہے جسوقت وہ اپنے جلسے میں اظہار کفر کر رہے ہوں۔ اس تخصیص سے ثابت ہوا کہ جب اونکی مجلس اس بُرائی سے خالی ہو اوسوقت اونکے پاس بیٹھنا منع نہیں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے ولعنی لا تعدوا معہم وقت لفسہم واستمراکم بالآیات (ح ۱۹۷) آیت کے معنی یہ ہیں کہ اونکے کفر کرنے اور سنہی کرنے کے وقت انکو پاس نہ بیٹھو۔ صاحب تفسیر مدارک اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں فہنی المسلمین عن القعد معہم با د اموال خالصین فیہ۔ مسلمانوں کو کفار کے پاس بیٹھنا منع ہے جب تک کہ اللہ کے کلام میں عیب گیری نہ ہو

اس آیت میں اگرچہ بظاہر کفار کے لیے یہ حکم ہو مگر فساق و مبتدعین بھی ہمیں داخل ہیں تفسیر خازن میں ہو قال ابن عباس دخل في هذه الآية كل محدث في الدين وكل مبتدع الى يوم القيامة حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جسے بغیر قیامت تک ہونے والے ہیں سب اس آیت میں داخل ہیں لہذا معلوم ہوا کہ جس طرح اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کفار کے پاس ادسوقت نہ بیٹھو جب اونکی مجلس میں خدا کی باتوں پر ہنسی اور انکار ہو رہا ہو اور جب یہ نہ ہو تو بیٹھنا جائز ہی اسطرح یہ بھی ثابت ہوتا ہو کہ فساق اور مبتدعین کے پاس بیٹھنا اوسی وقت منع ہو جبکہ اونکی مجلس میں فسق و بدعت ہو رہی ہو اور جبوقت کچا جلسہ اس سے خالی ہو تو اونکے پاس بیٹھنا جائز ہی مولانا علی قاری علیہ الرحمہ حدیث لا تجالسوا بل القدر کی شرح میں لکھتے ہیں ولاینافی اطلاق الحدیث تقييد الآية في المنافقين حيث قال الله تعالى فلا تقعدوا معهم حتى يخضعوا في حدیث غیرہ فلم ینہ عن مجالستهم مطلقاً آہ یعنی حدیث سے مطلقاً مجالست منع معلوم ہوتی ہو اور آیت قرآنی سے خاص وقت میں مگر بیان مخالفت اسوجہ سے نہیں ہو کہ حقیقت میں مطلقاً مجالست منع نہیں ہو بلکہ وہ مجالست منع ہو جو بوجہ محبت اور تعظیم کے ہو اور انکا عقیدہ بدادوس محبت و تعظیم کا باعث ہو کیونکہ آگے چلکر ثابت ہوگا کہ مطلق محبت اور تعظیم بھی منع نہیں ہو البتہ جو کوئی ایسا ضعیف الاعتقاد ہو کہ ہلکانے کا خوف ہوا سے اجتناب چاہیے۔ اچانکل اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفار فساق و مبتدعین کے پاس بیٹھنا ادسوقت منع ہو جبوقت وہ اپنے کفر اور فسق اور بدعت کی باتیں کرتے ہوں اور جب وہ جائز باتوں میں مشغول ہوں تو اونکے پاس بیٹھنا منع نہیں ہو تبسمہ مولانا علیہ الرحمہ نے قدروں والی حدیث کو اس آیت سے خاص کیا جو کفار کے لیے تھی۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اس امر میں کفار اور مبتدعین کا ایک حکم ہو۔

۲ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ جب تو دیکھے اذکو کہ ہماری آیتوں میں ہنسی اور انکار کے ساتھ مشغول ہیں تو اونسے کنارہ کر بیان تک کہ وہ دوسری بات میں لگ جائیں۔ یعنی اونسے کنارہ کرنے کی حد یہ ہو کہ وہ اپنے کفریات کو چھوڑ کر دوسری باتیں کرنے لگیں اس آیت سے بھی مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں وہی بات ثابت کی ہو جو اوپر کی آیت سے کی ہو۔ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہو کہ اونکی مجلس میں جا کر بیٹھنا ادسوقت درست ہو کہ امور نامشرعہ سے خالی ہو اور جب جا کر بیٹھنا درست ہو تو اگر وہ ہمارے جلسے میں آجائیں تو اونھیں بیٹھنے کی اجازت دینا اسی مصلحت سے اونھیں اپنے پاس بلا کر بیٹھانا بطریق اولیٰ جائز ہوگا کیونکہ اونکے جلسے میں جا کر بیٹھنا زیادہ مضرت

رسال ہو سکتا ہو۔

۳ علامہ شہاب الدین بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں آیہ کریمہ لَا یُخْذُ الْمُؤْمِنُونَ الْکُفَّارِینَ
 اُولَئِکَ یَرْوُی (الی قولہ تعالیٰ) اَلَا اِنَّ تَتَّقُوْا اَنْتُمْ تَقَافُوْا کی تفسیر میں لکھتے ہیں وعدہ قوم من باب التقیۃ مدارات
 الکفار والفسقۃ والظلمۃ والانه الکلام ہمہ وٹہسم نے وجہ ہم والا فبساطہم واعطاسہم لکھتے ہیں اگر ہم وصیائے
 العزیز منہم ولا یعد ذلک من باب الموالاة لمنہی عنہا بل ہی سنتہ و امر مشرّع یعنی ایک گروہ عمل کا
 اسطوت گیا ہی کہ کافرون اور فاسقون اور ظالمون سے مدارات کرنا اور نرمی کے ساتھ ادنسے گفتگو کرنا اور
 انکے سامنے قبضہ کرنا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے ملنا انکی زبان درازیوں سے بچنے اور ان سے
 اپنی آبرو بچانے کے لیے جائز ہو اور ان باتوں کو انھوں نے موالات میں شمار نہیں کیا جسکی ممانعت
 کی گئی ہی بلکہ یہ سنت و امر مشرّع ہی۔ اس عبارت سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو گئی ہی کہ کفار و فاسقان
 اور مبتدعین کے ساتھ بخندہ پیشانی پیش آنا خاطر تواضع کرنا نرمی سے گفتگو کرنا اور یکجا ہونا یا ہی محبت و ولایت
 نہیں کرنا پس کئی مجلس میں مصلحت بینی کے لحاظ سے اونکا شریک کرنا اور نرمی کے ساتھ پیش آنا کمینکر
 محبت کی دلیل ہو سکتی ہی۔ اسکے بعد علامہ مدوح نے اسکے ثابت کرنے کے لیے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں
 از البخاریہ حدیث ہی سیاتیکم ربکم بخضون فاذا جاؤکم فرجواکم (جامع) آئندہ کچھ لوگ تمھارے پاس آئینگے
 جھگو تم اپنا دشمن سمجھتے ہو گے مگر جب وہ آئیں تو انکے واسطے جگہ کشادہ کر دینا۔

احادیث رسول اللہ و آثار صحابہ

جنابہ رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کفار و منافقین برابر آتے تھے اور جان ہمارے حضرت
 شہد اسلالت سنت و ندوہ کے نام سے فاضل ربوبی نے ایک سال چھوڑا یا جو او میں اپنے غلطو طور انکے جوابات جو شاید
 انکے صاحب نے دین شاکر میں اور ناظم صاحب نے جس موقع پر آیہ کریمہ اَلَا اِنَّ تَتَّقُوْا اَنْتُمْ تَقَافُوْا سے استشاد کیا ہی وہ ان
 الزام قائم کیا ہی کہ ناظم صاحب تقیۃ کے نقل میں غلو یہ مقام دیکھا فاضل مدوح کی دست نظر بر حیرت ہو گئی ہی جو
 ہنر چشم عداوت بزرگ تربیتیست شاید فاضل مدوح نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر ملاحظہ نہیں فرمائی یا دیدہ و دانستہ اس
 انھام فرمایا ہی اگر اسی کا نام تقیۃ ہی تو شاید اس الزام میں سب سے پہلے مفسرین امت داخل ہونگے۔ دیکھو علامہ شہاب
 بغدادی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں کس تفصیل کے ساتھ اس مسئلے کو بیان کیا ہی اور آخر میں تصریح کی کہ لایعذر لک من باب
 الموالاة لمنہی عنہا بل ہی سنتہ و امر مشرّع۔ شاید فاضل مدوح نے اب تک موالات و مدارات میں منصرف نہیں
 سمجھا اسی وجہ سے یہ غلط فہمی واقع ہوئی ہو۔

اور ان کے اصحاب بیٹھے تھے اور انہیں کے پہلو پہ پہلو وہ بھی بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش خلقی کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے تھے اسکی مثالیں احادیث و سیر میں کثرت موجود ہیں اور میں سے چند مثالیں اسوقت پیش کجاتی ہیں

۴ صحیحین میں روایت ہو کہ ایک روز عیینہ بن حصن حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے ارشاد فرمایا ایذا لہ جئس احوالہ الغیۃ یعنی اور سکو آنے دو وہ اپنے خاندان میں ہر شخص اور جب وہ اندر آیا تو آپ نے اپنے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر فرمائے اور نہایت کشادہ پیشانی کے ساتھ اور سکو لیا اور اپنے قریب سے بٹھایا جب وہ چلا گیا تو عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اسکی کیا وجہ ہو کہ پہلے آپ نے اسکی نسبت وہ الفاظ فرمائے جب اندر آیا تو آپ نے خوشی ظاہر کی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اور سکو لیا حضرت فرمایا کہ تم یہ چاہتی ہو کہ میں بخش گو اور بد زبان ہو کر رہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب بڑا وہ شخص ہوگا جسکو اس کے شر اور بد زبانی سے بچنے کے لیے لوگ اس سے چھوڑ دیں۔

اس حدیث سے چند باتیں اخذ کیجاسکتی ہیں از جملہ ایک یہ ہو کہ بد عقیدہ اور بُرے شخص سے بچی شیطانی کرنا اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے پیش آنا اور اس سے اپنے پاس بٹھانا سنت ہو دوسرے یہ کہ ایسے لوگوں سے بھی بچی کے ساتھ پیش آنا خلاف سنت اور دخل بخش ہو اور زکب بخش اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُترین لوگوں میں سے ہو چنانچہ ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں یعنی انما الفت لا القول لانی تو حضور ما قلت فی عنینہ لکن فی اتقا فحشی فاکون اشرا الناس یعنی میں نے نرمی اسوجہ سے کی کہ اگر میں اس کے زور و ہی کرتا جو اس کے پیچھے کھتا تھا تو وہ شخص میری بد خلقی کیوجہ سے میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اسوجہ سے

سلہ یہ روایت سنن ابی داود اور جامع ترمذی میں بھی ہو مگر کسی میں اس شخص کے نام کے کرامت نہیں ہوا ایسے سارے میں اس کے نام میں اختلاف کیا ہو اکثر عیینہ لکھتے ہیں اور بعض مخیرہ اور ایک روایت میں مخیرہ کی تصریح بھی آئی ہو عابد بن جبر سکو دو واقعوں پر محمول کرتے ہیں یعنی اسطر کا قصہ دومرتبہ واقع ہوا ایک مرتبہ عیینہ آیا اور سکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے یاد فرمایا دوسری مرتبہ مخیرہ آیا اور سکو نسبت بھی ایسا ہی ارشاد ہوا۔ مخیرہ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہو کہ عیینہ اسوقت تک یا تو شخص کافر تھا یا منافق اور اگر مسلمان ہو گیا تھا تو بھی اسکا ایمان کچھ ٹھیک تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید مبارک میں بھی اس سے ایسے امور ظاہر ہوئے ہیں جس سے اسکا ضعف ایمانی ثابت ہوتا ہو غرض کہ ایسے شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی برتاؤ کیا جو اپنے خاص صحابہ کے کیا کرتے تھے اس موقع پر پہلے سے مخالفت دوستوں کو غور کرنا چاہیے کہ یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکے صحابہ کبار کی صفت میں اشلاء علی الکفار آیا ہو سیکھا معلوم ہوتا ہو کہ شدت کا موقع اوصل ہی اور نہایت انصافی ہو مگر جبکہ سختی سے کام لیا جائے اور اخلاق محمدی چھوڑ دینے جائیں تو علامہ علی قاری قاتلین لکھتے ہیں ای جلد تریامن نفسہ

۵ میں بدترین لوگوں میں سے ہو جاؤ اس سے ظاہر ہوا کہ نیکوں کو بدوں کے ساتھ خوش خلقی اور مدارات ایسے کرنا ضرور ہو کہ ان لوگوں کو نیکوں کے پاس آنے کی رغبت ہو ایسا سنو کہ وہ انکی سختی اور بخلی کی وجہ سے فیض صحبت محروم رہ جائیں اور پھر یہ نیک لوگ اس سختی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بگڑ جائیں۔ بخاری نے حضرت عائشہؓ سے بسند متصل روایت کیا ہے کہ ایک گروہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اگر اوسنے کہا السلام علیک یعنی تجکو موت آئے میں اسکو سمجھ گئی ایسے کہ جواب میں میں نے کہا علیک السلام واللہ یعنی تمکو موت آئے اور اللہ تعالیٰ کی پھٹکار تیر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ جانے دو عائشہؓ اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی اور ملائمت کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں سنا اوجھوں نے کیا کہا آپ نے فرمایا ہاں سنا تھا اسی سے میں نے کہا علیکم السلام علامہ حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں فالذی یظہر عن ذلک کان لمصلحۃ التالیف یعنی یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ یہ نعت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف قلوب کی مصلحت پر مبنی تھی۔

اس حدیث سے بھی واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی کہ کفار کے ساتھ باوجود انکی سختی کے نرمی کرنا اور تالیف قلوب کی غرض سے باوجود قدرت کے اسنے مواخذہ نہ کرنا خلق محمدی میں داخل ہوا کہ وہ صرف نچھوڑ گئے اور فیض صحبت محروم نہ رہیں۔ یہی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سخت کلامی سے باز رکھا تھا پس جو لوگ کہ اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور باوجود اس کے نرمی اور ملائمت کو ناشرع قرار دیتے ہیں اور مذمتہ العلماء کی اس حکمت عملی پر عمل کرنے کو باعث گمراہی سمجھتے ہیں وہ سوچیں کہ اوجھایہ قول کہاں سے کہاں تک پہنچتا ہو۔

۶ طبرانی نے عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان لقیل بوجہ وحدیثہ علی شر القوم تالیفہ بذکر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تالیف قلوب کی غرض سے بُرے لوگوں سے متوجہ ہو کر مابین فرماتے تھے یعنی حضور علیہ السلام کی توجہ نیکوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ بدوں کے ساتھ خاص کر ایسے توجہ سے فرماتے تھے کہ انکی تالیف قلوب کریں۔

۷ علامہ شہاب الدین جامع صغیر سے تفسیر روح المعانی میں ایک حدیث ان الفاظ سے لکھتی ہیں سیاتکم ربک بمنھن فانما جاؤکم فرجوا الھم آئندہ کچھ لوگ تمھارے پاس آئیں گے جنکو تم آباد شمن سمجھتے ہو گے مگر جب وہ آئیں تو اوسکے واسطے جگہ کشادہ کر دینا اس حدیث میں جن لوگوں کے ساتھ ملا

اور خوش خلقی کا حکم دیا گیا ہو ان کی تخصیص نہیں کی گئی کہ وہ کفار ہوں یا مبتدع فاسد العقیدہ بلکہ عام ہو۔ دوسرے یہ کہ صیغہ امر سے تعبیر کیا گیا ہو جس کا ادنیٰ مرتبہ استحباب ہو آئندہ جب میں اسلی ضرورت اور منافع بیان کروں گا تو یہی حدیث و وجوب مدارات کی مؤید ہو سکتی ہو۔

اس وقت تک پہنچے اس باب میں جس قدر آیات و احادیث نقل کی ہیں ان سے یہ امر تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ کفار اور اہل نیرغ سے ملنا اور ان سے خوش خلقی کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہو۔ اب ہم ایسی روایت پیش کرتے ہیں جس سے مدارات کا اکرام کی حد تک جائز بلکہ مستحب ہونا ثابت ہوتا ہو ابن ماجہ نے ابواب الادب میں عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا ہو اذا تاکم کریم قوم فاکرموہ یعنی جب کسی قوم کا سردار

تھا اسے پاس آئے تو او اسکا اکرام کرو۔ اس حدیث کو مجمع البحار میں ان لفظوں سے ذکر کیا ہو اذا تاکم کریم قوم فاکرموہ پھر بیان کیا ہو کہ ت مباغذ کے واسطے ہو اور اس کے معنی بزرگ خاندان اور غریب قوم کے ہیں اور ترمذی نے شامل میں ان لفظوں سے روایت کیا ہو و کریم کل قوم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ ہر قوم کے سردار کا اکرام فرمایا کرتے تھے غرض کہ اس حدیث سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی ہو کہ ہر قوم کے سردار سے اس کے منصب و شان کے لائق برتاؤ کرنا چاہیے کسی گروہ اور کسی فریق کی تخصیص نہیں ہو اجمال آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قوی اور سنت فعلی دونوں مدارات کا اکرام کی حد تک مشروع اور مستحب ہونا ثابت ہوا۔

۹ اور اسی کے مؤید ہو ایک دوسری حدیث و انزلوا اناس منا زلحم (لہو دادود) یعنی جو شخص میں برکت ہو اس سے اس کے رب سے کہو ان کو برتاؤ کرو و شریعت الاسلام میں صحبت اور معاشرت کے اداب میں لکھا ہو و کریم کل قوم یا ہوا ہوان کان کافرا یعنی ادب معاشرت میں ہو کہ ہر قوم کے سردار کا ایسا اکرام کرے جس کے لائق ہو اگرچہ وہ کافر ہی کیون نہ ہو۔ بیان پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہو کہ اس کے معارض ایک دوسری حدیث ہو من قرأ صاحب بدعت فعدا عان علی ہرم الاسلام یعنی جس نے بدعت کی توفیر کی اس نے اسلام کے ٹھانڈے کی کوشش کی اس سے معلوم ہوا کہ بدعتی اگر آدے گو وہ سردار ہی کیون نہ ہو تو اسکا اکرام نہ کرنا چاہیے لیکن یہ شبہ غلط فہمی میں ہو اگر توفیر سے مراد خاطر دار علی مدارات ہو تو البتہ اکرام کے منافی ہو اور اس حدیث کے معارض ہو حال آنکہ بدعتی نہیں ہیں بلکہ توفیر سے مراد اس جگہ نصرت اور معاونت ہو یعنی بدعتی کو اسکی بدعت کے لحاظ سے مدد

اور اوس کے اوس فعل نام شروع کو اچھا سمجھنا صحیح البحار میں علامہ محدثا ہفتی لکھتے ہیں من قر صاحب بدعتہ فقلعہا علیہم الاسلام المتبدع مخالف السنۃ و معادون مخالف السنۃ معاوان لمد مدولان توقیر البدعۃ تخفیف السنۃ و تخفیف ہر معنی حدیث کا مطلب ہو کہ مبتدع سنۃ کا مخالف ہو اور جو شخص کسی شیئ کے مخالف کا معادن ہو وہ اوس شیئ کو مٹانا چاہتا ہو اور نیز اس لیے کہ بدعت کی وقعت کرنا سنۃ کی اہانت ہو اور سنۃ کی اہانت دراصل اوس کو مٹانا ہو، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توقیر کے دو ہی معنی ہیں ایک یہ کہ بدعتی کو اوس کی بدعت کا محافظ سے مدد دینا دوسرے اوس بدعت کو اچھا سمجھنا اور اوس کی توقیر کرنا۔ الغرض حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو کوئی بدعتی کی مدد کرے اوس کی بدعت میں یا اوس کی بدعت کو اچھا جانے اور اوس بدعت کے سبب اوس کی آؤ بگٹ کسی اسی حکام کو ٹھٹھنے پر مدد کی۔ اب اگر کسی نے بغرض تالیف قلب یا اظہار محامد اسلام یا کسی نبی فائسے کی غرض سے کئی عتی کی خاطر کی وہ اس حدیث میں داخل نہیں ہو انھیں وجہ سے رسول الصلی علیہ وسلم شریعت قوم کی تعلیم کیا کرتے تھے اور بد مذہبوں بھی اوسی خلق سے پیش آتے تھے جیسے نیکوں سے اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ مذہب کے جلسے میں اگر آپ کے خیال کے موافق کسی مبتدع کی خاطر داری ہوتی بھی ہو تو وہ بخمال ترغیب تشویق یا بغرض دفع مضرت کے ہوتی ہو نہ بوجہ اوس کی بدعت کے لہذا مذہب رسول الصلی علیہ وسلم کی سنت قولی و فعلی کا عامل ہوا جو اوپر بیان کی گئیں حدیث میں ذکر کا مصداق اوس کو سمجھنا نہایت غلط فہمی ہر عسخ مشناس نہ دلبر اخطا اینجاست۔

۱۰ صحیح بخاری میں حضرت ابو درود سے منقول ہوا انک شرفی وجہ اقوام وان قلوبا تلک عنہم یعنی بعض لوگوں سے ہم خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں حال آنکہ دل ہمارے اونسے بیزار ہیں علامہ ابن حجر اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں قال ابن بطلال المدراۃ من اخلاق المؤمنین وہی خفض الجراح للناس ولین الکلمۃ وترک الاغلاظ ہم فی القول وذلک من اقوی اسباب الانفۃ یعنی مدارات مسلمانوں کے عادات میں سے ہو وہ ہو کیا؟ عامۃ ہر ایک شخص سے کھنڈنری سے بات کرنا کلام میں سختی کرنا یہ محبت و الفت کا قوی سبب ہو جسکی وجہ سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں۔

۱۱ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں جہاں اس بات کی بحث کی ہو کہ کافر کو ابتداً اسلام کرنا جائز ہو یا نہیں متعدد احادیث و آثار اثباتاً و نفیاً نقل کی ہیں اسکے بعد جن حدیثوں سے اسکی مخالفت ثابت ہوئی ہو اونی توجیہ طبری سے ان الفاظ میں نقل کی ہو اما اذا کان الابتداء بغیر سبب لا حاجۃ من حق صحبۃ

اور جاورۃ ادخو ذلک یعنی یہ ممانعت اس وقت ہی جبکہ پیشقدمی سلام میں مسلمانوں کی طرف سے بغیر کسی سبب اور بدون کسی حاجت کے ہوشل حق صحبت یا حق ہمسائیگی یا اسکے حق احسان سے سبکدوش ہونیکے یا اسکی مانند اور جو بھیجین ہوں، اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھی ہے: استثنیٰ ابن مسعود اذا احتاج لذلک المسلم لضرورة دینیة او دنیویة کفنا حق المرافقة یعنی عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے کافرون کو سلام میں ہمیشہ قدمی نہ کرنے سے اس حالت کو مستثنیٰ کیا ہو جب کوئی دینی یا دنیوی ضرورت ہو مثلاً رفاقت کے حق ادا کرنے کی غرض سے ہو، اسکے بعد لکھتے ہیں فاخرج الطبری بسند صحیح عن علقمہ قال کنت ردفا لابن مسعود فوجدنا دینا فلما اشعبت له الطريق اخذ فیما فاتبعه عبداللہ بصرہ فقال السلام علیکم قلنا لست بکافر ان یبدو بالسلام قال نعم ولكن حق الصحبة یعنی طبرسی بسند صحیح علقمہ سے روایت کیا ہے کہ میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ سوار تھا آگے چل کر ایک ہرقان ہمارے ساتھ ہو گیا جب ہمارے راستے سے اسکی راہ جدا ہوئی تو وہ اس طرف چلا عبداللہ بن مسعود اسکی طرف پھر کر دیکھا پھر کہا السلام علیکم میں نے کہا عبداللہ تم کافرون کو سلام کرنے میں پیشقدمی کرنا ناپسند نہیں کرتے کہا ہاں لیکن حق صحبت بھی کوئی چیز ہے۔

ان عبارتوں کے نقل کرنے سے ہمارا یہ مقصود نہیں ہے کہ کافرون کو سلام کرنے یا نہ کرنے کی بحث کو چھیڑیں بلکہ یہ بات ثابت کرنا ہو کہ اسلام کے نزدیک ضرورت دینی یا دنیوی کی وجہ سے بیدنیوں کے ساتھ محض خلقی کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے باوجودیکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مذہب یہ تھا کہ کافرون کو سلام میں پیشقدمی نہ کرنا چاہیے مگر ذرا سی رفاقت کی وجہ سے ادبھوں نے اسکے واسطے حق صحبت ثابت کیا اور لحاظ اسی حق کے سلام میں پیشقدمی فرمائی۔ یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہو کہ کافروں اپنی صحبت میں لینا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے لہذا ہمارے معزز فاضل گاہہ خیال غلط ہو کہ انکو شریک کرنا اور اپنے پاس ٹھکانا موجب تعظیم ہو اور تعظیم علی الاطلاق ناجائز ہو۔

۱۲ اب میں ایک اور نہایت قوی شاہد پیش کرتا ہوں جس سے حق پرستوں کو خوب ثابت ہو جائیگا کہ ندۃ العلماء دشمنانہ طرز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہو اور اس کے مخالفانہ نایاب تہا نظر پر نفس میں ناوھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے خبر نہیں وہ یہ کہ عبداللہ بن ابی بن سلول جو مشہور منافق بلکہ ادبکسا سوار تھا جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے پاس خاص آدمی بھیجا اور طوائی کے باب میں اس سے مشورہ کیا باوجودیکہ سیکڑوں صحابی موجود تھے مگر اس کو

کسی پاس مشورہ لینے کو نہیں بھیجا۔ سیرۃ النبویہ میں ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی بن سلول سے تشبیہ تالفاکہ (جلداول ص ۱۲۲) اب جو حضرات فرقہ خدائے میں سے تھے لوگوں کو اپنے پاس بٹھانے اور جلسہ انتظامیہ کے رکن بنانے پر غل مجاہد ہے ہن وہ آنکھیں کھول کر ملاحظہ کریں۔ یہ مشورہ کرنا نہ کرنا بنا ناہنیں تو کیا ہو پھر اس خصوصیت کے ساتھ کہ اپنے اصحاب کے بھی نہیں کیا۔ یہ کسی اعزاز کی پر بٹھا ناہنیں ہو شریعت محمدیہ کو بغور دیکھو اور خلقت کو گمراہ نہ کرو۔

اسی واقعے میں ایک دوسرا ملاقا ہو رہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طائی کا عزم کیا تو اسی عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس یہودی جماعت کو دیکھا کہ وہ بھی ہمراہ چلنے کا عزم رکھتے ہیں حضور علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں صحابہ نے فرمایا کہ نہیں حضور کا ارشاد ہوا کہ انہیں کہہ دو کہ ٹوٹ جائیں ہم ان کی مدد نہیں چاہتے (سیرت نبویہ، جلد اول ص ۱۲۲) الغرض علیہ سدا رہا منافقین مع اپنی جماعت کے ہمراہ چلا اور حضور نے منع نہیں فرمایا اور یہود کو منع کیا اور فرمایا کہ ہم تمہیں سے لڑنے کے لیے مشرکین سے مدد نہیں چاہتے آپ فرمائیے کہ اسکی وجہ تھی بجز اس کے کہ عبد اللہ بن ابی زبان سے کلمہ پڑھتا تھا اسکی یہ پاسداری تھی کہ اس سے مشورہ بھی لیا ساتھ ساتھ ہی اجازت دی۔ افسوس جو گردہ بصدق دل کلمہ پڑھتا ہو اسکی پاسداری کو لا اور ان ضرورتوں کے جسے جو ہم اس رسالے کے آخر میں بیان کریں گے) مگر اسی اور سیدنی بتایا جاتا ہوا ہے اللہ تو بھلا ہے ہر حال میں اسکی

اقوال و افعال سلف

۱۳ شرح عشرۃ الاسلام کے صفحہ ۲۷ میں یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے: وفي الحديث مدارات الناس صدقة وقال النبي صلى الله عليه وسلم مدارات الناس كما امرت باوار الفرائض ومعنى المدارات ما قال ابو دردار رضي الله عنه في وجهه اقام وان تلو بنا تعظيم ملين لا القول ونظير التظيم وخالفه في الحديث من هو کہ لوگوں سے مدارات کرنا صدقہ ہوا اور اپنے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے مدارات کرنے کا حکم دیا گیا ہو جیسا فرائض کے ادا کرنے کا حکم ہوا اور مدارات وہ ہو جسکو ابو دردار نے بیان کیا ہو کہ ہم بعض لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے ہیں باوجودیکہ دل ہمارے اون سے بیزار ہیں غرض کہ اون کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرے اور ظاہر میں اون کی تعظیم کرے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہے اور اسکی

۲۴۳
صحیحین یہ عبارت ہو وخلق کل صنف من الناس خلقهم من اهل الدنيا والاخرة فان الفاجر يرضى من الرجل كبر
الخلق بحسب لظاهر ولا يطلب موافقة باطنه وحسن اعتقاده لہ آہ یعنی خلقت عامہ سے خواہ دنیا دار ہوں یا
دیندار ایسے اخلاق سے بیش آنا چاہیے جس سے وہ راضی ہوں کہ نہ فاسق ظاہری اخلاق سے خوش
ہو جاتا ہو۔ اپنے اعتقاد کی تحقیق اور ربطے ہم خیال ہونے کے نہیں چاہتا، اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۲ میں ہر
وکریم کریم کل قوم پا ہوا ہلہ وان کان کافر یعنی ہر قوم کے سردار کا اور یکے منصبے شان کے موافق اکرام
کرنا چاہیے اگرچہ وہ کافر ہو۔

۱۴ علامہ ابن دہبان حنفی رحم اپنے رسالہ منظومہ میں فرماتے ہیں سہ ولیل اول لیل یخدم ہر منسیر
ولیل للاسلام لوقام بفسرہ یعنی کافر کو اگر اسلام کی طرف رغبت دلائی ہو یا اس سے تحصیل مال مقصود ہو تو
اوسکی خدمت کرنا درست ہو اور پہلی صورت میں اس کے واسطے کوٹھے ہونے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں علامہ
شہاب الدین بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس شعر کے نقل کر کے لکھتے ہیں ومن الناس من یجمل کل
مصلحہ دنیۃ کالمیل للاسلام لکن بشرط ان لا یقصدہ القام تعظیلاً والدہ تعالیٰ علیہم یکم ایک گروہ کا خیال ہے کہ
کافروں کے لیے کھڑا ہونا بہر لحاظ دینی کے واسطے جائز ہو شاید اوسکو اسلام کی طرف رغبت ہو تو اوسکی ترغیب
تشیوہ کے لیے خاطر داری کرے تو ایسی خاطر داری کرنا درست ہو لیکن بشرط یہ ہو کہ اوس شخص کو کھڑے
ہونے سے اوس کافر کی خلیفہ مقصود نہ ہو۔

۱۵ فقید ابواللیث سمرقندی ہستان کے باب حسن المعاشرة و مع رفدہ الحقوق میں لکھتے ہیں بنی اہل
الکیرن قولہ الناس لیتا وجہہ بسطامع البر والفاجر لیسنی والبسندع من غیرہ امتہ ومن غیر ان یکلم معہ
ابکلام یظہر انہ یرضی بسیرہ لان اللہ تعالیٰ قال لموسیٰ و ہارون علیہما السلام نقول لا تو لاینا لعلہ
یتذکر او یحییٰ وانک استہزل من موسیٰ و ہارون والفاجر لیس باخض من فرعون و قد امرہما اللہ تعالیٰ بلین
القول من فرعون۔ وروی ابراہیم النخعی عن حمزۃ العامری عن طلحہ بن عمرو قال قلت لعطاء انک جل جنت
عندک ناس ذوہوا مختلفہ و انما یزل ذو حدیۃ فاقول لہم بعض القول الخلیط فقال لا تفعل اذ یقول اللہ تعالیٰ
الناس حشاکم فقل فی ہذہ الایۃ الیہودی والنصرانی کلین فی آہ یعنی آدمی کو چاہیے کہ مخلوق سے کلام نہ کیا
لہ الخاتم عبدالوہاب بن احمد بن دہبان دمشق کے قاضی القضاۃ تھے ادب فقہ تیسرے اکتوبر حاصل تھا فقہ میں ایک علم بھی ہو
منظومہ بن دہبان کے نام سے مشہور ہوا اور اس فن کی معتبر کتابوں میں اوسکا شمار کیا جاتا ہے اسی منظومہ کا یہ شعر ہے ہر گز
آٹھویں صدی کے علامہ بن کذا فی الدرامہ فی طبقات الخفیفہ للشیخ الامامہ المرحوم عبدالحی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اور نیک بد سے اور مبتدع سے بکشاوہ پیشانی پیش آئے مگر مدامت نہ کرے نہ ایسا کلام کرے جس سے بدعتی اور فاسق کو گمان ہو کہ میرے عقیدہ دن اور فعلوں کو شیخ شخص پسند کرتا ہو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرمایا ہو کہ تم فرعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت مان جائے اور درجہ اور بلاشبہ موسیٰ اور ہارون سے فضل نہیں اور وہ فاسق فرعون سے زیادہ خبیث ہمین حال انکا دن دونوں کو اللہ تعالیٰ نے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنے کا حکم دیا ہو۔ ابراہیم نخعی بواسطہ حمزہ عامری کے طلوع بین عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عطا سے کہا کہ آپ کے پاس طرح طرح کے مبتدع جمع ہوتے ہیں اور میں تیز آدمی ہوں ایسے دیسوں کو بُرا بھلا کہ بیٹھتا ہوں اور بخون نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو وقولنا لئلا تناس حسنا (اور کو لوگوں سے نیک بات) پس جب اس آیت میں ہیوی اور نصرانی داخل ہیں تو مسلمان کیونکر نہ حائل ہوگا۔

فقہ ابوالیث کی اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) ہر شخص سے نرمی اور ملائت کے ساتھ گفتگو کرنا عام اس سے کہ نیک ہو یا بدعتی ہو یا مبتدع (۲) مبتدعین کا مرتبہ کا فرد گرا ہوا نہیں ہو وہ لکھتے ہیں کہ جب کا فردوں سے نرمی کرنے کا حکم ہو تو مبتدعین سے بطریق اولیٰ ملائت کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے (۳) مبتدعین کو اپنی مجلس میں شریک کرنا اور اپنے پاس بٹھانا اور ان سے نرمی اور ملائت کے ساتھ گفتگو کرنا اور خوش خلقی کے ساتھ ملنا جائز ہو کیونکہ حضرت عطا جاتے جٹے جلیل القدر تابعی تھے وہ لوگوں اپنے پاس بلا تکلف بٹھاتے تھے اور دوسروں کو ہدایت کرتے تھے کہ ان سے سخت کلامی نہ کریں پس یہاں سے معزز فاضل کا یہ خیال کیونکر صحیح ہو سکتا ہو کہ انکا نذرہ میں شریک کرنا اور اپنے پاس بٹھانا موجب تعظیم اور جو شخص اس پر راضی ہو وہ خود بخبری اور مبتدع اور دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہو فاضل مروج پہلے حضرت عطا اور سلف صاحبین کا بدعتی ہونا ثابت کریں پھر غریب راکیں نذرہ تو انھیں کے مقلد ہیں جہرہ وہ جائیں گے اور دھاروں کو جانے میں بھی کچھ عذر نہ ہوگا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۶ فرق رائفہ سے کلام کرنا اور خوش خلقی کے ساتھ پیش آنا اور اپنی مجلس میں شریک کرنا مطلقاً منع ہو تو قطع نظر اس سے کہ اولاً نصوص صریحہ کے خلاف ہو گا جو سننے خلاق عامہ کے ساتھ خوش خلقی اور مدارات کرنے کے بارے میں نقل کیے ہیں بعض احکام نفیہ بھی غلط ہو جائیں گے مثلاً اہل اہل کے ساتھ

مناکت منوع ہو جائیگی حال آنکہ فقہانے تصریح کی ہو کہ وہ درست ہو درمخارمین بنی النہر و تجوز مناکتہ المعتزلۃ
لانما لا تکفر احد من اهل القبلة وان وقع الزنا فی المباحث آہ یعنی معتزلہ کے ساتھ مناکتہ درست ہو کیونکہ ہم اہل قبلہ
کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ بحث میں الزنا واقع ہو جائے اور بحر الرائق میں ہی تجوز المناکتہ بین الحنفیۃ والشافیۃ
بلاشبہہ و اما المعتزلۃ فیقتضی الوجہ حل مناکتہم لان الحق عدم تکفیر اہل القبلة یعنی حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان مناکتہ
بلاشبہہ درست ہو اور معتزلہ کے ساتھ بھی درست ہو کیونکہ حق یہی ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہونی چاہئے، اب
ملاحظہ کیجئے کہ جب معتزلہ کے ساتھ مناکتہ جائز ہو تو اس سے زیادہ اور کیا طریقہ اعتلاط اور میل جول کا مستعز

۱۵ عدم تکفیر اہل خلیفہ کا مسئلہ آثار اور اکابر امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمیۃ کے اقوال سے ثابت ہو، و انکیسے روایت ہو محمد
من کلف لسانہ عن اہل القبلة الا باسما من یلقہ علیہ لکن العمال (۲۲) امام شعرائی نے فقہیہ آیت و ابھارہ میں لائن دیر اسکی تحقیق کی ہو اور یہ بھی
لکھا ہو کہ کسی دلیل شرعی سے ما قبل کا کافر بننا ثابت نہیں ہوتا آخر میں حاصل یہ لکھا ہو کہ کسی مندر عالم نے اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی
تحقیق و تحقیق کی اقتدار کرنی چاہیے۔ (۳) بحر الرائق میں اکابر کے اقوال نقل کر کے حاصل یہی لکھا ہو کہ مذہب مجسم عدم تکفیر ہو پر جمع الجمع
اور اسکی شرح سے نقل کیا ہو لا تکفر احد من اہل القبلة مبیہۃ لکن صفات الصلح والخلق افعال عبادہ و حوازی و بیروم القابۃ۔ (۴)
مرقات میں علامہ تورجستی سے منقول ہو انصواب ان لا یسارع الی تکفیر اہل البدع الا ہم یزالہ الجاہل او الجہلۃ یحییٰ و یما قول المحققین
علامہ الامامہ احتیاطاً یعنی علماء محققین کو تکفیر قبلہ کے قائل ہیں اور مبتدعین کو بمنزلہ جاہل یا غالی کے سمجھتے ہیں۔ (۵) ابن حجر لکھتے ہیں کہ اکثر
متقدمین اور متأخرین کے نزدیک مبتدعین کی عدم تکفیر مجسم ہو جیسا کہ گذرا۔ (۶) شرح عقائد جلالی سے ظاہر ہو کہ متاجبات یعنی
مسلمانوں کے بہتر فرقے بالاچار مسلمان ہیں اور ہمیشہ ہمہ بین نہ رہیں گے۔ (۷) مولانا عبد الرحمن بن عبد الرسول رحمانی قول مذکور
کے حاشیہ میں لکھتے ہیں فالمتصود اجتماع اہل السنۃ فان اسلامهم طرأ لم تکفروا اہل القبلة لیکما ہو مخصوص من امانہ الاظم والشافعی وغیرہما
اسکا حاصل یہ ہو کہ اسلام اہل سنت متفق ہیں کہ اہل قبلہ کافر نہیں۔ (۸) مولانا عبد الحکیم لکھتے ہیں شرح عقائد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں لا ین
فی اہل السنۃ اجموع علی امتہ الا جابتر لا یجحدون فی انہما اس سے معلوم ہوا کہ اتفاق اہل سنت امت اجابت کا کوئی فرقہ کافر نہیں ہے
کیونکہ کافر کے لیے خلود فی النار ہو اور یہاں خلود فی النار کی نفی کر دی گئی۔ آن تصریحاً معلوم ہوا کہ مطلقاً اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا چاہیے
ان حضرات نے عدم تکفیر اہل قبلہ میں کوئی قید نہیں لگائی اسکی وجہ میرے نزدیک یہی ہو کہ کوئی اہل قبلہ ضروریات دین کا سنگر نہیں ہے
جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں کیونکہ اہل قبلہ وہ ہیں جو دین اسلام کو بچے دل سے مانتے ہیں اور اوپر کامل اعتقاد رکھتے ہیں کسی طرح کاشیہ
اونکے دل میں نہیں ہو اور کلید شہادت کو زبان سے کہتے ہیں شرح عقائد جلالی اسکو علامہ مینی نے تمام اہل سنت کا مقولہ کہا ہو پس جسے دین
اسلام کو دل سے سچا مان لیا وہ ضروریات دین سے انکار نہیں کر سکتا۔ امام طحاوی اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی شی انسان کو ایمان
سے علیحدہ نہیں کرتی مگر اسکا انکار جسکے میرے یہاں ہو یا جسکے قول کرتے ہیں یہ مسلمان ہو یا جو جب تک اسکا انکار نہ کرے اسلام
سے خارج نہیں ہو سکتا (طحاوی) اور اسی طحاوی میں یہ بھی ہو والذی یحرمانہ لاشعنی تکفیر مسلم اکل محل کلام علی محل حسن او کان فی کفر
اختلاف ولورایۃ ضعیفۃ قابل کفنے کے یہ بات ہو کہ کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے جب تک اسے کلام کالوئی پہلو عمدہ
نقل سکے کسی روایت ضعیف سے اسکی عدم تکفیر بخلاف ہو۔ اس حاشیہ سے مجھے چہنا مور پر گاہ کرنا اول یہ کہ ہمارے اکابر
اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اسوقت کے مسلمانوں کو بھی اونکی اقتدار کرنی چاہیے۔ دوم یہ کہ جس قسم کی عبارت پر رویداد مذہب
اعتراضات کیے گئے ہیں اس قسم کی عبارتیں ہمارے اکابر کے کلام میں ہیں مگر وہاں تک ہر مسلمان کے کام کا نیک
پہلو نکالنا چاہیے یہ نہیں کہ عمدہ پہلو ہوتے ہوئے خواہ مخواہ بد پہلو نکالنے میں کوشش کی جائے الغرض ہمارے اکابر اور
اہل حق کا یہی طریقہ جو میں نے بیان کیا اب جسے خدا تو بین دے و اختیار کرے ۱۱

۱۷۱ کفار و فساق و غیر ہمالی کی پیاد پر سی درست ہوا اور ظاہری کہ یہ سب جوں کا عمدہ ذریعہ تھو تفصیل کی یہ ہو کہ مشرکین کی عیادت کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ثابت ہو چنانچہ جاب صحیح کے باب بیایۃ المشرکین امام بخاری السنن بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا لڑکا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہا کر تھا جب وہ پیاد ہوا تو آپ اس کی عیادت کو اس کے مکان تشریف لینگے اور آپ کے قدم

کی برکت سے وہ مشرف اسلام ہوا فتح الباری میں حافظ بن حجر کہتے ہیں فیہ جواز استخدام المشرک و عبادۃ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مشرک کو اپنی خدمت میں رکھنا اور اس کی عبادت کرنا جائز ہے، "اوستی کبکے دوسرے مقام پر کہتے ہیں کہ ابن بطال کا مذہب یہ ہے کہ مشرک کے استعمال کے وقوع ہر نوعی عبادت جائز ہے

اوسکے بعد اوسکو روکر کے کہتے ہیں والدی نظر ان کو نہ پہنچے اختلاف مذاہدہ قدس فیق بعبادہ مصطفیٰ
آخری یعنی قوی مذہب یہ ہے کہ وجہ اختلاف مذاہدہ کے اسکا حکم ہے اختلاف ان کو بھی عیار سے دوسری امتیں بھی

واقع ہوئی ہیں، اور علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں: فیہ ازواج و اولاد الزمۃ لایسیا اذا کان الذی جازاہ لالان فیہ اظہار کما یحسن الاسلام و زیادۃ القائلت ہم لیرغبوا فی الاسلام یعنی اس حدیث سے کافروں کی عیادت کا جواز ثابت ہو، خصوصاً جبکہ وہ پڑوسی ہو، کیونکہ اس عیادت میں اسلامی غرضیں کا اظہار ہو اور اوکلی تالیف قلوب بھی ہوتی ہو، کیا عجب ہو کہ اسلام لانے کی رغبت اور نگہ پیدا ہو جائے، اور اعلیٰ قاری

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہتے ہیں تیسرے دلائل علیٰ جواز عبادۃ الذی فی الخزانۃ لابس بعبادۃ الہی وہی واختلفوا فی عبادۃ الجوسی واختلفوا فی عبادۃ الفاسق والناصح انہ لابس بہ یعنی اس حدیث سے نکلتا ہو کہ کافر کی عبادت کرنا جائز ہو خزانۃ الروایات میں لکھا ہو کہ یہودی کی عبادت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ البتہ مجوسی اور فاسق کی عبادت کرنے میں اختلاف ہی مگر صحیح تر یہ ہو کہ اوس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ۛ اور بحوالہ الاثنین میں ہو بخیر عبادۃ

الذي المريض لما روى ان اليهود ايعاض بجوار النبي صلى الله عليه وسلم فقال قوموا بنا اخذوا جوار اليهودي فقاموا
ودخل النبي صلى الله عليه وسلم وقعد عند راسه وقال له قل اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فقال المريض
الي ابي فقال اجيب طوق الشهادة فقال صلى الله عليه وسلم الحمد لله الذي التقى بيني وبينكم من النار والحمد لله الذي فرج
من البرودي من محاسن الاسلام فلا بأس بهما وبرد السلام علي الذي ولاي وود علي قرأه وعليه السلام عليه الصلوة والسلام

لم یزده علی ذلك لا یبدیه بالسلام لان فیہ تعظیما فان کان لما یدیه حاجۃ فلا یاس ببدائتہ ولا یدعو له بالمغفرة ویدعو له
بالدی وودو حال بطل التعقل کجوز لان فیہ نفعاً للسلین بالجبر یتدقیل لاجوز علی ہذا لدعاء بالعافیۃ و ہذا اذا کان
من ہل الکتاب لو کان مجرباً لا یعودہ لہ لانہ البعد عن الاسلام وقیل یعودہ لان فیہ اظہار احسان الاسلام وقریبہ
واختلاف فی عیادۃ الفاش والاصح انہ لا یاس بہ آہ اور علامہ شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں (قوله وجادہا یتد) اسی عیادۃ مسلم دنیا نصراً یا وہیو دنیا لانہ نوع پر ہے قسم و ایننا عن ذلک صح ان الہی صلی اللہ علیہ سلم عادیو یا
مرض بجوارہ ہلۃ آہ یعنی مسلمان کا ذی کی عیادت کرنا وہ یہودی ہو یا نصرانی جائز ہو اس واسطے کہ ایک قسم کا
ادب احسان ہو اور اس سے ہم منع نہیں کیے گئے یہ روایت صحیح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے اپنے ہمسا
یہودی کی عیادت فرمائی ہو (ہدایہ) ان عبارتوں کے دیکھنے سے اوپر دیکھنے کے دلائل پر غور کرنے سے ہر شخص
سمجھتا ہو کہ یہودی نصرانی فاسق بلکہ عامۃ خلاف سے جو محارب ہو احسان کرنا اور ان کی بیماری پر سی کرنا ہماری
شریعت میں جائز بلکہ تحسین اور یہ محسن اسلام میں داخل کیا گیا ہو اب کوئی نہیں کہ سکتا کہ اس سے منع
مستثنیٰ ہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ ان کو یہود مذہب الہامہ کہا جائے گا اور یہودی کی عیادت اور پر کی تفریق و
ثابت ہو چکی ہو اسکے علاوہ ہم حضرت ابن عباس اور علامہ علی قاری کے قول سے اس باب میں کفار اور مبتدعین
کا حکم ایک ثابت کر چکے ہیں جب اظہار احسان اسلام اور تالیف قلب کی غرض سے کفار اور مبتدعین کے بیان
جانا درست ہو تو ان ضرورتوں کی وجہ سے جو اس رسالے کے آخر میں بیان کی گئی ہیں ان کو اپنی
مجلس میں بلالینا بطریق اولیٰ درست ہو گا۔

۱۸ رئیس الاخاف مولانا علی القاری مرقاۃ میں مرجیہ اور قدیریہ کے باب میں امین حجر سوانح
ہیں بل الصواب عند اکثرین من علماء السلف و اختلف انما لا کفر ابل البدع والا ہوا الا ان آؤ بکفر کفر
الاستدلال لان الاصح ان لازم المذہب لیس لای لازم ومن ظلم فیزل العلماء یعالونہم معاملۃ المسلمین فی نکاحہم
وانکاحہم والصلوۃ علی موتاہم ودفنہم فی مقابرہم لانہم وان کا تو خطیئین غیر معذورین حق علیہم کلمۃ بفسقہ
الفضلال الا انہم لم یقصدوا بما قالوہ اختیار الکفر وانا بدلوہم فی اصابتہم فظلم یحصل لہم لکن التقصیر ہم تعظیم
حقہم و اہوتیم و اعراضہم عن صریح السنۃ والآیات من خیر تاویل سائخ یعنی اکثر علما ی متقدمین اور
تاخرین کے نزدیک صحیح یہ ہو کہ مبتدعین کو کافر کہنا چاہیے جب تک کہ وہ صریح کفر کی بات نہ کریں۔ لزوم کفر
سے تکفیر نہیں ہو سکتی کیونکہ لازم مذہب و حقیقت لازم نہیں ہو اسی سبب سے ہمارے علما مبتدعین سے

ہمیشہ مسلمانوں کا معاملہ کرتے ہے ہین نکاح کرنے میں اور نکاح کرادینے میں یعنی یہ برابر جاری رہا ہو کہ اونسے بیٹی ہو اور اونھیں بیٹی دی ہو اونکے جنازے کی نماز پڑھی ہو اونھیں اپنے قبرستان میں دفن کیا ہو کیونکہ اگرچہ وہ غیر معذور و خطا کار ہین فاسق و گمراہ کنا اونھیں صحیح ہو لیکن اونھوں نے قصد اکفر اختیار نہیں کیا بلکہ حتی الوسع امر حق کی تلاش کی مگر نہ پایا تاہم و نگو گمراہ اس وجہ سے ٹھہرایا گیا کہ اونھوں نے عقل کو عالم بنایا اور صریح نص کی پیروی نہیں کی۔ اس عبارت سے دو امر ثابت ہوئے ایک یہ ہو کہ اکثر علما ہی متقدمین اور متاخرین کے نزدیک صحیح بات یہ ہو کہ مبتدعین اہل اہوا کو کافر نہ کہنا چاہیے جب تک کہ صریح کفر کی بات نہ کریں لزوم کفر سے تکفیر نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ علما اہل سنت مبتدعین سے ہمیشہ میل جل رکھا ہے۔

۱۹ اب میں ایسی حکم اور نہایت واضح دلیل پیش کرتا ہوں جس سے غفلت کا پردہ اوٹھ جائے گا اور اہل الضات طالب حق کو کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہ رہے گا وہ یہ ہو کہ بہت سے حدیث کے روایت کرنے والے فاسد العقیدہ تھے کتب رجال و تاریخ سے پہلی کامل تصدیق ہو سکتی ہو۔ یہی فاسد العقیدہ حضرات ہین جنھوں نے بیسیوں ائمہ دین کی خدمت میں رہ کر دین کو سیکھا اور سیکڑوں ائمہ دین انکی شاگردی سے مستفید ہوئے اور انکی صحبت میں رہ کر دین کو سیکھا۔ پھر ہمارے کتب جال میں خوب شد و مد سے اونکے محاذ نقل کیے۔ اور اونکا فاسد العقیدہ ہونا بھی لکھ دیا صرف اسوجہ سے کہ وہ سچے اور ثقہ تھے بڑے بڑے محدثین جنہیں علم روایت کا مدار ہوا ہونے حدیث روایت کرتے ہین یہاں نمونے کے طور پر چند مثالیں نقل کی جاتی ہین۔

پہلی مثال

مذکورہ الحفاظ کی جلد اول صفحہ ۴۴ میں حضرت عکرمہ کے حال میں لکھا ہو وقد تکلم فیہ بانہ علی رای الخوارج ومن ثم اعرض عنہ مالک لا امام مسلم یعنی عکرمہ کی نسبت گفتگو کی گئی ہو کہ وہ خوارج کی رائے پر چلتے تھے اور اسوجہ سے امام مالک مسلم نے اونسے اعراض کیا ہو۔ اور عمدۃ القاری میں علامہ عینی لکھتے ہین قال احمد یروی بہ رای الخوارج الصفریہ وقال ابن المدینی یروی رای نجدۃ و الجمہور وثقہ و حجتہ و علہ لم یکن داعیۃ یہاں عکرمہ کی نسبت کئی امر قابل لحاظ ہین اول امام احمد رحمہ خود اونھیں فاسد العقیدہ ہونے کا الزام دیتے ہین مگر ایسی سند میں بکثرت اونسے روایت کرتے ہین یعنی یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا

لا تباہوا الخ آچکا ہو۔ پھر کیا یہ بزرگان سلف حدیث کے خلاف عمل کرتے تھے اور اس وقت کے عوام بہت حدیث پر عمل کرنے والے پیدا ہوئے ہیں۔ نفوذ باللہ۔ قتادہ کا حال تذکرۃ الحفاظ کی جلد اول صفحہ ۱۰۰ پر ملاحظہ ہو عبارت ادسکی حاشیہ پر منقول ہو۔

پانچویں مثال حافظ شعرانی جنکی نسبت علامہ ذہبی تذکرہ میں امام جلال کا لفظ لکھتے ہیں غالی شیعہ تھے۔ چنانچہ اسی تذکرہ کے جلد ثانی صفحہ ۲۰۱ میں ہو قال ابن اہرم صدوق غالی فی التشیع۔ یعنی ابن اہرم نے کہا کہ حافظ شعرانی سچا ہو مگر غالی شیعہ ہی۔ اب باوجود غالی شیعہ ہونے کے ہمارے بزرگان سلف میں سے جماعت کثیر انکی شاگرد ہو اور ملا تا مل ایسے حدیث کی روایت کرتے ہیں بسطرح عباو بن یعقوب کہ باوجود غالی شیعہ ہو سیکے بخاری وغیرہ ادسے روایت کرتے ہیں میزان الاعتدال میں ادسکی نسبت لکھا ہے کہ ان بہت سبب السلف و قال صالح جرہ کان عباو بن یعقوب سبب عثمان یعنی وہ سلف کو گالیان دیا کرتا تھا اور صالح کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان کو برا کہتا تھا۔ اب ہمارے مخاطب فرمائیں کہ کیا بزرگان سلف شیعوں کی برائی سے وقف نہ تھے کیا حدیث جسنے اسد او بعض فی الشذیٰ امیر پوشیدہ تھی اگر وہ اپنی بزرگوں کو وقف اور لائق اتباع جانتے ہیں تو علمای مذہب کے مقابلے میں شور و شر نہ کریں جس قسم کی ضرورت ہو تو شیو بزرگوں نے ایسے خلا ملا کیا اسی قسم کی وجہوں سے مذہب بھی تحقیر کی اتباع کرنا چاہتا ہے ان مثالوں میں شومین فرقہ کے لوگ انکے جسے معلوم ہوا کہ بزرگان میں سے قت ضرورت کسی فرقے کے سبب چلے ہو پر ہر نہیں کرتے تو انکی بات کو نہ مانتے تھے انہیں فرماتے تھے گو کہ میں سوئے۔ مکملہ اکملۃ ضالۃ المؤمنین پر ادسکا عمل تھا یہی وجہ ہو کہ ابن معین فرماتے ہیں لو اسد عبد الزواق ماترکانا حدیث تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۳۱) یعنی عبد الزواق اگرچہ مرتد ہو جائے مگر ہم ادسکی حدیث بچھوڑیں گے اہل انصاف بزرگوں کے ان اقوال و افعال کو ملاحظہ فرمائیں اور خالفین مذہب کی بجا شورش کو دیکھیں کہ وہ بزرگان میں پر کیا ظلم کر رہے ہیں اور سلف کے طریقے کو برا کہہ کر دین کی بچھانی کے درپے ہیں۔

اب ہم ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس میں ۹۰ مثالیں آجائیں گی وہ یہ ہو کہ امام بخاری اور امام مسلم سے مخاطب جنکی کتاب میں اصح کتب بعد کتاب اللہ کہی جاتی ہیں ادھوں نے بھی معتزلی شیعہ وغیرہ غالی شاگردی کی ہو اور اپنی کتابوں میں ادسکی حدیثیں نقل کی ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں ادون مبتدعین کی فہرست لکھی ہو جس میں ۹۰ نام ادون روایات حدیث لکھی ہیں جو فرق مرجعہ ناصبیہ خارج قدر یہ شیعہ وغیرہ میں سے تھے۔ اب اگر ایسی مثالوں کی تفصیل کہائے تو ایک کتاب ہو جائے۔ ایسے صرف شیخ الاسلام بدر الدین محمود عینی کا قول عبد القاری سے نقل کر کے اس بیان کو ختم کرتے ہیں جس

ثابت ہو جائیگا کہ فرق اسلامیہ سے ہمارے سلف نے بلا انکار میل چل رکھا ہو اور انھیں استاد بنا یا ہو اور انکو پڑھایا ہو چنانچہ علامہ موصوف علیہ اللہ بن موسیٰ کے حال میں لکھتے ہیں قال النوذی فی تعنی الصیغی من کتب ائمۃ الحدیث الاحتجاج بکثیر من المبتدعۃ غیر الدعا الی بدعتہم ولم تنزل السلف واخلط علی قبول الروایۃ منہم والاستدلال بہا والسماع منہم واسماعہم من غیر انکار (جلد ۱ صفحہ ۱۳۹) یعنی نوذی نے کہا ہر کہ صحیحین وغیرہ ائمہ حدیث کی کتابوں میں اکثر مبتدعین وغیرہ ائمین کے ساتھ احتجاج کیا گیا ہو اور ہمیشہ سلف و خلف ادنیٰ روایات کو قبول کرتے رہے اور انکے ساتھ استدلال کرتے رہے اور ان سے حدیث کی سماعت کی اور انکو حدیث منانی اور انکو کچھ اہلین انکار نہ تھا اس عبارت کے دیکھنے سے جنگ و باغ میں کچھ بھی بوی انصاف پونچھی ہوگی وہ بے اختیار رکھنا دھنیں گے کہ ہمارے بدرا لاخاف علیہ الرحمہ نے اس قول سے کامل فیصلہ کر دیا اور منکازین کو جای دم زدن نہ رہی جب ہمارے سلف و خلف نے بلا انکار بکثرت مبتدعین وغیرہ ائمین سے روایت کی اور ان سے محبت پکڑی اور ان سے استاد دی و شاگردی کا سلسلہ جاری رکھا تو حضرات اراکین ندوہ کو بد مذہب یا گمراہ کہنا نہ کہنا تمام اسلاف اہل سنت کو بد مذہب اور مضل کہنا ہی۔ (نفوذ باللہ منہ)

بالفرض ندوہ نے اول فائدہ کے کاغذ سے جو آخرین بیان کیے جائیں گے اگر کسی بخیر یا غیر مقلد کو بلایا اور ان سے بضرورت کوئی خاص مضمون بیان کر آیا جس میں مذہب کی کوئی منقصت نہیں ہو۔ تو ان ائمہ سے زیادہ جرم نہیں کیا۔ اور انھیں وہی استاد بنانا۔ ادنیٰ روایتوں کو دین کی کتابوں میں درج کرنا بلا تشک باعث تعظیم اور موجب اوس مٹنے کا ہو سکتا ہے جو انکے ملنے اور مجلس میں بیان کرانے پر ہوتا ہو۔

تنبیہ ہماری اونیویں برہان میں اگر غور کیا جائے تو یہ کہنا بہت درست ہوگا کہ یہ ایک وسیل نہیں بلکہ سود لیلوں سے زائد ہو کیونکہ ہر ایک مثال بجا ہی خود ایک دلیل ہے اس برہان سے چند فائدہ معلوم ہوئے جنہیں ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا فائدہ۔ ہمارے بزرگان سلف بد عقیدہ شخص کے بھی فضل و کمال کی قدر و منزلت قرار دے کر انکو تعظیم و تہنیت ہی کرتے تھے جیسے خوش عقیدہ حضرات کی۔ قاعدہ وغیرہ کو باوجودیکہ بد اعتقاد کہا گیا ہو مگر امام

سلف غالباً یہ کلیہ نہیں ہو کیونکہ بعض محققین نے تصریح کی ہے کہ بعض مبتدعہ ائمین بھی راوی ہیں چنانچہ عمر ابن خطاب جو بخاری سے راوی ہیں وعاۃ خواص میں سے ہیں۔

شقہ صدوق کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے ائمہ انکی شاگردی کا دم بھرتے ہیں پس مخالفین
 ندوہ جو تقلید کا دم بھرتے ہیں ناحق غل جچار ہے ہیں اور ندوے کو صرف اس گمان پر کہ بد مذہب اسہین
 شریک کیے جاتے ہیں مضل و گمراہ سمجھتے ہیں کیا وہ سلف صالح جنھوں نے مثلاً قتادہ وغیرہ کی شاگردی
 کی یا انھیں امام جلیل وغیرہ صفات حمیدہ سے یاد کیا سب بد عقیدہ ہو گئے یا دین کو خراب کرنے والے
 لوگوں کو گمراہ کرنے والے تھے اگر نہیں تھے تو اب غریب ندوہ کو کیوں گمراہ سمجھ کر عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے
 اور انصاف کے گلے پر ٹھہری پھیری جاتی ہو۔

دوسرا فائدہ ہمارے سلف انکے محامد بھی علانیہ بیان کرتے تھے جنکے بعض عقیدے خراب
 ہوتے ہیں اور ایک عیب کی وجہ سے انکے محامد کو نظر انداز نہیں کرتے تھے جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے
 بلکہ اب تو اسکے محامد کا کیا ذکر ہوا اسکے پاس بیٹھنے والوں کے محامد واقعیہ سلب کیے جا رہے ہیں چنانچہ
 ہمارے مخاطبین پہلے تو حضرت مولانا محمد لطف اللہ صاحب دامت برکاتہم مفتی عدالت عالیہ حیدرآباد
 دکن کو ”حضرت“ مولانا ”قبلہ“ بڑے بڑے صفات سے یاد کرتے تھے۔ اب صرف مولوی کا لفظ بھی
 حضرت ممدوح کے نام کے ساتھ لکھتے ہوئے شرماتے ہیں اور انکے شاگردان شاگرد بلکہ نہایت کم مرتبہ
 لوگوں کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتے ہیں (واللہ تلک اذ اقسمتہ ضیضی) اور آخر میں جو انھوں نے
 اپنی سرگذشت میں اپنی طہنت کو ظاہر کیا ہو اور حضرت ممدوح کی نسبت بد زبانیاں کیں ہیں اسکی سزا تو یوم
 الجوار میں ایسی یلگی جسے دیکھیں گے اگر حضرت ممدوح نے معاف کیا۔

تیسرا فائدہ۔ ہمارے بزرگان سلف جب کسی سے منفعت دینی کا حصول سمجھتے تھے تو اسکے
 بد عقیدگی وغیرہ کا خیال نہیں فرماتے تھے بیان تک کہ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ اگرچہ عبدالرزاق ترمذی
 ہو جائیں مگر میں انسے روایت کرنا پھوڑوں گا، انصاف شرط ہو کہ جب ابن معین سے نقاد حدیث نے
 انسے روایت کرنے اور انکے استاد بننے میں تامل نہیں کیا تو اگر اس وقت میں بالفرض کسی بد عقیدہ کو
 مصلحت دینی کے خیال سے اپنے کسی مشورے میں شریک کر لیا جائے یا وہ امور بیان کر لے جائیں جو
 متفق علیہا میں تو ان بزرگان دین کا اتباع ہو گا یا خلق کا گمراہ کرنا۔

چوتھا فائدہ۔ جب ایسے ایسے اکابر دین و ائمہ محدثین نے قدر یہ وغیرہ بد عقیدہ لوگوں کی وجہ سے
 اجتناب نہیں کیا انھیں استاد بنایا اور انکو تعظیمی الفاظ سے یاد کیا تو مہر نیمروز کی طرح روشن ہو گیا کہ وہ روایا

جنسے قدر یہ سے میل جول منع فرماتا ہو وہ یا تو بقول علامہ محمد الدین فیروز آبادی کے صحیح نہیں یا اونکا وہی مطلب ہو جسکو ہم آگے چکر بیان کرین گے الغرض خالین کا مدعا اونسے کسی طرح ثابت نہیں ہوتا
ای ہمارے مخاطبو! خدا کے لیے فتنہ برپا نہ کرو ان اکابر دین کی اقتدا کرو مصالح دینی کو سمجھو وہ فکر کرو جس سے دین حق اور پابند ملت حقہ کے دشمن کم ہوں معاون زیادہ ہوں۔ ایسا نہ کرو کہ اپنے دشمنوں کو بڑھاؤ معاونوں کو جدا کر دو۔

ممکن ہو کہ اسکے جواب میں ہمارے احباب یہ کہیں کہ اس زمانے کے اہل اہوا بہت زیادہ شدید ہو گئے ہیں اور تعصب و نفاسیت اوغین بہت زیادہ اگیا ہو لیکن ہم اوغین سے پوچھتے ہیں کہ کیوں شدید ہو گئے اور اب اونکے نرم کرنے کی کیا تدبیر ہو۔ فمیدہ لوگوں نے اسکا تجربہ کیا ہو کہ جو کچھ انین اسقدر سختی آئی ہو وہ سب تشدد کی وجہ سے نہ یہ اوپر اسقدر سختی کرتے نہ وہ اسقدر سخت ہوتے اور اب بھی اونکے نرم کرنے کی اگر کوئی تدبیر ہو تو صرف آشتی و صلح ہو کیونکہ وہ زمانہ گیا جب اہل سنت کی سلطنت تھی اور مبتدعین سر نہیں اوٹھا سکتے تھے پہلے اگر چپکے چپکے کہتے تھے تو اب علانیہ کہیں گے۔ ہم اگر ایک کہیں گے تو چار نہیں گے۔ اور لا تشبوا الذی یدعون من دون اللہ فسیؤ اللہ عدو البغیر علم کا خلافت کے معصیت میں داخل ہونگے۔ اگر اسکے سوا کوئی اور تدبیر ہو سکتی ہو تو ہمارے مولا اور فاضل بریلوی بیان فرمائیں ہم اراکین ندوہ سے التجا کریں گے کہ وہ اوسی کو اختیار کریں اور جب وہ تدبیر مفید ہوگی تو بلاشبہ وہ اسکو قبول کر لیں گے۔ مگر ہلکوا امید نہیں کہ وہ کوئی ایسی تدبیر بتانے میں کامیاب ہونگے کیونکہ ہمنے اونکی سب تدبیریں دیکھ لی ہیں۔ اوغنون نے اب تک جس سختی سے کام لیا ہو او سقدر اونکے خالین میں تشدد بڑھتا گیا نہ کچھ دبا یہ کار در گھٹانا نہ غیر مقلدین نیست دنا بود ہوئے۔ بلکہ اس سختی کا یہ اثر ہوا کہ پہلے یہ گردہ نہایت قلیل تھا۔ ائمہ کی شان میں وہ ناشائستہ کلمات متعال نہیں کرتے تھے پھر ہمارے نادان دوستوں کی تیز زبانی سے اونکے حوصلے بھی بڑھ گئے اور بزرگان سلف کی شان میں گستاخانہ کرنے لگے اور روز بروز اونکی جماعت بڑھتی گئی یہاں تک کہ اب اونکی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو گئی ہو اس سچی بات کو سنکر ہمارے احباب بدمزہ ہوتے ہیں اور اولیٰ الزام اراکین ندوہ کے سر تھوپتے ہیں اونکو معلوم نہیں کہ اراکین ندوہ کا ہیکو رور ہے ہیں وہ اوغین کا مقولہ نہیں ہی بلکہ بزرگان سلف نے بھی یہ سہ یعنی تھارے معبود کو بڑا گویا کہ دشمنی کی راہ سے وہ اند کو بڑا کہیں گے نا سمجھی سے پس تمہارا بڑا کتابا ہو جائیگا اللہ کے بڑا کہنے کا اسوجہ سے تم اللہ کے بڑا کہلانے والے ٹھہرو گے ۱۲

شکایت اپنے زمانے کے جاہل اور جڈ لوگوں کی کی ہو اتنا فرق ہو کہ اوس زمانے میں صرف جاہل اس منتر
 میں مبتلا تھے اور اب پڑھے لکھے ہوئے بھی اس مرض میں گرفتار ہیں۔ علامہ علی قاری نے ایک مرتبہ حلقہ
 درس میں یہ بات کہی تھی کہ شیعہ کافر نہیں ہیں اس پر ان کے تلامذہ نے بہت کچھ شور و غل مچایا اور حلقہ درس
 علحدہ ہو گئے اوسی زمانے میں علامہ نے ایک کتاب لکھی ہو دشمن الحارض، اوسین شیعہ کی عدم تفریق کو
 ثابت کیا ہو اور شیعوں سنیوں میں جو اسباب فتنہ و فساد کے تھے او نکو ظاہر کیا ہو اوسین لکھتے ہیں۔
 والحاصل ان ولد الخطیب الذی ہم ستاذی الادیب کان یقول ان زیادة التعصب الفسادی ہذہ الظاہۃ

الغیۃ انما وقت من التعصبات الطبقة الاذکیۃ حیث اذرا و تخضنا یتبدی فی عقل الایری من مرفی اومسح
 علی رجلہ اودضع حجرانی سجدہ قتلہ فصار ضمہ بان من محسل رجلہ اومسح رقبۃ واذنہ قتلہ وکل من جعلی مرسلہ
 یدیرہ قتالہ ہوا فصار ضواہم بان من جعلی واضعا یدیرہ قتلہ الی ان اذاد و التعصب من الطائفین من الصحابة
 وکوکما قتلہ فزاد علیہم فی القباحۃ والوقاحتہ بان امر و اہل السنۃ بسب الصحابة فمن متبع عنۃ قتلہ واثارہ
 علی البقیۃ حتی کان دار العقیدۃ علی ینین السلسلین وکفر کل واحد غیرہ من الطائفین یعنی ولد الخطیب
 جو میرے استاد بھی ہیں کہتے تھے کہ فرقہ شیعہ میں جو یہ تعصب فساد بڑھ گیا ہو اوسکی وجہ اذکون کا تعصب
 پہلے پہلے انہوں نے بہت تعصب کیا جب کسی کو دیکھا کہ وہ کمینوں سے ہاتھ دھوتا ہو یا پیروں پر مسح کرتا ہو
 یا سجدہ گاہ رکھتا ہو فوراً قتل کر دیا اوسکے مقابلے میں شیعوں نے یہ کیا کہ جب کسی کو دیکھا کہ وہ پیروں کو
 دھوتا ہو یا گردن یا کانون کا مسح کرتا ہو اوسکو دھین مار ڈالا سنیوں نے کسی کو دیکھا کہ وہ ہاتھ چھوڑ کر
 نماز پڑھتا ہو اوسکو مار ڈالا شیعوں نے کسی کو دیکھا کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہو اوسکو قتل کر دیا۔
 یہاں تک کہ ان دونوں فریقوں میں تعصب بڑھتا گیا پس جس نے سب صحابہ کیا اگرچہ وہ حالت اکراہ
 میں ہو اوسکی گردن اوڑادی اسی سے شیعوں میں بھی قباحت اور بے شرعی بڑھ گئی پھر وہ سنیوں کو
 تبرے پر مجبور کرنے لگے جسے انکار کیا اوسکو مار ڈالا اور انجام کار دو قبلہ ہو گئے یہاں تک کہ انھیں وہ
 مسائل پر عقیقے کا دار و مدار ٹھہر گیا اور ایک دوسرے کی تفریق کرنے لگی اس عبارت سے معلوم ہوا
 کہ پہلے سنی و شیعہ ملے جلے رہتے تھے ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھتے تھے۔ باہم تفریق بھی نہ ہوتی
 تھی۔ لیکن جیسا جیسا تعصب کیا گیا ویسا ہی ویسا فساد بڑھتا گیا۔ علی الاعلان تبراہونے لگا اور پھر
 یہاں تک فتنہ پونچھی کہ دو قبلہ ہو گئے اور باہم تفریق ہونے لگی اور شیعوں نے سنیوں کو مجبور کر کے

اویں کی زبان سے تبرک لانا شروع کیا لیکن خیر اوس زمانے میں جو ہوا سو ہوا اوس وقت اگر شیعوں کے ہاتھ میں سلطنت تھی تو سنی بھی بادشاہت کرتے تھے۔ اب ہمارے احباب کو ہوش کی باتیں کرنی چاہئیں سلطنت بھلی دکنے ہاتھوں سے جاتی رہی جب کہ وہ جوش و غضب میں آکر قتل بھی کر سکتے تھے۔ اب بجز قمر درویش برجان درویش کے کیا ہو سکتا ہو کسی کو گالیان دین گے تو سنہ کی کھائیں گے ایک کہیں گے تو چار سین گے اور اوٹے اپنی پدربانی سے سلف کو گالیان دلو اگر شراخلف لنعم السلف کے مصداق نہیں گے اچھا یو! ہماری نہیں سننے تو اپنے بزرگوں کی تو سنو دوست ہو کر کیوں دشمن دین سننے ہوا اور اپنے عدو ہمیں کے معین ہوتے ہو۔

۲۰ دلیل سابق میں تو ہم نے خاص روایت حدیث سے استدلال کیا تھا اب میں عام ہتھیار و شاگردی کو پیش کرتا ہوں جو سلف سے لیکر اب تک چلی آرہی ہو اور عام طور پر جاری رہا ہو کہ جب کوئی شیعہ یا معتزلی ذی کمال ہوا ہو تو اہل سنت نے اوسکی شاگردی میں لچھ میں و سپش نہیں کیا۔ اسی طرح وہ بھی اہل سنت سے تحصیل علم کرتے رہے ہیں یہ امر ایسا رائج اور مشہور ہو جسکے اثبات کی محتاج نہیں مجھے معلوم ہوا ہو کہ فاضل بریلوی کے والد ماجد نے جو مدرسہ کیا تھا اوسمیں بھی شیعہ سنی متفق تھے پھر یہ تعامل کیا موجب گمراہی تھا اور جو اسپر مرے وہ گمراہ مرے کوئی شخص اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ یہ بزرگوں کا تعامل بیشک جائز تھا۔

الحاصل متعدد آیات و احادیث و آثار و اقوال سلف سے جواب تک پہنچنے بیان کیے ہیں اظہر من الشمس ہو گیا کہ فرق زائغہ سے ملنا اور انکے جلسے میں جاننا اپنے ایمان اویں بلا نامطلقاً منع نہیں ہو ہر ایک گروہ کے سردار کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور امت کو کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلاف کرام نے فرق زائغہ سے میل جول رکھنے میں کوئی تامل نہیں کیا ایمان تک کہ دینی استاد اویں بنایا اسیلے اگر زندہ اوکی اقتدار سے تو زیبا ہو البتہ ایسا میل جول جس سے اوسکے طریقے کی تائید یا رضامندی پائی جائے منع ہو چنانچہ حجۃ التکلیف امام فخر الدین رازی آئیہ کریم علیہ السلام

ترکوا الی الذین ظلموا کی تفسیر میں لکھتے ہیں قال المحققون الركون الممنون عنہ ہوا الرضا و با علیہ السلام علیہم السلام و تحسین تلک الطريقة و تزینہا عندہم و عند غیرہم و مشارکتہم فی شیء من تلک الاہواء یا ما غلظتم لرض ضرر او اجلاب منفعة غیر و اخلاۃ فی الركون یعنی محققین نے کہا ہو کہ جس کون کی ممانعت ہو اُس سے

مراد ہی ظالموں کے ظلم پر رضامندی ظاہر کرنا اور ان کے اوس طریقے کو اچھا سمجھنا اور اوسکو اونکی نظر و
یا غیر اونکی نظر و مین زمینت دینا اور اون بُری باتوں مین اونکی شرکت کرنا لیکن صرف اونکی مداخلت جو
مضرّت کے دفع کرنے یا منفعت کے حاصل کرنے کے لیے ہو وہ رکون مین داخل نہیں ہوئے یہاں مام
صاحب نے نہایت صراحت کے ساتھ مذکور کیے موافق فیصلہ کر دیا جس سے ثابت ہو گیا کہ فساد و مبتدع وغیرہ
کا صرف بلا نا ہی نہیں بلکہ کبھی محنت سے اونھیں اپنے کام مین دخل دینا بھی ناجائز نہیں اب اہل الصا
لاحظہ فرمائیں کہ حضرت مخالفین کا غل چا نا کس قدر سلف کے تقرحات کے مخالف ہو۔ اور یہ کہنا کہ مذہب متین
کے طریقے کی تحسین کرتا ہو اور رضامندی ظاہر کرتا ہو محض افترا ہو۔ مذہب نے اگر کسی مبتدع سے
میل کیا تو اونھیں فائدہ کے حاصل کرنے اور مضرّت کے دفع کرنے کے لیے جو آخرین بیان کیے جائیں گے
ایکسویں لیس مین نے بیان کیں ان سب مخالفین کے اوس دعوے کا رد ہوتا ہو کہ مبتدعین سے مطلقاً
جول رکھنا پاس بیٹھنا اچھا نامنع ہو اور بعض خاص امور خاص دلیل سے ثابت ہوئے مین مثلاً اونھیں
امور انتظامیہ کا رکن بنانا اور اونے مشورہ کرتا بارہوین اور اکیسویں دلیل سے اور ہر ایک قوم کے
مغز کی توقیر کرنا آٹھوین اور تیرہوین اور چودھوین دلیل سے اور اونے جلیے مین بیان کرنا اسیوین
دلیل سے کیونکہ منصب و عطا جسطح و حقیقت منصب نبوت کا کام ہی اسی طرح تعلیم دین بھی اونسی کے
متعلق ہو پس جب ہمارے بزرگوں نے اونے علم دین حاصل کیا اور اونھیں اپنا استاد و معلم بنایا
تو ذوق العلماء کو اونے بیان کرنے کے لیے کافی شد ہو اگر اونکے بیان مین کوئی امر خلاف حق ہو گا تو
وہ اُسی طرح رد ہو جائیگا جیسے اول بعض بات کی بد اعتقادی۔

دلائل مخالفین کے جواب

چونکہ اس فقیر کو اس تحریر سے احقاق حق اور اون حضرات کی تسلی منظور رہو جو حق کے طالب ہیں۔
کسی سے مجادلہ و مکالمہ منظور نہیں اس لیے مناسب ہو کہ مین اون دلائل کا بھی ذکر کروں جسے لوگوں کو
دھوکا ہوا ہو یا دھوکا دیا جاتا ہو وہ تین قسم کے ہیں لہذا مین ہر ایک قسم کو بیان کئے گا جواب دیتا ہوں
قسم اول متعدد آیات و احادیث سے ثابت ہو کہ کفار و مبتدعین و فساد سے محبت کرنا منع ہو
بلکہ اونکے بعض رکھنا ایمان کی علامت ہو اور اونھیں اپنے جلیے مین بلانا اونے مجالست کرنا اونکے

علما کو مخصوص مقام پر بٹھانا محبت کی دلیل ہو لہذا یہ ممنوع ہو۔

جواب۔ جن افعال کو محبت کی دلیل کہا گیا ہو وہ واقع میں محبت کی دلیل نہیں ہیں اور محبت کی دلیل سمجھنا بڑی غلطی ہو۔ ہم نے اوپر جو اقوال اور افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ ملت کے نقل کیے ہیں ان سے بخوبی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ان افعال میں مکر و خور سے ملاحظہ کیا جائے جو افعال مذکورہ میں برتے جاتے ہیں وہ ان سے زیادہ نہیں ہیں جو ہم نے مقتداؤں نے غیر مذہب الون سے کیے ہیں جب ان کے افعال سے محبت ممنوعہ ثابت نہیں ہوتی تو مذکورہ کے افعال سے بھی اس کی ثبوت کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی علاوہ ہمارے علما تصریح کرتے ہیں کہ کفار و غیرہ کے ساتھ نیکی کرنا صلہ رحمی کرنا۔ احسان کرنا مثلاً ہر لینا ہر یہ بھی محبت ممنوعہ کی دلیل نہیں ہو چنانچہ ابن حجر فتح الباری میں باب المدۃ للمشرکین میں لکھتا ہے

ہن ثم البر والصلة والاحسان لا یستلزم التحاب والتواد والمنی عنہ یعنی کوئی صلہ رحمی۔ احسان محبت اور دوستی ممنوعہ کو مستلزم نہیں ہو اب مقام انصاف یہ کہ جب یہ امور محبت کی دلیل نہیں ہوتی تو بلانا اور پاس بٹھانا اور پھر ان ضرورتوں کی وجہ سے جو آئندہ بیان کیجائیں گی کیونکر محبت کی دلیل ہو سکتا ہے اس قدر بیان جواب کے لیے کافی ہو مگر مجھے زیادہ تحقیق منظور ہو اس لیے کچھ اور لکھتا ہوں۔

ہمیں شبہ نہیں کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ سلام کا نہایت سچا مسئلہ ہو اور مشیک سمان کو ایسا ہونا چاہیے کہ جو شی یا جو صفت اللہ کے نزدیک محبوب ہو وہ ایسے محبوب ہونا چاہیے اور جو اس کے نزدیک مبغض اور لائق نفرت ہو وہ اس مسلمان کے نزدیک بھی ویسی ہی ہونا چاہیے الغرض محبت و عداوت کا نشانہ ہونا رضای الہی ہو و دوسری شے ہو اس مسئلے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی ایسے شخص سے جیسے بدعتی یا بدعتی کہا جائے کسی طرح محبت کرنا جائز نہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے اس صفت سے یا اس سے وجہ اس بدعت کے محبت کرنا ممنوع ہو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ اگر اس شخص میں ایک ایسی صفت بھی پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہو تو اس کی وجہ سے اس سے محبت کرنا حب فی اللہ میں داخل ہو گا مثلاً ایک بدعتی نہایت سخی تائید اسلام کرتا ہو یا کسی فتنہ مٹانے کے درپے ہو (جیسے شاہ ایران نے اپنی ملک سے تبرے کی مالغت کر دی تھی) تو جس قوت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ بدعت کی وجہ سے اس سے نفرت کرے اور عداوت رکھے اسی قوت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے صفات محمودہ کی وجہ سے اس سے محبت رکھے اور دونوں کو اپنے محل پر بستے البتہ موقع شناسی کے لیے نہایت فہم درکار ہے

ایسے مقام پر اوس شخص سے محبت رکھنا درحقیقت اوس بدعتی سے محبت کرنا نہیں ہو بلکہ ایک سخی مؤید اسلام سے محبت رکھنا ہو اس صانع روشن تقریر کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر کوئی شخص کسی بدعتی سے محبت کا برتاؤ کرے تو اگرچہ اوسکی نیت کی حالت نہ معلوم ہو مگر اوس سے حسن ظن رکھے اور سمجھے کہ کسی صلیحت یا خوبی کی وجہ سے ایسا برتاؤ کرتا ہو گا اور یہ امر کہ خواہ مخواہ اوسے مطعون کرنا شروع کرے اور اگرچہ وہ مصلحت اور وجہ بیان بھی کرے مگر اوسے زبردستی اڑائے اور اپنی خیالی بدگمانی کو قائم کرے بالکل صفت اسلام کے خلاف ہو آجے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیان کی توضیح امام غزالی کے کلام سے کروں۔ کیسایں سعادت میں فرماتے ہیں۔

دوستی برائے خداے تعالیٰ آن بود کہ بے ایمان صورت نہ بند و این برد در درجہ بود درجہ اول ان بود کہ کسی را دوست داری برای غرضی کہ در ان بسته باشد لیکن آن غرض دینی بود و برائے خداے تعالیٰ عزوجل بود یعنی خدا کے واسطے کسی سے محبت ہونے کے دو درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہو کہ تنکو کسی شخص سے کسی غرض کے لیے محبت ہو لیکن وہ غرض دینی ہو اور خاص خدا کے واسطے ہو، اسکے بعد اونھوں نے

چند مثالیں پیش کیں ہیں چنانکہ استاد را دوست داری کہ ترا علم یا موزد و این دوستی خدا بود چون مقصود تو از علم آخرت بود نہ جاہ و مال و اگر مقصود از علم دنیا بود آن دوستی ازین جملہ نبود و اگر شاگرد را دوست

داری تا از تو علم یا موزد وادرا خوشنودی حق تعالیٰ تعلیم تو حاصل آید این دوستی خدا بود و اگر از برای

جاہ و حشمیت دوست داری ازین جملہ نبود و اگر کسی صدقہ دہد کہ کسی را دوست دارد کہ آن صدقہ بشار

در و نشان رساند یا در دشتان را ہمان کند و کسی را دوست دارد کہ وہی طہنامی نیکو پر و این دوستی خدا

بود بلکہ اگر کسی را دوست دارد کہ اذرا نان و جامہ میدہد و فارغ میدارد تا عبادت پر و از دین دوستی

خدا بود چون مقصود سے فراغت عبادت است و بسیاری از علما و عباد با تو اگر ان دوستی داشتہ اند برا

این غرض و ہر روز و ستان حق تعالیٰ بودہ اند۔ ان مثالوں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حب فی اللہ میں اس

بات کی شرط نہیں ہو کہ جس سے محبت ہو وہ مفتی پرہیزگار دلی اللہ ہی ہو بلکہ جس کسی میں کوئی ایک صفت بھی عمدہ ہو اور یہ شخص اسکو صرف اوسی صفت کے لحاظ سے خالصاً وجہ اللہ دوست رکھے تو یہ دوستی

حب فی اللہ میں داخل ہو مثلاً ایک نان پر جو اچھے اچھے کھانے پکاتا ہو اور اوس سے خدا کے

نیک بند دن کو فائدہ پہونچتا ہو تو کسی کے دل میں اوس نان پر کی محبت کا ہونا ضرور اوسی فعل کے لحاظ

سے حب فی اللہ ہو خواہ وہ عمل اور اعتقاد کی رو سے کیسا ہی ہو یا دین سمجھو کہ ایک شخص کسی کو کھانا پکاتا

دیتا ہو جس سے یہ فراغت کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو تو اس شخص کی محبت اور کئے عملیات و عقائد سے قطع نظر کر کے بلاشبہ حب فی اللہ میں داخل ہو کیونکہ اسکی محبت کسی نیاوی یا نفسانی غرض سے نہیں ہو بلکہ صرف اسلیئے ہو کہ اسکی وجہ سے یہ شخص خدا کی عبادت فراغت کے ساتھ کر سکتا ہو ایسی وجہ اکثر عالموں اور عابدوں کو دو متمذون سے محبت ہو گئی ہو یہ امام غزالی کی تقریر کا خلاصہ ہو اسکا حاصل یہ ہو کہ دینی غرض کے لیے جس کسی سے محبت ہو وہ حب فی اللہ ہو خواہ وہ شخص مسلمان متقی ہو یا فاسق و بدعتی ہو ہمیں کچھ قید نہیں ہو پھر اگر اراکینِ مذہب نے بالفرض کسی دہائی یا سوچے کو اپنی مجلس میں اُتھیں دینی غرض ہو شریک کیا جو آخرین ہم بیان کریں گے یا کسی عمدہ صفت کے لحاظ سے محبت کی تو کیا گناہ کیا ذرا انصاف فرمایا نامِ حجۃ الاسلام نے پہلی مثالوں میں تو اسکو بیان کیا ہو کہ جس کسی میں ایک صفت بھی پسند ہو تو اسکی وجہ سے حب فی اللہ ہو سکتی ہو اس کے بعد وہ ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں جو بہت عالی ہو چنانچہ فرماتے ہیں درجہ دوم و این بزرگست و آن بود کہ کسی را دوست دارد بندہ بے آنکہ هیچ غرض اور ازوے حاصل آید نہ از وی تعلم کند و نہ تعلیم و نہ فائدہ فراغت دینی از وی حاصل آید لیکن بآن سبب بندہ خدایست و آفریدہ او این دوستی خدا بود و این عظیم تر بود کہ این از محبت حق تعالیٰ خیزد کہ با فرط بود اس عبارت میں امام غزالی رح نے محب کو تمام خیالات سے اور محبوب کو بوجہ حدیث تمام بوجہ شومو معری فرض کر کے صرف اس نظر سے محبت کرنا کہ وہ خدا کا بندہ ہو حب فی اللہ کا اعلیٰ مرتبہ خیال کیا ہو جو عاشقان الہی کا مرتبہ ہو اسکے سمجھنے کے واسطے فہم عالی اور ذہن صافی درکار ہو جن بزرگوں کو رسولِ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور انکی ملت حقیقیہ کے ساتھ خاص شیفتگی حاصل ہو انکے مدارک عالیہ کا سمجھنا ما دشنا کا کام نہیں ہو

عقل کے داند کہ این مزی کجاست این حکایت را بیان دیگرست

بیان تو امام ممدوح نے یہ بیان کیا کہ دینی غرض کے لیے ہر ایک شخص سے محبت جائز ہو اور اسے حب فی اللہ کہیں گے۔ دوسرے مقام پر یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہو کہ ایک شخص سے محبت اور بغض دونوں ہوں یعنی اوسمیں دو صفتیں جمع ہوں ایک اچھی دوسری بُری۔ اچھی صفت کے لحاظ سے اس سے محبت ہو اور بُری کی نظر سے بغض۔ چنانچہ کیا ہی سعادت میں فرماتے ہیں اگر مسلمانی فاسق باشد یاد کہ اور ابراہامی مسلمانی دوست دارد و برای متقی دشمن دارد و میان دوستی و دشمنی جمع نہ آید

صاحب کا یہ مقولہ کیسا سچا اور منصفانہ ہے۔ جس طرح بیان امام صاحب صفت اسلام کے سبب محبت رکھنا اور صفت فسق کی وجہ سے دشمنی رکھنا فرماتے ہیں اسی طرح ہر جگہ ہونا چاہیے مثلاً ایک مسلمان بدعتی ہے تو چاہیے کہ اس کے اسلام کی وجہ سے محبت اور اس کی بدعت کی وجہ سے دشمنی ہو اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا یہی مقتضائے ہو۔ نہایت ظاہر ہو کہ جب ایک شخص میں دو صفتیں جمع ہیں ایک محبوبہ اور دوسری مبغوض اب اگر کوئی اس سے محبت ہی رکھے اور دوسرے صفت مبغوض کا خیال کر کے اس سے بغض نہ رکھے تو معلوم ہوگا کہ اسے حب اللہ نہیں ہو بلکہ کسی نفسانی غرض سے اس سے محبت رکھتا ہو کیونکہ اگر قوت ایمانی اس کے اسلام کی وجہ سے محبت کا باعث ہوتی تو ضرور تھا کہ وہ قوت بدعت کے سبب سے عداوت کا باعث بھی ہوتی اسی طرح اگر ایسے شخص سے بعض عداوت ہی ہو محبت کا ظور کسی وقت نہیں ہوتا تو ثابت ہوگا کہ یہ عداوت بغض فی اللہ نہیں ہو بلکہ کوئی نفسانی غرض باعث عداوت ہو اور اس میں نیامی عداوت کو دین کے پیرائے میں ظاہر کرتا ہو۔ اس منصفانہ تقریر کو ملاحظہ کر کے انصاف پسند بے تامل کلمہ نیک کہ مخالفین مذہب کا یہی حال ہو جو آخر میں ہٹنے بیان کیا۔ خیال کرنے کا مقام ہو کہ وہ بزرگ علما جن کے فضل و کمال کی دنیا میں شہرت جن کے صفات حمیدہ کا ایک عالم قائل جنھنہ خود بھی سنی کہتے ہیں مگر اس قدر اون کی ہجو اور مذمت کے در پی ہیں کہ العظیۃ للہ۔

مگر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ چاند پر خاک اور لٹنے سے چاند خاک آلودہ نہیں ہوتا ہے۔ وہی شخص آئینے میں اپنا منہ دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔

قسم دوم وہ روایتیں ہیں جو قدریہ وغیرہ کے باب میں آئی ہیں جسے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان فرقہ سے مطلقاً قطع تعلق ہونا چاہیے اور کسی قسم کا میل جول اسے نچاہیے۔

جواب اول تو یہ روایات اس مرتبے کے نہیں جسے ہم نے میل جول خلق مدارات عام طور پر بدعت

کیا ہے۔ یہاں تک کہ علامہ محمد الدین فیروز آبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں و در باب مرجیہ و قدریہ و جہمیہ اشعریہ ہیچ حدیث صحیح تشدد۔ دوسرے یہ کہ وہ روایات یا تو بعض وقت اور حالت خاص کے ساتھ مخصوص ہیں یا اس قسم کا میل جول مقصود ہو جس کا ممنوع ہونا ہم اور بیان کر سکتے ہیں یعنی فساق اہل بدعت کے میل جول کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اون کی بدعت و فسق کو بُرا نہ سمجھے ان کے اس قسم کے مجالس میں شریک ہو جن میں فسق و بدعت ہوتی ہو یہ میل جول بیشک ممنوع ہوا اور سبکو

مداہنت فی الدین کہتے ہیں اسکا منہج ہوتا ہم قرآن مجید کی آیت سے ثابت کر لے ہیں اور وہ ہیں علامہ علی قاری کے کلام سے بیان کر لے ہیں کہ وہ حدیث جس سے عموماً ہر طرہ حکامیل جول منع معلوم ہوتا ہے وہ عام نہیں ہو چنانچہ مراقبہ میں لکھتے ہیں لا تجالسوا اہل القدراری لا توادواہم ولا تجالواہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ قدریہ کے پاس نہ بیٹھو اسکے یہ معنی ہیں کہ ان سے محبت نہ کرو۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ مطلقاً میل جول اور پاس بیٹھنے کی مانگت نہیں ہو بلکہ ان سے محبت منع ہو اور محبت کا ذکر پہلی قسم میں کیا گیا حضرت بریلوی نے قادیان القدرہ میں میل جول کی مانگت میں مراقبہ کے اسی معنی کا ایک فقرہ نقل کر دیا ہے اور اوپر اذیسیچے کی عبارتیں جو اسکے مدعا کے خلاف تھیں لئے چھوڑ دیا ہے فاضل معروض کی دیانت کا مقتضایہ ہی اسکا حاصل قدریہ وغیرہ کے باب میں جو احادیث لے لے ہیں وہ سب ہمارے علماء کے نزدیک باطل ہیں اور تحلیلاً اور تشدیداً اذہن میں سخت الفاظ لگے گئے ہیں چنانچہ مراقبہ کے مقام مذکور میں بخوبی مصرح ہے اور ملا علی قاری نے شفا کی شرح میں مفصل بیان کیا ہے لہذا اذہن میں کر کے مدعا ثابت کرنا عوام کو دھوکا دینا ہو کہ کلام رسول کے صحیح معنی اسکے رد و بین بیان کیے جاتے۔

میرے نزدیک وہ حدیثیں جسے مطلقاً میل جول کی مانگت سمجھی جاتی ہو ان سے مقصود نہیں اور مبتدعین کی تادیب ترہیب ہو تاکہ وہ اس سے باز آئیں چنانچہ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں اراد ہذا ترجمہ بیان الجوان الکبار ان عموم الہی مخصوص بہن لم یکن محجہ بمشروع فقہین لہذا السبب المسوغ للجمود ہو لمن صدرت منہ معصیۃ فسیخ لمن اطلع علیہا منہ ہجرہ الیہا لیکف عہدا۔ حاصل یہ کہ مسلمان سے علیحدگی اس وقت تک منع ہو کہ علیحدگی کا کوئی سبب شرعی پایا جائے اور جب کوئی گناہ اس سے ہو تو اس سے علیحدگی درست ہو تاکہ وہ معصیت باز رہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بن زبیر سے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا اسکے باب میں علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں فہم تہا ایاہ کانت تادیباً ولہذا من اب الجوان لمن خصی فیہ سے علیحدگی اور ترش روئی اس غرض سے ہو کہ وہ خود اس امر سے باز رہیں اور دیکھنے والوں کو بھی خوف جو وقت اسلامی حکومت تھی اور مسلمانوں کے دلوں میں خوف خدا زائد تھا اس وقت یہ غرض بخوبی حاصل ہوتی تھی۔ اب بھی جن قوموں میں برادری کی فحشاء حکومت ہو وہ حکم شرعی یا برادری کے نافرمان کو علیحدہ کرنا نہیں اور مشہور ہو جاتا ہے تو فلان شخص کا حقہ بانی بند کر دیا گیا پس اس علیحدگی سے وہ شخص ایسا مجبور ہو جاتا ہے کہ بغیر توبہ کیے اور اس نافرمانی سے باز نہ لے چارہ نہیں ہوتا۔ ایسے مقام پر علیحدگی کا حکم دینا نہایت مفید

اور ضروری ہو کہ یہ دین کے لیے مناسب ہو جہاں اتفاق ہو ایک سردار کے سب پیرو ہوں اور اس گرو کا ہر شخص ٹھکان لے کہ یہ میری برادری یہ میرا گروہ ہو اور میں اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا اس سے علیحدہ ہونا میرے لیے تنگ و عار کا باعث ہو۔ اسلامی شان ایسے اتفاق اور اپنے سرگروہ کے اتباع کو چاہتی ہے۔ جہاں یہ حالت پائی جائے وہاں یہ حکم دینا چاہیے اور جہاں یہام نہ ہو جیسا کہ اس وقت عامۃً ہو رہا ہے وہاں یہ امر کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ واضح اور بین نظیر اسکی یہ ہو کہ حد قائم کرنا دارالاسلام کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہو اور اسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہو کہ اس سے مقصود ہزار ہوں اور وہ دارالحرب میں حاصل نہیں ہو سکتا اور نیز اس بات کا خوف ہو کہ جب حد قائم کجائے گی وہ حربوں کے ساتھ بلجائے گا۔ اسکی تصریح ہر ایہ اور بحرالائت وغیرہ کتب معتبرہ فقہ میں موجود ہو ہر ایہ کی عبارت یہ ہو ومن زنی فی دار الحرب او فی دار البغی ثم خرج الیہا لایقام الحد ولنا قولہ علیہ السلام لایقام الحد ودی دار الحرب ولانا المقصود ہوا لانہ جار ود لا الایام منقطعة فیہا فی عمری الوجوب عن الفائدة (کن لکھ و لکھ) یعنی جس شخص نے زنا کیا دار الحرب یا دار البغی میں پھر وہ دارالاسلام میں آیا تو اس پر حد قائم نہ کی جائیگی کیونکہ حدیث شریف ہے دار الحرب میں حدود نہ قائم کیے جائیں اور عقلی دلیل یہ ہو کہ حد قائم کرنے کا مقصود ہی ڈرانا ہو اور حکومت امیر کی اُن دونوں ملکوں میں نہیں ہے پس اس وجوب کا کوئی فائدہ نہ نکلیے گا۔ علامہ ابن ہام نے فتح القدیر میں حدیث مذکور پر بحث کرنے کے بعد لکھا ہے و انتہی ان ہذہ الآثار لو ثبت بطریق موجب العمل محلۃً بخلافہ کما حق من اقم علیہ باہل الحرب یعنی حق یہ ہو کہ یہ آثار اگر ایسے طرق سے ثابت ہو جائیں جو عمل کو واجب کر دیں تو ان سب کی توجیہ یہ ہو کہ حد قائم کرنے سے ایسے منع فرمایا ہو کہ جب حد قائم کی جائیگی اس کے حربوں سے بلجانے کا اندیشہ ہو۔

اب ہمارے معزز ناظرین فقہی کرام کی ان عبارتوں پر غور کریں اور اسرار شریعت کو چشم تماثل سے دیکھیں کہ کس طور پر ہر ہلو کی طرف خیال کیا گیا ہو اور اس زمانے کی حالت کو دیکھیں کہ اگر فساق و فاجر سے بے اعتنائی یا سختی برتی جاتی ہو تو وہ برہم ہو کر اس فسق و بدعت پر اصرار کرنے لگتے ہیں اور ان عالم صاحب کی کج خلقی کی شکایت ہونے لگتی ہو اور مخالفین دین اس بے اعتنائی کو بد خلقی کا باعث سمجھ کر اس سے متنفر ہوتے ہیں غرض کہ اس زمانے میں باز رہنے کی جگہ وہ شخص اُس پر اصرار کرتا ہو اور دوسرے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو۔ اچھا حاصل اس سختی کے برتاؤ سے بجز اصرار و اشاعت فسق و بدعت کے کوئی نفع متصور نہیں

ملفہ امام غزالی احیاء العلوم میں ایسے مقام میں فرماتے ہیں فالاعراض عن جواب سلامہ والکف عن مخالطۃ حبشہ و علم ادیبہ و ان النسخ لیس منفعہ فہذا فیہ ظن و سیر العلماء فیہ مختلفہ والصحیح ذلک باختلاف نیت الرجل فہذا ینقل الاعمال بالانت آہ یعنی جہاں

چنانچہ اس وقت میں تجربہ اسکی کامل شہادت دیتا ہوا اور بزرگوں کا کلام بھی اس پر گواہی دے رہا ہوا علامہ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو کافرا یا فاسق کے اور وہ واقع میں اسکا مستحق نہیں ہو تو اس کہنے والے کا قول اوس پر عود کر لیا اور یہ کہنے والا اسکا مستحق ہوگا اور اگر واقع میں وہ شخص ایسا ہی جیسا اسے کہا ہو تو کہنے والا اس لقب کا تو مستحق نہ ہوگا لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ اس کہنے سے گنہگار بھی نہ ہو کیونکہ اس کہنے کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ خاص اسکے یا دوسرے شخص کی خیر خواہی مقصود ہو دوسرے یہ کہ محض اسے غار دلانا اور اسے فاسق مشہور کرنا اور ایذا پہنچانا مد نظر ہو دوسری صورت

ہرگز جائز نہیں ہو لہذا مامور بالستر علیہ وتعلیم و غلطہ بحسنیٰ فیہا امکنہ ذلک بالرفق لایجوز لہ ان یفعلہ لعنت اللہ قد کیوں سبباً لاغرائہ و اصرارہ علی ذلک الفعل کما فی طبع کثیر من الناس من الافقۃ لایمان کان الامر دون المامور فی المنزلة یعنی دوسری صورت کے جائز نہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ ہر مسلمان دوسرے کو عیب چھانے اور خوبی سے نصیحت کرنے پر مامور ہو اس وجہ سے جب تک نرمی سے کام ہو سکتا ہو سختی جائز نہیں کیونکہ اکثر لوگوں کی طبیعت میں سختی سے کچھ ایسی غیرت ہو کہ سختی کرنا اس برائی پر آمادگی اور اصرار کا باعث ہوتا ہو تاہو یعنی جب اوھیں کسی امر سے سختی سے منع کیا جائے تو اس کے کرنے پر اوھیں اصرار ہو جاتا ہو خصوصاً اس حالت میں کہ کہنے والا متبے میں کم ہو۔ ایسا ہی علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہو بجز آخر دلیل کے کہ وہ اوس میں نہیں ہو۔ اس سے کہی باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) نصیحت کرنے والا جب تک تنہائی اور پوشیدگی میں کر سکے تو علانیۃ نہ کرے (۲) جب تک نرمی سے کام نہ نکال سکے تو سختی نہ کرے (۳) سطح نصیحت نہ کرے کہ اسے اپنے فعل پر اصرار ہو جائے (۴) اکثر لوگوں کی سرشت میں سختی سے کچھ ایسی نفرت ہو کہ سختی سے منع کرنا اوھیں آمادگی اور اصرار کا باعث ہوتا ہو جس زمانے میں کہ علامہ نے لکھا ہوا وہیں اور اس زمانے میں یہ فرق ہو کہ اس وقت تو سختی کرنا کبھی متوا اصرار اور تحریض ہوتا تھا اور اب کلیۃً ہوتا ہو جب کسی کو سختی سے منع کیجیے تو اگر وہ شخص بہت مذہب ہو

۴۲ یہ سمجھ کر کہ یہی نصیحت نفع دینگی بلکہ یہ شخص اپنے فعل پر مصروف ہو جائیگا۔ وہ ان میل جول ترک کر دینا اور سلام کا جواب نہ دینا غرض اس پر اور علما کی حالتیں اوس میں مختلف ہیں اور صحیح بات یہ ہو کہ بیان مداریت پر ہو اگر نرمی اور مدارات میں اسکی نیت خیر ہو تو اس کے لیے دہی بہتر ہو اور جو سختی کرنے میں اسکی نیت خیر ہو تو اس کے لیے دہی مناسب ہو۔ کاشش ہا سے فعل بر طوی و دباوی اسی قول پر نظر کرتے اور سیکارون ملا سے بڑی کر کے اوکتے پیچھے نہ پڑتے۔ امام صاحب کا یہ فیصلہ واضح کے لحاظ سے تو بہت صحیح ہوگا مطلقہ کی نظر سے نرمی اور شفقت ہی کیلئے نہ مناسب کیونکہ اس کے خلاف میں نزدیکی اور کراہی ہو ۱۲ منہ

تو دل میں غصہ ہو کر چپ ہو رہے گا اور اس کے قلب میں اس فعل کی آمادگی ہو جائیگی اور بالفرض اگر آمادگی نہ ہوئی تو اس نصیحت کی وہ کچھ پروا نہ کرے گا اور اس صاحب سے کہہ رہا کہ اسکی عیب جوئی کے لیے ہو جائیگا۔ غرض کہ اس زمانے میں اس قسم کی تادیب و نصیحت عامۃً اولٹا اثر کرتی ہو شاذ و نادر کا ذکر نہیں۔ اجماعی اس وقت میں مستدرع یا فاسق سے قطع تعلق کر لیا اور وقت ملاقات اسے ترش دئی سے پیش آنا اس کے لیے تادیب نہیں ہو بلکہ او کو اور گمراہی میں ڈالنا ہو اور صرف ادب و عین کے گمراہی میں پڑے رہنے کا خوف نہیں ہو بلکہ اوروں کے گمراہ ہونے کا گمان غالب کیا یقین ہی کیونکہ جب دھڑ سے میل جول چھوڑ دیا جائیگا تو وہ ضد میں آکر اپنی جماعت کے بڑھانے کی کوشش کریں گے چنانچہ اس وقت میں ایسا ہی ہو رہا ہے جسکے آنکھیں ہوں وہ دیکھ لے۔ وجہ اسکی ظاہر ہو حکومت اسلام کی عین کہ لطف کو دبا ہو پھر نصیحت کرنے والے کے قلب میں اس قدر خلوص ہو کہ اثر کامل ہو نہ ماننے والوں میں جو خدا ہو کہ حق بات سے ان کے قلوب متاثر ہوں اس وقت میں جو کوئی اشاعت اسلام اور ہدایت خلق چاہے تو بجز اسکے کوئی سبیل نہیں کہ خوش خلقی اور نرمی کا پتلا بجائے اور اس فیصیح سے اوہنیں اپنا مسخر کر کے رفتہ رفتہ ادب و عین راہ پر لائے اور جو حضرات مخلوق خدا اور امت محمدیہ کی خیر خواہی نہیں چاہتے صرف اپنے ہی نفع کی فکر میں ہیں ان سے ہمیں کچھ بحث نہیں ہمتو اون عالی ہمتوں کا ذکر کر رہے ہیں جنکی شان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر الناس من ینفع الناس فرمایا ہو۔

اسکے بزرگ بھی دو قسم کے گذرے ہیں بعض نے اسی خوش خلقی اور نرمی سے کام لیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار و منافقین سے کیا کرتے تھے بعض نے اجتناب اور سختی بھی کی حضرت امام احمد کے مزاج میں ایسی سختی تھی کہ حارث مجاہسی اسے صرف اسوجہ سے ملنا چھوڑ دیا کہ اوہنوں نے معتزلہ کی رد میں کتاب لکھی تھی اور یہ فرمایا کہ جب بسنے رد لکھا تو پہلے مخالف کا قول نقل کیا اب اگر دیکھنے

سے بیان امام احمد رکھ کا یہ فعل قابل توجہ ہو کہ حارث مجاہسی جو بڑے متقی اور زاهد تھے مگر امام صاحب صرف بدعتیوں کی رو کی وجہ سے ان سے ملاقات ترک کر دی امام مروج علم کلام اور بحث مباحثے کو بہت ہی برا جانتے تھے او کا قول ہو کہ علم کلام کے عالم ذہن ہوتے ہیں اور یہ بھی وہ فرماتے تھے علم کلام والے کے قلب میں بھی صلاحیت نہیں آتی یہ قول حضرت امام احمد رکھ کا ہی نہیں ہو بلکہ اکثر علمای سلف کا یہی مقولہ ہو مولانا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں علم کلام کی نسبت بہت تنقید کی ہو اسی میں ہو والی التوحید ذہب الشافعی و محمد و مالک و احمد بن حنبل و سفیان و جمیع ائمہ الحدیث من السلف یعنی امام شافعی امام احمد امام مالک امام احمد و سفیان ثوری اور سلف میں کل ائمہ حدیث علم کلام کو حرام کہتے تھے۔ امام ابی یوسف رحمہ کا قول ہو جس نے علم کلام کے ذریعے سے علم حاصل کرنا چاہا وہ ذہن ہوا امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ

ولے کے ذہن میں وہی اثر کر گیا اور جواب خیال میں نہ آیا تو اسکا باعث یہی ہوا۔ صحابہ سے لیکر ارباب دیکھتے آئے بزرگوں کے اقوال اور برتاؤ مختلف ملین گے بعض تو تھوڑی سی بات میں سختی کرتے تھے اور بعض باوجود اختلاف عقیدہ بھی شیر و شکر بہتے تھے چنانچہ حضرت عطار اور طلحہ کا قصہ بتان فقید ابوالیث اور نقل کیا گیا کہ عطار ج باوجودیکہ جلیل القدر تابعی تھے مگر اونکے پاس اہل اہوا آتے تھے اور ان سے خود سختی کرتا کیا معنی دوسروں کو سختی کرنے سے منع کرتے تھے۔ اگلے بزرگوں نے مبتدعین کی استادی شاگردی بھی کی باہم شادی بیاہ کا بھی سلسلہ جاری رکھا اس سے زیادہ اور کیا سبب جوں ہوگا۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہو کہ انسان کی حالت اور نیت مختلف ہوتی ہی ہر ایک نے اپنی حالت اور نیت کے موافق برتاؤ کیا یا دوسروں کو فرمایا شریعت میں دونوں کے لیے متمسک موجود ہیں۔

اگرچہ فاسق باعتبار فسق اور مبتدع بحیثیت بدعت تمام بزرگوں کے نزدیک لائق ہجران ہو مگر چونکہ ہر ایک شخص میں مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں اسلئے نرم مزاج اور متواضع طبیعت حضرات نے کسی دوسری جہت سے ان سے نرمی کی یا اونکی نیت یہ ہوئی کہ یہ فاسق و مبتدع مخلوق خدا ہو شیطان کے پھندے میں لگنا ہو

اسم علم کلام کے نسبت بہت لوگوں نے افراط و تفریط کی ہی جہن تو حرام و بدعت کہتے ہیں اور شرک سمواتام لگنا ہوں سے بڑھ کر اسے جانتے ہیں اور بعض فرض عین اور افضل العبادات کہتے ہیں، پھر امام مہر مجتہد نے طوفین کی دلیلین لکھی ہیں اور آخر میں اپنی رائے اسطرح ظاہر کی ہو کہ علم کلام میں نفع بھی ہو نقصان بھی ہو۔ نفع کے لحاظ سے حلال ہو مگر اوسی وقت جبکہ اسکا نفع معلوم ہوا اور مضرت کے وقت حرام ہو اور اسکا خاص ضرر یہ ہو کہ اسکی وجہ سے مبتدعین کے عقائد انکے قلوب میں ثابت اور راسخ ہو جائے ہیں۔ الحاصل امام صاحب فوائد اور نقصانات بیان کر کے لکھتے ہیں کہ اسکا نقصان زیادہ ہو نفع سے اور جو فائدہ ہو وہ شاذ و نادر ہو غرض کہ اسی طرح اور اکابر کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیے کہ ان کے نفع فائدہ میں کون سا سبب لکھنے کی حاجت نہیں بیان بھی اسقدر کہنا ہو کہ حق پسند حضرات ان اکابر کے اقوال کو ملاحظہ کریں کہ وہ مناظرہ اور مباحثہ کو کسقدر ناپسند کرتے ہیں اور خاصکر امام غزالی کے اس قول کو بخور و مکین جوا دھون نے بحث کی مضرتوں میں خاص یہ مضرت بیان کی ہے کہ وہ مبتدعین کے مقابلے میں بدعات کے راسخ ہو جانے کا باعث ہو یہ بہت ہی صحیح ہو ایسے اندوہ العلماء کے اراکین کہتے ہیں اسی وجہ سے بحثوں کو روکا جاتا ہو کیونکہ اس مضرت کا بوجہ یہ ہے کہ اہل حق سے لگا ہو چنانچہ مولانا علی قاری سے اوپر نقل کیا گیا اور اسوقت بھی ہم اسکا مشاہدہ کر رہے ہیں اگر اسلام کے نامہ ان و دست معابد میں آئینہ نہ چڑھاتے تو فرقہ مختلفہ کی یہ تعداد کثیر اور یہ غلبہ ہرگز نہ ہوتا مگر چونکہ تقدیر الہی یونہی تھی اسلئے ہر ایک کے چراغ سے آگ لگی اور دستوں نے دشمنوں کا کام کیا اور کر رہے ہیں اسد اٹھیں ہدایت کرے (آئین) میں اہل حق سے پھر لگتا ہوں کہ وہ بنظر انصاف فرمائیں کہ اگر اراکین مذہب کفر کو روکتے ہیں تو انہما اور اکابر اہل سنت کی اقتدار کرتے ہیں خلافت اہل سنت کچھ کہتے ہیں۔

اوسکی مدد کرنا چاہیے اور نرمی اور سستی سے اوسپر اپنا اثر ڈالنا چاہیے اسلیے انھوں نے فساد اور
مبتدعین سے نرمی کی اور میل جول رکھا اور شان ارشاد و ہدایت کا یہی مقتضا ہوا اور صفت نبوت
کا یہ تو ہوا جو جن حضرات پر تجدد اور کیسوئی غالب تھی اور خلق سے علیحدگی پسند کرتے تھے تمام خلقت
و علائق سے علیحدگی اور کٹایشوہ تھا پھر بھلا فساد و مبتدعین سے میل جول کا وہاں کیا ذکر ہو وہ
جس قدر علیحدگی اور نفرت فرمائیں وہ بجا ہو اور انکی حالت کا یہی مقتضا ہو۔ اسکے علاوہ مقتضای وقت
بھی ایک چیز ہو جسکی شناخت حکمای امت محمدیہ سے مخصوص ہو اسکی وجہ سے بھی اختلاف ہوا جو جن
بزرگوں نے سختی کو مصلحت وقت جانا ہوا انھوں نے سختی کی اور جنھوں نے نرمی کو مقتضای وقت
سمجھا اور انھوں نے نرمی کو ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مقامی دار دین اب بیان کا خاکہ کے لائق یہ امر ہو کہ یہ مسئلہ
تھا مگر ایک دوسرے کی تکفیر و تفصیل نہ تھی۔ طلبہ نے عطا کے پاس فساد و مبتدعین کو آتے دیکھا مگر یہ
نہ کیا کہ انھیں بھی اہل اہوا میں داخل کرتے اور انکی تکفیر یا تفصیل کا غل جھپتے اور اونسے میل جول
ترک کر دیتے ہمارے مخالفین مدوہ برای خدا انصاف سے ملاحظہ کریں اور بزرگوں کی اقتدا کو ہاتھ دین
الحاصل اگلے بزرگوں کی نرمی اور سختی میل جول اور کنارہ کشی دونوں کام کرتے تھے لیکن
کو ہر ایک کے ساتھ حسن ظن ہوتا تھا اور نرمی و سختی دونوں کا عمدہ اثر ہوتا تھا کیونکہ حکومت اسلام عظیم
مسلمانوں کے قلوب میں خوف خدا و سوقت کی سختی تادیب تربیت کا فائدہ دیتی تھی علما اور اہل اللہ
کی ترجیحی نگاہ دیکھ کر انکے دل الجھتے تھے۔ الغرض اسوقت موثر اور متاثر دونوں کی حالتیں عمد
تھیں اب زمانے کی یہ حالت نہیں ہوا البتہ اسوقت بھی خوش شخص یا مقتدا یا مقتدی ہو وہ اپنے عقیدین
یا متوسلین سے ایسا برتاو کرے تو اسے زیبا ہو مگر عامۃ سختی کا حکم دیدنا اور منبر پر بیٹھ کر اپنے تئیں شہر
علی الکفار کا مصداق ٹھہرانا سخت نادانی اور خلق اللہ کو گمراہ کرنا ہوا اللہ تعالیٰ فہم و دیانت عطا کریں
الحمد نہایت کافی طور سے مولوی صاحب کے اعتراض کا جواب دیا گیا اور جتنے انکے
استدلالات تھے انکا بے موقع اور غیر مفید ہونا مختصر نہایت خوبی سے بیان کیا گیا۔ یہ دونوں امر اس
تحقیق و انصاف سے بیان کیے گئے ہیں کہ اہل حق کو بجز قبول کے چارہ نہیں ہو سکتا اور کوئی اسکے
جواب میں قلم نہیں اٹھا سکتا بجز مکابر اور حق پوش کے۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس جلسے میں اگر کسی لاندہ نے کوئی بات خلاف

اہل سنت و جماعت زبان سے نکالے تو اوہ کا جواب نہ دینا اتنے بڑے جلسہ دینیہ میں سب کی طرف سے تسلیم سمجھا جائیگا اور جواب دینے سے جلسے کے درہم و برہم ہو جانے کا احتمال قوی یہاں پر اعتراض پہلے اعتراض سے زیادہ رلیک اور غلط فہمی پر مبنی ہوا دل تو جلسے میں کسی شخص کو بلا منظور مجلس نظامی کے گفتگو کرنے کا حق نہیں ہو اس واسطے جتنی تحریریں آتی ہیں وہ سب سے دیکھ لی جاتی ہیں تاکہ کوئی شخص خلاف اہل سنت و جماعت کوئی سائل بیان نہ کر سکے اور اگر بالفرض کسی شخص نے اپنی تقریر میں کوئی بات خلاف معتقد علیہ اہل سنت و جماعت کے ظاہر کی تو اس سے اوسى وقت اختلاف کر دیا جاتا ہو لیکن اس خوبصورتی کے ساتھ کہ اوہ سب از نازل جلسہ پر حق ظاہر ہو جائے اور کسی قسم کی برہمی نہ پیدا ہو چنانچہ سال پیوستہ کے جلسے میں مولوی غلام حسین صاحب گفتوری نے اپنی تلمی کے بعض کلمات کہے تھے اوسى وقت وہ روک دیے گئے ایک گھنٹہ اونکے بیان کے لیے مقرر ہوا تھا مگر دس منٹ بھی اور لگا بیان نہیں ہونے پایا کہ بند کر دیے گئے اور پھر اوسى وقت مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری نے نہایت سہولت و ممانعت کے ساتھ اوسکی تردید کر دی اور جلسہ کچھ دیرہم و برہم نہیں ہوا بلکہ حیرت ہو کہ مولانا عبد القادر صاحب کو بجز ایسے طریقے کے جس سے برہمی پیدا ہو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی اور طریقہ معلوم نہیں ہو اسنى وجہ سے جلسہ نذۃ العیال کی شرکت کو وہ پسند فرماتے ہیں حال آنکہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایسے طریقے سے جس سے برہمی پیدا ہوا و محسوب علیہ کو اپنے فعل نامشروع پر اصرار ہو جائے ہماری شریعت میں جائز نہیں چونکہ درحقیقت یہ منصب تھا انبیای کرام کا اور انکی وراثت میں علمای امت محمدیہ علیہ علیہم السلام والحقہ کو حاصل ہوا ہی اس واسطے کہ وہ دیکھنا چاہیے کہ انبیای کرام کا طریقہ کیا تھا۔

کلام مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو ارشاد ہوا ہُوَ قَوْلُا لِّقُلْنَا اَعْلَمُ
یٰۤاٰدَمُ اَنْتَ خَلْقُیْ بِمَعْنٰی تم دونوں فرعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت مانے یا ڈر جائے اور ہمارے
حضرت روحی خذہ کے نسبت فرمایا ہُوَ قَوْلُا لِّقُلْنَا اَعْلَمُ بِمَا تَقُولُ اَمِنْ خَلْقُیْ بِمَعْنٰی اگر تم تیرے مزاج اور دل
کے سخت ہوتے تو سب کے سب تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے اور سری جگہ ارشاد ہوا ہُوَ اَنْفَعُ اِلٰی بَشَرٍ مِّنْ
اٰیٰتِکُمْ وَ اَلْمَوْعِظَةُ اَحْسَنُ وَ جَا دِ اَمُّمٍ اٰتٰی بِہِیْ اَحْسَنُ بِمَعْنٰی حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ لوگوں کو راہ پر لگاؤ اور
اوسے مجاہد کر و تو عہدگی کو ساتھ کر و اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابو السعود لکھتے ہیں بِالطَّرِیْقَةِ الَّتِیْ ہِیَ
اَحْسَنُ طَرِیْقِ الْمُنَظَرَةِ وَالْمَجَادَلَةِ مِنَ الرِّفْقِ وَاللِّیْنِ وَ اخْتِارِ الْوَجْهِ الْاَسْوَدِ وَ اسْتِعْمَالِ الْمَقْدَمَاتِ الْمَشْهُورَةِ تَسْکِیْنًا

بشعبہ واطفاؤ لمہم کما فعلہ تحلیل علیہ السلام۔ یعنی مناظرے کا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو سب
 طریقوں سے بہتر سہولت و نرمی کے ساتھ ہو اور آسان راہ نکالی جائے اور وہ مقدمات مشہورہ متعال
 کیے جائیں جس سے اونکا فور کم ہو اور اونکی شورش جاتی رہے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا
 اور حافظ بن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں مہما المکنہ ذلک بالرفق لا یجوز لہ ان یفعلہ بالغف لانہ قد یكون سببا
 لا غرارہ واصرارہ علی ذلک الفعل کما فی طبع کثیر من الناس من الالفۃ یعنی جہان تک نرمی کے ساتھ امر بالمعروف
 و نہی عن المنکر ہو سکے سختی کرنا جائز نہیں کیونکہ سختی کبھی اوس فعل نامشروع پر ضد اور اصرار کا باعث
 ہو جاتی ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کے مزاج میں اس قسم کی غیرت واقع ہوئی ہے۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے
 احیاء العلوم کے باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر میں محتسب کی تین صفیں بیان کی ہیں (۱) علم (۲) روح
 (۳) حسن خلق پھر ہر ایک کو جدا جدا تفصیل کے ساتھ بیان کر کے لکھتے ہیں واما حسن خلق فلیتمکن بہ الطعن
 والرفق و ہو صل الباب و اساسہ و اعلم والورع لا یلفیان فیہ یعنی ہمنے خوش خلقی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
 میں ایسے شرط کی ہو کہ اوسکی وجہ سے ملائت اور نرمی پر قدرت حاصل ہوگی اور وہی امر بالمعروف اور
 نہی عن المنکر کی جڑ اور بنیاد ہے صرف علم اور مزاج اس بارے میں کافی نہیں ہو اور شیخ اکبر محی الدین بن
 عربی فتوحات کیہ میں لکھتے ہیں ویتحلج الناصح الی علم کثیر فانه یتحاج اولالای علم الشرعیۃ لانہ العلم العام الذی
 یعم جمیع احوال الناس و علم زمانہ و مکانہ و ما ثم الا کمال و الزمان و المكان و بقی الناصح علم الزنج اذا تقابلت
 ہذا الامور فیکون الناصح الزمان یفسد کمال او المكان و کذلک کل واحد منها فیظفر فی الزنج فیفعل بحسب یتخرج
 عنہ و ذلک علی قدر ایمانہ مثال ذلک ان یعلم ان الزمان قد عطلی بحالہ فی امرین ہما صاحبان فی حق شخص و
 ضاق الزمان عن فعلہما معا فعدل الی اولاہما فیشیر علی المستشیر و کذلک اذا عرف من حال شخص الخافۃ
 و الحاج وانہ اذا اولہ علی امر فیہ نصیحتہ یفعل بخلافہ فمن النصیحتہ ان لا یصح بل یشیر علیہ بخلاف ذلک اذا علم ان
 الامر فیہ محصور بین ان یفعل ذلک او ہذا الذی فیہ لمصلحتہ و شانہ الخافۃ و الحاج فی شیر علیہ یفعل الا ان یغنی فیما یفعل
 ما یغنی و الا ولی عندی ترکہ و لقد جری لی مثل ہذا مع اشخاص اطرا لہم ان فی فہم ذلک الخیر الذی نزیہہ منہم نکاہا
 و ہم یریدون نکاہا فاشترانا علیہم ان لا یفعلوا ذلک و لہم فی فعلہ الخیر العظیم لہم فلم یفعلوا و قولوا انہم عنہ ان یفعلوا
 لیفعلوا نکاہا لانا ہذا النصیحتہ خفیۃ لا یشعر بہا کل واحد و ہذا الیسی علم السیاستہ فانہ یسوس بذلک النفوس الجبوتۃ السارۃ
 عن طریق مصالحہا فلذلک قلنا ان الناصح فی دین اسد یتحاج الی علم کثیر و عقل و فکر صمیم و رویہ حسنہ و اعتدال

مزاج و تہوہ وان کم کن فیہ ہذہ الخصال کان الخطار اسرع الیہ من الاصابۃ یعنی نصیحت کر نوالے کو
بہت بڑے علم کی ضرورت ہو سب سے پہلے اسکو علم شریعت کی حاجت ہو کیونکہ وہ ایک عام علم ہو جو انسانی
تمام حالتوں اور اسکے زمانے اور موقعوں کو حاوی ہو اس لحاظ سے اوسین تین چیزیں آگئیں حال
زمانہ مکان ابناصح کو ایک اور چیز کی ضرورت رہی "علم ترجیح" اس علم کی ضرورت اسوقت ہو جبکہ
اون تینوں باتوں کا تقابل ہو جائے پس جو چیز زمانے کے مناسب ہو وہ اسکی حالت یا اس موقع
کے اعتبار سے نازیبا ہو یا جو چیز اسکی حالت کے مناسب ہو وہ زمانے کے لحاظ سے ناموزون ہو
اسوقت وہ اپنی ذہانت سے ترجیح دے اور یہ بقدر اوسکے ایمان کے ہوگا یعنی جتنا ایمان ہوگا اتنا
ہی علم ترجیح اسکو حاصل ہوگا اسکی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص کی حالت کے لحاظ سے دو باتیں مناسب
ہیں مگر زمانہ ایسا لگ گیا کہ وہ دونوں باتیں ایک ساتھ وہ شخص نہیں کر سکتا تو وہ ان پر یہ چاہیے کہ
اون دونوں میں جو بہتر ہو اسکا مشورہ اس شخص کو دیا جائے اور ایسی ہی ایک شخص کی حالت یہ ہو
کہ اوسین مخالفت اور ضد بڑھی ہوئی ہو اگر اسکو کسی امر کی نصیحت کی جائے گی تو وہ ضرور اس کے خلاف
کرے گا تو اسکی خیر خواہی میں ہو کہ اس امر کی نصیحت نہ کی جائے بلکہ زیادتی ہو کہ اس کے خلاف امر کا مشورہ
دے تو وہ اسکی مخالفت میں وہی بات کرے گا جسکی نصیحت کرنی مقصود تھی مگر میرے نزدیک بہتر یہ ہو کہ نہ
اسکی نصیحت کرے نہ اسکا مشورہ دے بلکہ اسکا تجربہ ہو چکا ہو کہ میں بعض اشخاص سے ایک نیک کام کرانا
چاہتا تھا اسلئے ان سے یہ ظاہر کیا کہ وہ اگر ایسا کریں گے تو مجھے تکلیف پہنچے گی کیونکہ وہ مجھے تکلیف
پہنچانا چاہتے تھے تو میں نے اشارہ کیا کہ وہ ایسا نہ کریں حالانکہ اس کے کرنے میں اونکو بہت ثواب
ملا تھا تو انھوں نے میرے کہنے سے اس کام کو نکلیا اور جس کام سے میں نے منع کیا تھا اور
جسکے کرنے میں اونکو اس سے زیادہ ثواب ملا تھا وہی کام کیا یہ نہایت پوشیدہ نصیحت ہو مگر
اسکو نہیں سمجھتا اور اسکا نام علم سیاست ہو اسکی وجہ سے بڑے بڑے سخت لوگ جو ہمیشہ مصلحتوں سے
علیحدہ رہنے کے عادی ہیں سیدھے کیے جاتے ہیں اسلئے اسلئے میں نے کہا کہ نہ

لوگوں کی کرنا چاہتا ہو اسکو بہت بڑے علم اور عقل و فکر صحیح اور سمجھ اور
ضرورت ہو اور اگر ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت اوسین نہ
کیا کرے گا آہ اب ہمارے حضرات ان عبارتوں کو چشمہ مائل سے دیکھا

کی مراعات کس حد تک کی ہو جسکے اوپر آج ندوۃ العلماء ہدف ملامت بنایا جا رہا ہو اور ایک شور برپا کر دیا گیا ہو کہ ندوۃ مصلحت کی واسطے شریعت کے احکام کو کاٹنا نہیں کرتا (غور باشد) خدا پناہ میں رکھے ایسے سوزنوں سے جس سے بزرگان سلف کی شان میں بے ادبی ہوتی ہو وہ

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان زند
یہ یاد رہے کہ اگر خدا نخواستہ احکام شریعت حقہ کا کاٹنا متواتر سے پہلے ہی علماء کرام جواب ندوۃ العلماء کے حامی بن اوس سے برگشتہ ہوتے جیسا کہ اب تک ہوتا آیا ہی یہ جو کچھ کہنے بیان کیا ہی بہت تھوڑا بیان کیا ہو اس بارے میں آیتن اور حدیثین اور اقوال صلحا کی امت اور ائمہ دین کے اسقدر ہیں کہ وہ سب اگر جمع کیے جائیں تو انکے واسطے ایک گرانبار دفتر کی ضرورت ہو اس واسطے اس بحث کو ہم ختم کرتے ہیں طالب حق کے لیے اسقدر کافی ہو جتنا ہم نے لکھا ہی اور معاند کے واسطے گرانبار دفتر بھی ناکافی ہو

ان کی پیش تو گفتہ غم دل رسیدم کہ دل آزرہ شوی ورنہ سخن بسیارست
ہمارے معزز فاضل نے آخر میں ایک اور اعتراض کیا ہی جسکو اونہیں کے الفاظ میں بیان کرنا مناسب ہی وہ فرماتے ہیں: "یہ خیال کہ شرکت و تنظیم و تکریم فرق متفرقہ سے یہ مقصود نہیں ہی کہ کوئی اپنا مذہب ترک کرے یا ایک نیا مذہب معجون مرکب کی طرح قائم ہو بلکہ طلبہ دینیہ میں سب باخلاص و محبت پیٹھیں اور دل کو بغض و کد و درت سے پاک رکھیں مال اسکا سوای محبت منافقانہ کے اور کیا ہی" اس تقریر میں ہمارے معزز بہ حصر نے انتہا سے زیادہ سوزنوں اور بدگمانی سے کام لیا ہی اونہوں نے ندوۃ العلماء کے تمام مقاصد و فوائد سے چشم پوشی فرما کر اسکا حاصل اور آل صرف محبت منافقانہ قرار دیا ہی جو کما کما ہم اور شرکت و تنظیم و تکریم وغیرہ کی بخین تفصیل و تحقیق کے ساتھ ختم کر چکے ہیں اس واسطے اس مقام پر ندوۃ اجتماع میں جو فوائد خیال کیے گئے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں

حلقہ جو گفتی ہنر شش نیز گو نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

فوائد ندوۃ العلماء

مرہ کی مقدمہ بازیان بند چون چکی وجہ سے مخالفین اسلام ہم غالب

ہوتے جاتے ہیں اور ہمارے علما کو ذلت اور ٹھانی پڑتی ہو اور ہماری مقدس کتابوں کی توہین ہوتی ہو (۱) خدا
 باللہ من ذلک (۲) ہمارے تشدد کی وجہ سے جو بعض فرق اسلامیہ میں تعصب اس درجہ بڑھ گیا ہے
 کہ وہ ہمارے بزرگوں اور اماموں کو رو در رو بُرا کہنے لگے ہیں اس کا اسناد کیا جائے جو بغیر نرمی و شفقت
 کے غیر ممکن ہو (۳) جو مخالفین اسلام کی بجائے ان کے درپڑ ہیں ان کی تادیب و نکو سب ملکر ہو لیکن اور جس طرح
 وہ قوت اجتماعی سے ہر سال کروڑوں روپیہ صرف کرتے ہیں ہم بھی ان کے مقابلے میں کچھ کر سکیں (۴)
 سب ایک جگہ جمع ہو کر اسلامی شوکت ظاہر کریں جس سے غیر قوموں پر عمدہ اثر پڑنے کی امید ہو (۵)
 ہم اپنی قومی منازعت کی وجہ سے حکام کی نظر دن میں نہایت ذلیل ہو گئے ہیں دن پر دن سختی میں مبتلا
 ہوتے جاتے ہیں اور کوئی کامل ذریعہ اظہار حال کا ایسا نہیں ہے جس پر پوری توجہ کرے اسکے
 لیے بھی اجتماع کام دیکھا ادریں ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے جس کی فریاد پر پوری توجہ ہو سکتی ہو کیونکہ باوجود ان
 نزاعوں کے جو اس وقت فرق اسلامیہ میں جاری ہیں (جس کا فیصلہ ہم شریعت محمدیہ سے نہیں کر لیتے بلکہ
 حکام سے اس کے فیصلے کے خواہاں ہوتے ہیں) کبھی سرکار توجہ نہیں کر سکتی، توجہ سے یہ مراد نہیں ہے
 کہ وہ معمولی جواب نہیں دے سکتے بلکہ یہ غرض ہے کہ وہ توجہ جو ہمارے دعو کی دوا ہو نہیں دے سکتی

اب ہمارے مغز پر محض ازار عقل و انصاف کے ان فوائد پر غور فرمائیں کہ یہ مسلمانوں کی
 دینی و دنیوی بہبودی حاصل کرنے کی غرض سے اجتماع کیا گیا ہے یا اس کا حاصل صرف محبت منافقانہ ہو
 نہایت حیرت انگیز یہ بات ہے کہ مولانا نے مدارات کا نام تعظیم و تکریم اور مل بیٹھنے کا نام محبت منافقانہ رکھا
 ہے اگر محبت منافقانہ اس کا نام ہے تو معلوم نہیں کہ خلق محمدی اور مدارات کیا چیز ہے جس سے اس کو اچھی طرح احاطہ
 و آثار سے ثابت کر دیا ہے کہ اس کا نام محبت منافقانہ نہیں ہے علامہ علی قاری نے مرقات کی جلد ثانی ص ۶۲۵

لے ہمارے ایک لائق دوست اپنی کتاب تمام الحجۃ علی خالق الذی وہ من نہایت تفصیل کے ساتھ اس مقام کو بیان کیا ہے میں نے یہ فوائد
 اسی نقل کیے ہیں وہ رسالہ عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے اس کا جواب بھی مخالفوں کی طرف سے دیا گیا ہے مگر میں افسوس کے ساتھ ظاہر
 کرتا ہوں کہ اس جواب میں ان فوائد کی طرف کچھ اتفاق نہیں کیا گیا بلکہ ان کا جواب بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے میں دو صورتیں
 ہیں یا تو انھوں نے ان ضرورتوں کو تسلیم کر لیا ہے (جس کی امید نہیں) تو اس صورت میں یہ ساری باتیں میں بیکار
 میں نے نہایت قوی دلیلوں اور صریح باتوں سے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ ضرورت کے وقت غیر مذہب والوں سے میل
 جول سلام کلام ممنوع نہیں ہے یا انھوں نے تسلیم نہیں کیا تو اس صورت میں اس کا انصاف تمام مسلمانوں پر ہے جو
 ہوں وہ غور کریں کہ آیا یہ ضرورتیں ان کو پیش ہیں یا نہیں بلکہ غور کرنے کی حاجت نہیں یہ وہ مصیبتیں ہیں جن میں سب مسلمان
 گرفتار ہیں اور ان کو روز بروز تنزل ہوتا چلا جاتا ہے ۱۲ منہ

میں اسکو بہت زور دیکر لکھا ہے کہ طبعاً سری اوس حد تک درست ہو جو مہانت کے درجے تک نہ پہنچے
 اوسکے بعد لکھتے ہیں اکثر لوگوں کو اس بارے میں دھوکا ہو جاتا ہے وہ مدارات کو مہانت الدین
 پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ اونکی غلط فہمی ہے اوس واسطے اونکو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ مدارات کیا ہیں اور
 مہانت فی الدین کسکا نام ہے اور الفرق بین المداراة والمہانتہ ان المدارات بذل الدنیا بصلاح الدنیا
 اول الدین او ہما معا وہی مباحہ وایما اخصت فی المہانتہ بذل الدین بصلاح الدنیا یعنی ان دونوں
 میں فرق یہ ہے کہ مدارات اسکو کہتے ہیں کہ ہم دنیا یا دین یا دونوں کے لیے اپنا دنیاوی نقصان
 کریں اور مہانت اسکو کہتے ہیں کہ دنیا کے لیے ہم اپنا دین بگاڑیں "اس قول فیصل کے بعد شائد
 کسی نصف مزاج شخص کو اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ مدوہ میں معاندانہ نکتہ چینی کرے اور
 جو کام مسلمانوں کی بہبودی اور اسلام کی اشاعت اور دین کی تائید اور اعلائی کلمہ اللہ کے واسطے
 شروع کیا گیا ہو اوسکی مخالفت ظاہر کرے الامن یتامی عن الحق لغرض فی نفسه لغو ذہن مسہم
 خدا کرے ہمارے مغرز فاضل اس میں منصفانہ غور کریں اور اسلام کا فائدہ مقدم
 سمجھ کر سخن پرستی سے باز رہیں و ما علینا الا البلاغ سے

من انچہ شرط بلاغت با تومی گویم	تو خواہ از خنم پسند گیر و خواہ ملال
--------------------------------	-------------------------------------

ربنا اخرج بنیادین قومنا بالحق وانت خیر القانتین وصلی علی مولانا و سیدنا محمد خیر خلقہ
 و منظر لطفہ و آئمہ و صحبہ اجمعین

بقیہ عبارت نوٹ مع فراموشیوں امام اور امام ابو یوسف رحمہ کے علاوہ ہمارے امام عظیم علیہ الرحمۃ نے بھی بحث و مباحثہ کو
 منع کیا ہے۔ کبیری ملاحظہ ہو یہاں اجماع ہے کہ مذکورہ العلماء نے وہی امر زبان سے نہ کہا تھا جیسے جاردن مارو گی
 اتفاق ہے کہ ہر مخالفین نے اسے کہہ دیا، زن اور حق پوشی کا الزام ہے جسے یں حکما قبول ہے کہ ائمہ اربعہ اور تمام ائمہ
 حیث نے حق پوشی پر اتفاق کیا تھا نیز مابقیہ -

مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی

ان کے لئے علم کا دار و دروازہ کھلا دیا اور ان کے لئے کتابیں مان کر فروخت کئے گئے جو ان کے لئے موجود ہیں اور ان کی قیمت بھی کم ہے۔

مرقاۃ مشی جو اشی جدیدہ	التعلیقات علی سبع معلقا	مقامات حیرتی مع دجل	تیسرے فی شرح التفسیر
میر قطبی محسن مقبول عام	یہی شرح سب سے معلقہ یہ تینوں شرح	ریاضی و ہدایت	غوشہ محشی جو اشی مولانا علی
مبادی الحکمہ سارہ منق	افضل العلماء مولانا ذوالفقار علی	اقیڈس مقالہ اولیٰ بخشی	سلسلہ مدرس علی مدرسہ عالیہ پابند
زبان اردو	دیوبندی کے تحریر فرمائی ہیں	نہایت صحیح	حساب اردو
الکافی کل ایسا غوجی ہے	شرح سب سے معلقہ زیر طبع	سبع خدا و مع اشکال بخشی جو	تسہیل الحساب مولانا
میر ایسا غوجی محسن	مکاتیب رشیدی مولانا	مولانا رشید الدین ثانی ہری	مولوی ذوالفقار علی دیوبندی
ایسا غوجی مع کوثری نقل کر	شیہ الدین خان اور صاحب	شرح چھینی معنی جو اشی مولانا	کارآمد علیہ اقل جس مدارس عربیہ
ادب و انشا	نفاذ امین کے رسائل عجیب	عبد علیہ و مولوی عبد کبیر	نفاذ
مختصر مع مختصر معانی	انشا ہو قابل درس ہو	لبالب شرح خلاصہ	محاورات ہند مع ضرب
تسہیل الدراستہ شرح دیوان	نفاذ امین مع عرب مع مشا	نایاب شرح ہو قابل دیدنی	الاشال مولانا سبحان علی
حما سہ زبان اردو	دلفات بر حاشیہ زبان فارسی	خلاصہ الحساب معنی جو	شکار پوری آئینہ ہر کے قریب
تسہیل بیان فی شرح	رسائل بغدادی مکتوبات	مولانا محمد رحمن صاحب جہا	اردو ہندی فارسی اور شالین
الدیوان یعنی شرح دیوان تہی	طریق خطوط نویسی قابل درس	نہایت صحیح مع رسالہ ضروری	مروجہ ہند درج ہیں۔

کنز الدقائق مع شرح عربی المومم بہ کنوز الحقائق

یہ بات اہل علم پر روشن ہے کہ کنز الدقائق فقہ میں کس درجہ کی کتاب ہے اور کہاں تک طلبہ کو اس کی ضرورت ہے ہی بلکہ اس کا جانا کہ یہ وہ مقبول کتاب ہے کہ تمام ہندوستان میں کیا بلکہ کابل جہاں امت مسلمہ قدامت و تصدیق و عرب فارس بالاتفاق سب میں اس کا درس ہوتا ہے اور پڑھائی جاتی ہے۔ اتنی اسکی شروح ہیں کہ دوسری کسی کتاب کی غنیمت گریہ بات ضرور کہنے میں آتی ہو کہ باوجود اتنی بڑی ضرورت کے آج تک یہ کتاب معری ہی ہو کر غلط یا کیسے بڑی کوشش کی تو اس کے حاشیہ پر آدمی عینی اور آدمی متخلص جو بادی یہ کیا کہ وہ کامل طالب علم ہو کہ ضرورت کے وقت غلطے کما کر ہرگز ہر مقصود و مآخیز میں آتا اس سے احتیاط اسکی تمام شروح معقب و مشتمل و متعمد و دفع المیمن و بجزرائق و طائی و غیرہ بڑی بڑی نایاب کتابیں جمع کیں اور ان سب کا کتاب مفید طلبہ فکر کے ایک مستقل شرح کسی یہ کنز الدقائق فاضل اجل مولوی محمد رحمن صاحب نانوتوی ترمذی اور علامتہ دیوبند سے تالیف کروا کر اس کے حاشیہ پر ہندوستان پرانی اور نیاں کتب سے چپے ہوئے اور نقلی نسخوں سے مکرر مکرر مقابلہ کر کے اور ضروری اعراب مع اشارات عطف صلا و موصول وغیرہ کو یکسر غلط یا کھلایا اور اس کے میں اسطور کو جو اشی مفید سے مزین کر کے مختلف کاغذوں پر نہایت صحت و صفائی کے ساتھ پختہ مطبع مجتہدائی دہلی میں چھاپا چھ تو یہ ہو کہ یہ کتاب اپنی تمام شروح کی حامل ہو معین و متعلین و دونوں کو بڑی بڑی ضخیم کتابوں اور قیمتی شروحوں سے مستثنیٰ کر دیا ہے ہمیں امید ہو کہ اہل علم اس کو بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ محمد عبد الاحد صاحب دہلی

حصہ اول

مثال الرشاد والرشاد

جمین

مذہب العلماء کے مقاصد اور اسکے مخالفین کی حالت اور اخلاق صہری کا ذکر نہایت
تحقیق سے اور اس امر کا بیان کہ سلف صالح اور علمای کا ملین فرق اسلامیہ سے
فوالاً اور عملاً کس طرح پیش آتے تھے اور مدارات و مدامت میں کیا فرق ہے
اور حتمہ دوم میں اہل قبلہ کی تشریح اور ان کا حکم اور تقلیدین ائمہ اربعہ اور اہل حدیث
یعنی غیر تقلیدین کے اختلاف کی تحقیق لائق دید ہے

مصنفہ

مولانا شاہ ابوالسراج نظام الدین احمد صاحب باری بھوی

وسولانا غلام محمد صاحب ہوشیار پوری

خاکسار

محمد عبدالاحد عفی عنہ کے اہتمام سے

مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا

۱۹۰۰ء

مندرجہ ذیل کتب کے علاوہ بھی ہر قسم کی کتابیں مطبع مجتہدانی دہلی سے مل سکتی ہیں

نزدی شریف

یونیک با داخل صحاح حدیث ہو۔ حق حدیث ہیں اس کے سوا فاضل امام ابو یوسفؒ کی نزدیکی علیہ الرحمۃ کا تجھ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ اگر کثر احادیث کی نقل و نقل و نسخہ و حسن کھوج و مدلل بیان فراہم کیا جائے حدیث کے شہادت دفع کر دے ہیں اور یہ لاکھ لاکھ راستے ہیں۔ اور غیر تخریروں کی طرف اشارہ کر کے حدیث کا تخریبی فکر کر دیا ہے۔ مصلح مجتہدین سے منع نہ کرنا۔ نبوی اسکو نہایت عزیز اور محفوظ چھایا جائے۔ **بہر وقت المعتدی** پیشہ شرح نزدیکی اس کے ساتھ ہے۔ اور ناظرین کی آسانی کے لیے بہت باب و باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ خوش خلقی صحت اور کاغذ کی عمدگی قابل دید ہے۔ یونیک با خوبی وادیں کا دفتر اور حسن ظاہری و سمعی کا اچھا نمونہ ہے۔ آپ یقین جانتے گا کہ اس اونچی شان، مزاں جاز۔ اور سنے امان کی نزدیکی آج کسما کہیں کے ملاحظہ سے نہ کر سکی ہوگی۔

سینا کی شریف محبتیں

رفع العلماء اور فقہ حضرات و اعراب اور صلحائے دہطلب میں زیادہ
مستحسن کسی کو ہے۔ اور میں کا شفا بخشد صریح اور چٹوٹھی اور ایک
خاص شیفہ قدر حیرت سے (جو بلا اناشاء اسبق صاحب بدست و طہری اور
دیگر مہین کے شیفوں سے نمایاں کیا گیا) کا لکھا ہے اور ہر ارباب
اسندہ علم و سبوطی اور ستابی علماء و اہل حق و باطن جو شیفہ
اور زمین صحافی فقہ میں پیش ہیں وہ بولیں شہر میں بلا استیفاء اس کے
تخت میں جوتا شیفہ نصف جڑ پانی میں اور صریح فواید مومستند
شیخ صاحب بدست فتاویٰ اور دیگر دانش مند و قدیر و بدیدہ
بہت استیعق ماشاء بہ لکھ گئے ہیں۔ عرض کر رہا کہ میں شیفہ
حاصل ہے اور اپنی تمام فواید صحت اور خوشحالی و بزرگی کے لحاظ سے
قابل تر سے بہت ضرر ہے۔

مجموعہ حالات و مقامات نام یانی مجید الفانی حصہ اول

جبریل کا پہلا پہنچنا مسیح کو اور اس وقت تک جو کیفیت و احوال تہذیبیہ کا
 تفصیل میں جاری و ساری ہو چکا تھا وہاں بھی باریک بینی سے ملاحظہ کیا گیا اور اس کے
 صحیح و مستقیم ہونا ضرورت تو یہ کہ اس کا ہونا عوام کے لئے فزادہ سے فزادہ اور
 خوب سلطان و ارباب کے لئے بھی سادہ و سادہ و سادہ ہو جائے اور حالات و
 عوام کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ اس کے لئے ہر ممکن احتیاجات کی ہر
 شان مجتہدین کا اہتمام و اہتمام کے احوال و احوال کے احوال و احوال کے احوال
 تفصیل میں شکست کا ذکر یہ کہ عادت و عادت و عادت و عادت و عادت و عادت
 و عادت یعنی وفات کا واقعہ یہ تھا کہ مسیح جیسے ہی وقت ۱۰

خير الموالين ترجمه اُر و منزله المجلد

کہ کتاب فی الحقیقت تمام سلاطین خصوصاً واعظوں کے واسطے کتاب تیار ہو
گیا۔ کتاب آیت اور غلط و غیبت کی دوسری کتابوں سے علیحدہ ہو کر نیا دلی
کتاب بن گیا اور ایسی ہی سادہ و سلیس کتاب ہو جس سے ہر قسم کے علوم مندرجہ
فہرست کا ایک بیان الباسیط و مبسوط ہو جسکو اور اعظم بہت سہولت سے
مختلف بیان کر سکتا ہو اس کتاب کی ہر فصل میں دو ہزار کے قریب الفاظ
درج ہیں جس میں باب یا فصل کو جس عنوان سے شروع کیا گیا ہے اس کے
اول فقرے میں تاریخ تشریح سے استدلال کیے گئے اور تیسرے فقرے میں
اس میں پھر صاحب کرام کے کچھ احوال اور اس کے متعلق میں ان کے حالات اور
تاریخی سوانح غریب درج ہیں اسکے بعد گزشتہ نامور اسلام کے دواہ
نظر واقعات سلف مساجین کے عجیب و غریب حالات۔ ان کے زمانے کے لوگوں
کی عجز افزا خیالات عجیب پر ایسے بیان کیے ہیں اور ہر ایک جملے کے
پیشا مار انداز و لطافت۔ چنانچہ نکات و حقائق۔ فقہی مسائل۔ طبقات
مملوکان۔ جسمانی امراض کی تحقیق ان کے متعلق عجیب و آسنو و منجناحت
تھیں اور ان کے عجائبات۔ دنیا کی ہر ایک چیز کی بابت اور خاصیت اور خاص
دیر کے متعلق و فوائد مشعر و عجائبات کیے ہیں۔ آخر میں جناب رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت سے سن و فوات تک کے کچھ عجیب
واقعات خاصات اربعہ کے متعلق و فضائل خوب شرح و بسط سے لکھے
ہیں علاوہ دیگر کچھ ایسی جامع اور اعلیٰ کے عقیدہ کار آمد
کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ اسکا مطالعہ کرنا اتمام علوم سے واقف
ہو سکتا ہے اور دوسرے بیان کر سکتا ہے جو ایک بڑا عالم
ہو کر سکتا ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں تھی، طبع نے تمام مسلمانوں اور خندہ و صند و چنگ
کے خاندان کے لیے بلیس اردو زبان میں اس کا ترجمہ کر لیا ہے اور
دو جلدوں میں اس کو چھاپا ہے۔ شائقین طبع مجتہبی دہلی سے
طلب فرمائیں۔ قیمت کاغذ کی ہے۔ کاغذ و لائسنس لکھنؤ

نقشہ پشاور و جلد اول مجتہدانی

ماسورہ اور یقیناً کونج کے مہاب خطابی و ملا تمام جہتوں سے سادہ،
غیر ذہنی، ناپاکتاؤں سے مبرا کی اگر اور اس کے متن کو نہایت فصیح کے ساتھ
سنجھنے سے صحیح کے نہایت غریبی و صفائی سے طبع کیا ہے مثلاً لکھنؤ
ملاحظہ فرمائیں۔ اور ہماری حسن سلی کی وادیں باوجود ان صفات کے
صرف کے، ایضاً جملہ و دوسرے ختم سورہ کتب یہ جلد بھی ان ہی مذکورہ
لامہات سے خوب عارف و فہم سے
سامنے اور اسلام۔ بعد کا غزوہ لائیں گے،
اقتصاد کے مغرب قابل دید۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
حَامِدٌ اَوْ مُصَلِّیٌّ

تمہید

مسلمانو! دین محمدی کے ترقی خواہ ہو متوجہ ہو اور تھوڑی سی عرض اس فقیہ کی سنو مگر غور سے سنو اور خدا کے لئے کسی کی محبت کسی کا اعتقاد کسی کا کچھ کہہ دینا یا لکھ دینا میرے نفل سے بے توہی کا باہنہ ہاں جو میں نے لکھا ہے اور جو میں اب کہتا ہوں اس میں نہایت انصاف اور صاف دلی سے غور کرو اور اس وقت یہ بھی دل میں پہنچ لو کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہی بہن اُسے قیامت کے روز منہ دکھائے اور حق میں کسی کی رعایت نہ کریں۔

مسلمانوں! کہی نہیں سے جو علمائے ایک مجلس قائم کی ہیں جس کا نام ندوۃ العلماء ہے اس نازک وقت اور پر آشوب زمانہ کے لحاظ سے تمہارے لئے نعمت عظمیٰ اور حجت الہی ہے اسکی قدر کرو اسے مدد و پیغمیب بار و درخت ہی اسے اگر تم اپنی کوشش کے پسینے سے پہنچو تو بہت زیادہ اور لائق ہو جس قدر تم اسکی غور و پرداخت کرو گے اُسی قدر تم اور تمہاری اولاد اسکے بے انتہا بھل سے محفوظ ہو گے اس درخت کے اول بھل یہ ہیں علم دین کی ترقی۔ علمائے قدر و منزلت۔ کاملین ہل علم کا موجود ہونا۔ اگر خدا تعالیٰ نے اسے کامیاب کیا اور اسکے فضل سے امید ہے کہ ضرور کرے گا (تو جو نتائج میں نے بیان کیے ہیں ضرور ہوں گے اور ہوں گے) اسکی شہادت کے بعد (مگر یہ عالم اسباب ہی تمہاری استعداد اور بہت اور اسکے ساتھ ہمدردی ضرور ہی اور شہادت الہی میں جو کچھ ہونا ہو گا وہ ہو گا تم تو انصار اللہ میں داخل ہو جاؤ۔

ہاں یہ بھی سمجھ لو جس طرح تمہارا صحیح دشمن شیطان ہر کار خیر میں غفل انداز ہوتا ہے اسی طرح اس عظیم الشان امر کا بھی سد راہ ہوا ہے اور جس قدر زیادہ یہ امر اسلام اور اہل اسلام

کے لیے ہے اسی قدر اس لعین ازلی نے اُسین رخنہ اندازیاں شروع کی ہیں۔ دعا کرو کہ وہ
 ہادی مطلق اس لعین کے سکائد سے بچائے اور ہمارے علما کی فہم پر شیطان غالب نہ آئے اور
 امر حق ہر حال میں ہمیں حق ہی معلوم ہو آمین آمین بحرحمت سید المرادین۔ ایک بڑا سدا راہ
 یہ پیش آیا ہے کہ بعض حضرت اس عظیم الشان امیر کے مخالف ہو گئے ہیں جن کے سرگروہ مولوی
 عبدالقادر صاحب اور مولوی احمد رضا خان ہیں چونکہ ان حضرات کی جبلت میں جدال خصام
 ہو اس لیے وہ ضد میں ایسے شل ہو گئے ہیں کہ اسکا خیال انہیں مطلقاً نہیں رہا کہ ہم وہ کام
 کر رہے ہیں جو اہل علم کے شایان نہیں جسے وہ حرکات ہوتی ہیں جن سے عوام کو بھی شرم
 آتی ہو وہ کیا ہیں فریب دینا۔ جھوٹ بولنا یہ تہمت لگانا۔ بہتان باندھنا پھر ایک طرح نہیں ایک
 وقت نہیں ہر مجلس میں جب موقع ہو جھوٹ اور اتہامات کا اس قدر طوفان اٹھا رکھا ہے کہ خدائی
 پناہ انہیں جھوٹ اور اتہامات بذریعہ خطوط۔ بذریعہ اشتہارات۔ اخبارات بوسیہ
 کتب و رسائل شائع کر کے لوگوں کو ہکانا انھوں نے اپنے ذمہ خاص لے لیا ہے پھر اسی تلبیس ہی
 پر فتناعت نہیں ہی بلکہ اہل اسلام خصوصاً علما اور بالخصوص سادات عظام کی آبروریزی اور انکے
 جان و مال کے تلف کرنے میں سعی ملیج ہو رہی ہے (العیاذ باللہ العلیا ذی اللہ) مگر چونکہ یہ علما اللہ کی
 خوشنودی کے لیے اسلام اور اہل اسلام کی بہبودی کی فکر میں کر رہے ہیں اس لیے اللہ ان کا حامی ہو بخیر
 کی کوششیں بیکار ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسا ہی کریگا۔ چونکہ اس سعی کو انھوں نے
 پوشیدہ رکھا ہے اس لیے ہم بھی ظاہر نہیں کرتے مگر مسلمانوں نہیں انصاف کرو یہ ان کا اہل
 ہو اور یہ اعانت اسلام کا دعویٰ ہے افسوس ہے کہ جو حضرات اصل امر سے واقف نہیں وہ غیب
 فریب میں نہ آئیں تو کیا کریں ان مقدس صورتوں اور نرم اور شیرین باتوں سے کیونکر بدگمان
 ہوں مگر وہ حدیث قدسی کو سن لیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ میں نے ایسے لوگ بھی پیدا کیے ہیں کہ
 انکی باتیں تو شہد سے زیادہ شیرین ہیں اور دل ان کے ایلو سے زیادہ تلخ ہیں۔ (جانب)
 (۱) اسما والفضل میں الزام دیا ہے کہ ندوہ مناظرہ کو بند کرتا ہے علم کلام کو بیکار اور جہل و ابلہ بنا دیتا ہے

حالانکہ میری سچ غلط اوند وہ پتہ بہت ہی ندوہ نے بہت زور سے علم کلام کی طرف اپنی توجہ ظاہر کی ہو اور اسکی تکمیل چاہتا ہو چنانچہ مسودہ دارالعلوم کی دفعہ (۱) سے اور روندادوں کے بہت سے مقامات سے ظاہر ہو۔ نصاب عربی جو خطاب ناظم مظاہر کی طرف سے شائع ہوا ہو اس میں دیکھا جائے کہ تکمیل علم کلام میں کس قدر لکھا ہو مگر افسوس ایسے ظلم پر کہ بغیر تحقیق ایسا اتہام - (۲) بید غل مچا رکھا ہو کہ ندوہ نے سو د جائز کر دیا (۳) ندوہ سو د لیتا ہو (۴) ندوہ بستہ عین کی سن حیث البدعہ مخمین و توقیر کرتا ہو۔ اسی طرح بہت باتیں ہیں ان اتہامات کی نسبت میں کیا کہوں بجز اسکے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور مولوی عبد القادر صاحب کہیں آئیں۔

بڑا زور ان کا یہ ہو کہ ہم نے اتنے رسالے لکھے اوند وہ نے جواب نہیں دیا رسالے کیا ہیں چند جھوٹ اور اتہامات اور فریب آمیز باتوں کا مجموعہ سید ہی اور صحیح باتوں کو ایر پھیر کر اور کچھ اپنی طرف سے ضمیمہ لگا کر اس طرز پر دکھانا کہ عوام کیا خواص ہی اسے برا سمجھیں ایسی باتوں کو مختلف عنوانات سے کہیں کہ ہمیں زیادہ لکھ کر بہت سے رسالے کر لیے ہیں پھر ندوہ ان کے جواب میں پھنسا کر اپنا وقت کیوں ضائع کرے اور پھر ان کے مقابلہ میں جن ضمیمہ لائق خطاب نہیں سمجھتا اور جن میں بالیقین جان لیا ہو کہ یہ امر حق قبول نہ کرینگے۔ ہاں جو باتیں ان میں لائق جواب تھیں اور جنکی وجہ سے شبہ ہو سکتا تھا اسکا جواب ندوہ کے سوا وین نے نہایت سناست اور خوبی سے دیا ہو جسکا جی چاہے دونوں طرف کے رسائل ماکر دیکھ لے اور انصاف کر لے کہ کسکے رسالے تہذیب و شائستگی اور تحقیق سے مالا مال ہیں اور کن میں بے تہذیبی بھکاری بے تحقیق بے سربہ باتیں ہیں۔ معاونین ندوہ کے رسائل میں سے علم میں بھی ہیں تمام الخیرۃ جلالہ العینین۔

القول للقال بین الحق والباطل - ارشاد الکمال پچھلے دو رسالے تمام شبہات کے دفع کے لیے نہایت کافی ہیں بالخصوص ارشاد الکمال اگر بھیہ ظاہر ہو کہ ناسخ و کوش اور ضدی شخص کے لیے تو قرآن پاک بھی کافی نہ ہوا اور کسی کلام کی کیا ہستی ہو اس لیے انھوں نے ایسے محقق اور مہذب رسالے کا نہایت بے تہذیبی اور بیجو دگی سے مقابلہ کیا اور امر حق کو قبول نہ کیا میں نے یہ خیال کیا کہ عجب نہیں کہ بعض طالبین جن میں بھی انکی تزویر و تلبیس میں آجائیں اس لیے میں نے یہ رسالہ لکھا۔ مخالفین کے شبہات و دو قسم کے تھے کچھ تو

زندہ کے افعال و برتاؤ پر اور کچھ اقوال پر اس لیے مین نے اپنے رسالے کے دو حصے کیے پہلے حصہ میں اس
 شبہ کا جواب ہی جو زندہ کے برتاؤ پر انھوں نے کیا ہو دوسرے حصہ میں ان شبہات کا جواب ہی جو اس کے
 اقوال پر کیے ہیں۔ پہلے حصہ میں مین نے انہیں دلائل کو لیا ہو جو ارشاد الکمل میں ہیں مگر بزرگوں کے اقوال
 اور احادیث کی شروع سے اس کی توضیح و تفصیل کی ہو اور اس دلیل پر جو مخالفین کا شبہ تھا اس کا جواب
 کہیں مفصل کہیں محل طور پر دیا ہو اور جس دلیل پر وہ شبہ نہیں کر سکے مگر مزور سے کام لیا ہو اسے بھی کھول دیا
 اس طریقے سے طالب حق اصل مدعا کو سمجھ کر فیصلہ کر سکتا ہو۔ اور مخالفین کے قال اقوال کے طرز میں اس حق
 کا ظاہر ہونا مشکل ہوتا ہو۔ اہل انصاف اس امر کو بخوبی ملاحظہ کریں گے کہ اصل مدعا کے اثبات میں میں نے کوئی
 پہلو نہیں چھوڑا جو ہماری دلیل پر انھوں نے اسے شبہ بھی کیا ہو اس کا جواب میری تحریر میں موجود ہو
 البتہ بالاستیعاب ان کے اقوال کو نقل کر کے اس پر حرج و فح کرنا اور اس کے نفی کا اظہار کرنا فضول اور تفسیح
 اوقات سمجھا بطور نمونہ بعض مناسب مقام کے لغویت کا اظہار کر دیا گیا ہو اس میں رغم الجہلہ اور اسعاد الفضلا
 وغیرہ مناسب کا جواب ہو مگر اصل مدعا کے متعلق جو اسوہ میں انہیں سے بحث ہو۔

ناظرین انصاف پسند اس رسالہ کو دیکھ کر انصاف فرمائیں کہ کس تحقیق اور کوشش سے لکھا گیا ہو
 اور کس قدر علوم مختلفہ کی کتابوں پر نظر کی گئی ہو مین نہایت وثوق اور زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ
 مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے تمام معاونین ان دلائل کا
 جواب دینا چاہیں جو رسالے میں پیش کیے گئے ہیں تو ہرگز نہیں دے سکتے کیونکہ امر حق اور واقعی
 مٹ نہیں سکتا۔ جو انصاف پسند اور طالب حق ہیں وہ مانتیں گے اور ضرور مانتیں گے اور جن کے
 قلوب کو ضد اور نفسانیت نے ظلمت کدہ کر دیا ہو وہ امر حق کا کہی اور انداز کریں گے اور ہمیشہ سے
 یوں ہی ہوتا آیا ہو لیکن دائرہ متم نوره ولو کرہ المنکر ولن۔

غلام محمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله سيد المرسلين وعلى آله واصحابه
اجمعين اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه
ابعد احقر العباد خادم العلماء فقير بسراج نظام الدين انجمي مخبري خفي چشتي قادري صديقي سلمان
حق نبوت کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ میں آپ کے انصاف پسند قوت فیصلہ کے سامنے
ایک قضیہ نامرضیہ برین امید پیش کرتا ہوں کہ آپ کامل غور و تامل سے حق و ناحق فیصلہ
کر کے فریق حق بجانب میں شامل ہونگے۔ قبل اظہار مدعا کہ میں ایک مختصر تہمید بیان کرتا ہوں
جس سے اس معاملے کے فیصلے میں کافی مدد ملے گی۔

تاریخ سلف پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ عادت الہی یوں جاری ہو جس
عالم کی ظلمت دور کرنے کے لیے اور مخلوقات کو راہ راست پر چلانے کے لیے قدرت الہی نے
ہمیشہ سامان مہیا کیا ہو۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر نبی آخر الزمان علیہ السلام تک انبیائے کرام
خاص اسی مقصد کے لیے مبعوث ہوتے رہے جنہوں نے کیے بعد دیگرے عالم کو غفلت اور
جہالت کی تاریکی سے نکال کر انکی اصلاح کی اور انکو سیدھے اور صاف راستے پر چلایا اور سب ضرورت
زمانہ ایک قانون عطا کیا۔ یہاں تک کہ حکمت الہی نے قانون شریعت کو تمام و کمال تکمیل کر کے حضرت

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا باب ختم کر دیا۔ گو قانون شریعت کی تکمیل ہو گئی
 تاہم اس امر کی ضرورت باقی تھی کہ اُس شریعت پر قائم رہنے کے لیے وقتاً فوقتاً کوئی تحریک ہوتا
 رہے کیونکہ حسبِ عادت مسترد امت محمدیہ میں بھی رفتہ رفتہ قصور فہم و گمراہی بہت کاشیوع ضرور تھا
 ایسے اسکا انتظام بھی کر دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل اور نیز یہ بھی ارشاد ہوا
 کہ سیون کل مائے سنسۃ من بعدی من یجد لہما دینہما او کما قال۔ یعنی جس طرح بنی اسرائیل میں شریعت
 موسوی کے زندہ کرنے والے اور اسکی روشنی کو چمکانے والے پر درپڑی نبی بھیجے گئے اللہ تعالیٰ
 نے وہ مشرافت اور بزرگی علمائے امت محمدیہ کو عنایت فرمائی اور اس امت کے علماء ہادی
 امت اور مجدد شریعت قرار پائے۔

سلسلہ ہدایت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ جس ملک اور جس قوم میں ہادی
 ہوئے اُسی ملک اور قوم کے طرز میں انھوں نے ہدایت و اصلاح کی۔ مثلاً ہمارے ہادی برحق ملک عرب
 میں پیدا ہوئے جہاں کا طرز و رویہ اور مایہ خزن و ناز و نصاحت و بلاغت میں کمال پیدا کرنا تھا۔ اللہ
 تعالیٰ نے اُنکو اسی طرز میں سمجھایا اور ایسا فصیح کلام بھیجا جسے فصحاء عرب کو حیرت میں ڈال دیا اور
 ہر مومن مومن کا محمد رسول اللہ پکارنے لگا اور باور کرنے لگے یس ہذا من کلام البشر و حقیقت اونچی
 فہمائش کے لیے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہ تھا کہ اُنکے طرز میں اُنھیں سمجھایا جائے۔ ہاں وہ افعال و کمالات
 اور طرز و ناسند یہہ جنگو قانون الہی نے مردود اور لائق ملامت و تفریق قرار دیا ہوا اُنسے ہر ایک
 ہادی و مصلح ہمیشہ پتہ ہر ایک امت میں جو مجدد اور مصلح گذرے ہیں انکی مختلف حالتیں ہوتی
 ہیں بعض بہت عالی مرتبہ بعض اُنسے کم بعض کی اصلاح کسی خاص امر میں محدود رہی بعض نے
 عام اصلاح کی بعض نے باطن شریعت کی طرف توجہ کی بعض نے ظاہر کی طرف بعینہ ہی حال امت محمدیہ
 کا سمجھنا چاہیے۔ ہمیں بھی سلف کے اس وقت تک مختلف طور سے علماء کا ملین نے امت محمدیہ کی
 اصلاح اور تجدید دین کی یہودیہ وقت پُر آشوب نہایت نازک اور نئے طرز کا ہودنیا میں اکثر عظیم
 الشان کاموں کے لیے انجمنیں قائم ہیں جو اثر اور جو اعتبار انجمن کا ہودہ کسی ایک کا نہیں اگرچہ ہمیشہ

سے ہو مگر اس زمانے میں جمہوری کاموں کا بہت زور ہو بلکہ لائق توجہ اور اعتبار بھی کام سمجھنا تھا
ہو جسے کوئی جماعت کرتی ہو۔

پچھ برس کا عرصہ ہوا کہ سلسلہ ہجری میں ایک جماعت علما کی اُٹھی اور اُس نے مذکورہ علما کے
نام سے ایک مجلس قائم کی۔ اگرچہ ہندوستان میں بہت سی انجمنیں ہوئیں اور ہر ایک نے اصلاح کا
دعوے کیا مگر وہ علما کی مجلسیں نہیں تھیں ایسے وہ ہادی برحق علیہ السلام کے ارشاد کے
مصدق نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ مقتضائے حدیث مذکور اسکا مصداق کوئی عالم یا جماعت علما
ہو سکتی ہو ایسے اگر ہم اس جماعت سے اصلاح کی امید رکھیں اور حضرت سرور انبیاء کے متوالے
کا مصداق خیال کریں تو عجب نہیں (واللہ اعلم بالصواب)

اس جماعت کے مقاصد اسکا طرز عمل اس امر کو ثابت کرتا ہو کہ جس امر کی ضرورت اور
جس شے کے احیاء کی حاجت تھی وہی اسنے اختیار کیا ہو سب بڑا مقصد اسکا اشاعت علوم اسلامیہ
ہو۔ یہی غرض سے اُس نے ایک عظیم الشان مدرسے کا خاکہ تجویز کر کے مشہور کیا پھر سلسلہ ہجری
میں اُس مدرسے کی بنیاد ڈالی اور جن تین امروں کی ضرورت اسوقت تعلیم میں ہو انکا خیال اس
جماعت کو پورا پورا ہو۔ اول تعلیم کا اس طرح ہونا جس سے اہل علم اہل زمانہ کی نظردن میں تھیں نہوں
تعلیم میں اُن امور کا لحاظ رکھا جائے جو اسوقت کے لیے ضروری ہیں مثلاً طلباء تقریر اور
تحریر دونوں میں مہارت کا مل پیدا کریں۔ علم ادب اور تاریخ کی طرف خاص توجہ کی جائے۔ یہ
وہ دونوں علم ہیں جنکی ضرورت دینی کے علاوہ اہل زمانہ کو زیادہ توجہ ہو اور ان علوم کے ماہر کو
وہ زیادہ وقت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب تک علما کی وقعت عوام کی نظردن میں نہ ہوگی
کوئی دینی کام انجام نہیں پاسکتا بلکہ دین حقہ کا ثابت رہنا ہی مشکل ہو کیونکہ مذہب ٹھہرے ہوئے
علما سے الگ ہو کر جو جی میں آئے گا دین اسلام کو ٹھہرائیں گے اور بسبب بوقی کے علما کی طرف
توجہ نہ کریں گے ایسے علما کو ضرور ہو کہ جو علم حرام اور ممنوع شرعی نہوں اور اُنکے جاننے سے
وقت عوام کے دلوں میں ہو تو انھیں ضرور حاصل کریں اسکے علاوہ نہایت ہتہم بالشان

تحصیل علوم دینیہ انکا مقصد تہ تفسیر میں کمال پیدا کرنا اور خاص قرآن مجید سے واقفیت حاصل کرنے کے جو جو طرزِ الٰہی کے خیال میں ہیں اُس سے ہر ایک دیندار سمجھے گا کہ کقدر ضرورت کے کام انھوں نے اپنے ذمے لیے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کی طرف زیادہ توجہ کی جائے اور شروع سے طلباء کو انکی استعداد کے لحاظ سے نکلے ہر ہر حصے کو علیحدہ علیحدہ سمجھایا جائے۔ مثلاً صرف نحو۔ ادب۔ بلاغت علم الاحکام۔ علم التذکیر۔ علم کلام وغیرہ اپنے اپنے موقع پر تدریج سمجھائی جائیں اور وجوہ اعجاز و اسرار بلاغت اچھی طور پر ذہن نشین کر دیے جائیں تاکہ تفسیر میں اون کو مہارت تامہ حاصل ہو۔ پس کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کی طرف بہت کم توجہ اسوقت میں ہو گئی ہے اس جماعت کا یہ خیال بیشک بتحدید دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے آمین۔ اچھی طرح حدیث فقہ کی تحصیل کا اُنکو خیال ہو۔ فقہ کی مہارت حاصل کرنے کے لیے افضل اُنھوں نے ایک محکمہ اقامت قائم کیا ہے۔ گو سرائے کے ہونے سے وہ اب تک اُس مرتبے کو نہیں پہنچا ہے جو اُنکے خیال میں ہو۔ یہاں اُس تحریر کا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو مجلس انتظامیہ کی طرف سے تشریح مقاصد ندوۃ العلماء میں شائع ہوئی ہو ناظرین اُسے بغور دیکھیں اور ندوہ کی حقیقت کو ملاحظہ کریں اور پھر غافلین کے شور و غل کو حیرت کی نظر سے دیکھیں کہ جس مبارک مجلس کی یہ حقیقت ہو اُسکی مخالفت کا غل ہو رہا اور ادر غل چانے والے کون ہیں مسلمان اور کون مسلمان کوئی جاہل آوارہ۔ نہیں بلکہ وہ حضرات جو اپنے تئیں علم العظام بڑا حامی دین کہتے ہیں اور محب الرسول وغیرہ اپنا نام رکھتے ہیں۔

مقاصد ندوۃ العلماء

اگرچہ خدا کے فضل سے ندوۃ العلماء نے اسی تھوڑی سی مدت میں وہ شہرت حاصل کر لی کہ ہندوستان میں اس سرے سے اُس سرے تک بہت کم اشخاص اُسکے نام سے نا آشنا ہونگے بلکہ مصرع شام میں بھی اسکا غلطکہ بلند ہو چکا تھا ہم اسکے اغراض اور مقاصد اچھی طرح علوم و خواص کے ذہن نشین

ہوئے جسکی وجہ زیادہ تر یہ ہو کہ اب تک یہ اغراض و مقاصد یکجا اور اجمالی طور پر کسی مختصر تحریر کے ذریعے سے شائع نہیں کیے گئے۔ ندوے کی سالانہ رودادوں میں بے شبہ تفصیل کے ساتھ کیا بیان کیا گیا ہو لیکن روداد کی بڑی بڑی کتابیں شخص تک پہنچ نہیں سکیں اور جگہ پہنچیں انہیں سے ہتھون نئے تمام کتاب کے دیکھنے اور پڑھنے کی تکلیف نہیں اٹھائی اس لحاظ سے مناسب معلوم ہوا کہ ندوے کے تمام اغراض اور مقاصد کو مختصر طور پر یکجا لکھ دیا جائے تاکہ ہر شخص کو ایک اجمالی نظر میں اپنے واقفیت ہو جائے۔

(۱) سب سے بڑا مقصد اور بڑی غرض یہ ہو کہ اب تک علما کی جماعت میں ربط و اتحاد کا کوئی خاص سلسلہ نہ تھا۔ ہندوستان میں اس وقت خدا کے فضل سے بکثرت علما ہیں لیکن نہ انہیں باہم خط و کتابت ہے نہ کوئی تعارف کا سلسلہ ہونہ ایک کو دوسرے کے حال سے آگاہی ہو جو عالم جہان کوئی کام کر رہا ہو نہ اپنے خاص خیال کے موافق کر رہا ہو اور علما سے مشورہ اور تصویب نہیں ہو سکتا اس وجہ سے علما کے گروہ کو کوئی قوت حاصل نہیں جسکی بنا پر وہ قوم کے منہبِ اخلاق کا شیرازہ قائم رکھ سکتے ندوے کے ذریعے سے علما کی پراگندہ قوت یکجا ہو جائے گی سال میں ایک دفعہ یکجا ہونے سے باہمی اتحاد کے بڑھنے کا موقع ملے گا ایک دوسرے کے خیال سے مستفید ہو گا۔ بحث طلب اور میں ایک مفصل قرار پائے گا۔ اور جو کچھ کیا جائیگا اتفاق آرا سے کیا جائیگا۔

(۲) دوسرا بڑا مقصد یہ ہو کہ مسلمانوں کے باہمی جھگڑے اور نزاعیں دور کی جائیں۔ قریبی حیثیت سے مسلمانوں میں غفلت گردہ ہیں اور انہیں ہمیشہ سخت بدتمیزیاں بھگڑنے اور فسادات بڑھتے ہیں۔ ندوے کا یہ تو مقصد نہیں کہ ان تمام غفلت گردہوں کو ایک کر دے یا ان سے ایک بون مرکب بنائے اور کوئی اہل علم ایسا خیال نہیں کر سکتا جبکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہو: **وَتُؤَاذِرُوا اللَّهَ لِيُنَظِّرَ لَكُمْ أَمْرًا** **وَاحِدَةً** بلکہ ندوے کا یہ مقصد ہو کہ اختلاف بیودہ پیرائے میں نظر اہر کیا جائے جواب اور رد میں کتابیں لکھی جائیں تو اصل مسائل پر گفتگو یکجا ہے نہ تخریفات و تشبیہات و تمہین و طعن سے کام نہ لیا جائے۔

زبانی مناظرہ ہو تو سخت کلامی اور ہاتھ پائی تک نوبت نہ آئے۔

اسکے علاوہ جو امور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور جسے اصل اسلام کو قوت حاصل ہو سکتی ہو ان میں سب غفلت فرماتے نفسِ واحدہ بنجائیں۔ مثلاً اس وقت یورپ کے تمام ملک میں الحاد و زندقہ کا چرچا پھیل گیا ہو اسلئے یورپ والے مذہب کی بجائیں اور اسلام پر حملہ کرنے میں پوری قوت صرف کر رہے ہیں اسکے دور کرنے میں تمام غفلت گروہ متفق ہو جائیں اور مجموعی قوت سے اسکا استیصال کر دیں۔

(۳) قیصر مقصد یہ ہو کہ عربی تعلیم کا نصاب جواب تک جاری تھا اس میں موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے موافق ترمیم اور اصلاح کی جائے۔ یہ مسلم ہو کہ تیرہ سو برس سے آج تک ہر زمانے میں تعلیم کا نصاب بدلتا رہا اور اخیر نصاب وہ تھا جو حضرت ملا نظام الدین صاحب قدس سرہ نے تمام پچھلے نصابوں کو بد لکر قائم کیا۔ اس نصاب کو کم و بیش ڈیڑھ سو برس ہو چکے اب زمانے کے حالات بہت کچھ بدل گئے مثلاً ملاحدہ حال کے رد کے لیے نئے علم کلام کی ضرورت ہو۔ ادب اور عربیت کو زیادہ ترقی دینا ضرور ہو۔ قرآن مجید کے اعجاز و اسرار کی تعلیم پر توجہ زیادہ درکار ہو ان حالات کے لحاظ سے نصاب میں ترمیم کی ضرورت ہو۔ اور اسی ضرورت کی بنا پر مذہب ایک نیا نصاب مرتب کرنا چاہتا ہو جسکی اصل بنیاد ملا نظام الدین صاحب کا نصاب ہو گا اور ضرورت کے موافق بعض بعض کتابیں اضافہ اور بعض کم کی جائیں گی

(۴) جو تھا مقصد یہ ہو کہ علوم عربیہ اور دینیہ کو جو روز بروز تنزل ہوتا جا رہا ہو اسکی فتنہ کی جائے۔ اگرچہ آجکل عربی کے بہت سے چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور اُنہیں اس قدر فائدہ ضرور ہو کہ عربی کا نام نشان قائم ہو لیکن انکے ساتھ ایک ایسا مدرسہ اعظم بھی ضرور ہو جس میں نہایت اعلیٰ درجے کی تعلیم دی جائے اور جس سے ایسے طلباء پیدا ہوں جنکو ایک نہ ایک فن میں مجتہدانہ کمال ہو۔ اس مدرسے میں بخلاف اور مدرسوں کے ہر فن کی تعلیم کے لیے الگ الگ مدرس ہوں بلکہ ہر فن کا وہی شخص مدرس ہو جو اس فن میں تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہ رکھتا ہو اسکے ساتھ مدرسے میں بہت بڑا کتب خانہ ہو اور منتخب طلباء کو وظائف دیکر مجبور کیا جائے کہ فارغ التحصیل کے بعد

ایک خاص فن کو لیلین اور کم سے کم دو برس تک مدرسے ہی میں رہ کر اس خاص فن میں اعلیٰ درجے کا کمال حاصل کرین چونکہ اس قسم کا مدرسہ بہت بڑے مصارف چاہتا ہوا اور اس کا قائم کرنا کسی خاص عالم یا خاص شہر کے لوگوں کا کام نہیں اس لیے ندوے نے جسین سیکڑون علما شریک ہیں اس کام کو اپنے ذمہ لیا کہ تمام علما کی مجموعی قوت سے یہ بڑا کام انجام پائے (۵) **پانچوان مقصد** یہ ہو کہ ہندوستان اور ممالک غیر میں اسلام کی اشاعت کچھ اسکے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ جو مقامات ایسے ہیں کہ وہاں مسلمان موجود ہیں لیکن اسلام کے فرائض اور احکام حتیٰ کہ نماز روزے سے مطلق واقف نہیں وہاں ایسے واعظ بھیجے جائیں جو مسائل کی تلقین کریں اور دینداری۔ تہذیب۔ اخلاق معاشرت اور تمدن کے اعلیٰ رتبے پر پونچھانے کی کوشش کریں اور قرون اولے کے قدم بقدم چلنے کی ترغیب دیں۔ دوسرا یہ کہ قابل اور لائق لوگوں کو اس کام پر مقرر کیا جائے کہ دوسرے ممالک میں جا کر غیر قوموں کو وعظ اور تقریر کے ذریعے سے اسلام کی رغبت دلائیں اور ان میں اسلام کو پھیلانے میں محقق ہو چکا ہو کہ ہر ممالک میں جہان کے لوگ مذہب حق کی تلاش میں ہیں بلکہ اسلام کے غائبانہ مشتاق ہیں لیکن اسلام کا کوئی واعظ یا نقیب ان تک نہیں پہنچا کہ انکو اسلام کی حقیقت اور حقیقت سمجھاتا اس غرض کے لیے یہ قرار پایا ہو کہ جن ممالک میں واعظوں کا بھیجا جانا قرار پائے گا پہلے وہاں کی زبان واعظوں کو سکھائی جائے گی۔ واعظوں کو بھیجے اور ان کے ہر قسم کے مصارف کا ذمہ دار ندوہ ہو گا۔

(۶) **چھٹا مقصد** یہ ہو کہ عام لوگوں کو اکثر معاملات و عبادات کے متعلق علما سے فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت ہوتی ہو اور چونکہ انکو علما کے نام اور مقام سے اکثر واقفیت نہیں ہوتی اور نہ ہر عالم کو اس قدر وقت اور فرصت ہوتی ہو کہ وہ ہمیشہ فتوٰں کا جواب لکھ لکھ کر بھیجا کرے اس لیے حوام کو نہایت پریشانی ہوتی ہو اس بنا پر ندوہ یہ چاہتا ہو کہ فتوے کا ایک مستقل سلسلہ قائم کر دیا جائے اور عام لوگوں کو اس سے اطلاع دیدی جائے تاکہ جس کسی کو جہان کوئی ضروری مسئلہ

دریافت کرنا ہندوؤں کے دارالافت کی طرف رجوع کرے اس سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ کوئی شخص کسی اور عالم سے استفتا کرے بلکہ یہ غرض ہو کہ جن صاحب کو کسی عالم سے رابطہ ہو اور ضرورت پیش آئے وہ بیان سے دریافت کر لیں۔

ان مقاصد کے مفید اور ضروری ہونے سے تو غالباً کسی کو انکار نہ ہوگا لیکن چونکہ ایک مدت سے قوم میں بلند حوصلگی اور بلند خیالی مفقود ہو گئی ہو اس لیے بہت سے حضرات ان کاموں کو ناممکن الوجود سمجھتے ہیں لیکن دراصل یہ تمام کام تھوڑی سی ہمت اور توجہ کے محتاج ہیں ان لوگوں کے لیے جو خدا سے لایزال کے بندے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں کوئی کام دشوار نہیں صرف ہمت درکار ہو من توکل علی اللہ فحسبہ

میں نے جو ہندوستان کے مسلمانوں پر نظر ڈالی اور برسوں انکے حالات کا معائنہ کیا خوب تجربے کے بعد یہ امر بخوبی معلوم ہو گیا کہ جس قدر نزاع جھگڑے رزائل نفسانیت یعنی کینہ کبر غرور اینین ہو اور کمین ہوگا۔ اور یہ وہ اہم امور ہیں جنکے مٹنے کو خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ نزاعات کو ملاحظہ کیجئے کہ عوام و خواص میں کتنے رشتہ ہیں کہ جنھیں جھگڑوں کے طفیل سے دین و دنیا دونوں تباہ کر رہے ہیں۔ بھائی کو بھائی کا حق ندین گے اور روپیہ پیسہ جائداد لڑائی میں تباہ کر دیں گے۔ ایک مستحب یا سباح کے اصرار میں فرض ترک کروینگے۔ حرام کے مرتکب ہونگے اور اسے دینداری سمجھینگے۔ خدا و کبر کا میں کیا بیان کروں ناظرین خود ہی انصاف سے دیکھیں۔ عوام اور خواص میں ایک فرق البتہ ہو عوام بیہودہ عنوان سے اسے برتتے ہیں جس سے صاف طور سے ہر ایک انکی حالت کو جان جاتا ہو۔ اور خواص یعنی اہل علم اسے دین کے پرانے میں لا کر اپنے دل کا غبار نکال کر اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرتے ہیں جس سے عوام کو دھوکا ہوتا ہو۔ غرض کہ شریعت محمدیہ کا یہ عظیم رکن یعنی اخوت اسلامی بالکل مٹ گیا ہو اور اسکی جگہ وہ رزائل نفسانیت قلوب میں مرتکز ہو گئے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے۔

نذوۃ العلماء کی کارروائی سے انظرین شمس ہو کہ وہ اس رکن عظیم اسلام کو زندہ کرنا اور رزائل

مذکورہ کو مٹانا چاہتا ہو اس واسطے اُس نے ایک مقصد اپنا رفع نزاع باہمی قرار دیا ہو اور علی طور سے اُسے کر کے دکھانا بھی چاہتے ہیں مگر کام کرنا جلسے میں تمام اہل علم کو ایک جگہ اور بلاہست یا نہ بطرح بٹھانا۔ اُنہیں سے ایک کو صدر بنالینا۔ اُسی اُخوت اسلامی کا قائم کرنا اور کبر و حسد وغیرہ کا کھونا ہو۔ سبحان اللہ کیا اچھے مقاصد ہیں۔

جس طرح معمول رہا ہو کہ ہر ایک ہادی اور مُصلح کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی کھڑا ہوا ہو اور اُسکی اصلاح کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اُس نے اٹھانہیں رکھا ہو اسی طرح ایک گروہ قلیل اس عجت کے مقابلے میں کھڑا ہوا ہو۔

فقیر کا اکثر حصّہ عمر سیر و سیاحت میں گزرتا ہو جس کا مقصد صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہونہ وۃ العلماء جس کا غلغلہ شروع ہی سے تمام اقصائے ہندوستان و نیز دیگر بلاد میں بلند تھا یہ فقیر بھی اُس سے ناواقف نہیں تھا۔ عرصے سے میری تمنّا تھی کہ اس مبارک انجمن کے جلسے کو براہی العین مشاہدہ کروں مگر وہ کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ تین برس تک اس میں شرکت کی نوبت نہ آئی اتفاقاً بقرب سیاحت میرا گزیر پہلی بھیت میں ہوا اور وعظ و میلاد کے جلسے ہونے لگے جس میں وہاں کے علماء و عوام شریک ہوتے تھے ایک روز میرے قدیمی دوست مولوی وصی احمد صاحب اور حکیم خلیل الرحمن صاحب نے تعلقات قدیم کی امید پر مجھے تحریک کی کہ اپنے وعظ میں ندوے کی مذمت بھی بیان کرو میں چونکہ پڑا کہ امین خیر باشد۔ یہ کیا حرکت ہو۔ میں تو سنتا ہوں کہ امین ہندوستان کے بڑے بڑے علماء و مشائخ شریک ہیں۔ اسپر وہ دونوں حضرات بے طرح برس پڑے اور ندوے کی بُرائیوں کا طومار باندھ دیا۔ بہت کچھ بحث مباحثہ رہا مگر چونکہ میں ندوے کے حالات سے مطلق واقف نہیں تھا اس لیے حق و ناحق نہ معلوم کر سکا اور حقیقت یہ ہو کہ اُس وقت ان لوگوں کے بیان نے ندوے سے بالکل متنفر کر دیا۔ اب کیا تھا میکہ میں جمع ہونے لگا کہ آئندہ جلسے میں ندوے پر دھاوا بول دو پس اب یہ مجمع خیر و برکت دنیا میں رہنے نہ پائے۔ اسکے بعد یہ دونوں حضرات مجھ کو بریلی لے گئے اور سرگروہ خالفین مولوی محمد رضا خان صاحب سے ملاقات کرائی ان کے مٹنے سے

رہی سہی صلاحیت بھی نصبت ہو گئی اور میری شدت اور بھی بڑھ گئی۔ رسالوں اور لیٹروں کا ایک انبار میرے سامنے لگا دیا گیا۔ اور اب میں پوری طیاری کے ساتھ جلسہ میرٹھ کی ٹکینی کیو اسٹے روانہ ہوا لیکن اللہ کو کچھ اچھا کرنا منظور تھا چونکہ میں لاعلمی اور فریب سے اس جال میں لایا گیا تھا اسلئے خدانے پناہ کا میں باوجود نیک نیتی کے غلطی میں پڑوں۔ اسکا سامان یوں ہوا کہ مکان سے چل کر میں نے ایک پڑاؤ دہلی میں کیا عزیز می مولوی حاجی ہدایت اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور سب سے پہلے زبان خلافت میں نے وہیں کھولی۔ پہلے انھوں نے خود ان خیالات سے روکنا چاہا اور آخر کو جناب مولانا عبد المجید صاحب مظلمہ سے اطلاع کی انھوں نے مجھے نہایت متانت سے نہایت اوصالی حالات سے اطلاع دینی شروع کی جس سے مجھ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید میں دھوکا دیا گیا ہوں اسلئے فقیر نے بھی وہیں آسن جا دیے اور اپنے تمام اعتراضات اور مخالفانہ خیالات کی گھڑی کھول دی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مجھے سخت حیرت ہوئی جبکہ میں نے دیکھا کہ جتنے واقعات مجھے بیان کئے گئے تھے سب غلط اور بے بنیاد تھے سیدھی سیدھی باتوں کے ساتھ خود تراشیدہ الزامات ضم کر کے عجیب عجیب دور از کار خیالات قائم کئے تھے حیرت یہ ہو کہ انھوں نے خود خدا سے بالکل آنکھ بند کر لی ہو کتنا ہی مجھاؤ جان بوجھ کر مخالفت پر اصرار ہو۔

اللہ ری تیری سنگدلی تو نے اپنا دل آہن بنا لیا ہو کہ تیرے بنا لیا

اُس وقت میرے خیالات کا عجیب عالم تھا گھسٹے مزدے کا خائف بن کر نکلتا تھا اور اب اسکا موافق بن کر جا رہا تھا۔ جب میں میرٹھ کے جلسے میں پہنچا تو میں نے عجیب عجیب بزرگ صورتیں دیکھیں اور جب صبح کو جلسے میں شریک ہوا تو دیکھا کہ نہایت پاکیزہ اور نورانی صورت کے علما و مشائخ ایک صدر مقام اور سب سے ممتاز جگہ پر رونق افروز تھے اور عام مسلمان نہایت محبت و اخلاص سے انکے گرد مجتمع اور انکی صورتوں کو کمال ذوق سے دیکھ رہے تھے۔ مجھ کو بھی یہ منظر ایسا بھلا معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر تک میں نحو حیرت اور عالم وجد میں رہا۔ میں تین روز تک برابر جلسے میں شریک ہوا اور چونکہ جلسے سے دو روز پہلے میرے دل میں مخالفت کے خیالات بہت جوش و خروش سے مجتمع تھے

ایلیے جب تک میں نے جلے کو آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا مجھے اطمینان نہیں حاصل ہوا۔ میں نے آخر جلسہ تک ہر بات کو نہایت غور سے دیکھا لیکن حق یہ ہو کہ میں نے کوئی امر خلافت شریعت نہیں پایا۔ ایمین شک نہیں کہ ندوۃ العلماء حق پر ہو اور اسکے مقاصد ایسے اعلیٰ عمدہ اور ضروری ہیں کہ کسی فہمیدہ حق پسند کو یہیں کلام نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک کوئی دانشمند اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ عالم اسباب میں اگر مسلمان اور ان کا اسلام بالخصوص ہندوستان میں قائم رہ سکتا ہو تو اسی عنوان و تدبیر سے جسے ندوۃ العلماء نے تجویز کیا ہو ورنہ باسباب ظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی جو گروہ ترقی اسلام اور مسلمانوں کی عزت صرف تعلیم انگریزی کی ترقی میں سمجھ رہا ہو وہ نادان دوست حقیقت دشمن اسلام ہو۔ یہ طرح جو گروہ باہمی نزاع کو دینداری اور اپنے آپ کو اشد اعلیٰ الکفار کا مصداق سمجھ رہا ہو وہ واقعی اسلام کا ٹھیکن اور دشمنان دین کا معاون و مددگار ہو۔ ایسے ایمان دار وہ ایسی سچی اور سچ بات ہو کہ ایمین ذرا بھی شک نہیں ہو جسے اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست دی ہو وہ اس کا کامل یقین کرتا ہو۔

مخالفین ندوہ کی حالت

اب میں مسلمان بھائیوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ مخالفین ندوہ نے محض اپنی کھنٹی اور نا عاقبت اندیشی سے عوام کے ہکانے کا بہت آسان طریقہ نکالا ہو اور وہ یہ کہ ندوۃ انگریزی ہو سرسید کے اقوال کئی پیروی کرتا ہو۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ جب فرقہ و ہابیہ کی ابتدا ہوئی اور لوگوں کو ان سے نفرت کمال درجہ پہنچی تو بہت سے نفس پرستوں کو صلحا اور تقوے شعا حضرات کے ایذا دینے کا موقع ملا جسے چاہا وہابی کے لقب سے مشہور کر کے اسے ایذا پہنچا دی اس پر یہ ہوا کہ بعض ثابت قدم مذہبی ایذا رسانی پر صبر کر کے بیٹھ رہے اور بعض نا فہم نکلے اصرار و رنگ کرنے سے واقعی وہابی ہو گئے لیکن نوبت میان تک پہنچی تھی کہ جسے منہیات شرعیہ اور بدعات سے اجتناب کیا اسے فساق و مبتدیان نے وہابی کہنا شروع کر دیا۔ سننا گیا کہ بعض اسلامی ریاستوں میں وہابیت بھی گویا ایک جرم تھا یہی بنا

ایک شخص مجرم ہو کر آیا یعنی یہ کہا گیا کہ یہ وہابی ہے حاکم کے اجلاس پر اُسے حاضر ہو کر اس الزام سے انکار کیا اور اپنی صفائی میں اُسے پیش کیا کہ میں وہابی نہیں ہوں فلان تاج کی مجلس میں فلان فلان کے روبرو میں موجود تھا اور فلان وقت سینہ ہی خانے میں گیا تھا حاکم نے ان شہادتوں کو مستحکم سے فوراً رد کیا اور کہا کہ واقعی تم وہابی نہیں ہو الغرض وہابیت کے الزام کی یہ حالت تھی اب اسی طرح ہجرت کے الزام کی حالت ہو کہ اگر کسی نے ترکی ٹوپی پہن لی تو نیچری ہو گیا۔ یا جو کوئی دنیا یا دین کے کام کو مستعدی اور اس نظم سے کرنے لگا جو اس وقت کے مناسب ہو اس پر انگلیاں اٹھنے لگیں کہ یہ نیچری ہو۔ ہمارے مخالفین کی بعض تحریکات سے معلوم ہوتا ہو کہ انکی عمر اکثر رضا اور نیا چہرہ کی فضلہ خواری میں گزری ہو انھیں کے مضامین دیکھتے رہے ہیں ایسے جب کسی کے قول کو دیکھا کہ سید احمد خان وغیرہ کے قول سے مل گیا پس جھٹ سے کہہ دیا کہ یہ سید کا اتباع ہو وہیں سے میضون لیا گیا ہو حالانکہ مدد کے خاص اراکین انکے اقوال کو لایعجاب خیال کر کے کبھی دیکھتے بھی نہیں کہ کیا کہا ہو مگر یہ ظاہر ہو کہ کوئی شخص کیسا ہی بد عقیدہ اور بُرا ہو مگر یہ ضرور نہیں کہ اُسکے تمام اقوال و افعال بُرے ہی ہوں کوئی قول درست اور کوئی فعل محمود نہ ہو بلکہ ہمیشہ سے چلا آیا ہو کہ نہایت برون کے بھی بعض اقوال صحیح ہوتے ہیں اگرچہ بعض ناواقفوں پر انکی صحت پوشیدہ رہی ہو۔ مخالفین مذہب کی نظر جو نیک سلف صالح اور متقدمین کے کلام پر نہیں ہو بلکہ انکی نظر متاخرین کے کلام تک محدود ہو اور وہ بھی زیادہ نہیں الزام وغیرہ کی غرض سے روافض و نیا چہرہ کے کلام کو دیکھتے رہے ہیں ایسے سلف صالح کے کلام کے برکات سے محروم رہے ہیں وہ نہیں جانتے کہ اُنھوں نے کیا کہا ہو اور اب چونکہ تمام عمر کی مشق سے جو امر ذہن میں مرکوز ہو گیا ہو اور روافض وغیرہ کے کلام کی شومی اثر کر چکی ہو اسلیباب سلف کے کلام کا اثر ان پر نہیں ہوتا بلکہ اُسے بھی کھینچ سمان کیلئے مدعا کے موافق بنانا چاہتے ہیں جن اقوال کو مخالفین سرسید کے اقوال بتاتے ہیں وہ بالکل سلف صالح اور ائمہ دین کے کلام سے ماخوذ ہیں انشاء اللہ ہم آئندہ دکھا دیں گے۔ ہاں تا

مکن ہو کہ کوئی کلام سرسید کا بھی متقدمین کے قول کے مطابق ہو اس سے اس کلام میں کوئی نقص نہیں ہو سکتا ناظرین حق میں میری اس بات کو خوب محفوظ رکھیں۔

غافلین کا برسرِ باطل ہونا

غافلین ندوۃ العلماء کا برسرِ باطل ہونا انکی تقدیر انکی تحریر کے طرزِ عمل سے اظہارِ نفس ہو کیسے برگزیدہ اور مہذب علما کی شان میں کس بے تہذیبی اور بزدلانی سے پیش آتے ہیں کہ لغو و بالہ مثلاً جناب مولانا محمد لطیف اللہ صاحب عم فیضیہ مفتی عدالت عالیہ حیدرآباد دکن کیے بالکل اور بافیض اور حلیم عالم بزرگ ہیں کہ سبحان اللہ سیکڑوں عالم انسے ہولے۔ انکے نفس کی روشنی ہندوستان کے وسیع ملک تک پھرنے پر ہی بلکہ عرب و ریشام اور بخارا تک اسکی گنجائش پھیل گئی۔ انکے شاگردوں اور شاگردان شاگردوں سے سیکڑوں عالم ہو گئے اور ہر پہلو پر غضب ہو کہ انکی نسبت واقعہ جاکھا دکھا گیا ہو۔ ہر ایک اہل تہذیب میں حضرت مولانا ممدوح اور جناب مولانا سید محمد علی صاحب ناطم ندوۃ العلماء کی شان میں کچھ نہ کچھ نا ملائم الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ پھر جت حضرت اپنے حلم و فضل کی وجہ سے سکوت کرتے ہیں اور بقیہ تصا سے اعراض عن الجاہلین کے اعراض کرتے ہیں تو کہیں شیطان احرص اور کہیں کچھ لکھا جاتا ہو۔ مگر ان ناشایستہ حرکات سے کیا ہو سکتا ہو۔ بجز مولانا روم کے ارشاد کے

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درو میانش اندر طعنہ پاکان زند

اس سب و دشنام وہی سے بجز اپنی پردہ درمی اور کیا متصور ہے بلکہ دیندار با خدا متقی۔ متشرع۔ اہل دل علما اور بالخصوص جناب ناطم کہ وہ سید حضرت غوث پاک کی اولاد میں ہیں انکے لیے اس سے بڑھکر اور کونسی نعت ہو سکتی ہو کہ صحابہ کرام اور اہلبیت عظام اور ائمہ دین پیروی اور تائید دین کی بدولت نادان دوست و حقیقت دشمنان دین کے ہاتھ اور زبان انکو انداز پونجی (۲) کسی وقت محض غلط واقعات لکھ کر اپنے مدعا کے تائید کیجاتی ہو اور مسلمانوں کو فریب دیکر اس

مبارک انجمن سے علیحدہ کیا جاتا ہو (۳) جن عبارتوں کے معنی بیان کر دیے گئے ہیں اور اعتراض کا جواب دیدیا گیا ہو پھر جب موقع ہوتا ہو اُسی عبارت پر وہی شبہ پیش کرتے ہیں کیا اہل حق کا یہ شیوہ ہو سکتا ہو؟ ہرگز نہیں (۴) رسائل مذوقہ اعلیٰ پر جو اعتراض کیے گئے ہیں انکے جواب میں سمجھانے کے لیے جو قرآن و حدیث اور بزرگوں کے کلام پیش کیے جاتے ہیں کہ اگر ایسے اعتراض کرو گے تو بزرگوں کے کلام پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اعتراض وارد ہوگا تو فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں کو ہم ملتے ہیں اسیلئے انکے کلام کی توجیہ کرتے ہیں۔ تم کیا مکمل مثل ہو جو سبحان اللہ کیا انصاف ہو۔ میں ان حضرات سے دریافت کرتا ہوں کہ قَطُّوا الْمُؤْمِنِينَ خِزْرًا اگلے مسلمانوں سے خاص تھا اس وقت کے مسلمانوں کو مومن نہیں کہتے خدا سے ڈر کر اس کا جواب دو اگر آپ بھی نہ سنیں تو آپ کو رجحان افراطین کا حوالہ کافی ہو حضرت ملا بابونی صفحہ ۷۷ میں اس بیان میں کہ عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا شرک نہیں ہو لکھتے ہیں: ”وظاہر کہ مومن عبادت رسول مراد نخواہد داشت و گمان بدر کردن بآنکے بعض الظن اثم وارد میفد ہم نیست“ اتنی کیسے جناب اب تو آپ کے جدا مجد کی سیاحت کہ رہے ہیں کہ صرف مومن ہونا حسن و اطمینان کا خواستگار ہو اُسکے بولے ہوئے الفاظ سے وہ معنی لینا چاہیے جو اُسکے ایمان کے خلاف نہ ہوں پھر اسکے برخلاف کیوں مسلمان علما کی عبارتوں کے معنی اسی ہو جاتے ہیں جو بُرے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر خلافت اسلام یا ان بزرگوں کا نہ ماننے والا اس قسم کا اعتراض کرے تو اس کا کیا جواب آپ دین گے۔ مگر آپ تو یہ کہیں گے کہ ہمتو گھر ہی میں ٹسکا رکھ لینا جانتے ہیں مخالفین اسلام مقابلے میں آنے کا سبق ہی نہیں پڑھتے افسوس یہ کہ یہاں نہ طاعت دین کا خیال رہتا ہی نہ وہ شہ یاد رہتی ہو کہ ساکت عن الحق شیطان اخرس ہوتا ہو کیا یہی اسلام کا دعویٰ ہو؟ استغفر اللہ۔

مشاہیر علماء و مصلحا کو بڑا کرنا

جب یہ دیکھا جاتا ہو کہ اس جماعت کے سرگروہ ہمیشہ کا ملین اور بافیض علما کے دشمن ہی ہو جن تو اس سے بھی ندوۃ العلماء کی حقانیت کا پتا ملتا ہو۔ ہندوستان میں علومِ ظاہری اور باطنی کا محشر چم

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کا خاندان
ہو انکی تفصیل اور تفسیق ہمیشہ انھوں نے کی ہو چنانچہ مولوی فضل رسول صاحب والد بزرگوار مولوی
عبد القادر صاحب بدایونی نے اپنی کتاب بوارق محمدیہ کے صفحہ ۲۶ سے لیکر ۳۲ تک شاہ ولی اللہ
صاحب کا ناصبی اور خارجی ہونا ثابت کیا ہوا اور یہ بھی لکھ دیا ہو کہ تحفہ اثنا عشریہ برائے روان
کفایت میکند اور انھیں حضرت نے حیدر آباد میں لیکھنوی لکھا تھا جن میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
کی نسبت لکھا ہوگا تاں فضل ایشان پابندی ایشان فضل رسول شکر چونکہ کتاب مذکورہ فتویٰ اس اطراف
میں خوب شہر نہیں ہوا اور اسوقت انھیں ضرورت اسلئے قول سابق سے اعراض
کر کے حضرت امام ربانی کا بار بار حوالہ دیتے ہیں۔

ہجو مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے بعد علم حدیث کا شیوع مولانا شاہ محمد اسحاق
علیہ الرحمہ سے ہوا اب اسوقت ہند میں جو علماء دیندار حدیث کے جاننے والے ہیں تقریباً کل
علمائے انھیں کے زور پاب ہیں خواہ بنفسلئے مستفید ہوں یا انکے سلسلے میں ہوں اور یہ تمام علماء
انکو بزرگ اور مقتدا مانتے ہیں الا میں مستند انکی ہجو میں مولانا عبد القادر صاحب کے والد بزرگوار
نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا انھیں مکہ و مدینہ وغیرہ سب ہی کچھ قرار دیا ہو چنانچہ رسالہ

احقاق الحق میں لکھتے ہیں: ”باب دوم در مکاید نجدیہ بیان مکائد کا احصار دو میں کیا ہو یکے مکائد
اسمعیلیہ دوم مکائد اسحاقیہ پھر کید اسمعیلیہ بیان کر کے لکھا ہو۔ چون امامت بہ مولوی حق رسید کا عجب
بنیاد تھا وہاں ایک مذکور مسئلہ بقول مسند بخود حرام نمود (لے ان قال) بدین جلد کم کردگان ارام
و وحشت خوردگان را اسیر و ام نموده عالم عالم ازنا و آفتان را در خاستان کشید و چون پردہ از عرائس
اکبار افکار برداشتہ صورتے بآن خباثت ظاہر گردید کہ ہر بینندہ بے اختیار لاجول و لا قوتہ آلا
بالند بر زبان می آرد و آن تصرف و نقل با نواع و اصناف گاہی یک فقرہ لازمیان عبارت معلوم

کردن کا ہے زیادت یک جملہ درمیان عبارت منقولہ از طرف خود گاہی اکتفا بر نقل قسے کے
 رد آن عقب آن موجود۔ گاہی بحوالہ ہر کتابے باوجود نبودن آن در کتاب۔ با جملہ انواع کارستانیا
 بکار رفته است اگر خوف خدا مانع نیامد و نصیحت دنیا ہم نہ رسید کہ فساق و فجار بلکہ کفار را ہم پس
 ذلت و ظور و ذلت در دنیا ازین جُرا بہا در امور دنیہ و دنیویہ مانع می آید انتہی مختصراً“ (ص ۱۳)
 غرض کہ مولوی فضل رسول صاحب اس مقام پر شاہ محمد اسحق علیہ الرحمہ کو فساق سے بھی بدتر
 ثابت کرتے ہیں اسکے پورا ایک مقام پر لکھتے ہیں ”بصرف کمی و بیشی و اتم تضلیل گسترانیدہ زیاد
 ازین بیدینی چہ خواہد بود“ اسکا حاصل یہ ہوا کہ مولانا اسحاق علیہ الرحمہ فضیل اور بے دین تھے اور
 سیف ابجار میں لکھا ہو کہ مولوی محمد اسحاق صاحب تحریف نفلی اور تحریف معنوی دو فن کے
 بادشاہ ہو گئے۔“ الحاصل ہندوستان میں جو اس وقت ہادی علم دین اور رہبر سنت سید اکبر ملین
 جمہو علمائے دیندار کے نزدیک ہیں وہ اس گروہ کے نزدیک مکار، گمراہ، کسبہ و لے۔ بیدین
 فساق و فجار سے بھی بدتر تھے خود بابتہ منہ آپ اسکے بعد لیجیجی دہلی کے فوارج میں مولوی محمد قاسم
 صاحب علیہ الرحمہ اور مولوی رشید احمد صاحب ملہ ہیں اور لکھنؤ میں مولوی عبدالحی صاحب مرحوم
 تھے ان حضرات سے بھی بہت کچھ فیض ہوا جسکے میان کی حاجت نہیں جس قدر فیض ہوا اس قدر انکی
 شہرت بھی ہوئی۔ یہ حضرات بھی اس فرقے کی زبان سے محفوظ رہے انکی تضلیل و تعوین بھی بڑے
 زور و شور سے ہوئی اور رہا یوں کے لام بندہ گئے اور رسالے بھی کیسے جنکے نام سے شایستگی
 ٹپکے ہی ہو مثلاً دو صد تا دیانہ برہود زمانہ اس میں مولانا رشید احمد صاحب پر وہ لے دے ہو
 کہ الغیۃ لید کوئی دقیقہ انکی ہوجا کہ اٹھائین رکھا مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم مرحوم
 اور جتنے علمائے دیوبند اور سہارنپور وغیرہ ہیں اور انکے تلامذہ انکے متفہمین ان سب کو چھتر
 کا فر سمجھتے ہیں۔ اب خیال کیجئے کہ ہندوستان میں کس قدر عظیم الشان گروہ جن میں علما صلحا کثرت سے

۱۷ اگرچہ بعض مسائل منسل امکان کذب و میلاد کشریف و فاسخ وغیرہ میں فقہائے خلافت ہو

ہن سب اسلام سے خارج ہو کر کفار میں ان کے نزدیک داخل ہو گئے (دو صد تا زیادہ اور سطوہ وغیرہ ملاحظہ ہو) اور ارغام الجاہل - تنبیہ الامشرایہ رسالے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کے مقابلے میں ہن جاہل اور اشرار سے مراد مولوی عبدالحی مرحوم اور ان کے شاگرد ہم مشرب ہن ان کے مضامین کی عمدگی اور تہذیب ان کے ناموں سے ظاہر ہو کچھ کہنے کی حاجت نہیں - شہوہ بافیض علما میں مولانا محمد لطیف اللہ صاحب غفرلہ بیچے ہوئے تھے اب وہ بھی انھیں بزرگوں کے سلسلے میں آگئے اور ان کے لیے بھی ایک سالہ خاص تیار ہو گیا جسکا نام واقعہ جاسکا گیا ہو اور ضنڈا دوسرے رسالوں اور اشتہاروں میں جو کچھ لے دے ہو خدا ہی اسکو سمجھے - ان حالات پر نظر کرنے سے پورا یقین ہو گیا کہ انھیں اہل کمال اور بافیض حضرات سے دشمنی ہو اور اسکا باعث صرف حسد ہو - چونکہ یہ حضرات نہ ان علما میں ہن جسکے علم و فضل کو اہل علم مانتے ہوں نہ انھوں نے تدریس و طرح کی جس سے شہرت اسلئے اہل کمال کی شہرت انھیں پسند نہیں - آتش حسد انکے قلوب میں اشتعال پیدا کرتی ہو اسلئے اہل کمال کے پیچھے چڑھ جاتے ہن اور عوام کے بہکانے کو ایک جھگڑا نکال لیتے ہن - اپنی شہرت کا یہ عمدہ ذریعہ خیال کیا ہو کہ مشاہیر علماء کو ہدف بنائیں اور دوسروں کے نام سے رسالے لکھیں اور اپنا تذکرہ ہی عظیم کر دیں اور اپنی نام پر مولانا اولانا اور بڑے بھاری بھاری لقب تحریر فرما کر اپنے نفس کو تین کر دیں - مگر میں نہایت سچائی اور انکی خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ ایسی بیہودہ اور پھر باتوں سے اہل کمال کی شان میں بیہودہ نہیں لگ سکتا اور نہ انکو ایسی شہرت سے کوئی نفع پہونچ سکتا ہو - آفتاب کے پھپھانے کو کوئی کتنی ہی گرد اڑائے مگر وہ کبھی گرد آلود نہیں ہو سکتا گرد اڑانے والا ہی خاک آلود ہوتا ہو -

اصل بات یہ ہو کہ اکثر طبیعتیں نزاع پسند ہوتی ہن اسلئے وہ جدال کو زیادہ پسند کرتی ہن اور علمائے صاحبین اس سے کنارہ کش رہتے ہن اتفاقہ کسی نے اپنے خیال میں ضرورت سمجھ کر متفقہ و متانت سے کچھ لکھ دیا یہ اور بات ہو - ان حضرات نے میدان خالی پاکر عوام کو آمادہ کیا اور دین کی محتاجی اسی جدال اور گالی گلوچ میں حصر کر دی اور آپ حامی دین اور عبادت پر تکرر سلسلے اور پلٹنیں جاری کرنا شروع کر دیں اور بیجا بجا پھرنے لگی - آمین انھیں اسقدر کامیابی تو ضرور ہوئی کہ ضدی اور بعض جھگڑا پسند

حضرات اٹھین مجدد عصر کھنے لگے اگر یہ جھگڑا وہ نہ اٹھاتے تو کون اٹھین جانتا اور مجدد عصر کھتا جہاں حضرت بریلوی سے مجدد اور جناب پٹنوی اور مولف اسعد سے قاضی اور حضرت بدایونی سے مفتی ہونگے وہاں کیوں نہ ایسی تحریریں اور باتیں ہونگی کہ اسلام کے لیے آج ہی روز فساد نظر آجائے۔

اب میں ایسے مناظرے کی حقیقت حال امام غزالی کے کلام سے لکھے دیتا ہوں کیونکہ وہ اس فن کے بھی امام ہیں امام مہر مج نے بہت تفصیل کے ساتھ احیاء العلوم میں ایسے جہال کی بُرائی کی ہے اور جس قدر ضروری ہوا ہے بھی لکھ دیا ہے میں اسکا مختصر اردو میں لکھتا ہوں جسکا دل چاہے اصل کتاب سے ملائے۔ فرماتے ہیں کہ مناظرہ صرف عوام غیر متعصب کے لیے مفید تھا اور جب برعکس کچھ بھی مناظرے سے واقع ہو جاتا ہے اور تعصب اسکا بڑھ جاتا ہے تو پھر عامی شخص کی اصلاح سے بھی ناامیدی ہو جاتی ہے کیونکہ تعصب عقائد و ذہن میں خوب جم جاتے

میں اور مبتدعین کا متعصب ہو جاتا ہے اور بڑے عقیدہ و ننگا ننگے دل میں جم جانا علماء رسول کے فضل کا نتیجہ ہو کہ وہ حق امر کے تعصب میں مبالغہ کرتے ہیں اور مخالفین کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھی مقابلے کو آمادہ ہوتے ہیں اور باطل امر کی مدد کے لیے اُسکے دلوں میں جوش ہو جاتا ہے اور جس امر کا الزام ان پر لگا یا گیا ہو اُس پر وہ مستحکم ہو جاتے ہیں

اگر حضرات علمائے اوجہ و غیر خواہی سے تنہائی میں اٹھین بھجاتے اور تعصب نکرتے اور حقارت کی نظر سے اٹھین نہ دیکھتے تو غالباً کامیاب ہوتے لیکن چونکہ علوم میں قدر و منزلت اُسی وقت ہوتی ہے کہ وہ خوب تعصب کرے اور مخالف کے ساتھ لعن و طعن اور گالی گلوچ سے پیش آئے (جیسا مخالفین مذکور کر رہے ہیں) اس لیے ایسے علماء تعصب کو اپنا حربہ اور اپنی طاقت کر لیتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ ہم دین کی حفاظت کرتے ہیں اور مسلمان کی طرف سے اُڑتے ہیں اور واقع میں اس فعل سے خلقت کی بربادی اور دلوں میں عتکاجا دینا ہے اور یہی جہد اور اکین مذکور کی نحوشی کی اور پھر امام فرماتے ہیں اور سلف کے خلاف جو جھگڑے اس پچھلے زمانے میں نکلے

اور جس قسم کی تحریریں اور تصنیفیں اور مناظرے ہوئے ہیں مسلمانوں تم اس کے گرد بھی بنانا اور طرح
 بچنا جیسے زہر قاتل سے بچتے ہیں کیونکہ یہ مرض لاعلاج ہو لیکن علماء جو اس فن کے قائل ہیں نہیں
 یہ کہتے سنا کہ جس شخص کو کوئی بات نہیں آتی وہ اُسکا دشمن ہو اگر تاہو (ایسے مسلمانوں) تم اس کہنے
 سے بدگمان نہ ہوتے تھے وہی علم خیر داری سے پالا پڑا ہے تم اسکی نصیحت کو قبول کر دیجئے ایک زمانے
 تک اپنی عمر کو ایمین ضائع کیا ہو اور لجاجت تحقیق اور تصنیف اور مناظرات کے اگلوں پر سبقت لگیا
 ہو مگر الحمد للہ خدا نے ہدایت کی اور اسکی برائیوں پر ہمیں مطلع کر دیا اسلئے اُسے چھوڑ کر اپنے نفس
 کی اصلاح میں مشغول ہوا آخر میں جو امام حجة الاسلام فرماتے ہیں کہ تم اسکی نصیحت کو مانو جسے
 ایک زمانے تک علم کلام میں اپنی عمر ضائع کی ہو بیان امام صاحب خود اپنی حالت کہ رہے ہیں
 یعنی فرماتے ہیں کہ میں نے اس فن میں عمر ضائع کی اور بہت کچھ کمال پیدا کیا مگر جب اللہ تعالیٰ
 نے اُسکے عیوب پر مجھے متنبہ کر دیا اسوقت میں نے اُسے چھوڑ دیا۔

تنبیہ یہاں سے امام صاحب کے اُس قول کا مطلب سمجھ لینا چاہیے جہاں علم کلام کو
 فرض کفایہ کہتے ہیں کہ اُسکی مقدار کیا ہو اور اسکا طریقہ کیا ہو۔ یہ طریقہ جو خالفین نے وہ برت رہے
 ہیں وہ امام مروج کی تصریح کے مطابق مطلقاً گمراہی ہو اور ہمیں سے اُس روایت کی شرح سمجھ لینا
 چاہیے جس میں بدعتی کے نسبت سختی اور تحقیر کرنا امام نے نقل کیا ہے۔ بیان خود امام سختی اور تحقیر کو
 اور زہری کو مبتدعین کے مقابلے میں مفید بتا رہے ہیں اس تنبیہ کو ناظرین خوب یاد رکھیں اب
 میں انہی حق سے بالجماعہ دست گار ہوں کہ ایک طرف امام مروج کے اس قول کو پیش نظر رکھیں
 اور دوسری طرف جدید اہل سنت کی تحریرات اور رسالجات اور یہودہ اشتہارات کو دیکھیں
 اور انصاف سے فرمائیں کہ انکی روش اصل حق کی ہو یا بقول امام مروج یہ گروہ خلقت کا تباہ کرنے
 والا ہو اور اسکی تحریریں اس قبیل کی ہیں جسکے نسبت امام حجة الاسلام فرماتے ہیں کہ تم اس کے گرد
 بنانا اور اُسے زہر قاتل جاننا۔ مقام غور یہ کہ امام مروج پانچویں صدی کی تصنیفوں کو سم قاتل کہہ سکتے
 ہیں پھر تیرہویں صدی کے بعد کی تحریروں کا کیا حال ہوگا۔ قاعہ بر وایا اولی الالبصار۔

مین نہایت سچائی سے کہتا ہوں کہ تمام باتوں سے قطع نظر کر کے صرف امام مودوح کا قول آپ
 روش کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کر دیتا ہوں اور صاف بتا دیتا ہوں کہ انکی یہ سب کارروائی اور
 انکا جوش و خروش صرف حب جاہ و نفسانیت کی وجہ سے ہو۔ پھر اسکے ساتھ ندوۃ العلماء
 کی روش پر نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ اس گروہ نے بہت کچھ اشتغال دیا اور نہایت بیوقوفانہ طریقہ
 سے جھوٹے الزامات بھی دیے مگر انھوں نے نہایت تحمل سے برداشت کیا اور طریقہ سلف کو
 ہاتھ سے نہ دیا اور امام مودوح کی نصیحت کے پابند رہے بہت شور و غیب کے بعد ایک مکتب نے
 اطلاع عوام کے لیے ایک رسالہ ارشاد الکلہ اور دوسرے بزرگ نے ایک رسالہ القول القائل
 لکھا تو کس تحقیق اور تہذیب سے کہ سبحان اللہ یہ لا جواب اور نادر رسالے دیکھ کر بھی شرم نہ آئی
 اور اُسکی تہذیب و تحقیق سے سبق نہ لیا اور پھر اُسکا جواب بھی لکھ ہی دیا اُسی بے تہذیبی اور بیہودہ
 گوئی سے۔

یہ امر اظہار من الشمس کرتا ہوں کہ ندوۃ العلماء طریقہ سلف پر چلنا اور لوگوں کو چلانا چاہتا ہوں وہ
 نفسانیت سے علیحدہ ہو ورنہ اُس میں ایسے ایسے مناظر ہیں کہ اگر وہ انکی طرح نفسانیت پر آجاتے تو ہنسنے
 بد آؤنی اور برائیوں کے ہوش پُران کر دیتے مگر انھوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اب بین نظر میں
 حق بین سے خواہستگار ہوں کہ وہ مخالفین کی تقریر و تحریر پر ملاحظہ کر کے فرمائیں کہ حسب ارشاد و
 تصریح امام مودوح یہ گروہ علمائے سو میں داخل ہو یا نہیں کوئی تامل اور کسی قسم کا شبہ ہو سکتا ہو۔
 امام حجۃ الاسلام کا یہ قول دیکھ کر میری ہمت اس رسالے کے تحریر میں لپٹ ہو گئی ورنہ غم
 تھا کہ اُنکے الزاموں کا افضل جواب دون اور خصوصاً اسعاد الجہا سے تو ایک ایک لفظ کی خبر ان
 اس تہذیب کے بعد میں معترضین کے اعتراضات کا خلاصہ لکھ کر اہل حق کے روبرو لکھ جاتا
 پیش کرتا ہوں میرا مقصد صرف مسئلہ کی تحقیق اور ان حضرات کی تسکین ہو جو ناواقفیت سے متروک
 ہیں یا حق کو ناحق اور باطل کو حق خیال کر چکے ہیں واللہ ولی التوفیق۔

مخالفین کے رسالے جو میں نے دیکھے اُن سے معلوم ہوتا ہوں کہ انھیں پہلے تو زیادہ تر نہ دے

کی روش اور اسکے افعال پر اعتراض تھا اور کہیں کہیں بعض عبارتوں پر شبہ کیا تھا جلب و کلام
وغیرہ میں نہایت عمدہ اور سکا جواب دیا گیا تو انھوں نے دوسرا پہلو اختیار کیا اور انکے بعض
اقوال کا بطور خود مدعا محال کر غل جپا نا شروع کیا کہ نہ وہ یوں کہتا ہو حالانکہ وہ قول نہروے کا
ہرگز نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ مطلب نہیں سمجھے یا سمجھ کر محض نضائیت کے عام کے بھکانے
کو برا عنوان بیان کر رہے ہیں۔

اگرچہ پہلے اعتراض کا جواب رسالہ مذکور میں مفصل مذکور ہو مگر میں ناظرین کے غلط
کے لیے کچھ اُسیں سے اور کچھ اکابر کے قول زیادہ کر کے بیان کرتا ہوں اور کہیں کہیں انکے
جواب کی بھی تلمیح کھلوں گا پہلے اعتراض کا محصل یہ ہو کہ اس مجلس میں وہابی پیغمبری شیعہ - فساد
فجارسب شریک ہیں اور ہر ایک گروہ کے علما کو علماء دین کے ہر شخص کو جس جگہ پر بٹھایا
جاتا ہو جس سے انکی توقیر ہوتی ہو اور بعض وقت دوسرے گروہ کے ذی علم سے بیان کرایا
جاتا ہو اس صورت میں کسی منظور شرعی لازم آتے ہیں (۱) یہ کہ بمقتضائے آئینہ کریمہ ولا تکرہوا
الے الذین ظلموا کے فساد و بدعقیدہ لوگوں سے اجتناب چاہیے بیان ان سے
خلا ملا ہوتا ہو (۲) فساد و مبتدعین کی توقیر ہوتی ہو اور اسکی مانعت صراحۃً حدیث میں آئی
وہ حدیث یہ ہو جن وقر صاحب بدعتہ فقتلہا علی ہم الاسلام یعنی جسے بدعتی کی تعظیم
کی اُس نے اسلام کے مٹا دینے میں مدد دی (۳) جب دینی مجلس میں مبتدعین بیان کریں گے
تو دوزخ را بیان لازم آئیگی ایک یہ کہ اگر انھوں نے کوئی امر خلاف اہلسنت بیان کیا تو دوحال
سے خالی نہیں یا تو دوسرے ساکت رہیں گے یا کچھ کہیں گے اگر خاموش رہیں تو اس غلط اور ظالم
عقیدے کی منہج عام میں تقریر تسلیم ہو گئی اور اگر اس کلام کا رد کیا جائے تو مجلس میں برہمی پیدا
ہوگی جسکی وجہ سے خلافت و اب مجلس اور بے تہذیبی کا الزام اہل علم پر آئے گا غرض کہ انکی شرکت
میں یہ منظور ہیں۔

جواب۔ ان تمام شبہات کا جواب کافی طور سے نہایت تہذیب و متانت سے ارشاد الکلام

اور القول الفاصل میں دیا گیا ہو۔ مگر جواب حق تو اہل حق کے واسطے کافی ہو سکتا ہو نہ نفس پتوں کے لیے جب قرآن مجید کے لیے یوں ارشاد ہو ہی للتحقین "اور بفضل بہ کثیر و بہدی بہ کثیر" تو انسان کے کلام کی کیا ہستی ہو لہذا میں بھی ایسے حضرات سے خطاب نہیں کرتا طالبین حق کہتا ہوں۔

ای حضرات! آپ غور کریں جو علما اس کام کو کر رہے ہیں وہ یہی ذی علم ہیں اور تفسیر حدیث فقہ سب پر انکی نظر ہے انکا علم انکا کردہ معترضین کے گروہ سے بہت زیادہ ہو اگرچہ معترضین نے بہت سے عوام کو جنہیں میزان تک نہیں آتی مولانا اولانا کالقب و دیگر نادانوں کے دکھانے کو اپنا گروہ بڑا کر کے دکھایا ہو مگر دراصل انکے ہمراہ کوئی ذی علم نہیں بہرہ و چار شخصوں کے جو نادان تھے یا کم فہمی سے انکے ہمراہ ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ جنہوں نے بنظر انصاف جلسہ کو دیکھا فوراً اپنی رائے سے رجوع کیا اور ندوۃ العلماء کے شیفتہ ہو گئے۔ کئی استفتے لکھ کر اسپر دستخط کرائے جاتے ہیں اور جو کوئی نہ کرے اُس سے اصرار ہوتا ہو اور پٹے جاتے ہیں استفتے کی حالت ظاہر ہو کہ جس طرح کا سوال کیا جائے گا ویسا ہی جواب ملے گا۔ پھر یہ کہ جب خود ہی اپنے مدعا کے موافق جواب لکھ دیا گیا تو اس وقت میں اتنا علم کمان کہ فوراً دیکھتے ہی اوس جواب کے تقاضا خیال میں آتین اسلئے سرسری نظر میں وہ جواب اچھا معلوم ہوتا ہو لہذا اسپر دستخط کر دیے جاتے ہیں بعض اپنی تحریر میں شرائط و قیود لگا کر دستخط کرتے ہیں مگر دیکھنے والے کی نظر ان قیود پر کب پڑتی ہو بظاہر یہ کہنے کو ہوتا ہو کہ اتنے لوگوں کے دستخط ہیں غرض کہ عجب سامان تفصیل اور دام تر ویر پھیلا رکھا ہے یہ بھی دکھایا جاتا ہو کہ بعض علما جو پہلے شریک ندوہ تھے اب علیحدہ ہو گئے۔ اوسکی حقیقت یہ ہو کہ ان حضرات نے اس قدر غل مچایا اور شرکائی ندوہ پر جو چاہا شروع کر دی تو بعض گوشہ نشین حضرات نے جھگڑے میں پڑنا پسند نہیں کیا اور سمجھے کہ ہم خواہ مخواہ گالیان سنیں اسلئے علیحدہ ہو گئے کسی برائی سے انکو علیحدگی نہیں ہو۔ البتہ شاہ امین احمد صاحب چونکہ نہایت سیدھے اور بھولے بھالے بزرگ ہیں وہ بعض اپنے مریدین کے کمال فہاش سے خلاف ہو گئے مگر اللہ سے امید ہو کہ انھیں کے

خاندان سے ندوے کو مدد پہنچنے کی اور کبھی وہ بھی اپنے متعصب مرید کی غلط بیانیوں کو ٹھیکے
خداوند کی عمر دراز کرے۔ اب اصل امر کی طرف رجوع کیجئے۔

چونکہ اس تحریر کے دیکھنے والے دو قسم کے حضرات ہونگے ایسے میں جواب الزامی اور
تحقیقی دونوں دیتا ہوں۔

بریلی کے جلسے کے قبل یعنی جب تک مولوی احمد رضا خاں صاحب
جواب الزامی اور مولوی عبدالقادر صاحب نے علم مخالفت بلند نہیں فرمایا تھا یہ

حضرات خود ایسے جلسوں کے شریک بلکہ صدر انجمن رہے ہیں جنہیں شیعہ وہابی وغیرہ شریک تھے
بلکہ یہ حضرات خود انہیں شریک کرتے تھے میں نے بریلی کے ایک معزز جوان کی تحریر دیکھی ہو
جسکی عبارت مجھے نقل کرتا ہوں ”ہم نے بہت تھوڑا زمانہ ہوا جب تک مولوی حسن رضا خاں صاحب

کو (جسکے نام سے رسالہ سوالات حق نامہ برائے ندوۃ العلماء) میر صادق حسین صاحب شیعہ کے
یہاں شطرنج کھیلتے اور حکیم امداد حسین صاحب سے ملتے اور ہر روز انکے مکان پر جاتے دیکھا

ہو کسی علاج کی غرض سے نہیں محض ملاقات کی غرض سے) اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب
کو مذہبی معاملے یعنی قربانی کے جھگڑے میں شیعہ صاحبان کے مکان پر جاتے اور اُن سے مدد لیتے

اور چنہ کرتے دیکھا ہو اور نواب عبدالعزیز خاں صاحب کے مکان پر اسی قربانی کے بارے میں جتا
مولوی صاحب نے ایک جلسہ کیا اور باوجودیکہ بہت سے اہل سنت موجود تھے مگر صرف ایک

شیعہ صاحب کے انتظار میں جبکہ نام شاید بندہ حسن صاحب ہو ایک گھنٹے تک جلسہ ملتوی بلکہ
اہل سنت کو تکلیف انتظار میں رکھا اور جب تک وہ شیعہ صاحب تشریف نہ لائے وعظ نہ فرمایا۔

اس مضمون کی کیفیت تفصیل بریلی کے اور معززین سے ہر طرح معلوم ہوئی کہ قربانی کی نزاع
میں مسلمانان بریلی نے ایک انجمن قائم کی اوسکے صدر مولوی احمد رضا خاں صاحب ہوئے انجمن

میں سنی شیعہ مقلد غیر مقلد وہابی سب شریک ہوئے اور مولوی صاحب اس انجمن کے شریک
اور اسکی مدد کے لیے مختلف مقامات پر وعظ فرماتے رہے جنہیں ایک مقام وہ بھی تھا جہاں شیعہ حضرات

شیخ کا ایک گھنٹے تک انتظار کیا گیا۔ اگرچہ انھوں نے چندہ بہت قلیل دیا کیونکہ وہ معمول نہ تھے مگر کسی مصلحت کی وجہ سے مولوی صاحب نے انتظار کیا تھا۔ ایک جلسہ اس مجلس کا مولوی صاحب کی اجازت سے شیعوں کے کالے امام باڑے میں ہوا تھا اگرچہ مولوی صاحب کسی عذر سے اس جلسے میں شریک نہیں ہو سکے اور مولوی محمد یعقوب علیخان صاحب انکی جگہ صدر کیے گئے۔ شیعوں نے صہ روپیہ چندہ دیا اور یہ روپیہ بشمول چندہ اہل سنت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے پاس جمع ہوا۔ سید رضا حسن صاحب شیعی مولوی صاحب کے مکان پر اکثر شریک مشورہ رہتے تھے اس مقدمے کے طے ہونے کے بعد محرم و راقم نومی کا مقدمہ پیش آیا اسوقت مولوی صاحب بریلی میں نہ تھے بعض تعزیر داروں نے کہا کہ جو روپیہ قربانی کے معاملے کا جمع ہوا اس میں خرچ کیا جانے لگا وہ فیحدہ مسلمانوں نے کہا کہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہو اور تعزیر داری مروجہ ممنوعات شریعہ میں سے ہو تو جو روپیہ شعائر اسلام کے قائم رکھنے کے لیے جمع کیا گیا ہو وہ ممنوع شرعی میں صرف نہ ہوتا چاہیے۔ مگر جب مولوی صاحب تشریف لائے جنکے پاس روپیہ جمع تھا تو انھوں نے کسی مصلحت سے اسے جائز کر کے مسلمان تعزیر داروں کی درخواست منظور کی اور آخر تک وہ روپیہ اس مقدمہ ثانیہ میں صرف ہوتا رہا۔ یہ امر پہلے سے قرار پا چکا تھا کہ جو کچھ روپیہ چندے کا باقی رہ جائے وہ چندہ دینے والوں کو حصہ رسد واپس دیا جائے بعد فراغ ان دونوں مقدموں کی تجدیداً چودہ سو روپیہ باقی رہے تھے چندہ دینے والوں نے بہت تقاضا کیا مگر اسوقت تک وہ روپیہ مولوی صاحب نے واپس نہیں دیا۔ یہ معاملے ایسے میں کہ بریلی میں اسکے شریک انے واقفیت رکھنے والے اب تک بہت لوگ موجود ہیں جس کا جی چاہے دریافت کر لے۔

اب ناظرین اور بالخصوص حضرت مولوی نقیب احمد خان صاحب بریلی کی دیانت کو ملاحظہ کریں اور لا تکرنا الی الذین ظلموا کے منی حضرت مودع سے دریافت کریں کیا یہ آیت پانچ چھ برس پہلے نہ تھی یا حضرت مودع کی نظر اسپر پڑی تھی۔ جو نہ دے سے پہلے تو انھوں نے روضہ غیر متعلقہ سے اختلاف کیا۔ انے مشورہ کرتے تھے۔ انے بدلیتے رہے مگر نہ دے کے دو سال کے

بعد سے انھیں آیت کی خبر ہوئی یا مولوی نظیر احمد خان صاحب نے انھیں خبردار کیا اور اگر یہ آیت پہلے سنانے کے علم میں تھی تو اس سے قبل روافض وغیرہ متقلدین سے کیوں میل تھا حضرت اس وجہ سے وہ جلسے انکے تھے اور انکے اختیار میں اس کے صدر وہ اسکا روپیہ انکے قبضے میں رہا بیان یہ کچھ نہیں ہو نہ وہ اعداد مل سکتا ہو کیونکہ بیان بہت بڑے بڑے علما موجود ہیں نہ روپیہ ہاتھ میں آ سکتا ہو ایسے وہ جلسہ برا اور اسکی شرکت گناہ۔

یہ امور جو میں نے بیان کیے خاص حضرت بریلوی صاحب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ حضرت بدایونی مولوی عبدالقادر صاحب اور انکے صاحبزادے وغیرہ سے بھی اس قسم کے اختلاط وغیرہ ثابت ہیں۔ حیدر آباد اور ممبئی کے ہزار ہا آدمی اُفت ہیں کہ سردار دلچنگ اور انکے بیٹے کس خیالات کے آدمی ہیں ممبئی میں آنکا عالی شان ہوٹل موجود ہے جو بن ٹرپ و سوس کے گوشت کی علانیہ خرید و فروخت ہوتی ہو اور وہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں مگر باوجود اسکے مولانا عبدالقادر صاحب بھی اور حیدر آباد میں مہینوں انکے مکان ہم نوالہ وہم پیالہ رہتے ہیں شاید انکے لیے مولانا ممدوح نے شراب اور سور کی خرید و فروخت اور اس سے نفع اٹھانا جائز کر دیا ہو کیونکہ انکے ہوٹل میں یہ سب کچھ ہوتا ہو علاوہ اسکے چند روز ہوئے یعنی ۱۱۔ صفر ۱۳۸۵ کو جامع مسجد بدایون میں میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی ایک مجلس قائم کی گئی تھی میان صاحب نے جسکے صرف سے یہ جلسہ ہوا اس جلسے کی اطلاع و شرکت کی خواہش اپنے اعزہ اور احباب کو بذریعہ تحریر کے دی تھی اُس میں یہ مضمون تھا کہ مجلس میلاد شریف اور گیارہویں شریف ۱۱۔ صفر کو جامع مسجد بدایون میں تقریب مسرت تولد فرزند ارجمند جناب صاحب گلکڑہا دیوگی آپ لوگ شریک جلسہ ہوں

حسب قرار داد ۱۱۔ صفر کو جلسہ ہوا پہلے مولوی عبدالقادر صاحب نے پھر انکے صاحبزادے عبدالمتقی صاحب نے پھر مولوی عبدالقیوم اور مولوی سورتی صاحب نے بیان کیا۔ تمام مجمع فرش پر تھا مگر تین کرسیاں بھی مسجد میں بھی تھیں۔ مولوی سورتی صاحب کا بیان ہو رہا تھا کہ مولوی میل احمد

صاحب خطیب جامع مسجد نے گھڑی میں وقت دیکھنا شروع کیا اتنے میں صاحب کلکتر بہادر کی مع دیگر صاحبان یوروپین کے تشریف آوری معلوم ہوئی اوسکے استقبال اور میٹوائی کے ایسے شیخ انتظام الدین صاحب اور ننھے میان صاحب اور خطیب صاحب تشریف لیگئے اور صاحب ہاؤس کو مہر کے قریب تک لاکر نہایت مسرت سے پھولوں کے ہار صاحبان مذکورین کے زیب گلکاری صاحبان مدوعین بیٹھے نین اپنے وہی معمولی بوٹ پہنے ہوئے مسجد کے گنبد وسطیٰ میں چند منٹ ٹل کر واپس ہوئے حضرات مذکورین نے مع دس پندرہ مسلمانوں کے بغرض تعظیم اونکی مشائعت کی اور شیرونی بھی اونسکے ہمراہ کی گئے اس جلسے میں ایک مدرسے کا بھی افتتاح کیا گیا۔

اب خالین ندوہ اور بالخصوص جناب مولانا نذیر احمد خان صاحب احمد آبادی فرامین کہ اس مبارک محل میں رکون الی انظر ہوا یا نین اور مسجد کی تعمیر ہوئی یا نین اور مسلمان و بالخصوص علما کو فرش پر بٹھا کر حکام کو بلند جگر پر بٹھانے کی تجویز کی گئی یا نین۔ ذرا انصاف سے فرمائیے گا کیا وہی عبدالقادر صاحب اور اونکی ذیت آیتہ لا ترونوا الی الذین ظلموا کے مخاطب نین ہیں بلکہ غریب مسلمان اہل ندوہ ہی اسکے مخاطب ہیں۔

اور ملاحظہ ہو اس وقت میرے دو بروہا و برادر مجلس تعمیر و مرمت جامع مسجد بدایون واقعہ ^{جسٹ} سنت ۱۳۰۰ ہجری رکھی ہو اس مجلس کے صدر حضرت بدایونی مولوی عبدالقادر صاحب ہیں اور اسکے مہتمم اونسکے صاحبزادے مولوی عبدالقادر صاحب ہیں۔ امین وہی کثرت اسے پر فیصلہ قرار پایا ہو ایا کین مجلس کی بڑی فرست ہو امین مولوی طفیل احمد صاحب۔ مولوی محمد مقبول رضا صاحب۔ مولوی قاسم علی صاحب۔ مولوی جعفر حسن صاحب شیعہ۔ مولوی ریحان ضا صاحب غیر مقلدین یا نین۔ اب مولوی عبدالقادر صاحب فرامین کہ اس مجلس کے رکن جتنی غیر مقلد شیعہ ہیں یا نین اسی جلسے میں بصدرت مولوی عبدالقادر صاحب چھٹا امر یہ طے ہوا کہ ایک ایک نفل روہداد کی خدمت میں حضور پرنور علیہ حضرت حامی دین متین فرزند ولند دولت بخششہ ظل سبحانی نواب محمد عالمی خان بہادر اور ایک خدمت میں مسٹر میولاک صاحب بہادر جج مشاہد پورا و مسٹر ولیم صاحب بہادر

جسٹریٹ ضلع بدایون بھیجی جائے مسٹر میولاک صاحب بہادر نے ذاتی امداد بھی اس مسجد کی فرائی ہوئے اب عین فرقہ اہلیہ فرمائیں کہ یہ رکون الے الذین ظلموا ہوا یا نہیں اور رو مدد ندودہ میں جو مسٹر سید محمود یا نواب محسن الملک بہادر کو اہل الرس لکھا گیا تھا تو اُسکے معنی قاضی صاحب مجتہد کے بتائے ہیں عین اہل ندوہ سید مدوح کو دینی مجتہد کہتے ہیں جس طرح امام غلام امام شافعی تھے اب ہم اگر حضور پر نور علی حضرت کے معنی فرشتہ یا پیغمبر کے لین تو کون امر مانع ہو یعنی یہ کہیں نواب صاحب بہادر والی رامپور دام ملکہ و زاد ہمتہ نے امول الخ کو فرقہ اہلیہ فرشتہ یا پیغمبر قرار دیتے ہیں۔ یہ کیفیت تو خان بریلوی اور شیخ بدایونی کی بیان کی گئی۔ اب تھوڑی سی حالت مولانا ذبیح خان صاحب کی بھی ملاحظہ کیجیے۔ ہمارے استاد بھی کچھ ان حضرات کے بہکانے میں آگئے ورنہ ہمیں خوب یاد ہو کہ حکیم محمد جان صاحب شیخی دہلوی سے چار پانچ برس تک طلب پڑھتے رہے اور کس اور بے تنظیم سے پیش آتے تھے مولانا کو خوب یاد ہو گا کہ حکیم صاحب کے آنے کے وقت میرا لانا تظیفاً سرود کھڑے ہو جانے تھے اور جب حکیم صاحب فاج کے عارضے میں بیمار ہوئے اُسوقت آپ نے کس دسوزی سے عرض کیا اُنکی تیمارداری کی اور پھر اسی پر بس نہیں ہو بلکہ اُنکے انتقال کے بعد اُنکے صاحبزادے شیعہ کو نہایت شفقت و محنت سے اُنکے گھر جا کر پڑھاتے تھے اور اُنسے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بھی رہتے تھے۔ فرمائیے کہ یہ مبتدعین سے اُستادی شاگردی اور اُنکی توقیر اُنسے یہ خلا و لا اور یہ شیر و شکر رہنا اور پھر اتفاقیہ نہیں برسوں تک یہی حال رہا اور مذہب کے مقابلے میں یہ زور و شور کہ مبتدعین سے مجالست مکالمات حرام وہ کون قرآن وحدیث اور اجماع تھا جس سے آپ کو اہل تشیع سے اس قدر شیر و شکر رہنا جائز تھا اور اب ندوے کے لیے مجالست تک حرام ہو۔ یہ حالت تو جناب کی رفاض کے ساتھ خفی نیا چہرہ کے ساتھ جو رسم خاکی رہی ہو وہ بھی مجھے کچھ یاد ہے۔ خانقاہ مظہرہ کے مسجد کے آپ امام تھے مین اُسوقت پڑھتا تھا کئی مرتبہ خدمت امامت میرے سپرد کر کے حاجی محمد امیل خان صاحب رئیس دتاؤلی کے پاس آپ تشریف لے گئے چونکہ وہ آپ کے خدمت گزار دوست ہیں مگر یہ اظہر من الشمس ہے کہ وہ سرسید

پیر خیر کے نفس نہ طفق تھے اور غالباً اب تک سلسلہ خط و کتابت اُسے آپ کا ہوا الغرض
تینوں حضرات کی حالت بیان کی گئی جو مخالفتِ مذہب کے بانی اور رسالہ بازیوں کے باعث
ہیں۔ یہ توین نے بستہ عین سے سیل جول کا ذکر کیا اور اگر فساد و فحاشی سے سیل جول بیان کیا
جائے تو اُس وقت پوری قلعی کھلے گی مگر ہم کسی کی پردہ دری یا چھی نہیں سمجھتے ورنہ یہ حضرات نہیں کہ
ملاحظہ کریں جنہیں اپنی مجلس کا مرئی قرار دیا ہو علمائے اہل سنت کا مرئی اور پھر سود خوار اور کیا کیا
کہوں اور پھر انھیں عالی جناب علی القاب کے معزز خطاب سے کھا جاتا ہو افسوس صد افسوس
پسے تین جو اس فتنے کے بانی ہوئے ہیں انکی پرورش کثرت سود ہی کے روپ سے ہوئی ہو انکے
والد اب تک سود خوار میں من مشہور ہیں وہ بھی اس مجلس اہل سنت کے بڑے حامی ہیں چنانچہ اپنے
ایک خط میں بدایونی قبلہ کو لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب قبلہ مظاہر اصالح اللہ عالم بشکرت اب
سود و ہوا میں مبتلا ہیں باوجود انواع گفت گو ہنوز صلاح پر نہ آئے ہیں کئی بار یہ نصیحت کے
جرم میں گھر سے نکال گیا ہوں اپنی حقیقت کیا لکھوں۔ انگریزی پڑھا ہوا ہوں۔ مگر انگریزی چھوڑنے
اور لندن جا کر کرٹان نہ بننے پر مجبور کیا ان سُن چکا ہوں انتہی۔ اگرچہ ان حضرات کو افسوس ہو
مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں افسوس ہو کیونکہ انکے مرشد و قبلہ مولانا عبد القادر کے معتقد اور انکی
جماعت کے سرپرست جو عالی جناب علی القاب لکھتے جلتے ہیں وہ بیکاس سود بھی لیتے ہیں
اور پتھر اور شراب کی بیج و شمل بھی انکے ہوٹل میں ہوتی ہو اگر مولانا نے یہ سب کچھ جائز نہیں کر دیا تو
بہی نہیں لکھتے لیجا کر انکے بیان تناو دل طعام کیوں فرماتے اور اُسے نذرین کیوں لیتے اور یہ بچا
حو اپنے آپ کو اہل حق سمجھتی ہو انکو ایسے محترم الفاظ سے کیوں یاد کرتی اور اپنا سرپرست اور
بزرگ کیوں بناتی۔ پٹنوی صاحب کو معلوم نہ تو بہی جا کر تحقیق کر لیں افسوس ہو کہ پٹنوی صاحب
کو باوجودیکہ خود اقرار ہے مگر سود کے روپیہ کو چھوڑنا اور گیسے نہ کھانا اور انہیں صرف دوسرے
خیالی تقویٰ کا سبق دینا آتا ہو۔

اب ناظرین ان کارروائیوں کو ملاحظہ کر کے اغراض کو ملاحظہ کریں کہ اس کا کافی جواب کیا

یا نہیں۔ اختلاط مبتدعین دکھا رہی موجود ہو کو ان اے الظلم بھی پوری طرح ہوا اور وہ بھی نیا
کے لیے ہو۔ فرمائیے اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان حضرات کا یہ فعل یہ شورائے اللہ کے واسطے نہیں
ہو وہی امر ہو جو ہم اور پر بیان کر آئے ہیں یعنی چونکہ بریلی کے جلسے کے صدر حضرت بریلوی
اور روپیہ بھی انہیں کے قبضے میں ہو گئے تھے انہیں یہ اختلاط وغیرہ سب درست ہوا اور اس طرح
بدایون کے جلنے کے صدر اور خزانچی جو کچھ کہتے حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ انہیں بھی وہ امور سب
جائز تھے مگر تو دے میں وہ امور جائز نہیں ہیں۔ اور اگر قاضی صاحب کی طرح یہاں بھی گریز
کی ٹھہرے گی اور یہ کہا جائے گا کہ حضرت بریلوی اور بدایونی نے یہ تو نہیں کہا کہ سب حق پر
ہیں سب سے خدا راضی ہو تو جناب پہلے صاف طور سے یہ کہنا چاہیے کہ فساد و مبتدعین اور
کفار سے میل جول جلسے میں اور کئی شرکت۔ کئی مشورت۔ کئی معاہدات امور دین میں درست
ہو یا نہیں پھر دوسرے امر کا فیصلہ ہم کر دین گے اور دکھا دیں گے کہ یہ سب آپ کا دھوکا
ہو اور کچھ نہیں۔

جواب تحقیقی اب طالبین حق متوجہ ہوں! میرے نزدیک امین کسی مصنف کو
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال پر نظر کرنا چاہیے پھر سلف صالح کے اقوال و
افعال پر کچھ اُسے ثابت ہوا سپر عمل کیا جائے مگر اول اس امر کی تصحیح ضرور ہو کہ آیا اس
جلسہ میں ب قسم کے لوگ شریک ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کس قسم کی شرکت ہو اور شریک کرنے
سے کیا مقصود ہو۔ میرے علم میں تو یہ مجلس خاص اہلسنت کی ہو جو اسکے خاص امکین ہیں وہ ب
اہل سنت ہیں اب اگر کوئی اقرار کر کے بہتان باندھے یا اہل سنت کے معنی ایسے اپنے ذہن میں
قرار دے جسکے مصداق وہ چار شخصوں کے سوا ہندوستان میں کوئی قرار نہ پاوے تو ہم آپ
لائق خطاب نہیں سمجھتے جو دنیا کے کڑوں مسلمانوں کو جہنم میں دھکیں کہ خدائے تعالیٰ کی وسعت کا
تن نہا یا دو چار شخصوں کو نیکر مالک بننا چاہتا ہو اسکے داغ کے خراب ہونے میں کیا شک ہے کہ

اُس ارحم الراحمین کی رحمت ایسی تنگ نہیں ہو جیسے یہ شخص کرنا چاہتا ہو۔ اس کا ارشاد ہو
 ”وسعت رحمتی کل شئی“ یہ گرد و چو اپنی جماعت کو اہل سنت لکھنے لگے ہیں پہلے وہ اہل سنت کو
 معنی تو بیان کریں اور ثابت کریں کہ سلف نے بھی یہی معنی بیان کیے ہیں اور یوں تو ہر ایک
 فرقہ زائید اپنے آپ کو عمدہ لقب سے لقب کر لیتا ہو معتزلی اپنے آپ کو صحابہ الحدیث و ائمہ
 کہتے ہیں پھر کیا وجہ ہو کہ انکے اہل سنت ہونے کو اس سے زیادہ خیال کیا جاوے۔ یہ کدینا کہ
 اہل سنت کے معنی مولانا بدایونی نے فلان کتاب میں لکھے ہیں کافی نہیں ہو۔ وہ کتاب ہیں بچے
 جب آپ نے جھوٹ بولنا بھی اس محل پر جائز سمجھ لیا ہو تو آپ کے اس کہنے کا کیا اعتبار ہو
 آسان بات تھی کہ اُس کتاب سے اہل سنت کی تعریف نقل کر دی ہوتی۔ چھ جڑ کا رسالہ لکھ دیا
 اور فضولیات سے اوراق سیاہ کیے مگر ضروری امر چھوڑ دیا صفحہ ۱۴ میں قاضی صاحب نے یہ
 بھی لکھ دیا ہو کہ کیا مولوی ابوالنعمان اور مولوی وجد الزمان اور مولوی شبلی اور مولوی آرومی
 وغیرہم از روئے تحفۃ اثنا عشریہ اور جناب شیخ محمد و صاحب کی تحقیقات کے اہل سنت میں
 داخل رہ سکتے ہیں؟ مگر یہ لکھتے انھیں شرم آئی کہ اہل سنت میں داخل ہونے کی وجہ کیا ہو
 حضرات مدد و حین کی کس تحقیق سے یہ لوگ خارج اہل سنت ہیں پھر ایسی محل تحریر کا کیا جواب
 دیا جائے بعض نے مولوی غلام حسنین کنٹوری کو شیعی اور مولوی شبلی صاحب نعمانی کو نہری
 بنا کر الزام دیا ہو اُن سے یہ کہو گھا کہ جب سے ہم نے دیکھا ہو انھیں کوئی شیعی نہیں پہچانے گا۔ مولوی غلام حسنین
 کبھی مگر کن انتظامی نہیں ہوئے۔ پھر دوسرے سال وہ بالکل ہی علیحدہ کر دیے گئے مولوی شبلی کا
 نہری ہونا وہ ثابت کر دین زبردستی بدگمانی اچھی نہیں کسی مقام پر بعض اور نوجوان بھی بتائے
 ہیں اور بڑی کوشش سے انھیں اہل سنت سے خارج کیا ہو مگر میں اذکی اس سچی لاجل اپنیس
 کرتا ہوں۔ اسی صاحب بہت سے لوگ ہر سال جلسے میں شریک ہوتے ہیں یا کسی شخص کے ذریعے
 سے چندہ بھیجتے ہیں ناظم صاحب اور دوسرے راکن خاص انھیں جانتے بھی نہیں کہ کون
 ہیں اور خواہ مخواہ اس تفتیش کی کیا ضرورت ہو نہ ایسی شرکت سے کوئی ہرج مصلح ہو پھر اگر طرح

کوئی مذہب والا شریک بھی ہوا تو اسپر یہ نسل چا نا جبر نفسانی غرض کے اور کسی طرح نہیں ہو سکتا
ہماری غرض یہ ہو کہ اس مجلس کے بانی اور کارکن سب اہل سنت ہیں البتہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ
اسوقت نازک میں مقلدین اور غیر مقلدین اور سننی و شیعہ کے جھگڑے جو نہایت غیر مذہب طریقہ سے
ہوتے ہوئے مخالفین اسلام کی خندہ زنی اور اسلام کی بجائینی کا باعث ہو رہے ہیں یہ نہ رہیں۔ فرق
اسلامیہ سے اس طرح برتاؤ رکھو جیسا ہمارے سلف صالح رکھتے تھے جو امور اسلامیہ باہم مشترک ان
انھیں ملکر کرو جن میں اختلاف ہو انہیں علیحدہ رہو۔ بین مقاصد نہ وہ اوپر تسل کر چکا ہوں اوس
یہ دعا ظاہر ہو۔ ذوالنصاف کرد تھو راعرصہ ہوا کہ لیکھ لام نے ہمارے ہادی برحق رسول مطلق علیہ الصلوٰۃ
واسلام کی نسبت زبان درازی کی مگر یکسی اہل سنت سے کچھ ہو سکا نہ کسی اہل تشیع سے سال پھر
کہ سب زیادہ ایک مردود عیسائی نے غضبٹھٹھایا ہی نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انھیں
مخالفین مدعوۃ المسلمانی فیصل المرسلین اور شیعی المذنبین جانتے ہیں اور آپ کے ازواج مطہرات کو جو
امہات المؤمنین ہیں ایسی مغفلات سنائی ہیں کہ الامان یعنی وہ کلمات کہے ہیں جو کسی نہایت نیریل
بازاری کو بھی کوئی مذہب نہیں لکھ سکتا اور اسپر طرہ یہ کیا ہو کہ اس کتاب کو چھاپ کر مسلمانوں میں
مفت تقسیم کیا ہوا اور حضرت بریلوی جو عالم اہل سنت بنے ہیں انکے پاس بھی پہنچا مگر ان اہل سنت
کان پر جون بھی نہ چلتی یہ انکا ایمان ہوا اور یہ انکا حمایت اسلام کا دعویٰ ہے ہوا فوس صدافوس اب
سیرے کہنے کی حاجت نہیں مخالفین کی حقانیت اور نفسانیت یا مانے اظہر من الشمس ہو مسلمانوں کے

اب قاضی صاحب کی وہ دن ترانی ملاحظہ ہو کہ جو اپنے رسالہ اتحاد اجملا میں کرتے ہیں شاگرد اب ان کلمات
کوئی مشرک کہ قرآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں استعمال کرے تو کسی مسلمان کے دل سے بہر ہو سکتا ہے
اور صاحب کسی مسلک ہو یا نہ ہو مگر آپ کے مولانا حضرت بریلوی اور مباہونی نے ان کلمات کے ہزار گونہ زائد
کتاب خانہ کلمات سے اور دیکھے گرد ہو بھی نہ مارا پھر انکے محافل میں بھی بین جنھوں نے رسالوں کی لینین قائم
کردی ہیں سب ہی ساکت وصاحب بیٹھے ہیں پھر کیا انکو قاضی صاحب مسلمان نہیں کہتے خود قاضی صاحب بھی
مسلمان ہیں پھر انھوں نے بھی کچھ کیا۔ کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔ پھر یہ لن ترانیان کیوں ہو رہی ہیں شرم شرم

روین تو تیس چالیس کرسالے لکھ کر چھاپ بیٹھے اور ممبر پر بیٹھ کر سید علی اکفار کا وعظ کیا جاتا ہو اور اپنے آپ کو اس صفت کا مصداق ٹھہرایا جاتا ہو مگر کفار کے مقابلے میں نہ زبان ملتی ہو نہ قلم چلتا ہو نہ قدم اٹھتا ہو نہ ایک دم صرف کیا جاتا ہو۔

حضرات ! اگر نہ وہ علماء کو خلاف دین دیکھ کر انہیں بوشس آیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی توہین پر تو انہیں اندھ دھند ہو جانا تھا اور اگر مسلمانوں کے گمراہ ہو جانے کا خیال تھا تو اس رسالے کو دیکھا ہوتا کہ کس قدر وہ تلبیس شیطانی ہوا اور کس قدر گمراہی کے اسباب جمع ہوتے جاتے ہیں کیونکہ سلطنت کی وجہ سے لوگوں کو انگریزی کی ضرورت ہو اور اسطوت ہر شخص کو رجحان ہو رہا ہو اب پور پور میں تو یہ نوبت پہنچ گئی ہو کہ مسلمانوں کو کچھ قرآن کا ایک پارہ بھی نہیں پڑھتے ہوش بسٹھاتے ہی انگریزی میں جٹا دیے جاتے ہیں پھر دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے حالات سے واقف ہونے کی کوئی سبیل ہی نہیں ہوتی پھر اگر انگریزی کی تعلیم اور ادھر دہریوں، مشرکوں وغیرہ بدلہ دینوں کی صحبت جسکی وجہ سے آزادی اور خود پندی اور جدت کے عادی ہو گئے ایسے نوجوانوں کے پیش نظر جب وہ رسالہ ہوگا جس میں اردو زبان میں حضرت سرور کائنات کے حالات لکھ کر نام کے لیے ہمارے ہی مذہب کی کتابوں کا حوالہ دیا ہو تو انکا کیا حال ہوگا۔ وہ کیونکر اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں ذرا آنکھ کھول کر ملاحظہ کیجیے کہ ایسے نوجوان مسلمانوں کی تعداد کس قدر بڑھتی جاتی ہو پھر ایسی کتاب سے اسلام کو کس قدر صدمہ پہنچنے کا خیال ہو سکتا ہو مگر ان مخالفین نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہ کی اور نہ دوسے کی رویداد میں اگر انہیں ایسا جملہ دکھا گیا ہو جسکے ظاہری معنی خلاف تحقیق انکے خیال میں ہیں وہ ان غل غل بیچ رہا ہو کہ یہ مضمون غلط ہو ایسے دیکھ کر عوام ہمکین گئے اسکی اصلاح ہونی چاہیے۔ ہم غیر خواہی کی غرض سے کہتے تو ہیں اہل اذہان و فہم فیصلہ کر لیں کہ غیر خواہی اور اصلاح طرح ہوتی ہو کہ لعن طعن سب و شتم کی بوجھا کر دیکھ جن علما کی بزرگی جو جنکس و کمال نام نہانے پر روشن ہو انکی تحقیر و ذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہیں رکھا۔ رویداد کو کون ایسے غور سے دیکھتا ہو کہ اسکے ہر جملے سے عقیدے کو اخذ کرے اور اگر

کوئی سمجھتا بھی تو کہہ سکتے کہ اسکا یہ مطلب ہو، ظاہری لفظوں پر خیال نہ کرو سلف سے لیکر اب تک
ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہو کہ جب کسی اہل علم نے دوسرے کے کلام میں کوئی نقص یا اجمال پایا اسکی
توجیہ و تفصیل کر دی۔ اسکو بھی جانے دو مگر اس بیگنے کو اور اُس بیگنے کو مقابلہ کرو جو اس کا فری کتا
سے ہو سکتا ہو اور آئندہ نسل کے لیے اسکا احتمال ہو۔ مگر خدا کے لیے غور و انصاف سے مقابلہ کرنا
اُسکے مضامین کفریہ کو دیکھنا پھر سلطنت کی وجہ سے قلوب کا انجذاب اسطرف مد نظر رکھنا اور
اسطرف روز بروز مسلمانوں کی حالت کا نار ہو جانا اور پھر چیل و آزادی کی ترقی روز بروز ہونا
ان سب امور کا خیال رکھنا اگر مقابلہ کرو گے تو ضرور لاکھ حصے بلکہ کروڑ حصے ہمیں زیادہ مشکلات
آپ کے خیال میں اوسے گی اور اگر آپ کا ایمان اُس توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غور
کی کسی نوعیت کو برابر کر دے تو بھی انصاف کیجیے کہ دوسرے کے مقابلے میں تو اسقدر خفاک اور اتنا اور
کفار دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں دم بھی نہ مارنا کسی مسلمان کا کام ہو جن حضرات
نے ایسے امور سے سمجھا کہ مخالفین مذہب کو عیسائی یا درویشوں سے کچھ ملی جھگت ہو، انکے گمان کی
بڑی تائید ہوئی ہو۔ یہ حضرات اپنے تئیں اہل سنت کہتے ہیں پھر کیا صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ
کا یہی طریقہ جاریہ برت رہے ہیں ذرا غور کرو اور اس مکر شیطانی سے بچو۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں
کہ ادا م مرتبہ یہ ہو کہ فرق اسلامیہ سے وہی برتاؤ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخالفین اسلام یا
منافقین یا ضعیف الایمانوں سے کرتے تھے اسلام میں تو وہ انصاف پسندی ہو کہ اُن سے شکر کہیں اور
بہذا اسوقت منافقین اور ضعیف الایمان اور مؤلفۃ القلوب سمجھاؤ کہ یہ مسلمانوں سے ہٹ چلے تھے جس طرح
اسوقت دوسرے فرق اسلامیہ بلکہ اس سے زیادہ میل تھا جس طرح اسوقت ایک فرق مسلمان مکر دوسرے کو
دینی ضرور سے سکنا ہی ہٹ چلے منافقین وغیرہ بھی دے سکتے تھے اسوقت کے کفار اور فرق اسلامیہ میں فرق
دکھا کر بدعتین کے فتنے کو زندہ کرنا نہایت کم فہمی یا بلذوقی ہو، انکے علاوہ جن بزرگوں نے بدعتین کے فتنے
کو کفار کے فتنے سے زیادہ کہا ہو وہ اسوقت کے لحاظ سے بہت صحیح ہو اسوقت میں انکی حالت مغلوبیت کی تھی مسلمان
بیکار نے کی قوت نہ تھی بلکہ چنان خیال بھی نہ تھا وہی حضرات اگر اسوقت ان مخالفوں کی ترمیم نہ کر دیکھتے اور اسلام کم

اہل کتاب میں علانیہ فرق کرو یا۔ چونکہ اہل کتاب خدا کی بعض کتابوں کو اور اُسکے اکثر رسولوں کو مانتے تھے ایسے اُنسے رشتہ کرنا اور اُنکی روٹی سے نکاح کرنا اور اُنکا ذبیحہ کھانا درست بتایا شرکین نے چونکہ کتاب آسمانی کو نہیں مانتا ایسے اُنسے یہ علاقہ جائز نہیں رکھا جس پاک مذہب نے کفار میں ایسا ظاہری فرق کر دیا اور صرف اسوجہ سے کہ وہ بھی بعض آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں اور ہم میں اور انہیں ایک بڑے جزو ایمان میں اشتراک ہو ایسا میل جول جائز کر دیا جو نہایت ارتباط اور باہمی محبت کا باعث ہو اگر کتاب ہو تو اب جو لوگ تمام کتب آسمانی اور سارے انبیاء کرام کو مانتے ہیں اور اہل قبلہ میں داخل ہیں اُنسے میل جول کرنا اور اپنی دینی مجلس میں شریک کرنا وہ مذہب منع کر دے گا۔ ہرگز نہیں۔ حاشا دکلا۔ جس شریعت الہی نے شرکین اور اہل کتاب میں ایسا فرق رکھا ہو وہ ضرور کفار اور اہل اسلام میں فرق کرے گا اور اہل کتاب سے زیادہ ارتباط اپنے چاہیگا۔ میں نے اپنی لیاقت کے بموجب اس مضمون کو لکھا تھا مگر حسن اتفاق سے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کی تحریر میری نظر سے گذری جو بالکل اسکے موافق آسکا مفضل یہی ہو البتہ جناب ممدوح نے اپنے تجربہ غنی کے بموجب اُسے عمدہ پیرایہ علمی سے بیان کیا ہو۔ چونکہ قاضی صاحب شاہ صاحب کے قول کو بہت مستند جاننا تھا میں ایسے میں اُسے نقل کرتا ہوں۔

تحفہ اثنا عشریہ کے باب دوازہم میں فرماتے ہیں مقدمہ و ہم فضیلت عام الربوبیون فضیلت خاص از نظر ساقط نباید کرد و مراعات حق آن فضیلت عام را از دست نباید داد۔ این مقدمہ ثابت است عطاء و نقل پس بدین ہیئت کہ انتقائی خاص مستلزم انتقائی عام غیث و شل انتفا و انسان و انتفا و حیوان پس عام منتفی نہ ثابت شد لعدم الواسطۃ بین النفعی و الاثبات و اما نقل پس اہل کتاب رک داخل اہل ملت اند و احکام بسیار ترجیح و ادہ اند بر غیر اہل کتاب شل اکل و بیحہ و نکاح زن ایشان برای ہمیں

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۳) میں نے اور سلمانوں کے گمراہ کر دینے کی جو فکر میں وہ کر رہے ہیں اور جو زانیلی ہوا بندی اور ضرورت میں لگی مدد کر ہی میں تو میں بھلت کہہ سکتا ہوں کہ وادعہم باندہی حضرت سیاحتہ اسوقت یہ کہتے کہ اب ان کفار کی حضرت جگر بکالاکہ حصہ نہ ہو اس سے بچنے کی فکر پہلے کرنا چاہیے جو اسکو نائنے اسکے دشمن اسلام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو۔

ہر چند فضیلت خاص یعنی ایمان محمدؐ وراثت ان مفقود دست لیکن ایمان مطلقاً بنیادارند و ان مقتضی امتیاز نشان ست از دیگر ایمان معنی ندارد۔ و عرب را در کفایت بر عجم ترجیح داده اند نظر بآنکه اولاد حضرت اسمعیل اند گو کفایت قریش مزافتہ باشند و قریش را بر سایر عرب ترجیح دادہ اند گو مثل بنی ہاشم شہید در گرفتن خمس و حرمت زکات و علی ہذا القیاس در شریعت این مقدمہ در جا ہا بسیار ملحوظ و منظور است اگر خوف اطالت نمی بود تفصیل جزئیات پر داخۃ میشد، ایہیں شبہ نہیں کہ جناب شاہ صاحب نے کسی جلی بُرہان بیان فرمائی ہے کہ سبحان اللہ اب مقام انصاف ہے کہ جب کفار اہل کتاب کو اس وجہ سے مشرکین پر ترجیح ہوئی کہ وہ دوسرے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے یہاں تک کہ ملے رشتہ کرنا اونکی لڑکی لینا جائز ہو تو مبتدعین جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مانے چکے ہیں اور قرآن پاک کو کتاب اللہ تسلیم کر چکے ہیں وہ کسی فسق یا بد عقیدگی کی وجہ سے کفار سے بھی بدتر ہو جائیں اور اونکی وہ فضیلت جو بسبب ایمان لانے تمام انبیاء اور کتاب اللہ کے انھیں حاصل ہو وہ برباد ہو جائے۔ حاشا وکلاً ان ہذا علم عظیم۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ جس آیت و حدیث سے مترضین نے یہ ثابت کرنا چاہا ہو کہ فرق زائف سے مطلقاً میل جول کرنا منع ہے اور کسی طرح اونکی توقیر جائز نہیں اونکے سنی کو وہ نہیں سمجھے اور غالباً تعصبات نفسانیت نے انکو سمجھنے نہیں دیا۔ اس آیت و حدیث کے معنی بھی ہم بیان کریں گے مگر اقل ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ چارے ہادی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کفار باضعیف الایمان کی کس قدر مراعات فرماتے تھے اور کس اعزاز سے انھیں لیتے تھے اور اونکے سچے اور کامل پیرو سلف صالح بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے تھے ذل الانصاف وغور سے دیکھنا چاہیو

اسحاق محمدی

عن عمرو بن العاص قال کان رسول اللہؐ شامل ترمذی بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

صلی اللہ علیہ وسلم قبل بوجہ حدیثہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ لیٹ
 علی اشر القوم یتالفہم بذلک قلب کی غرض سے بدترین لوگوں سے بھی پوری توجہ کا
 دکان قبل بوجہ و حدیثہ علی حتی باتین کیا کرتے تھے عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ میرے
 طنت انی خیر القوم الخ حال پر اسقدر توجہ فرماتے اور باتین کرتے کہ مجھے
 (نمائند ترمذی) گمان ہوا کہ میں سب سے بہتر ہوں (اسی خیال پر)

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اچھا ہوں یا ابو بکرؓ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ پھر عرض کیا میں (اچھا
 ہوں یا عمرؓ فرمایا کہ عمرؓ پھر عرض کیا میں اچھا ہوں یا عثمانؓ فرمایا کہ عثمانؓ

اس روایت میں کئی امر لائق لحاظ ہیں۔ (۱) حدیث کے الفاظ اور مضمون سے معلوم ہوتا ہے
 کہ عمرو بن العاص کچھ عرصے تک صحبت مبارک میں رہے ہیں اور بدو کی حاضری اور رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی توجہ کو بار بار دیکھا ہو۔ اگر وہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا تو یوں نہ کہتے کہ حضورؐ
 قوم کے ساتھ ایسا کیا کرتے تھے اور عمروؓ چاہتا معاملہ کہہ رہے ہیں کہ میرے ساتھ ایسی توجہ کی کہ
 میں مخصوص صحابہ پر اپنے آپ کو بہتر سمجھ گیا۔ یہ اسی وقت انسان کہہ سکتا ہے جب یہ حدیث کا
 اتفاق ہوا یہ دیکھنا چاہیے کہ عمرو بن العاص کبیلہ سہام لائے اور صحبت کا اتفاق کیونکر ہوا
 تاریخ کامل اور مواہب کے ظاہر ہو کہ سہمین عمرو بن جاشی بادشاہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مدینہ منورہؓ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض تالیف قلب ذات سلاسل کی لڑائی میں آپ کو افسر کر کے
 بھیجا یا جمادی الآخر سے شہ میں یہ لڑائی ہوئی تھی پھر اسی سال ماہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو فتح مکہ کی جنگ پیش آئی اور تمام صحابہ ہمراہ ہوئے۔ پھر شوال میں جنگ حنین کا سامان ہوا
 پھر جنگ ظلت کا عرض کہ آخر ذیقعدہ یا ذی الحجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لڑائیوں سے
 فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسی سال عمرو بن العاص صدقات لینے کے لیے عان پر
 عامل کر کے بھیج دیے گئے جیسا کہ کامل میں جواب جو کچھ تجرہ حضورؐ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق
 و برتاؤ کا عمرو بن العاص کو ہوا وہ اکثر فتح مکہ کے بعد ہوا ایسی صفحہ میں اور دو ماہ سالہ میں ان مشنوں

بفضلہ تعالیٰ اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا سنیہ میں جنگ تنہا ہوئی اور سورہ برات نازل ہوئی حاصل یہ کہ جس وقت زور شور سے جنگ ہو رہی تھی کفار و منافقین کا قطع و منع کیا جاتا تھا اسی وقت کا ذکر عمر و عیض کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا یہ حال تھا کہ بڑے لوگوں کو آپ اس نرمی سے پیش آتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس قسم کی نرمی اور اخلاق منسوخ نہیں ہوئے البتہ یہ ہوا کہ ابتداء اسلام میں بالکل نرمی اور درگزر ہی تھی اور آخر میں نرمی سختی دونوں کا برتاؤ ہوا موقع قتل جب ہوتا یا اُسکے لطافت ہوتے تو بھڑختی کے اور کیا ہونا چاہیے اور معاشرت اور آمد و رفت میں نرمی اور اخلاق کا برتاؤ ہوتا تھا **مصرعہ** ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے داد۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی نیک نیت اور عمدہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے جُور کے ساتھ اِطرح پیش آنا جس سے وہ رنجیدہ نہوں بلکہ خوش ہوں مدہشت فی الدین نہیں ہو بلکہ سنت ہو اسکو مدہشت اور منافقانہ برتاؤ کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو منافقانہ برتاؤ قرار دینا ہی نفوذ باللہ منہ

(۳) حدیث کے آخر جملہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام بعض وقت ایسی توجہ فرمایا کرتے تھے کہ نادانوں کو خلاف واقع امر کا گمان ہو جاتا تھا چنانچہ عمر و بن العاص کہتے ہیں حتی ظننت انی خیر القوم۔ یعنی حضرت سرور عالم کی توجہ اور عنایت میرے حال پر ایسی تھی کہ مجھے گمان ہوا کہ میں ابو بکر و عمر و عثمان سے بھی بہتر ہوں۔ بان جب تبصریح انھوں نے دریافت کیا اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی حالت بیان فرمائی۔ مگر ظاہری برتاؤ سے وہ خلاف سمجھے تھے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں اس توجہ اور عنایت سے
 یٰ اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ بَوَّاسْتُمْ تَبْلُکُمْ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اُنس یہ کہ اگر ناہوش
 تھا تا کہ برون کو اسلام کی طرف رغبت فرمادے ہو اگر جبر

فی الاسلام والضمیر لا شر لانه
 جمع فی المنی او للقوم لان التالیف
 عام لعم لکن فی الاشرا ازید ولا
 ینافیہ استوار صبحہ فی الاقبال
 علیہم علیہم سبق لان ذلک
 حیث لا ضرورۃ وہی تخصیص
 الاقبال بالاشرا لالتا کف ولانہ رہا
 یغفل عن کلامہ فیواجہ حفظا لہ عن غفلتہ
 واما الخیر فلا یفوتہ کلامہ بحرصہ علیہ
 ولان اہتمامہ بارشاد الاشرا اکثر اذ ہو
 الاصح فالتفقتہ علیہ ازیدون فواہیضا حفظ
 الخیر العجیب الزہو فیدان اتقار اشرا جزاء شرح شامل ترمذی
 یہ کہ بعض شخص کی ہدایت کا آپ کو زیادہ اہتمام تھا کیونکہ وہ حاجت مند زیادہ ہو اور چونکہ حاجت مند زیادہ
 ایسے آپس شرفقت بھی زیادہ ہونی چاہیے۔ سبحان اللہ آپ رحمۃ للعالمین بپیشان حرمت کا یہی مناسبت
 ہو جہاں میں یہ بھی فائدہ ہو کہ نیک لوگ تکبر سے محفوظ رہیں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
 کیسے شرف سے بچنا جائز ہو، یہی مضمون بلکہ اسی عبارت کے چند لفظوں کی کمی بیشی سے علامہ شیخ
 سلیمان الجمل نے شامل ترمذی کی شرح مواہب محمدیہ میں لکھا ہو۔ علامہ مناوی اور علامہ جمل کے کلام
 میں یہ امر لائق لحاظ ہو کہ برون کے ساتھ توجہ اور نرمی کرنے کے جو وجوہ بیان کیے ہیں وہ محط
 ابتداء اسلام میں تھے ویسے ہی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رہے اور اب تک ہیں ہادی
 اور صلح کی بے توجہی سے بدو کا بے توجہ ہو جانا اور انکا حاجت مند زیادہ ہونا جیسا پہلے تھا اب بھی ہو
 بلکہ نیکون کو تکبر سے بچانے کی اب حاجت زیادہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ انکے نزدیک یہ اخلاق

حضور کی توجہ اور تالیف عام تھی تمام حاضرین کے
 ساتھ مگر بدترین لوگوں سے زیادہ ہوتی تھی پہلے ہم
 بیان کر چکے ہیں کہ تمام صحابہ توجہ میں یکساں ہوا کرتے
 تھے۔ میان برون کے ساتھ زیادہ توجہ بیان کی گئی
 اس میں کچھ نئی بات نہیں ہو کیونکہ یکساں توجہ اس وقت
 ہوتی تھی جہاں ضرورت نہیں ہوتی تھی یہاں توجہ
 کی خصوصیت ہو برون کے ساتھ زیادہ توجہ کیونکہ
 کسی وجہ سے اول انکی تالیف منظور ہوتی تھی دوم
 یہ کہ آپ کی بات کو اچھی طرح سنیں اور انھیں غفلت
 اور بے توجہی نہ ہونے پائے اور چونکہ لوگ ہیں انھیں تو
 بذاتہ رغبت ہو وہ آپ کی باتیں سننے کے حریص ہیں انکی
 طرف زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ سوم

سنوچ نہیں ہیں اور یہی امر شرعۃ الاسلام وغیرہ کی عبارتوں سے صراحتاً ثابت ہوتا ہو انکی عبارت ارشاد الکلامین منقول ہو (صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۱ ملاحظہ ہو)

(۲) صحیحین وغیرہ میں جن سلاطین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ آنے دو۔ دیکھ کر فرمایا کہ اپنے خاندان میں برا شخص ہو جب وہ آیا تو حضورؐ نے اپنے قریب بٹھایا اور بہت کسادہ پیشانی سے آپ پیش آئے اور چہرہ مبارک سے خوشی کے آثار ظاہر فرمائے جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کیا وجہ ہو کہ آپ نے اس شخص کے دیکھتے ہی تو وہ الفاظ فرمائے تھے اور جب وہ آپ کے قریب آیا تو بناشت ظاہر فرمائی اور

عن عائشۃ ان رجلاً استاذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رآہ قال بس اخو العنصرۃ او بس بن العنصرۃ فلما جلس تعلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجہہ وابسط الیہ فلما انطلق الرجل قالت لہ عائشۃ یا رسول اللہ حین رأت الرجل قلت لہ کذا وکذا ثم تطلقت فی وجہہ و ابسطت الیہ الخ (بخاری)

خندہ پیشانی کے ساتھ آپ اوس سے پیش آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای عائشہ تو نے مجھے سخت کلام پہنچا دیا کہ میں نے یہاں شہر نہیں کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بدترین لوگوں میں وہ شخص جو جسکی بدگلائی کی وجہ سے لوگ اُسے چھوڑ دیں۔

پہلی روایت میں تو عام طور پر کلیتہً بیان تھا کہ آپ ہر ایک بُرے سے بُرے شخص سے بھی باخلاق پیش آتے تھے۔ اس حدیث میں اُسی کی ایک مثال مذکور ہو۔ اس روایت میں جو میں نے یہ لکھا ہو کہ حضورؐ نے اُسے اپنے قریب بٹھا لیا۔ یہ الفاظ حدیث میں نہیں ہیں مگر بلا علی قاری نے حدیث مذکور کی شرح میں مرقات میں لکھا ہوا ہے جلد قریباً من نفسه " اُسکا ترجمہ یہاں کیا گیا " امام بخاری نے روایت مذکور کو اپنی کتاب ادب مفرد میں اس طرح روایت کیا ہو کہ حضرت عائشہؓ لہا السلامۃ اظہار البناشتۃ والفرح فی وجہہ فلما رآہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے السلامۃ اجمع البناشتۃ

ان عاقلانہ قاتل استاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی بن العشرۃ
 فلما دخل ہشتر لہ وانبط الیہ فلما
 خرج الرسل استاذن آخر قال نعم
 ابن العشرۃ فلما دخل لم یسبط الیہ کما
 انبط لہ الآخر ولم یشہ الیہ کما شہ
 لہا حسنہ فلما انسج الح
 فراتی ہن کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پاس آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اپنے خاندان
 میں بڑا شخص ہو جب وہ حاضر ہوا تو آپ بنشاش ہوئے
 اور چہرہ مبارک سے خوشی کے آثار ظاہر فرمائے جب
 وہ چلا گیا تو دوسرے شخص نے آنے کی اجازت چاہی
 حضور نے فرمایا کہ اپنے خاندان میں اچھا شخص ہو جب
 وہ حاضر ہوا تو جسطح پہلے شخص کے روبرو حضور نے
 بنشاشت ظاہر فرمائی تھی اسکے روبرو نہیں فرمائی الخ

حدیث مذکور میں جس شخص کے حاضر ہونے کا ذکر ہے اس کا نام شارقین حدیث نے عیینہ بن
 حصن لکھا ہے یہ شخص اپنی قوم کا رئیس اور منافق یا ضعیف الایمان تھا اسکی حاضری کا وقت بتدیک
 اسلام نہیں ہو بلکہ قوت اسلام کے وقت پہ آیا ہو۔ کامل ابن اثیر میں ہے کہ سہ ہجری میں جنگ تبوک کے
 بعد جب طرات سے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے لگے اسوقت بنو تمیم
 بڑی جماعت آئی تھی اُسکے ہمراہ یہ بھی آیا ہو۔ النرض اس روایت میں حضور سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اخلاق کی جو حالت بیان ہوئی ہو وہ ابتداء اسلام کی نہیں ہو بلکہ غالباً سورہ برات
 کے نازل ہونے کے بعد کی ہو کیونکہ جنگ تبوک ماہ ربیعہ میں ہوئی ہو اور وفد اسکے بعد آئے
 گئے ہیں اور شوال ۹ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سورہ برات کی آیتیں لیکر کفار کے کُٹھارے
 کے لیے مکر معظیہ گئے ہیں۔

اس حدیث سے بعض مذکورہ امور کے علاوہ اور بھی کئی باتیں ثابت ہوئیں **اول** کسی
 مصلوب بدون کو بھی دینی مجلس میں غلامی اعداز کے ساتھ بٹھا مانست نبوی ہو کیونکہ غلام نبوی
 سب دینی ہی ہوتی تھیں اُسی میں وہ شخص بلا گیا پھر اُسے حضور نے اپنے قریب بٹھا یا اس سے زیادہ
 اور کیا اعداز ہو سکتا تھا اور پھر قریب بٹھا کر بنشاش اور خندہ پیشانی سے اُسکی طرف توجہ کرنا عزت پر

عزت دینا ہو دو مخلصوں سے زیادہ غیر مخلصوں سے اخلاق برتنا اور انھیں خوش کرنا بھی
 سنت نبوی ہو **سوم** یہ کہ بدون کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ فقط جائز ہی نہیں بلکہ اسکے خلاف کرنا
 گناہ ہو۔ ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
 (یعنی انما انت لہ القول لانی تو قلت) میں نے نرمی ایسے کی کہ جو کچھ میں نے اُسکے پیچھے کہا تھا
 نے حضور ہ ما قلت فی غیبتہ لترکنے وہی اُسکے روبرو کہتا تو وہ میری بد اخلاقی کی وجہ سے
 اتقاء فحشی فاکون اشہر الناس۔ میرے پاس آمد و رفت چھوڑ دیتا اور اس وجہ سے
 میں بدترین لوگوں سے ہو جاتا۔ (مرقات)

افسوس اُنکے فہم پر جو کسی کو بر عقیدہ خیال کر کے اُس سے ایسی سختی اور بد خوئی برتتے ہیں کہ اُسے
 اُنکے ساتھ کیا اُنکے بزرگوں سے نفرت ہو جاتی ہو اور بزرگوں کو برا کہلانے کے باعث ہوتے ہیں
 اللہ تعالیٰ کا کیا سچا مقولہ ہو۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الخ

علامہ ابن حجر مہذب الباری میں اس حدیث کی شرح میں خطابی سے ناقل ہیں ”جو کچھ رسول
 لما جعل علیہ من اکرم واعطیہ من حسن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم پر مجبور تھے اور حسن خلاق
 الخلق اظہر لہ البشاشۃ ولم یجسب اللہ کی طیر فہے دیا ہوا تھا ایسے آپ نے بشارت ظاہر
 بالکرم وہ یقینی بہ امتہ فی اتقائہ شر فرمائی اور بُرائی سے پیش نہیں آئے ایسے کہ ایسے عمل میں
 من ہذا سبیلہ وفی مداراتہ لیسلموا من شر سے بچنے کے لیے مسلمان اسکا اتباع کریں۔ اس سے
 نشرہ وغافلۃ۔ معلوم ہوا کہ بدون کے ساتھ یہ اخلاق کچھ حضور ہی کے

ساتھ خاص نہ تھا بلکہ اسکی پیروی امت کو بھی چاہیے ۱۱ ابن حجر کے اس کلام سے ثابت ہو گیا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار و منافقین سے نرمی کرنا منسوخ نہیں ہوا بلکہ اُسکی اقتداء امت کو چاہیو
 علامہ عبد الرؤف مناوی شامل ترمذی کی شرح میں حدیث مذکور کی شرح اس طرح کرتے ہیں
 والحاصل ان الاثم لقولہ بعد ما حاصل یہ ہو کہ بعد اس واقعی حال بیان کرنے کے ہر قدر
 قال انما ہو لیغیب اہلہ الی الاسلام نرمی کرنا اس عرض سے تھا کہ اُسکے گروہ کو اسلام کی طرف

فہو من السیاسة الدینیة ولس ہو
من قبیل ما ینظر الشخص خلافت اہلین
وہو لم یدر بعد ذلک حتی کیوں
مناقضا لقولہ الاول وانا بذل حسن
عشرہ وطلاقت وجہہ والرفق نے
مکالمۃ تطبیبا بخاطرہ و اتقا وشر
منعہ قومہ من الدخول فی الدین ولا
خلافت فی جواز ذلک بل حسنہ بل
ندبہ وانا المنوع المداہنت کما تقر
و قد کمل اللہ ہذا البنی فی کل شئ
فاعطاہ من ملکۃ التالیف ما لم یعطوا
وکان یتالفہم ببذل الاموال العظیمة
فضلا عن طلاقہ الوجب کل ذلک شفقۃ
علی الخلق و تکثیر الامتہ کیف لا
ہو بنی الرحمتہ۔

کھینچیں مہون سے اس قسم کا برتاؤ دینی سیاست میں خل
ہو۔ یہ نفاق کے قبیل سے نہیں ہو۔ رسول اللہ نے پہلے
تعریف نہیں کی کہ پہلے ارشاد کے خلاف ہوتا بلکہ اسکے
خوش کرنے کے لیے اور اس شر سے بچنے کے لیے کہ
وہ اپنی قوم کو دخول اسلام سے مانع ہو گا عمدہ برتاؤ
کیا اور بشارت ظاہر فرمائی اور بات چیت میں نرمی
کی اور اسکے جواز کیا اسکے مستحسن بلکہ مستحب ہونے میں
کیسکو کلام نہیں البتہ ماہنت ممنوع ہو اور اس قسم کا
برتاؤ ماہنت نہیں ہو بلکہ ایمن شہدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے اس رسول محترم کو ہر شے میں کمال دیا ہو لہذا تالیف
قلب میں بھی وہ ملکہ دیا ہو کہ آپ کے سوا کسی کو نہیں دیا یہی
وجہ تھی کہ بہت کچھ مال صرف کر کے تالیف قلب کیا کرتے
تھے اور طلاقات وجہ تو تھوڑی سی چیز ہو اور یہ تالیف
اور یہ نرمی کیوں تھی خلقت پر شفقت کے خیال سے اور
امت کے بڑھانے کے لیے اور یہ شفقت کیوں نہوتی کہ

(شرح شمائل) آپ بنی الرحمت ہیں۔

ان علامہ کے کلام سے کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں **اول** نرمی سے دل کھینچتے ہیں۔ بدون کے ساتھ

مخالفین احادیث مذکورہ در سطح کے اقوال کے جواب میں متزلزل ہیں کہیں کچھ لکھتے ہیں کہیں کچھ کہتے ہیں اور کئی
اقوال پریشان کو جمع کر کے جواب دیتا ہوں تاکہ طالب حق کو ان کے کسی قول سے دھوکا نہ ہو۔

لاحقین کہتے ہیں کہ یہ نرمی اول اسلام میں تھی پھر منسوخ ہو گئی (رسالہ النذیر للاحمد ملاحظہ ہو) اس کا جواب دو یا گیا
اور ظاہر ہو کہ شارحین حدیث صاف اقرار کے لیے فرما رہے ہیں اگر منسوخ ہوتی تو ضرور اسے لکھتے اقرار کیلئے

نزی کرنا چاہیے تاکہ انکے دل انکی طرف کھینچن اہل ندودہ ہی چاہتے ہیں وہ قوم بدرون کے خوش کرنے کے لیے اور انکے شر سے بچنے کے لیے اُنسے عمدہ برتاؤ کرنا خندہ پیشانی سے پیش آنا ننگی ارشاد فرماتے۔ علاوہ اسکے دوسری حدیث میں نزی کرنے کی وجہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہو اُس سے اظہر من الشمس ہو کہ یہ برتاؤ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اس نزی کے برتاؤ کو وہ غلط فہم سے منسوخ سمجھنا جاہالت ہو۔ یہ حکم کفار کے لیے ہو ضرورت قتال کے وقت معاشرت میں نہیں ہو تعمیل حکم قتال اور چیز ہو اور معاشرت اور شوہر اسکی تفصیل آئندہ متن میں آئے گی۔

(۲) کہیں لکھتے ہیں کہ نزی اور سختی دونوں اپنے اپنے مقام پر محبوب و مشرّف ہو (صفحہ ۱۷۱) اسپر ہم صداد کرتے ہیں اور تمام الیکن بھی ہی سمجھتے ہیں۔ مگر اب آپ دونوں کا موقع فرما دیجیے۔ اہل ندودہ نے تو نزی کے موقع کو قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر و اہل بیت کے احوال سے ثابت کر دیا اور یہ بھی دکھا دیا کہ ہم اُنھی محل اور موقع پر نزی کرتے ہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی مگر تم انکی تفصیل و تفصیل کر رہے ہو پھر تفصیل کہاں تک پہنچتی ہے ذرا سمجھو تو سہی اور سختی کا موقع بھی بیان کر دیا ایک موقع میں ابھی کہ چکا دوسرا موقع ارشاد الکلام میں بیان کیا گیا ہو۔ اب تم دونوں امر و نہی کا موقع بیان کرو اور اسطرح قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیان کو ثابت کرو۔

(۳) کہیں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال کرنا روافض کی تقلید ہو (صفحہ ۱۷۱) فاضل صاحب آتنا بھی نہیں جانتے کہ تقلید کیا چیز ہو پورے متاضی جی ہیں۔ اوی صاحب جس فعل کا آپ کے پیرو مشد منافقانہ برتاؤ فرماتے ہیں اور اہل ندودہ کو الزام دیتے ہیں اُسے ایک رکن ندودہ نے نہایت صحیح احادیث قولیہ اور فعلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کر دیا۔ اکابر دین سے اسکی شرح نقل کر دی پھر آپ اسے تقلید روافض کہتے ہیں۔ ذرا ہوش کی باتیں کیجیے اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کرنا آپ کے نزدیک تقلید روافض ہو خدا آپ کو ہدایت کرے اس سے زیادہ ہم کیا کہیں۔ یہاں ہوش مند کے الزام و جواب کا تو خیال بھی نہیں ہو ان احادیث کے ذکر کرنے کی وجہ تو اعتراض سے ظاہر ہو جو رسالے کے اول میں لکھا گیا ہو اور یہی اعتراض ہو جو مخالفین نے تمام رسالوں کا خلاصہ ہی بجز اقوال کا ذہ

کلام کرنا بالاتفاق جائز بلکہ مستحب ہو۔ ہم نے حدیث مذکور کا صاف و صریح مطلب بیان کیا اسکی
 شرح علامہ قادری اور علامہ ابن حجر اور علامہ عبدالرؤف مناوی کے اقوال سے کر دی اب اگر
 اور اقوال کے آپ کے پیر و مرشد کی تحریر سے صاف ظاہر ہو کہ وہ انقض وغیرہ کو اپنے قریب ٹھانا
 مخصوص جگہ پر انھیں جگہ دینا اونکی توقیر و تہجیل ہو اور ہمیں عوام کی تعلیل اور ہنسنت کی تذلیل ہو اور
 اسی فعل سے انھوں نے کل فرقوں سے ہر طرح سے محبت دلی رکھنا ثابت کر لی اور انھیں واجب التعلیم
 جانتا بھی سمجھ لیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ اگر انھار محبت دلی کا باوجود انقض کے کیا جائے تو از قسم نفاق ہو۔
 (فقیر عبدالقادر کا خط مطلوبہ عدوت پر شاہ مبنی کا صفحہ ۷ وہ ملاحظہ کیجئے) اسکے جواب میں کہا گیا کہ اس
 قسم کے افعال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و منافقین سے کیے ہیں کہ گو اگرچہ فرقہ ذوالمرین
 سے ہو مگر کفار و منافقین سے تو بدترین ہو سکتا پھر اگر اہل ندوہ نے انھیں خندہ پیشانی سے لیا
 اور انکے علما کو مخصوص جگہ پر ٹھایا تو کیا ظلم کیا اور جو کچھ کیا وہ محض بغض ورت دینی اور نیت خیر سے
 کیا جسکا ذکر ارشاد اکملہ کے آخر میں کیا گیا ہو اور یہ جو آپ کے مرشد باوجود بغض کے انھار محبت کو نفاق
 کہہ رہے ہیں اب وہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عینہ کو برا کہا انھار محبت کیا یا نہیں
 اگر انھار محبت کیا تو سرور بنیا علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو نفاق بتانا کس کا کام ہو کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہو ورنہ
 میں اگر جواب دو اور اگر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی مجلس متبرکہ میں اپنے قریب ٹھانا
 اور اس سے اس خندہ پیشانی سے کلام کرنا نفاق نہیں ہو اور نہ تعظیم کا فرقہ تو اہل ندوہ کے پاس سچا
 اور ممتاز جگہ پر کسی فرقے کے معظم کو جگہ دینے پر کیوں غل بچ رہا ہو اور عوام کو قریب دیا جاتا ہو۔ اور
 لطف یہ ہو کہ اس صاف صریح اشارہ کو بھی نہیں سمجھتے یا ابلہ فریبی کی غرض سے یہ کہتے ہیں کہ اس
 (یعنی حدیث مذکور سے) طائفہ مذویہ کا مطلب ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
 نے عینہ کی محبت و تعظیم کا حکم دیا ہو تا یا مومنہ پر نعم اخا العشیرہ ارشاد فرماتے تو البتہ مخالفت مصلحین وہ
 اور مفید نہ رہتے ہوتا (صفحہ ۱۳۹ اسعاد) ناظرین نے ملاحظہ کیا کہ کس صاف طور سے مخالفین کے دعوے کا
 ابطال ہو گیا یعنی ظاہر ہو گیا کہ بعقیدہ لوگوں کو اپنی مجلس میں ٹھانا ان سے خلق سے پیش آنا و انھیں

قاضی صاحب کو اس میں کچھ کلام ہو تو لکھیں کہ حدیث کے معنی جو بیان ہوئے اس میں انھیں کلام ہو؟
بزرگوں نے جو اس کی شرح کی ہو وہ غلط ہو؟ اور اگر غلط ہو تو کیا غلطی ہو؟ جو اس وقت کے مجاہدوں کو سمجھی

مخصوص جگہ پر بٹھا نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو اور یہی ندوہ کہتا ہوا در کرتا ہو مگر نہ
ناحق پرست اسپر بھی نہیں مانتے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نے محبت اور تنظیم کا حکم نہیں دیا۔ افسوس اگر آپ کو
علم دین سے بہرہ ہوتا تو ایسا نہ کہتے۔ قاضی صاحب شائع علیہ السلام کا صرف قول ہی دلیل نہیں بنا
بلکہ فعل بھی دلیل ہوتا ہو سنت فعلی بھی آپ نے اصول فقہ وغیرہ میں دیکھی ہو یا نہیں؟ خیر اب دیکھ لیجیے جب
سردار دین نے اُسے اپنے قریب بٹھا یا اور خندہ پیشانی سے اُس سے باتیں کیں پھر یہ اظہار محبت اور
تنظیم نہیں تو کیا ہو چنانچہ نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے فعل سے
ایسا ہی سمجھیں اُسکے الفاظ یہ ہیں۔ فرماتے اقبل علیہ بوجہ کیا کہ عندہ منزلہ افعال تنظیمی لمجانہ تنظیم کرنا
بظاہر شخص جسکی تنظیم کیجئے غفلت سے ہیں حضور علیہ السلام کا اُسے اپنی مجلس منبر کر میں اپنے قریب بٹھالنا اُسکے
بایر فقر اور تنظیم ہو قول مذکور میں قاضی صاحب کا یہ تو اقرار صریح ہو کہ اگر حضور علیہ السلام محبت تنظیم کا حکم دیتے تو عقلمند وہ
کے خلاف اور موافقین کے مفید ہوتا اور جب ہنوز محبت تنظیم بھی نہیں سے ثابت کر دی تو قاضی صاحب
کے اقرار سے ہمارا دعوئے ثابت ہو گیا۔ اور اگر صریح حکم ہی آپ چاہتے ہیں تو اسکی حدیثیں بھی ایشاد
میں نقل ہو چکی ہیں اور آئندہ میں بھی انکی نقل کر دیکھا یعنی ازوالناس منازلہم واکرمواکرم القوم خراج
انتوا کی تسلی ہوئی خدا کے لیے بیان تو اقرار حق کر دیجیے۔ خیر آپ اقرار کیوں کی شیکے یہ کام نوابل حق کا ہو مگر آتا
بہصرت خوب سمجھ گئیے کہ یہاں پر نہایت صفائی سے افراری شکست آپ کو ہوئی یا رہے۔

علامہ تورپشتی کی عبارت نا حق آپ نے نقل کر کے عبارت کو طول دیا۔ علامہ کی عبارت بالکل
ندوے کے موافق ہو مگر آپ نے سمجھیں تو اس سے مجبوری ہو۔ علامہ اس امر کو مانع چھ کہ کسی معنیہ یا فاسق
کے بُرے عقیدے اور فاسق میں زبان سے موافقت کے یہی یہ ظاہر کر کے کہ وہ بُرا عقیدہ یا فسق مجاہد پسند
ہوا و دل میں اسکے خلاف ہو۔ ندوہ ہرگز یہ نہیں کہتا جو کوئی اس قول کو ندوے کی طرف منسوب کرے
وہ کتاب ہو۔ الغرض ادا لکین ندوۃ العلماء احیای سنت نبوی کہتے ہیں مخالفین جو چاہیں سو کہیں اللہ

اور سلف کو نہ سوجھی تھی۔ اور اگر کوئی روایت اس حدیث کے معارض ہو تو اسکی تخریج کیجیے اور بتائیے کہ وہ روایت اس حدیث صحیح بخاری کا معارضہ کر سکتی ہو یا نہیں اور بغیر اسکے زبانزد ہی اور خفیہ نفس کی پیروی سے بچائے اور اہل سنت بنائے۔

(۴) جہاں کہیں مذکورہ میں کسی امر کا موقع نہ پایا اور جو کچھ انکے مشد کہ چکے ہیں اُسے صریحاً خلاف قرآن و حدیث پایا تو بجائے اقرار حق کے وہی تبیس و فریب ہی سے کام لیا چنانچہ فرماتے ہیں: ہر طرح کے میل جول کو داخل اعتراض فرما کر قطوئل لاطائل کی اس سے مذوے کو کیا فائدہ۔ مذوہ ٹو کہتا ہو کسی کلمہ گو سے بوجہ اختلاف مذہبی نبض رکھنا کسی کلمہ گو کو کا فر کہنا۔ کلمہ گو یاں کا رد کرنا دشمنی اسلام اور خلافت ایمان کا کلمہ گو کی امانت خدا رسول کی امانت ہو۔ اگر باہم محبت و تعظیم نہیں تو ایمان نہ ارد (ص ۱۷۱ سعاد)

ارشاد اکلامین اکثر مولوی بعد القادر دیاونی کے خط کا جواب ہو جس قسم کے امور پر انھوں نے اعتراض کیا ہو اُسکا جواب دیا گیا اور وہ جواب ایسا کافی ہو کہ آپ کو ماننا پڑے مگر چونکہ آپ کی نفسانیت صحیح اقرار نہیں کرنے دیتی اسلئے پہلے اعتراض سے پہلو بچا کر اہل مذوہ کے دوسرے اقوال سے اعتراض کرتے ہیں۔ انکا جواب بھی سنیں۔ چونکہ بعض اقوال مخالفین کے ایسے بھی تھے جسے مطلقاً میل جول کی بُرائی پائی جاتی ہو۔ صیاء کہ مولوی نذیر احمد خان نے اپنے رسالہ النذیر الاممین بہت مذوہ شور سے بیان کیا ہو اسلئے کہیں اُس سے بھی تعرض کیا گیا مگر زیادہ تر اُسی قسم کے میل جول کو ثابت کیا ہو جو اہل مذوہ کرتے ہیں یعنی جس طور سے جس نیت سے جس غرض سے وہ میل کرتے ہیں وہ مشروع ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے اوکی مشروعیت ثابت ہو چنانچہ اوپر بیان کیا گیا اب تمہارے اس قول سے معلوم ہوا کہ مذوے کے فعل پر تو تمہارا اعتراض نہیں رہا بلکہ اونکے اقوال پر ہے۔ اگر یہی مطلب ہو تو صاف کہو خط بحث کر کے عوام کو دھوکا نہ واسوقت ہم اُسکا بھی جواب دیتے ہیں مگر اہل حق کے ملاحظہ کے لیے اموزہ ذیل کا الزام قاضی صاحب نے مذوے پر لگا یا ہو (۱) کسی کلمہ گو سے بوجہ اختلاف مذہبی نبض رکھنا (۲) کسی کلمہ گو کو کافر کہنا (۳) کلمہ گو یوں کا رد کرنا دشمنی اسلام و کمال گراہی ہو اور خلاف ایمان ہو (۴) کسی فرقے والے کو فاسق کہنا بھی اندھیر ہے (۵) کلمہ گو کی امانت خدا و رسول کی امانت ہو (۶) باہم محبت و تعظیم نہیں تو ایمان نہ ارد

یہ امور جو مذکورہ بیان میں بیان ہو کسی تحریر یا تقریر کا حاملین دیکھ کر اب نہیں معلوم کہ یہ سب امور کس کے جگہ بیان ہوئے ہیں یا کئی جگہ اور انھیں الفاظ سے بیان ہو گیا قاضی صاحب نے اپنے ذہن سے غلطی کا مدعا تراشا اور الغرض جب تک یہ الفاظ مسلسل بعینہ نہ دکھائے جائیں ہم قضی علی حکم کوئی نہیں دے سکتے۔ مگر بقضای حدیث شریف "ظنوا المؤمنین خیر" کے یہ کہہ سکتے ہیں جب بقول قاضی صاحب منہا میں مذکورہ جماعت علماء کی نظر سے گذر کر شائع ہوئے ہیں اور غلط ہے کہ وہ جماعت قاضی صاحب کو کیا اور انکی رائے جماعت بھی طرح فضل ہو لہذا میں کہتا ہوں کہ کلمات مذکورہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جسکے صحیح معنی ہوں

پہلا جملہ کسی کلمہ گو سے بوجہ اختلاف مذہبی بغض رکھنا۔ یہ جلد تو بہت صاف معلوم ہوتا ہے تاہم بعضی کلمہ گو سے مراد مسلمان ہی مطلب یہ ہو کہ فقط اختلاف مذہب کی وجہ سے بغض رکھنا اسلام کے ساتھ دشمنی ہے کیونکہ اگر صرف اختلاف مذہب ہی بغض کا باعث ہو تو خفیہ کو شافعی سے بھی بغض رکھنا چاہیے کیونکہ اختلاف میں کوئی قید نہیں ہو اور اسکی گمراہی میں کیا شک ہو نہ وہ یہ نہیں کہتا کہ کیسے واقعی بد حقیقہ ہونے کی وجہ سے بغض رکھنا گمراہی ہو۔ دوسرا جملہ یہ کسی کلمہ گو کا فر کہنا۔ اس جملے میں بھی کوئی کفر نہیں ہو بلکہ وہی مقصود ہے جو تمام فقہاء اور سلف نے لکھا ہے کہ مسلمان کی تکفیر میں بے احتیاطی بچا ہیے۔ صفحہ ۳۳ ارشاد اکملہ میں آثار اور اکابر امت مرحومہ کے اقوال سے اثبات کیا ہے کہ مگر میں قاضی صاحب کے لیے ختم الشان کا حوالہ مناسب سمجھتا ہوں وہ ملاحظہ کریں کہ انکے پیر و مرشد کے قبلہ گاہ نہ کسی مفسون میں سے بیان کیا کہ اور بحر الرائق۔ فتاویٰ صغریٰ خلاصہ۔ تاتارخانیہ۔ وغیرہ شرح فقہ اکبر ملاحظہ فرمائیے قاری سے عدم تکفیر کو ثابت کر کے صفحہ ۴۱ میں لکھا ہے۔ ازینکہ نقل نمودیم ظاہر گردید کہ مذہب غیاثی جمہور فقہاء مجتہدین و متکلمین ائمہ مسلمین عدم تکفیرست و بہائست منصوص متون و تشریح و غرض و فتاویٰ و تکفیر کنندہ منسوب بہم فقہائست و فتا و عقیدت است انتہی ملاحظہ ہو کہ مرشد حضرت بلایونی نے کس زور سے عدم تکفیر اہل قبلہ کو مذہب غیاثی تکفیر

بخدا اس کتاب پر وہام البارق الحمدیہ لرحم الشیاطین الخدیہ ہی مؤلف کے حضرت بریلونی کے والد ماجد ہیں ۱۲

بزرگ کا قول نقل کر کے چلہ دین۔ انصاف و تحقیق مصنف ارشاد اکتلا سے لکھو کہ اُسے اقوال مختلفہ میں کس طرح تطبیق دی ہو۔ جو بعض قول مخالف اپنے لکھے ہیں اُنکا جواب ارشاد میں موجود ہو۔ مگر کتہہ کو فاسد العقیدہ قرار دیا ہو پھر کیا مخالفین زدہ مخالفت میں ایسے مدہوش ہو گئے کہ اپنے پر بزرگوار اور اپنے مرشد یا جدِ ماج کی تحقیق کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ دیکھو خباثت کے پیر و مرشد نے خلاصہ وغیرہ سے عدم کفر کی وجہ میں لکھا ہو ”تحسینا لفظن باہم۔ اسپہ نظر کر کے آپکو چاہیے کہ اہل زدہ کے کلام کے وہی منہ سمجھیں جو ہم نے بیان کیے ہیں اور اگر مسلمان کے کلام کا محل خیر نکالنے کی ضرورت اس سے زیادہ آپ چاہیں تو اُسکے لیے بھی میں موعود ہوں فتح المغیث میں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے۔

لا تظن بکلمۃ خرجت من فم رسولی شرّاً و انت
تجدلسانی الخیر مجلاً
جو کلمہ کسی مسلمان کے منہ سے نکلے تو اُس میں برائی کا گمان نہ کر جب تک تو محل خیر اُسکا پاتا ہو۔

اب کمان میں زعم الجملہ والے اور اسعاد الجملہ والے وغیرہ وغیرہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کو نہیں مانتے اور مسلمانوں کے کلام کا برا محل نکال کر نسلِ مجاہدہ میں باوجودیکہ اُنکے کلام کا محل خیر موجود ہو مگر محل خیر وہی نکالیں گے جنکی طبیعت میں خیر ہو جو حضرات شریفہ و شریفین میں انھیں محل خیر کب نظر آئے گا اور نظر آئے بھی تو اُنکا نفس کب اسکو پسند کرتا ہو کہ جسے بُرا لکھ چکے اُسے بہلا کہیں گو اُس میں ہزار بھلائی ہو بلکہ اُس بھلائی کو بھی بُرائی کر کے دکھائیں گے۔

الحاصل صحابہ کرام کے اقوال پر نہ ظہمیں بزرگانِ دین کے ارشاد کو پس پشت ڈال دیا بیانِ تمکد اپنے جدِ ماج خضین امامِ مسلمین لکھا جاتا ہو اُنکے قول کی بھی پابندی نہاد کر کے اس طرح زبانِ درازی کرنا اور بے تامل کفر و الحاد و زندقہ کا حکم لگنا بلا شک و گراہی اور اسلام کی دشمنی ہو۔ ایک تو اسلام کے دشمنوں نے یوں ہی اسلام کو ہالیا ہو چہا رط سے یوشین ہو رہی ہیں کہ اسلام کو مٹا دیا جائے اُسپر مسلمانوں پر کفر کے فتوے دیکر جماعتِ اسلام کو قلیل اور باہم بغض و عداوت بڑھاتے ہیں تاکہ دشمنانِ اسلام باہمی بغض و عداوت معلوم کر کے اپنا مدعا حاصل کریں۔ اور اگر کلمہ گو سے آپ ایسے عام معنی سمجھتے ہیں کہ جو زبان سے کلمہ چڑھے اگرچہ

آپ دیکھتے نہیں یا اتنی فہم غایت نہیں ہوئی۔

۱۱۱

تسمیہ ان احادیث اور اقوال سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ ارباب مذہب بلا شک و ہلہنت
دل میں اس کے کفر ہی ہو یا اس کے دوسرے اقوال و افعال کفر و شرک ہی کیوں نہ ہوں یہاں تک کہ خدا کے
بندوں کو خدا سمجھتے تو یہ آپ کی خوش فہمی ہو اس جملے سے ایسے عام معنی سمجھنا ایسا ہی ہو جیسے سرسید
من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة کے یہ معنی سمجھتے تھے کہ جو توحید کا قائل ہو اگرچہ نبوت کو ماننے وہ بھی
مسلمان کے الغرض حبیط سرسید کی وہ فہم غلط ہو بیطرح یہاں بھی وہ فہم غلط ہو۔

چوتھا جملہ کسی فرقے کو فاسق کہنا بھی اندھیر ہو کسی فرقے والے کو تو کیا خود اہل سنت میں فاسق کو
فاسق کہنا بھی اندھیر نہیں ہوا ورنہ کوئی ذی علم کہہ سکتا ہو۔ البتہ بعض وقت ایسا کیا بھی جاتا ہو مثلاً
مخاطب کو بیابا کی پر سرزنش منظور ہو یعنی حبیط علمای تحقیق تکفیر اہل قبلہ میں احتیاط کرتے ہیں بیطرح
ہر مسلمان کی تفسیق میں بھی احتیاط چاہیے یہ نہیں کہ سیکڑوں علما کے اقوال اور افعال سے تو ایک گروہ
کا عدم فسق ثابت ہو اور ایک قول سے فسق ثابت ہو تو کیا فسق ثبوت میں بار بار وہ ایک ٹل میں کیا جائے اور اکثر کے
اقوال سے قطع نظر کیا جائے۔ اسکے علاوہ ایسے اقوال کہنے کا اسوقت موقع ہوتا ہو جب واعظ کو یاد آتا
نفس منظور ہوتی ہو وہ نفس کی رعوت اور خود پسندی کے توڑنے کی غرض سے ایسے الفاظ کہتا ہو
اور اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہو اور اکثر ظفر کا یہ شعر پڑھ بھی دیا کرتا ہے

نہ تھی اپنی برائیوں پر جو نظر پہنچتے اور نہ دیکھتے پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بلانما
اب لہذا کوئی برحق یہ کہہ کے کہ شاعر مسلمان نہ رہا کیونکہ وہ کفار کو بھی برا نہیں سمجھتا یا اس واعظ کو ایسا ہی
یہ رسالہ اتفاق صفحہ ۱۱۱ سے صفحہ ۱۱۲ تک ملاحظہ ہو اس میں بھی مرثبات ہو جو میں کہہ رہا ہوں صنف ۱
میں اسکے معائب پر متنبہ کر کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں جبکہ خود یہ حال ہوا اس کو دوسرے بھائیوں کی نکتہ حسنیٰ کرنا
بلکہ اپنے سے زیادہ کھنگار یا گراہ سمجھنا یا معاذ اللہ کہ فرسک کہہ دینا کیا زیبا ہو اسی اتفاق کا صفحہ ۲۴ و ۲۵
ملاحظہ ہو جس سے بخوبی ثابت ہو کہ مفسلون کا لامعصوم نفس کی خود بینی اور رعوت کا نشانہ ہو اور اس طرف سے
کرنا کہ اپنے عیون کو دیکھو اپنی اصلاح کر د ۱۲

ہیں کیونکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اور جو کچھ ان کا مقصد ہو وہ بالکل سنت کے مطابق ہو۔ اور
غافلین اپنے آپ کو جاہل سنت کہتے ہیں وہ برعکس انھیں نام زدنگی کا فور کے مصداق

کمدے جسے صلاح نفس کے لیے جوش میں یہ شعر پڑھا ہو۔ اس کمنے والے کو معقل یا نفس
نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے۔ اب میں قاضی صاحب کے بڑے مستند کا ایک قول پیش کرتا ہوں
جس سے ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اے جناب حضرت محمد والہ ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ معرفت

خدا سے عزوجل بران کس حرام ست کہ خود ملاز کا فرزند کیسے قاضی صاحب جب مسلمان
کا ہو گو اپنے تئیں کافر سے بدتر سمجھنا ضرور بتایا تو آپ یہ کہیں گے کہ یہاں تو کفر کو اسلام پر ترجیح دیدی
ورنہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے تئیں کافر سے بدتر کیسے سمجھ سکتا ہو اور اگر کسی عنوان سے

حضرت محمد علیہ الرحمہ کا یہ منقول صحیح ہو تو اگر کسی نے مسلمان فرقہ کی تفصیل و تفسیق سے روکا تو کیوں اُسے
جھڑے پر چڑھا یا جاتا ہو۔ جو غرض اور جو مطلب حضرت محمد علیہ الرحمہ کا سمجھو اُس قابل کا بھی سمجھو
اور حضرت عمر کا وہ قول پیش نظر رکھو جسے میں ابھی نقل کر چکا ہوں کہ مسلمان کے کلام کا جب تک نیک
عمل نخل سکے اُس وقت تک تو بڑا گمان نہ کر۔

پاسچوان جملہ کلمہ گو کی امانت خدا اور رسول کی امانت ہو کلمہ گو کی امانت کلمہ گو کی وجہ سے بلا
خدا اور رسول کی امانت ہو اور کسی دوسری وجہ سے امانت کلمہ گو کی امانت نہیں ہو بلکہ اسی بُری شے
کی امانت ہو اس کو مذہب مانع نہیں ہو اگر کہیں اس کو بھی منع کیا ہو تو دکھاؤ۔

چھٹا جملہ اگر باہم محبت نہیں تو ایمان نہیں یہ جملہ مذہب کا توہین نے دیکھا مگر کہیں بھی قاضی صاحب
تعلیم کا لفظ بڑھا دیا ہو جس قدر مذہب کا منقولہ ہو وہ حدیث کا ترجمہ ہو لا تو منوا حتی تجاوا حدیث میں تو
اب جس قدر تعمیم یا تخصیص حدیث میں کر دو ہی اُس کے ترجمہ میں کر لو اور اگر آپ کا یہ ظلم ہو کہ مذہب اگرچہ
قرآن و حدیث ہی بیان کرے مگر ہم نہ مانیں گے اور بغیر اعتراف کیے نہ چھوڑیں گے تو آپ کو اختیار ہو
مگر قیامت کے روز سے خبردار رہیے اگر اُس پر ایمان ہو۔

تیسرا جملہ کلمہ گو ایمان کا رد کرنا گراہی ہو یا جملہ آپ رد کرتے ہیں اس کی گراہی اور خلاف ایمان ہونے

ہیں اور کو مبتدع اور ضال و مضل کہنا چاہیے کیونکہ اگر باب مذکور وہی کرتے ہیں جو ہم ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور قول سے ثابت کر آئے ہیں اور یہ حضرات جنھیں نفسانی میں تو کسی ذی علم مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا۔ ہم امام غزالی کا قول نقل کر چکے ہیں اسے پھر دیکھیے باقی رہا علم کلام اور سبکی نسبت ائمہ نے گمراہی سے زیادہ سخت لفظ کہے ہیں ارشاد الکملہ کے حاشیہ صفحہ ۴۲ میں دیکھو تمام ائمہ حدیث اور امام شافعی۔ امام احمد۔ امام مالک۔ امام محمد رحمہم اللہ اسے حرام کہتے ہیں۔ ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ نے بھی آخر میں لمے ناپسند کیا اور منع فرمایا پھر اگر کسی مذہب کے لئے نے اسے گمراہی کہا ہو تو ائمہ مذکورین کا اتباع ہو۔

کہیے قاضی صاحب اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ ارشاد میں جو کچھ ارشاد ہوا ہو وہ لاطائل نہیں ہو بلکہ نہایت مفید ہو اگر طالب حق کے لیے۔ اب ایک امر باقی ہو اسے لکھنا ضرور ہوا کہین مذہب نے اپنے افعال کی سند سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر صحابہ اور تابعین اور دیگر اکابرین کے اقوال و افعال سے دیدہ اور اپنی حقانیت کو ثابت کر دیا چند یہ اہل سنت کے ماوراء اور علیا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ ہیں۔ ہر ایک رسالے میں بار بار انھیں کے قول کو پیش کرتے ہیں اور سبکی نسبت انکے قبلہ گاہ یا یون کہیے کہ جدا محمد یون فرما کر دنیا سے گئے ہیں قائل فضل ایشان یا شیع ایشان ضال و مضل ست (وہ فتویٰ چھپا ہوا حیدرآباد میں موجود ہے) اب انھیں کے متبع بنتے ہیں۔ پہلے یہ تو فرمائیے کہ یہ مقولہ اگر سچا ہو تو آپ ضال و مضل ہیں اور اگر صحیح نہیں ہو تو آپ کے جدا محمد یعنی مولانا فضل رسول ضال و مضل ٹھہرے۔ بہتر ہو کہ پہلے اس کا تصفیہ کریں مگر آپ سے ہو گا جواب سنیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے قول سے الزام دینا ابلہ و فریبی ہو۔ اسکا جواب بقول افعال میں دیا گیا ہے صفحہ ۱۹ سے لیکر ۲۴ تک ناظرین ملاحظہ کریں کس مشانت اور تحقیق سے جواب دیا ہوا اور یہ رسالہ ارشاد الکملہ سے پہلے مشہور ہوا ہو۔ مگر قاضی صاحب بار بار اسی کو سنداً پیش کرتے ہیں۔ جسکے متعدد جواب دیے گئے۔ اسی ارشاد الکملہ کے صفحہ ۴۴ میں نہایت عمدہ جواب دیا گیا ہے

خند سے اُنھیں زندق اور نیچری وغیرہ لکھ کر لوگوں کو بہکا رہے ہیں اور ایسی سخت کلامی اور بہوہ
تحریرات سے دلوں کو دکھا رہے ہیں کہ الامان۔ جھوٹ اور افتراءات کا طوفان اُٹھا رکھا ہو۔

مگر قاضی صاحب نے آنکھ پر ایسی پٹی باندھی ہے کہ حق بات اُنھیں سمجھتی ہی نہیں۔ جو انصاف کے شہدا
ہیں وہ ارشاد کے غصہ اند کو رکھ کر ملاحظہ کریں۔ پھر جلال العیون کے صفحہ ۱۳ میں جواب دیا گیا ہے مگر
قاضی جو بیور ایک نہیں مٹتے اپنی کہے جاتے ہیں۔ میں جلال العیون کے جواب کو اپنے لفظوں میں بیان
کرتا ہوں۔ مبتدعین سے نفراونسے بیزاری بدعت کی حیثیت سے ہر ایک دیندار کرتا ہو مگر دہشت
موقع و مصلحت دیکھ کر اُسے ہر تے ہیں۔ حضرت محمد علیہ الرحمہ کا ارشاد اُس وقت کے نہایت مناسب
تھا زمانہ مجددیہ جہانگیر علیہ تھا سلطنت اسلامی تھی کوئی مخالفت اسلام دم نہیں مار سکتا تھا اور اسلام
مٹنے کا کس کو خیال بھی نہ تھا تو کیا ذکر ہو۔ الغرض اس طرف سے تو بالکل اطمینان تھا اب جو کچھ فتنہ تھا وہ
مبتدعین کا تھا حضرت محمد علیہ الرحمہ نے اُنھیں کی جنگی کی ہو اُس وقت اسی کی زیادہ ضرورت تھی
اگرچہ کفار بھی اُس وقت تھے مگر مغلوب وہ کیا کر سکتے تھے۔ بخلاف اس زمانے کے کہ مخالفین اسلام
کے قدر و طوفان اُٹھا رکھا ہو کیسی کیسی تبریریں علانیہ اور پوشیدہ اسلام کے سینے میں کر رہے ہیں۔

کر ورون روپیہ سالانہ ہین صرف کر رہے ہیں۔ اسی مخالفین ندوہ آنکھیں کھول کر دیکھو کیا ہو رہا ہے
اسلام کے دشمن نہ بنو اگر حضرت محمد علیہ الرحمہ اُس وقت ہوتے تو یہی کہتے جو ندوہ کہہ رہا ہو شاہ صاحب
کے عہد میں بھی یہ ضعف اسلام نہ تھا مخالفین کی یہ فکریں اور تدبیریں ہرگز نہ تھیں جواب ہین شیعوں
سے جل زیادہ تھا اُنھیں کے فتنے کا خوف اُنکے نزدیک زیادہ تھا ایسے انھوں نے اوکا۔ کیا
اور جو اُنکے نزدیک مناسب تھا وہ لکھا مگر آخر میں اُنھوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ محبت کا دار ایمان ہو

گو وہ کیسے ہی ہوں اور عداوت کا دار کفر ہو، آئندہ اسکا ذکر انشاء اللہ آئیگا۔ اگر ان محققانہ جواب کو
آپ نہیں مانتے تو اب میں دوسری روش میں اختیار کرتا ہوں۔ حضرت محمد و صاحب کے قول کو اگر آپ
واقعی سمجھ جانتے ہیں اور اپنے پیروں و مرشد کے قبلہ گاہ کو ضال مضل مان چکے ہیں تو انکے اقوال پر بھی
عمل کیجیے حضرت مروج علیہ الرحمہ بدعت کی تقسیم نہیں کرتے اور بڑی شعلہ سے تمام بدعات کو تھکے ہوئے ہیں

(۴) لا علی قاری شفا کی شرح میں لکھتے ہیں ابن ماجہ وغیرہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوعاً
 و فی حدیث رواہ ابن ماجہ وغیرہ عن روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 جماعۃ من الصحابة مرفوعاً اذا اتاکم کریم کہ جب کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے تو تم
 قوم فاکرموہ و فی روایت اذا اتاکم الزائر اس کی تعظیم کرو۔ اور ایک روایت میں ہو کہ جب
 فاکرموہ۔ تمہارے ملنے کو کوئی آئے تو اس کا اکرام کرو۔

اور اقوام کی تعظیم

پانچ

مکتوب ایک سو چھیاسی جلد اول خاص اسی امر کے ثبوت میں ہو اسکے شروع میں آپ ہر طرح دعا
 کرتے ہیں: ان حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بتضرع و زاری و التماس و افتقار و ذل و انکسار و درود و ہارسا
 می نماید کہ ہر چہ در دین محدث شدہ است و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفای راشدین او
 نبودہ علیہ علیہم الصلوٰۃ و التسلیم اگرچہ آن چیز در روشنی مثل فلک صبح بود این ضعیف را با جمعی
 کہ با و مستندانہ گرفتار عمل آن محدث نگرداناد و مفتون مس آن مبتدع مکناد بمرست سید المختار و
 آلہ الابراہیم علیہ علیہم الصلوٰۃ و التسلیم پھر لکھتے ہیں ”فقیر در بیچ دعائی ازین بر عہتا حسن نورانیت
 مشاہدہ نمیکند و جز ظلمت و کمورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف یا
 بطراوت و نظارت بینند فردا کہ حدید البصر گردند دانند کہ جز خسارت و ذمات نتیجہ نداشت! اور
 مکتوب ۲۳ جلد میں فرماتے ہیں ”گذشتگان در بدعت حسنی دیدہ باشند کہ بعض افراد آن را
 مستحسن داشتہ اند اما میں فقیر درین مسئلہ بایشان موافقت ندارد و بیخ فرد بدعت را حسنہ نمیداند و جز
 ظلمت و کمورت در آن احساس نمی نماید قال علیہ علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کل بدعت ضلالۃ! پھر لکھتے
 ہیں ”و علمائے وقت را حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ توفیق دہا د کہ بحسن بیچ بدعت لب نکشایند بانیان
 بیخ بدعت فتویٰ نہ دہند اگرچہ آن بدعت در نظرشان در رنگ فلک صبح روشن در آید! اور مکتوب ۱۹
 جلد دوم میں فرماتے ہیں۔ فالبدعت کلفت کانت تکون رافعة للسنة نقیضۃ لہا فلا خیر فیہا ولا حسن فیہا لیت
 شرعی من این حکم بحسن البدعت المحمڈیۃ فی الدین الکامل الخ۔ جب مطلقاً بدعت کو سیئہ فرماتے ہیں تو مجلس
 میلاد و شریعت جو خاص طور پر مرتب کیجاتی ہو اسکو بھی وہ پسند نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ ہیئت کذائی ضرور

یہ تو حضور کا ارشاد ہو ترمذی اپنے شامل میں آپ کی عادت اس طرح روایت کرتے ہیں دیکھ کر
 کریم کل قوم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ ہر ایک قوم کے سردار کا
 بدعت ہو اس واسطے اسکے پسند کرنے والے اُسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ امام ربانی مکتوبات کی جلد
 اول مکتوب ۲۷۲ میں اسکی تصریح بھی کرتے ہیں۔ مرزا حسام الدین احمد علیہ الرحمہ نے حضرت کو
 لکھا تھا کہ میرے محمد نعمان اور بعض اور صاحبوں نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہو کہ
 کہ اس شکل میلاد شریف ہے بہت خوش ہیں اسوجہ سے بہت مشکل ہو کہ یہ لوگ میلاد شریف کا سننا
 چھوڑ دیں اسکے جواب میں امام ربانی اول خواب کی بے اعتباری بہت زور سے بیان کرتے ہیں
 پھر تحریر فرماتے ہیں: ”مبالغہ در شیخ بواسطہ مخالفت طریقہ خود دست مخالفت طریق خواہ بسا و قص
 بود خواہ بمولود و شعر خوانی یا پھر آخر میں فرماتے ہیں: ”بظرافت بے بنیاد کہ اگر فرضاً حضرت ایشان
 درین آدان در دنیا زندہ بودند و این مجلس این اجتماع منعقد میشد آیا باین امر راضی میشدند و این
 اجتماع را پسندیدند یا نہ یقین فقیر آنست کہ ہرگز باین معنی تجویز نمی فرمودند بلکہ انکاری نمودند بلکہ حاصل
 یہ فقرات صاف ظاہر کرتے ہیں کہ امام ربانی علاوہ سماع کے خاص مجلس میلاد کو بسبب بدعت
 ہونے کے پسند نہیں کرتے اور ظاہر ہو کہ جب امام صاحب بدعت کی تقسیم نہیں کرتے تو اس
 مجلس کو کیونکر مستحسن سمجھیں گے اور مولوی عبدالقادر صاحب نے جو سیف الاسلام میں اس سے انکار
 کیا ہوا اور لکھا ہو کہ مکتوب میں اگر شرف ایام ولادت با سعادت کا ابطال ہوتا یا مجالس اذکار آن
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہوتا تو البتہ اس محفل کا انکار سمجھا جاتا ماضی ابلہ فریبی ہوا یا م ولادت
 با سعادت کی شرافت اور شہو اسطرح کسی مجلس میں ذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور چیز ہو و مجلس
 مروجہ بہت کدائی کے ساتھ اور شہو پہلے دونوں امر و کما کوئی منکر اور کوئی سبیل نہیں ہو گفتگو خاص
 اُس محفل میں ہو جسے علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اکثر راجع ہوا سے حضرت امام ربانی پسند نہیں
 کرتے مجھے ایمن زیادہ بحث کی ضرورت نہیں سیف الاسلام کا جواب اُنکے مخالفت نے لکھا ہو مطرقتہ
 الاسلام علی سیف الملاحدة الیام اوسکا نام ہو۔

آپ اکرام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں سے بخوبی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل دونوں اس امر کی بہین ہدایت کرتے ہیں کہ ہر ایک فریق اور ہر ایک گروہ کے سردار کی ہم عظمت کرین اس میں مشرک۔ یہود۔ نصاری۔ مبتدع کیسی قید نہیں ہو سب اس حکم میں کیا ہیں۔ حدیث مذکور کی شرح میں علامہ عبدالرؤف منادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اہم دیناً و نسباً یعنی کریم قوم سے مقصود وہ شخص ہو جو لحاظ انکے دین اور انکے نسب کے انہیں بہتر اور افضل اب خیال کرنا چاہیے کہ ہر ایک فریق میں دین کے لحاظ سے وہی افضل ہو سکتا ہو چاہے دین کے عقائد اور اعمال میں پختہ ہوا اسکا حاصل یہ ہو کہ ہمارے ہادی برحق کا ارشاد اور انکے اخلاق کریمانہ سخت کفار و مشرکین سے یہاں تک اخلاق پرستے کی ہدایت فرماتے ہیں کہ عظیم کی حد تک پہنچ جائیں تو مضائقہ نہیں اور مبتدعین کا مرتبہ تو کفار سے کم ہو ان سے تو بطریق اولے جائز ہوگا۔ جامع صغیر میں امام سیوطی نے اس حدیث کو بطریق مختلفہ مسند ابن بزاز اور صحیح ابن خزیمہ سے بروایت ابن عمر اور سند بزاز سے بروایت جریر الجلی روایت کیا ہے علامہ عبدالرؤف منادی اسکی شرح میں فرماتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ سابق

الحاصل اس میں شبہہ نہیں کہ مولوی عبدالقادر صاحب اور انکے والد بالضرور ان مسائل میں امام ربانی کے مخالف ہیں اور رسالہ سیف الاعلام میں بڑے شد و مد سے بدعت کی تقسیم بیان کی ہو اور مجلس میلاد شریف کا استحسان ثابت کیا ہو۔

اب فرمائیے کہ بایونی صاحب حضرت مجدد صاحب کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں جب حضرت مروج کے اقوال واجب الاتباع ہیں تو انھیں بھی اتباع کرنا چاہیے لم تقولون ما لا تفعلون کا مصداق نہیں قاضی صاحب نے اپنے رسالے میں جا بجا کثرت سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو اپنا ہادی بنایا جو ان سب مقامات کا جواب ہو گیا وہ خوب یاد رکھیں کہ اب جب تک میرے سوال کا جواب نہیں اور قول فاصل کے جوابات کا فیصلہ کریں اسوقت تک حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے قول کو پیش کریں

اذا اتاكم كريم قوم اى رئيسهم المطاع
 فيهم المعروف فيهم باكثر الاعظام واكثر
 الاحترام فاكرموه برفع مجلسه
 واجب نزال عظيمه لانه تعالى عوده
 فذلك فمن فعل به غير فهد
 احقره وانسد عليه دينه

یعنی کریم سے مراد یہ ہو کہ وہ کسی قوم کا سردار ہو جسکی
 لوگ اطاعت کرتے ہوں اور وہ اس بات کا خوگر ہو
 کہ اپنی تعظیم و احترام بہت کیا جائے اسکا اکرام کرو یعنی
 اسکو اونچی جگہ بٹھاؤ اور اسکو کثرت سے تحائف دو
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکی عادت ڈال دی ہو پس جو
 اسکے خلاف اسکے ساتھ برتاؤ کرے گا تو اسکو حقیر اور
 اسکے مذہب کو برا سمجھے گا۔

اس عبارت کو نظر خور سے دیکھو اور سمجھو کہ اس سے چند باتیں ثابت ہوئیں (۱) قوم سے مراد
 کوئی خاص قوم نہیں ہو کہافر ہو یا مشرک۔ مبتدع ہو یا فاسق (۲) کریم سے مراد اُس قوم کا وہ مقتدر
 شخص ہو جسکی وہ تعظیم و تکریم کرتے ہوں خواہ وہ انکا دینی سردار ہو یا دنیوی (۳) ایسے شخص کو
 ممتاز مقام پر بٹھانا اور اسکے ساتھ خوش خلقی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حدیث
 من وقر صاحب بدعتہ الخ کے وہ معنی نہیں ہیں جو معترض سمجھا ہوا بلکہ وہ معنی ہیں جو صاحب ارشاد
 مجمع البحار سے نقل کیے ہیں یعنی پیغمبر کی مدد کرنا بلحاظ اسکی بدعت کے یا اسکی بدعت کو اچھا سمجھ کر
 اسکی تعظیم کرنا (ارشاد الکلام ص ۱۸۰ ملاحظہ ہو)

حضرت ملا جامی علیہ الرحمہ شرح شامل میں حدیث مذکور کی شرح اسطرح کرتے ہیں کہ آنحضرت
 اکرام میگرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کریم
 ہر قوم را کہ صاحب شرف فضیل و نسب
 کرتے تھے جو اُس قوم میں صاحب شرف صاحب فضیل

یعنی ایسے بڑے محدث کی مشہور کتاب سے نقل کیے ہیں جو نہایت معتبر اور لغت حدیث و قرآن میں مشہور
 ہو اسکے خلاف جب تک کوئی اُسی ہائے کا محدث نہ لکھے ہرگز قابل لحاظ نہیں ہو سکتا مگر فرقہ اہلیہ کی دروغگوئی
 کی توجہ نہ رہی یہ بھی لکھ دیا کہ نہ وہ میں مبتدع کی من حیث الابداع تعریفیں کی جاتی ہیں، میں اس علانیہ جھوٹ کا کسا
 جواب دوں بجز اسکے کہ لفظ اللہ علی الکاذبین کہوں۔

دو جاہست بودی۔ دمروست کہ چون آمد جریر بن عبد اللہ کہ عزیز قوم خود بود انذاخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر او سے رواے مبارک خود و اکرام کرد اور او فرمود بھجابہ چون بیاید شمار کریم قومی اکرام کنید اور۔

صاحب نسب صاحب و جاہست ہوتا تھا روایت کیا گیا ہو کہ ایک روز جریر بن عبد اللہ آیا جو اپنی قوم میں بزرگ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اُسکے لیے بھجادی اور اوسکی تعظیم کی اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا بزرگ آیا کرے تو اُسکی تعظیم کیا کرو۔

جریر بن عبد اللہ البعلی نہایت حمیدہ اور اپنی قوم کے سردار تھے منہجری میں آنکر مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیس روز قبل وفات حضور علیہ السلام ایمان لائے یہاں سے یقین معلوم ہوا کہ معاشرت میں نرمی اور خوش خلقی منسوخ نہیں ہوئی۔ بعد نزول سورہ برات بھی کفاسے استعد رزمی و اخلاق حضور برتتے تھے کہ چادر مبارک اُنکے لیے بھجا دیتے تھے رواۃ مبارک کا بچھا ناچکھ جریر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ بسا وقت آپ ایسا کرتے تھے۔ وائل بن حجر حضرمی کے ساتھ بھی آپ نے ایسا ہی کیا شیارا پکی رضاعی بہن ہوازن کے قیدی زن میں آئی تھیں جب انھوں نے تعارف کرایا تو آپ نے رواے مبارک اُنکے نیچے بھجادی (شفای قاضی اور کامل اور عینی ملاحظہ ہو) کامل میں یہ بھی ہو کہ آنحضرت عدی بن حاتم کو اپنے مکان پر لگائے اور اوسے چادر پر بٹھایا اور آپ زمین پر بیٹھے (قرآن ایسے پنی کے) ملا جامی علیہ الرحمہ اسی شرح میں فرماتے ہیں۔

وہچنین آمدہ اکرام کرد عدی بن حاتم علیہ السلام پس استاد بر او سے رواے مشابہت کرد او تا وادی عقیق۔

اسی طرح یہ بھی آیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کے بیٹے عدی کے لیے تعظیم کی تھی۔ اُنکے آنے کے وقت آپ کھڑے ہو گئے اور جانے کے وقت وادی عقیق تک اُسکی شایعت کی مینے (شرح شائل مولانا جامی)

ارشاد اکملہ میں احادیث مذکورہ سے ثابت کیا گیا ہو کہ ہر ایک گروہ کے سردار اور اُنکے معظم کی

دیوان تک اُسے پہنچا دیا۔

اب ناظرین کو محفوظ کر لینا چاہیے کہ کہنے یہاں تک کیا کیا امرا قوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیے (۱) بدترین لوگوں سے حضور علیہ السلام نہایت توجہ اور اخلاق کریمہ

تعلیم سنت نبوی اور مدارات میں داخل ہوا اگرچہ وہ کافر ہی کیونکہ نبویؐ کی بقیہ اور تفصیل میں نے اسی حدیث کے شارحین سے کر دی۔ اسی حدیث کی پیروی کی غرض سے جلسہ ندوۃ العلماء میں سرگرم ہوں کہ متنازعہ جگہ پر بٹھایا جاتا ہو گو وہ کسی فرتے کے ہوں۔ چونکہ اس امر سے عوام کو واقفیت نہیں ہو سلیقہ نہیں نے مختلف عنوان سے عوام کو دکھایا ہوا اور ندوے کو مورد اعتراض بنایا ہو۔ خود قاضی صاحب صفحہ ۴۶

۴۶ میں بطور طنز اور اعتراض فرماتے ہیں: کیا ندوے میں مبتدعین کی تائیں و تعلیم قوی و فعلی نہیں کیجاتی۔ اور اسکے نہ کرنے پر کیا سلب ایمان اور مخالفت رسول و قرآن کا حکم نہیں دیا گیا ہو؟ لطف

دیکھیے کہ جب اہل حدیث صریحاً ان اہل فریبوں کے جواب میں پیش کی گئیں تو اپنی ہی اقوال سے چشم پوشی کر کے کیا اہل فریبی کرتے ہیں چنانچہ صفحہ ۵۲ میں فرماتے ہیں: کیا اذا تا کم کریم قوم اور

انزلوا الاناس منازلہم وغیرہ کا یہی مطلب ہو کہ اونسے کہہ دیا جائے کہ ہم مکمل مذہبی حیثیت سے براہین سمجھتے، تکفیر تو درکنار تفسیق بلکہ ایمانت بھی جائز نہیں، قاضی صاحب کہیں تو سیدھی چال

چلو اور کبھی تو خدا سے ڈرو۔ ای جناب جس غرض سے یہ احادیث نقل کی گئی ہیں وہ تو ثابت ہو گیا اور جو کچھ آپ فریب دے رہے ہیں اسکی قلمی بھی کھولی جائے گی ان احادیث کا جواب

ہو اس سے آپ کا وہ اعتراض تو دفع ہو گیا جو صفحہ ۴۶ میں آپ کر رہے ہیں صفحہ ۴۹ میں آپ خود لکھ چکے ہیں کہ اگر حضورؐ کا حکم دیتے تو مفید ندوہ ہوتا، اب یہاں اپنے نقل سے گریز کیونکر

بیان تو تعلیم کا ثبوت حضورؐ کے حکم سے ثابت ہو گیا لہذا آپ کے اقرار کے بموجب ان احادیث سے ہمارا مدعا ثابت ہوا اور یہ احادیث ہمارے مفید ہیں۔ آپ کے پیروم رشد کے وہ طرز تشیع

جو انھوں نے اپنے خط میں کیے ہیں وہ تو دفع ہو گئے بعض جملے اسلئے یہ ہیں جب آپ کے ندوے کی کرسی اعزاز میں تعظیمی پر مجھکر کوئی رافضی نیچری الخ پھراو سکے بعد لکھتے ہیں: فرق باطلہ

سے پیش آتے تھے (۲) انہیں اپنی ممبرک مجلس میں اپنے پاس بٹھاتے تھے (۳) یہاں تک
نوبت پہنچی کہ رواے مبارک اذینکے لیے بچا دیتے تھے (۴) اذینکے لیے کھڑے ہو جاتے
تھے (۵) اذینکے پونچھانے کو دور تک تشریف لے جاتے تھے جب یہ افعال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نیت خیر سے یہ افعال بدعتیہ
اور کفار سے برتے تو اسے متبع سنت نبوی کہیں گے اسے مابہت کہنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو الزام دینا ہی (نفوذ باللہ منہ)

ان احادیث صریحہ اور اقوال محققین سے اظہر من الشمس ہوا کہ آیت لا تزکوا آلے
الذین ظلموا کے وہ معنی نہیں ہیں جو مخالفین بیان کرتے ہیں بلکہ وہ معنی ہیں جو صاحب ارشاد
امام فخر رازی سے نقل کیے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

کی توفیر و توجیح مجلس ملی دینی میں نے تحقیق جہاں عوام کی تفصیل اور مذہب اہل سنت کی توہین ہو
ان اقوال میں ایک غلط اور جھوٹ امر عوام کے خیال میں جو دل سے کو بیان ہوا ہے اسے غلطہ کہہ دو
تو ان طعنوں کا کافی جواب احادیث مذکورہ سے ہو گیا جسے قاضی صاحب اڑانا چاہتے ہیں وہ
غلط امر یہ ہو کہ عام فرق باطلہ کی توفیر اہل مذہب کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ایسا ہرگز نہیں
ہوتا۔ البتہ ارشاد نبوی کے مطابق سرگروہ قوم کی ایسی مارات کرتے ہیں جس سے وہ مفسر
معلوم ہوتا ہو۔ اب حضرت بایں کے طعن پر ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ بزرگ قوم کی تعظیم کیا کرتے تھے اور آپ نے حکم بھی اسکا
دیا تو مولانا کے قول کے موافق سرور عالم ہادی برحق کا فصل و قول فی تحقیق عوام کی تفصیل
اور اہل حق کی توہین ٹھہرا (نفوذ باللہ استغفر اللہ) ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ مولوی صاحب اسفند بخت
سے نادانہ ہیں یہ نہیں جانتے کہ ہمارے قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوگا۔
جس سے ایمان سلب ہو جاتا ہو یا مذہب کی مخالفت میں ایسے سرشار ہیں کہ کچھ ہوش نہیں کہ ہم کیا کہتے ہیں
باوجود ان کفریات کے احقاق حق کا دعویٰ ہو افسوس عابین حلت خیال دین داری ۱۲ سنہ

قال المحققون الركون المنهى عنه هو الرضا
بما عليه الظاهر من الظلم وتحسين تلك الطريقة
وتزوينها عندهم وعند غيرهم ومشاركتهم في شيء
من تلك المآلأوب فاما مدخلتهم
رفع ضرر واختلاب منفعة بغير داخل في الركون
(تفسیر)

محققین کہتے ہیں کہ جس میل کی مانگت ہو اُس سے
مراد بدو کی بُرائی پر راضی ہونا اور اُنکے بُرے طریق
کو اچھا جاننا اور اُسے زینت دینا اور انکی بُری
باتوں میں شریک ہونا ہو اس رکون کی مانگت ہے
لیکن کسی ضرر کے دفع کی غرض سے یا فائدہ حاصل
کرنے کے لیے برون کی مداخلت ممنوع نہیں ہو۔

علمائے مذہب اسی قول محققین کے قائل اور اسی پر عامل ہیں جو کوئی ایسے غلط کہے وہ شخص
کذاب و مفتری ہو۔ مذہب نے اگر اہل قبلہ کے اجتماع کا قصد کیا تو اسلام کے مقصد اعلیٰ
حاصل کرنے اور اوسی کی مضرت مٹانے کے لیے اب اگر ذو چار مافض پرست او سے
بہیمچین یا بھکر محض ضد اور فضاہیت سے عوام کی فریب ہی کے لیے زباند رازی کر رہے تو
تو اُس سے حق گوئی حقانیت باطل نہیں ہو سکتی۔

ہمارے اس سچے اور محقق قول کا جواب ایک تو حضرت قاضی صاحب نے دیا ہے
وہ تو وہی کذب و افراہو جو انکی عادت ہو گئی ہو یعنی کہتے ہیں کہ مذہب صاف صاف
فرق باطلہ کی تحسین و تزئین کرتا ہوا سپر بڑا زور ہے مگر یہ محض غلط ہے اور جس عبارت سے یہ نکالا ہوا ہے
ہرگز نہیں نکلتا اسکی نتیجہ آئندہ آئیگی۔ حضرات ناظرین ملاحظہ کریں کہ مولوی حفیظ اللہ صاحب جو
مذہب کے رکن انتظامی ہیں وہ ارشاد الکلام میں بار بار مختلف عنوان سے اس مدعا کی تصریح
کر چکے ہیں مگر قاضی صاحب اپنی مٹھ زوری کے آگے ایک ہینٹ سنٹے ہر جگہ بے تک کچھ
نہ کچھ لکھ مارتے ہیں۔ میں ارشاد الکلام کے چند مقامات کا حوالہ دیتا ہوں۔

(۱) صفحہ ۱۰۱ میں ہے۔ بدعت میں مدو دینا۔ بدعت کو اچھا جاننا اسلام کے توڑنے میں مدد دینا۔

(۲) صفحہ ۲۴ میں ہے۔ ایسا میل جول جس سے اونکے طریقے کی تائید یا رضامندی پائی جائے

یعنی یہ جو الزام لگاتے ہیں کہ مذہب بدعتوں کے طریقے کی تحسین کرتا ہو وہ محض کذب ہی ہے ۱۱

منوع ہو۔

(۳) صفحہ ۳۲ میں ہو۔ یہ کہنا کہ ندوہ مبتدعین کے طریقے کی تحسین کرتا ہو اور رضامندی ظاہر کرتا ہو، محض افتراء ہو۔ ندوے نے اگر کسی مبتدع سے میل کیا تو انھیں فوائد کے حاصل کرنے اور حضرت کے دفع کرنے کے لیے جو آخر میں بیان کی جائیں گی۔

(۴) صفحہ ۳۸ میں ہو۔ مثلاً ایک مسلمان برہمنی ہو کہ اس کے اسلام کی وجہ سے محبت اور اس کی بدعت کی وجہ سے دشمنی ہو، الغرض ایسے تصریحات ارشاد میں بہت جگہ ہیں مگر فاسنی بھی پورا ایک نہیں سنتے اور اپنی منہ زوری سے کہیں بان بان کرتے ہیں کہیں رو باہ باز کہیں کور باطن بتاتے ہیں۔ مگر ناظرین انصاف کریں کہ جو صریح حق بات کہہ رہا ہو مسلمان علماء کے فعل و قول کا محل نیک بتا رہا ہے وہ کور باطن ہو یا وہ بد زبان کور باطن ہو جو جم غفیر علماء کو ضال و مضل خواہ مخواہ کہے اور اس کے اقوال و افعال کا نیک محل ہوتے ہوئے اس کا برا محل نکال کر صلیبی کی تفصیل کا غل جھاسے۔ صاحب کو کون کور باطن اور منہ زور اور رو باہ باز ہوا ارشاد الگ الگ ندوے کے ایک رکن انتظامی کی تصنیف ہو کسی غیر کی نہیں ہو پھر کیا وجہ ہو کہ اگر دوسرے رکن کی عبارت آپ کو خلاف ظاہر معلوم ہوتی ہو تو ان تصریحات سے اُن کے معنی سمجھ لو انشاء اللہ ہم سمجھا بھی دینگے اور اہل انصاف کدی نگے کہ جیسے معنی اور علماء کے کلام میں پہلے لیے گئے ہیں اُس سے زیادہ ہمیں تکلف نہیں ہوا اپنا اپنی ضد اور بہت بھرمی سے مانیں یا نہ مانیں۔

اب ہم اپنے حسان خانان مولوی نذیر احمد خان صاحب کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اصل مدعا بیان کرنے سے پہلے اس قدر کہتا ہوں کہ مولوی صاحب خدا کے لیے اپنے زور و تقریر کے نشے میں آکر ان خود رفته نہیجے ندوے کی غرض کو سمجھ لیجئے ندوہ ہرگز یہ نہیں کہتا کہ بلا ضرورت شرعی آپ کسی مستح کا فر فاسق سے ملے بلکہ بلا ضرورت تو جہان تک موقع ہو اور انھیں زجر کیجئے تنبیہ کیجئے جو مناسب ہو وہ کیجئے مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ندوے نے کیا اور کرتا ہو وہ بضرورت شرعی کرتا ہو اس وقت اس کی حاجت ہو ذرا سمجھو جو اس درست کرد

اپنے آپ دشمن نہ جو جن بزرگون نے فداق و مبتدعین کے نسبت سختی کی ہو اس سے اہل مذہب تسلیم کرتے ہیں مگر اوسکے لیے موقع ہو۔ اب رہا یہ امر کہ ضرورت ہو یا نہیں اسے تشریف لاکر آہستگی میں طے کر دیجئے۔ مگر یہ اسوقت ہو گا کہ آپ دل کو صاف کر کے اسلام کی خیر خواہی کی نیت سے تشریف لائیں گے اور اگر مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرح اپنے آپ کو بڑا دکھانا اور اپنا پلہ غالب ثابت کرنا نہ نظر ہو مسطح ہوسکے اور ایک بیچ میں چار جھوٹ اور چار اینچ بیچ کر کے چھاپ دینا مقصود ہو تو فیضہ نہیں ہو سکتا قیامت ہی کو ہو گا۔ خیر اب اصل مدعا سنئے۔ پہلے جو امام فخر الدین رازی کا قول آیت کے معنی میں نقل کیا ہوا ہے آپ رسالہ نذیر احمد میں کسی شبہ سے کہہ رہے ہیں۔ نہ کلام شیعہ یہ کہ اس قول کو اہل بدعت کی مجالست وغیرہ کے جواز سے کچھ علاقہ نہیں ہوگا یہ آپ کے فہم کی خوبی ہو جب امام نے وہ ظاہری معنی چھوڑ کر جو صاحب کشف نے بیان کیے ہیں یہ معنی بیان کیے کہ ہوا رضا با علیہ السلام آہ۔ اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ اگر سطح کا رکون نہ ہو تو وہ ممنوع نہیں ہو بلکہ جائز ہو اب ہمیں مجالست و مجالست بغیر رضا و حسین سب آگئی سب کا جواز امام نے ثابت کر دیا مگر یہ جواز ضمتاً ثابت ہوا اس کے بعد پھر صراحۃً بھی امام صاحب اسکو ثابت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں واما ما خلعتہم لرفع ضرر الہم جس ذی علم کو کلام عربیہ اور بالخصوص تفسیر و حدیث کو مارتا ہو وہ بے تامل اس کے بھی معنی کرے گا کہ اگر کسی دفع مضرت اور جلب منفعت کے لیے ظالمین جیسے کفر و مبتدعین کو اپنے بیان و فعل و یا یعنی انہیں اپنے بیان و یا یا خود ان کے بیان گئے تو یہ رکون نہ ہی عنہ میں داخل نہیں ہو۔ جب یہ مجالست رکون نہ ہی عنہ میں داخل نہ ہو تو جائز ہوئی کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہو انکی تحقیق آپ کے قبلہ نے باریق بین کی ہو صفحہ ۷۷ تا ۹۱ تک ملاحظہ کیجئے اور جو معنی اور جن احتمالات کا ارکان مولوی صاحب صفحہ ۸۴ میں بیان کیا ہو وہ ایسا ہی ہو جیسا طلباء استادوں کے روبرو بیجا را احتمالات بیان کیا کرتے ہیں مولوی صاحب اگر چہ خفا ہونگے مگر واقعی امر یہی ہے۔ اگر امام کا یہی مقصد ہوتا تو رکون کے وہ معنی بیان

نہ کرتے جو انھوں نے بیان فرمائے ہیں۔ میں ہرگز زیادہ طول دینا نہیں چاہتا کیونکہ میں صرف اس قول سے جواز و عدم جواز ثابت نہیں کرتا۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور بہت سے بزرگان دین کے اقوال سے مجالست وغیرہ ثابت کر آیا ہوں لہذا آئندہ افریحی تفصیل سے کرونگا۔ اس قول سے تو میں نے صرف آیت کے معنی بیان کیے ہیں نہ صحیح ہیں و دوسرا ششہم مجالست وغیرہ کا عدم جواز قرآن و احادیث اور اتفاق امت محمدیہ سے ثابت ہو چکا۔ امام رازی کے قول سے وہ اولہ کس طرح مرتفع ہو جائیں گے یہاں جواب یہ تو صحیح ہو کہ امام کے قول سے اولہ شرعیہ نہیں اٹھ سکتے مگر یہ فرمائیے کہ آپ کا قول یا آپ کی فہم تو اٹھ سکتی ہو یا یہ بھی نہیں اٹھ سکتی اگر یہی ہو پھر آپ ہی کو امام کا لقب ہونا چاہیے آپ کے ہوتے ہوئے فخر الدین رازی کو امام کہنا بڑی غلطی ہو۔ خیر پہلے اپنے گروہ سے اسے تسلیم کر لیجئے پھر ہم دیکھیں گے اور اگر آپ اپنے فہم کو ان کے مقابلے میں با چیز سمجھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ آپ جو قرآن و احادیث و اجماع سے عدم جواز مطلقاً سمجھتے ہیں وہ بالکل آپ کی غلط فہمی ہو امام مروج آپ سے کروڑھوں زیادہ ان آیات و احادیث کو سمجھتے تھے جن سے آپ عدم جواز ثابت کر رہے ہیں یہ آپ ہی کی جرأت ہو کہ جس علامہ کو امت محمدیہ امام کا لقب دے اُسے آپ ایسا بغیر خیال کریں کہ ایسا صریح حکم جو قرآن و احادیث و اجماع امت سے ثابت ہو اُس کے وہ بے خبر ہیں اور پھر بے خبری بھی ایسی کہ اولہ ثلثہ کے خلاف خود کہہ رہے ہیں۔ اب موبو ایضاً ہوش کر کے متوجہ ہوں اور اپنی غلطی اور امام کی تحقیق کو ملاحظہ کریں۔ امام کی تائید ان احادیث قولی و فعلی سے بخوبی ہوتی ہے جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں وہ واقعات جو احادیث مذکورہ میں بیان ہوئے ہیں وہ آیت و لا تزکوا آلہ الذین ظلموا کے نزول کے بعد ہیں کیونکہ یہ آیت سورہ ہود کی ہو اور سورہ ہود کی ہو اور احادیث میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ مدینہ شریف کے واقعات ہیں اور مدینہ میں بھی آخری سنوں کے واقعے ہیں ابتدا کے نہیں جب آیت مذکورہ کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و منافقین سے ایسے اخلاق برتنے

مجالست کی تو ثابت ہوا کہ رکون کے وہ عام معنی نہیں ہیں جو ہمارے خان خانان سمجھتے ہیں بلکہ
 وہ معنی ہیں جو امام فخر الدین رازی نے بیان کئے ہیں **تیسرا شبہ** جس میل جول کو امام
 فخر الدین رازی منع کرتے ہیں مذہب اور مکالمہ تکلیف ہو کیونکہ مذہب ان سے مجالست کرتا ہوا کہ
 اقوال باطلہ کے رو سے مانع ہوتا ہے یہی ان کے طریقے کی تحسین ہے اور ان کے عقائد کو بڑا جانا
 جب ہی متصور ہو کہ ان کے ساتھ نہ بیٹھے وہاں سے اُٹھ کر چلا آوے یا مولوی صاحب کی عجیب
 پُر لطف باتیں ہوتی ہیں طالب علمی کا زمانہ یاد آجاتا ہو کہ اس وقت بعض احباب طلباء اس
 قسم کے احتمالات اور شبہات بیان کر کے ہنسایا کرتے تھے۔ مولانا اگر دل سے بڑا جانا
 اس وقت متصور ہو کہ مبتدع کی صحبت علیحدہ ہو جائے تو یہ ائمہ محدثین اور جمہور کا بڑا
 مبتدعین سے تعلیم و علم جائز بتاتے ہیں اور ان سے اخذ حدیث روا رکھتے ہیں یہ سب مذہب
 کے شامل گمراہ و ضال ٹھہریں گے یا جو اکابر دین مبتدعین سے میل جول رکھتے تھے اور ان سے
 سختی پسند نہیں کرتے تھے کیا یہ سب مبتدعین کی جماعت سے راضی تھے انھوں نے وہ
 آیات و احادیث نہیں دیکھی تھیں جو جناب والانے دیکھیں جسے ان کے پاس بیٹھنا یا انھیں بیٹھنا
 حرام ہے جن اکابر دین نے علم کلام کو مطلقاً منع کیا ہے وہ انھوں نے ظالمین کے طریقے کی تحسین
 و تزیین جائز رکھی ہو۔ یعنی یہاں تک منع کیا کہ اُسے زندہ نہ بتایا۔ ہمارے امام ابو یوسف منکرم کے
 پیچھے ناجائز نہیں بتاتے ہیں علم کلام کو ہل اور جہل بالکلام کو علم فرماتے ہیں۔ حارث مجاہسی نے
 جو معتزلہ کا رد لکھا تو امام احمد بن حنبل نے اُسے کلام ترک کر دیا حضرت محمد بن الدین عربی نے فتوحات
 مکہ میں اور عقائد الخواص اور عبادات الخواص اور مفالیط عامہ میں حضرت شیخ محمد ابوالکلام
 نے اس فن کے پڑھنے اور اس کی کتابوں پر نظر ڈالنے کی سخت ممانعت کی اور منکرمین کو بڑے الفاظ
 سے یاد کیا اور بہت سے اکابر کے اقوال کو شہادت میں ذکر کیا برج نے امام شافعی سے روایت کیا
 کہ جو کو ایسی کتب العلم واحد من الاصلہ قارم بدخل کتب الکلام فیہ لان الکلام لیس بعلم وقال ابو یوسف
 من طلب العلم الکلام فقد تزندق۔ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے قریب تین

علم کلام

شیوخ سے حدیث کی سند لی مگر انہیں کوئی صاحب کلام نہ تھا۔ ابو بکر جمیری سے میں نے سند لی
 باوجودیکہ ان کی سند بہت عالی تھی محض اس سبب کہ مکمل اشعری المذہب تھے (تنظیم) فرمائیے
 جناب یہ اکابر جو علم کلام سے ایسے متنقذ تھے تو آپ کے نزدیک انھوں نے ظالمین مبتدعین کے
 طریقے کی تحسین کی اور عوام کے ذہن سے اُن کے عقائد بد کی بُرائی کو اٹھایا ذرا انصاف کرو اور
 جناب اکثر ائمہ علم کلام کی حرمت کے قائل ہیں اور امام عظیم علیہ الرحمہ بھی مکروہ کہتے ہیں۔ والے
 التوحید ذہب الشافعی ومحمد مالک و احمد بن حنبل وسفیان وجمیع ائمہ الحدیث من اہل سنت۔ وکان
 ابو حنیفہ رحمہ کیرہ البطلان علی سبیل الحق الخ (شرح فقہ اکبر) خانصاحب فرماتے ہیں کہ یہ امام ائمہ جن کے
 آپ پیروار و جنہیں آپ حق پر جانتے ہیں آپ کے قول سے یہ سب طریقہ مبتدعین کی تحسین کرنے
 والے اور عقائد بد کی بُرائی کو پھیلانے والے تھے (نمود بائند منہ) ع کون بتلائیگا کہ جب حضور
 بہکے لگے ۴ علم کلام کا بیان کچھ گزر چکا ہو اور ارشاد اکملہ میں بھی چند اقوال مذکور ہیں۔ باقی رہا
 مانعین کے کلام سے اُن حضرات پر جرح کرنا جو اُسے جائز بتاتے ہیں اور عمدہ سمجھتے ہیں محض
 نادانی یا فریب دہی ہو اختلافی مسائل میں ایسا ہی ہوتا ہو۔ چوتھا شبہ یہ فرماتے ہیں
 کہ ہم حنفی ہیں ہمیں علمائے احناف کی تقلید چاہیہ انام فخر الدین نے جن محققین کا قول لکھا ہے
 وہ احناف نہیں معلوم ہوتے کیونکہ علمائے احناف وہ معنی نہیں بیان کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ
 اونسے میل بھی کسی ظالم کی طرف نہ کرو اور اسکے ثبوت میں تفسیر ابوسعود اور تفسیر مارک کا
 حوالہ بھی دیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مقولہ بھی شہادت دیتا ہو کہ جناب خانصاحب کو علوم
 دینیہ سے عمارت نہیں ہے تعصب بجانے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ جو قول محققین کا امام
 فخر الدین رازی نے نقل کیا ہو حنیفہ بھی بعینہ وہی نقل کرتے ہیں یا اونسکے قریب قریب
 چنانچہ آئندہ معلوم ہو جائے گا۔ علاوہ اسکے مجھے اونسے یہ دریافت کرنا ہو کہ جس طرح امام
 اعظم علیہ الرحمہ اور اُن کے صاحبین وغیرہما سے جزئیات فقہیہ اور قواعد اصولیہ منقول ہیں
 جھکی ہم تقلید کرتے ہیں کیا کوئی تفسیر اور آیات کے معنی بھی منقول ہیں جس طرح امام محمد علیہ السلام

نے ميسو طو ز ياد ات وغير ہا بڑی بڑی کتابين فقہ کی لکھين تفسير مين کوئی چھوٹی سی بھی کتاب ایسی ہو جس مين امام عظيم اور صاحبين کے اقوال تفسير کے متعلق ہوں۔ ان آیات کو رہنے دیجیے جو خاص احکام فقہیہ کے متعلق ہين اسکا جواب بجز اسکے کچھ نہیں ہو کہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہو۔ پھر جب نام اور انکے تلامذہ خاص صاحبين سے تفسير منقول نہیں ہو پھر تفسير مين خفیت کو کیا دخل ہو تفسير مين جو معنی صحابہ اور تابعين سے منقول ہين انھين خفیت اور شافعیہ سب لیتے ہين انکے علاوہ جو اور ائمہ تفسير ہين او کی تقلید کرتے ہين زیادہ معتبر تفسير وہی ہو جو صحابہ اور تابعين سے منقول ہو اور یہی آؤ انکے بڑے حضرت سيف البجارین ناقل ہين۔ امامت قرآن را از تعلالات عرب اول اخذ باید کردو اعتماد کلی بر آثار صحابہ و تابعين باید نمود۔ اب آثار صحابہ اور تابعين کو ملاحظہ کیجئے تفسير در منشور اور تفسير ابن کثیر دونوں اسلیے موضوع ہين کہ صحابہ اور تابعين سے تفسير نقل کرتے ہين ان دونوں مين حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لا تر کنا کے چار معنی مروی ہين اول شرک کیطرت میل نکرو۔ یعنی مشرک نہ ہو۔ مشرکون کی اعانت نہ کرو۔ یہ معنی ابن جریر اور غوفی روایت کرتے ہين دوم لا تملوا یعنی ظالمون کی طرف میل نہ کرو۔ علامہ ابن کثیر اس تفسير کو عمدہ بتاتی ہين اور اسکی شرح ہر طرح کرتے ہين۔ ہذا القول حسن ای لا تعينوا الظلمة فتلونوا کاکم فدر ضمیمہ صنیعہم۔ یعنی یہ قول عمدہ ہوا در میل کرنے کے معنی یہ ہين کہ ظالمون کی اعانت نہ کرو اور اگر ایسا کرو گے تو گو یا اونکے ظلم سے تم راضی ہو گئے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو مفسر اسکی تفسير مين لا تملوا ادنی میل کو کہتے ہين یعنی تھوڑا سا میل بھی نہ کرو اسکے معنی یہ ہين کہ تھوڑی سی مدد بھی اونکی نہ کرو اس معنی کو ابن جریر اور ابن منذر حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہين یہ دونوں معنی دونوں تفسير دن مين ہين ستھوم ابن کثیر ابن ابی طلحہ کے واسطے سے روایت کرتے ہين لا تملوا ہنو۔ یعنی ظالمون سے ماہنت نہ کرو۔ ماہنت کی تفصیل آگے آئے گی۔ اور علامہ سیوطی ابن ابی حاتم کے ذریعے سے روایت کرتے ہين کہ ”لا تملوا“ یہ چاروں معنی جو جبر الامت

حضرت عبداللہ بن عباس نے کیے مولوی صاحب کے مدعا کے خلاف ہیں پہلے
 معنی کا خلاف ہونا تو نہایت ظاہر ہے دوسرے معنی کو ابن کثیر نے واضح کر دیا تیسرے
 معنی صاف یہ کہہ رہے ہیں کہ جس میل جول میں ممانعت نہ وہ ممنوع نہیں ہو چوتھے
 معنی بھی اُس عموم کے خلاف ہیں جو مولوی صاحب کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ آیت میں
 صرف انکی طرف جانے کی ممانعت ہوئی یا اونکے مذہب اختیار کرنے کی۔ اور انکو
 بلائے اور اپنی مجلس میں شریک کرنے کی ممانعت نہیں ہوئی۔ ان دونوں تفسیروں
 میں حضرت ابو العالیہ سے اسکے معنی اس طرح منقول ہیں لا تزفون باعالم یعنی تم انکے
 کرداروں سے راضی نہ ہو یعنی انھیں ناپسند جانو اور در مشورہ میں عکرمہ سے یہ طرح
 منقول ہو لا تزفون الی الذین ظلموا ان لطمعوا ہم او تودوہم او لطمعوا ہم یعنی ظالموں کے
 طرف میل نہ کرنے کے یہ معنی کہ انکی اطاعت نہ کرو یا اونسے محبت نہ کرو۔ علامہ
 ابوالبرکات تفسیر مدارک میں قنادہ سے اس کے معنی لا تلحقوا بالمشرکین روایت کرتے
 ہیں یعنی مشرکوں سے ملحق نہ ہو جاؤ اور علامہ علاء الدین علی بغدادی تفسیر خازن میں
 حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دوسرے معنی بیان کر کے لکھتے ہیں الرکون ہواجمۃ والمیل
 بالقلب یعنی رکون کے معنی محبت اور دلی میل کے ہیں اور عکرمہ اور ابو العالیہ سے وہی
 معنی روایت کیے ہیں جو اوپر بیان ہوئے البتہ عکرمہ سے صرف ایک معنی لینے
 لا تطیعوہم بیان کیے ہیں۔ علامہ بغوی معالم میں بعینہ یہی کہتے ہیں جو خازن میں ہے
 البتہ سدی سے تیسرے معنی بھی نقل کیے ہیں تفسیر جلالین میں انھیں معنی منقولہ کا
 حاصل لکھا اور چنانچہ لکھتے ہیں ولا تزفون الی الذین ظلموا بمودة او مدائنتہ اور ضعی عالم
 ہونے کی وجہ سے قاضی صاحب نے یہ فرض کر لیا ہے کہ نہ وہ ظالمین مبتدعین کی محبت کو ضروری کہتا ہے نہ وہ ان
 لفظوں کو دیکھ کر بہت کو دین اچھلیں گے حالانکہ یہ انکی غلط فہمی یا الجہ فریبی ہونہ وہ ہرگز مبتدعین کی محبت اور
 ممانعت کو جائز نہیں رکھتا اسکی تفصیل آگے آوے گی جس محبت کو جائز رکھا ہو اسکا بیان بھی ہم تفصیل کریں گے

یہی امام فخر الدین لکھتے ہیں۔ آیت کے یہ معنی صحابہ اور تابعین سے منقول ہیں جنکو ہم نے متعدد تفسیروں سے نقل کیا انہیں کوئی معنی مولوی صاحب کے مدعا کے موافق نہیں ہیں جو مفسرین تفسیر الراے کو پسند نہیں کرتے وہ یہی معنی بیان کرتے ہیں خواہ خفیہ ہوں یا شافعیہ۔ کوئی خفی یہ نہیں کہتا کہ ہمارے امام عظیم علیہ الرحمہ یا صاحبین اسکے یہ معنی کہتے ہیں۔ پھر بیان مقلدی اور غیر مقلدی کو پیش کر کے یہ کہتا کہ مفسرین اخاف نے یہ معنی لکھے ہیں محض ابلہ فربہ یا بے علمی ہو۔ خیال کرنے کا مقام ہو کہ جب مفسرین شافعی یا خفی ہو کر اپنے امام کا قول نقل نہیں کرتے بلکہ کسی دوسرے ہی کا قول نقل کرتے ہیں تو ہمیں اُس مفسر کی تقلید کب فرض ہو واجب ہو۔ ہم خفی ہیں ابو سعودی یا ابوالبرکاتی نہیں ہیں جو ابو سعودی ابوالبرکات صاحب مدارک کا قول ماننا ہمیں ضرور ہو۔ مولوی صاحب ذرا سمجھ کر باتیں کرو۔ اب میں اُن حوالوں کا ذکر کرتا ہوں جنہیں آپ نے ذکر کر کے اپنی خفیت جتائی ہے۔ آپ نے تین تفسیروں کے حوالے دیے ہیں ابو سعود۔ مدارک۔ کشاف۔ مدارک کو حوالے میں تو مولوی صاحب نے غضب ہی کیا ہو دیانت اور فہم دونوں کا خون ہی کر دیا ہو دیانت کا خون تو یہ ہو کہ صاحب مدارک نے اول اس آیت کے تین معنی بیان کیے ہیں پہلے اپنے شیخ سے ناقل ہیں ابو سعود سے معنی اور دونوں سے روایت کیے ہیں چونکہ یہ تینوں معنی اُنکے مدعا کے خلاف تھے اسلئے اُنہیں اڑا گئے اور بالکل ذکر ہی نہ کیا تفسیر مدارک کی عبارت ملاحظہ ہو۔

<p>ولا ترونوا الى الذين ظلموا ولا تملوا قال الشيخ رحمه الله هذا خطاب لا تباع الكفرة اى لا ترونوا الى القادة والكبراء في ظلمهم فيما يدعونكم اليه۔ وقيل الركون اليهم الرضا بغيرهم وقال</p>	<p>ظالمون کی طرف میل نہ کرو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ خطاب کفار کے اتباع سے ہو۔ مطلب یہ ہو کہ کفار کے سرگردہ اور ٹکھیا جو زیادتی کرنے ہیں اوس میں شریک نہ ہو اور جب طرف تہیں بلاتے ہیں اس طرف نہ جھکو اور بعض نے کہا ہو کہ اوکی طرف میل کرنے سے مراد</p>
--	--

قنادۃ ولا تلحقوا بالمشركين۔
 اُنکی کفر سے راضی ہونا ہو۔ اور قنادہ نے یہ تفسیر کی ہو
 کہ مشرکین میں نہ ملجاؤ۔

ناظرین ملاحظہ کریں کہ علامہ نسفی نے تین معنی بیان کیے ہیں پہلے وہ جو اُنکے نزدیک راجح
 تھے پھر مرجوح معنی بیان کئے پھر ایک روایت قنادہ کی بیان کی مگر تینوں معنی مولوی صاحب
 کے اُس دعوے کو غلط ثابت کرتے ہیں جو اُنھوں نے کیا ہو کہ محققین اخاف کی نزدیک
 آیت میں مطلق رکون مراد ہو۔ البتہ صاحب مدارک نے اول آیت کے وہ معنی بیان کر کے
 جو نقلًا ثابت تھے چند روایتیں کشاف سے بعینہ نقل کر دی ہیں جنکو ہمارے مولانا خان
 خانان نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اخاف امام فخر الدین رازی کے خلاف معنی
 بیان کرتے ہیں۔ ذرا انصاف کا مقام ہو کہ علامہ نسفی نے جو معنی سب اَوَّل بیان کیے
 اور اُنھیں اپنے بزرگوں سے نقل کیا اُسے مولانا خان خانان اخاف کے معنی نہیں کہتے
 اور معنی بیان کرنے کے بعد جو روایتیں اُنھوں نے ایک سخت معتزلی سے نقل کی ہیں اُن
 وہ اخاف کے معنی بیان کر رہے ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اُنکی فہم عالی کا نتیجہ ہو یا جس طرح
 اُنھوں نے اول معنی چھوڑ کر اپنی دیانت کو ظاہر فرمایا سی طرح بیان ہی دوسرے طریقہ سے
 دیانت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ حقیقت امر یہ ہو کہ بہت سے مفسرین جو صاحب کشاف کے
 بعد ہیں وہ کشاف کے خوشہ چین ہیں اُنھیں میں صاحب تفسیر بیضاوی اور ابوسعود اور
 صاحب مدارک ہیں بیضاوی تو معانی الفاظ اور فصاحت و بلاغت اکثر کشاف ہی سے
 بیان کرتا ہو اور ابوسعود تو بیضاوی کا بھی نقیب ہے۔ صاحب مدارک معانی میں نقل کو
 بھی دخل دیتے ہیں اور صاحب کشاف چونکہ سخت معتزلی ہو اسلیے وہ تفسیر میں روایات
 کو کم دخل دیتا ہو بلکہ عقلی طور پر جو معنی الفاظ و قرآن سے اُسکے نزدیک ہوتے ہیں اُسے
 بیان کرتا ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی ایسا ہی کیا ہو۔ پھر اُسکے بعد اُسے بعض روایتیں
 نقل کیں ہیں جو اس آیت کی تفسیر تو نہیں ہیں مگر وہ روایتیں یہی ہیں جسے صاحب

کشف کی عقلی تفسیر کی فی الجملہ تائید ہوتی ہو اسلیئے انھیں نقل کیا مثلاً سفیان ثوری کا یہ قول کہ جہنم میں ایک وادی ہو کہ اُس میں وہی قاری رہینگے جو بادشاہوں سے ملا کرتے ہیں اُسکو آیت کی تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ہو۔ ہاں اس نظر سے کہ بادشاہ اکثر ظالم و فاسق ہی ہوا کرتے ہیں اسلیئے اُنکے پاس بلا ضرورت صرف دنیا کا رسوخ بڑھانے یا لوگوں کے ذہن میں اپنی عظمت جتانے کے لیے جاتے ہیں وہ ممنوع ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رکون الی النظام مطلقاً ممنوع ہو اور یہی آیت کی تفسیر میں کشف نے بیان کیا ہو مگر جب مفسرین اہل سنت اُسکے خلاف معنی بیان کر رہے ہیں اور تفاسیر سلف کے بھی وہ موافق نہیں ہو تو اُسے ترجیح دینا تعجب ہو اُسکی عقل و فہم کو شاہد کتنا چاہیو جو آیت لا تَرٰکُنُوْا سَے مطلقاً میل کی مخالفت ثابت کرے اور پھر ایک سخت معترضی کے قول سے سند پکڑے ع۔ برین عقل و دانش بیاہد گریست + اور جو سفیان وغیرہ کی روایتیں صاحب کشف اور صاحب مدارک نے نقل کی ہیں وہ بھی حنفی نہیں ہیں بلکہ سفیان تو ہمارے امام عظیم رحمہ اللہ کے بہت خلاف تھے چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں انکا قول اسطرح لکھا ہو۔

حدیثنا محمد قال حدثني نعيم بن حماد قال	افسوس آپ کے علم و دیانت پر کہ دعویٰ کریں
حدیثنا الفزاری قال كنت عند	احاف کے قول کا اور حنفی کا قول چھپا کر انکا
سفیان فنعی النعمان قال الحمد لله	قول لکین جنھیں احاف سے کچھ واسطہ نہیں۔
کان نقیض الاسلام عروۃ عمرة	ابوسعود رحمہ اللہ بھی چونکہ کشف سے اکثر
ما ولد فی الاسلام اثنام منه	لیتے ہیں اسلیئے یہاں بھی انھوں نے اوسکے

انکی احوال میں احاف پر اس شخصیت سے واجب الاتباع ہیں کہ علامہ ابوسعود نے بیان کیا ہے کہ احاف انکے مقلد نہیں ہیں بلکہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں نہ اس شخصیت سے واجب الاتباع ہیں کہ ایک معترضی کی تفسیر سے انھوں نے نقل کیے ہیں مولانا صفہ سوم میں نیز کشف سے معنی نقل کر کے یہ تحریر کرتے ہیں۔ ”پس رکون کے وہی معنی و مراد ہونا جو امام

رازی نے محققین کی مراد بیان کی ہو خفیہ کے محققین کے نزدیک معتبر نہیں ہوا فوس
 او کی عقل پر کہ ایک معتزلی کے قول کو نقل کر کے محققین خفیہ کا قول اُسے کہہ رہے
 ہیں اسکا حاصل یہ ہوا کہ صاحب کثاف معتزلی مولوی صاحب کے نزدیک محققین
 خفیہ میں داخل ہو۔ اور سنیے مولوی صاحب کو تو اپنے گھر کی کچھ خبر ہی نہیں ہو اسے
 جناب خفیہ نے بعینہ وہ معنی بھی بیان کیے ہیں جو امام الخلیل ندوی نے لکھے ہیں تفسیر نیشاپوری
 ملاحظہ کیجئے عبارت اوسکی یہ ہوئی قال المحققون الركون المنہی عنہ ہو الرضا بما علیہ النظرة
 او تحسین الطريقة و تزئینہا عند غیر ہم و مشارکتہم فی شئی من تلک الابواب فاما ما دخلتم
 لرفع شئی من الضرر و اجتلاب منفعة عاجلة فیغیر داخلہ فی الركون اور تفسیر مدارک
 میں جو معنی بیان ہوئے ہیں وہ بھی مولوی صاحب کے خلاف ہیں۔ کہیے مولوی صاحب
 ایسا صریح علانیہ کذب ذرا خدا سے ڈریے اور تحقیق کے بعد کوئی حکم لگا یا کیجئے کہ تحقیق
 کے لیے ہم وفہم سلیم درکار ہوئے۔ حاصل یہ کہ جو معنی مولوی صاحب اخصاف کی طرف
 مندرج کرتے ہیں وہ درحقیقت معتزلی نے بیان کیے ہیں اوسکے بعد جس نے اوسکی تقلید
 کی ہو اوسنے بھی لکھے ہیں خواہ وہ خفی ہو یا شافی یہ بھی ایک دلیل ہو اونکے دعوے
 کے غلط ہونے کی کیونکہ اگر مطلق ركون منہی عنہ ہوتا تو اخاف و شوافع معتزلی کے

بہت میں مان بھی لون کہ سب کچھ موجود ہو اوس واسطے کہ آپ میرے شفیق امتا دین لیکن یہ گزارش کیے
 بغیر ہرگز نہ ہونگا کہ آپ کو متعصب جھگڑا و ناحق پسند لوگوں نے بہکا کر نظر پر پردہ تعصب الہی
 اور جناب کو ہمیشہ ایسے مواعظ کا انتظار رہتا ہو کہ قلم چلتا رہے خواہ کوئی مقبول ہو خواہ مردود اور
 غضب یہ ہو کہ ایک مرتبہ بھی نظر انصاف و تحقیق سے جلسہ نہ اخذ ملاحظہ کیا آخر مجمع علماء کا برصالحا
 تھا مشائخ کا تھا مگر بے دیکھے بھالے مخالفین سخن پرور کے رسالہ ملاحظہ فرما کر ایسے بگڑے کہ سینچنا شکل
 ہو گیا میں نے جو عرض کیا اوسکی وجہ محض حق گوئی اور خدا پرستی ہو لا طاعة للخلق فی معصیة الخالق
 اسی واسطے بڑھا لکھا کہ حق ظاہر کرینگے اور کلمہ الحق کے اظہار میں دینج نہ کرینگے لہذا گستاخی معاف اہر سراج ۱۲

خوشہ چین نہوتے صفحہ ۱۴۳ غنیۃ الطالبین سے نقل کیا ہو کہ امام احمد بدعتی کو سلام کرنے کو منع کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ امام مدوح نے تو اس سے بھی سلام و کلام ترک کر دیا تھا جسے مبتدعہ کا رد کیا تھا پھر جناب والا اسپر کیوں عامل نہیں ہیں علاوہ اسکے حنفی ہو کر امام احمد بن حنبل کے قول کو کیوں سند میں پیش کرتے ہیں۔

اب ہم ان وجوہات کو پیش کرتے ہیں جنکی وجہ سے رکون کے ایسے معنی عام لینا جیسے مولانا ندیر احمد خالص صاحب فرماتے ہیں صحیح نہیں ہو مگر انکے بیان کرنے سے پہلو یہ کہتے ہیں کہ آیت مذکور کے وہ معنی جو سلف کے منقول ہیں وہ تو اوپر نقل کیے گئے اور جو معنی نفس الفاظ سے لیے جاتے ہیں یعنی رکون کو اور ظلم کو عام لیا جاتا ہو اور یہ کہا جاتا ہو کہ کوئی ظالم کوئی فاسق و بدعتی کیسا ہی ہو اس سے کسی قسم کا میل جائز نہیں ہے اگر یہ مطلب ہو کہ رکون کے معنی محبت اور میل قلبی کے ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہو۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ٹھہریں گے کہ ظالموں سے دلی محبت سے نہ ملو کیونکہ اگر محبت سے نہ ملے کسی ضرورت سے ملے تو رکون ہوا اور بالفرض اگر محبت سے بھی ملے مگر وہ محبت طبعی ہو یا کسی خوبی کی وجہ سے ہو تو بھی رکون الے ان ظالم نہیں ہوا۔ بلکہ رکون الے اسخی یا الے الفاضل ہوا اس معنی کا حاصل وہی ہوا جو امام رازی کہہ رہے ہیں کیونکہ ظالم کی ایسی محبت جب ہی ہوگی کہ اس کے ظلم کو پسند کرتا ہو اور یہی امام فخر الدین کہہ رہے ہیں۔ اس قسم کا میل بلا شک ممنوع ہو گو وہ ادنیٰ مرتبہ کا ہو یہ عموم بیشک صحیح ہو اور اس تفسیر کا حاصل وہی ہو جو صحابہ و تابعین سے نقل کیا گیا۔ اور اگر وہ معنی ہیں جو مولوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ فاسق و مبتدعین کے پاس بیٹھ جانا بھی ممنوع ہو اور جب مبتدعین کے پاس سے اٹھ کر نہ چلا جائے اس وقت تک دلی نفرت ثابت نہوگی جیسا کہ صفحہ ۱۴۱ سے ظاہر ہے محض غلط ہیں اور آپ کے فعل نے اسے غلط ثابت کر دیا ہے

چنانچہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جناب نے برسوں ایک شیعہ کی شاگردی کی ہو اور ان سے ہم نوالہ وہم پیالہ رہے ہیں خیر اس سے قطع نظر اب اس دعوے کی غلطی کے دلائل ملاحظہ ہوں۔
دلیل اول۔ ہم ادھر احادیث اور اقوال علماء سے ثابت کر چکے ہیں کہ کفار و منافقین سے اس قسم کا میل جول درست ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے نہایت خوش خلقی سے ملے اور ان کے سردار اور معزز کی تنظیم تک کی تو مبتدعین سے یہ طریق اولے جائز ہونگے کیونکہ یہ نفس اسلام میں شریک ہیں اور ان احادیث کا منسوخ ہونا ہم ادھر بیان کر چکے ہیں اور آئندہ اسکی اور بھی تصریح کریں گے انشاء اللہ۔

دلیل دوم۔ صحیح بخاری میں ابو دردار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم بعض لوگوں سے بخندہ پیشانی ملتے ہیں حالانکہ ہمارے دل اُن سے سخت بیزاریں الفاظ حدیث میں بیزاری کو بہت تاکید اور سخت لفظ میں بیان کیا ہو وان قلوبنا تلثمہم جسکے لفظی معنی یہ ہوتے ہیں کہ تحقیق ہمارے دل بلا شک اُن پر لعنت کرتے ہیں۔ ایسے مبغوض اور بدترین لوگوں سے صحابہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں ایمان لائے اور جنگ اُحد میں شریک ہوئے آپ کے کلام سے ظاہر ہے کہ ایسے بُرے لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا خاص ابو دردار ہی کا فعل نہ تھا بلکہ اور صحابہ کرام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اب خیال کیا جائے کہ آیت ولا تزرکونوا کی ہو اور یہ مقولہ مدنی ہو اور منسوخ نہیں ہو کیونکہ ائمہ دین اور علمای محققین۔ اراکات میں اس روایت کو سند لاتے ہیں۔ امام بخاری بھی اس روایت کو مدارات کی سند میں لائے ہیں اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ آیت مذکورہ میں مطلق رکون مراد نہیں ہو سکتا ورنہ صحابہ کرام ایسے بُرے لوگوں سے کیوں ہٹھ ملتے۔ صاحب ارشاد نے اس روایت کو اس غرض سے نقل کیا تھا جسے میں نے ابھی بیان کیا اور خاصکر حضرت بدایونی کے خط کے اُس فقرے کے جواب میں جو انکے خط کے صفحہ ۸ سطر ۳ میں ہو۔ اگر زبانی جمع حسنہ تھا

محبت دلی کا باوجود بغض کے کیا جائے تو از قسم نفاق ہو، امین صاف طور سے یہ بات ثابت کر دی ہو کہ حضرت بدایونی فعل صحابہ کو از قسم نفاق قرار دیتے ہیں (نعوذ باللہ منہ) چونکہ یہ امور بخوف طوالت امین مذکور نہ تھے اس لیے قاضی صاحب ان باتوں کو اڑا کر تحریر فرماتے ہیں: اہل سنت نے تم سے کب یہ استدعا فرمائی کہ اگر کوئی رافضی دہابی نیچری تمہارے پاس چلا آئے تو تم اُس سے بات نہ کرو مٹھ نہ دیکھو۔ مدارات نہ کرو صلف قاضی صاحب آپ کے مرشد تو صحابہ کے اس فعل کو از قسم نفاق ٹھہراتے ہیں اور آپ کے بڑے معاون مولوی نذیر احمد خان صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ: دل سے بُرا جانا اور تغیر دلی جب ہی ہوتی ہو کہ اُنکے ساتھ نہ بیٹھے اور وہ ان سے اٹھ کر چلا آئے اور بغیر اس چلے آئے کے انکا قلبی اور بُرا جانا اور تغیر دلی ہرگز نہیں ہو۔ کیسے قاضی صاحب یہ آپ کی یا آپ کے فرقہ اہلیہ امویہ کی استدعا ہو یا نہیں اور آپ کے معاون صاحب کے قول سے یہ لازم آیا یا نہیں کہ صحابہ کرام ان کفار و منافقین کو دل سے بُرا نہیں جانتے تھے ورنہ خندہ پیشانی سے پیش نہ آتے بلکہ ایسے شخص کو اُسی وقت فی النار کرتے کیونکہ اُس وقت سیف مسلول تھے اور اگر یہ بھی کسی وجہ سے نہ کیا تو اسکی طرف توجہ نہ کرنا یا ہٹ جانا تو بہت ہی آسان تھا مگر صحابہ یہ نہیں کرتے تھے۔ اب قاضی صاحب اور خان خانان اسکے جواب میں کیا فرماتے ہیں؟ مگر خدا کے یوں انصاف سے کہنا خدا کو حاضر جانکر ہٹدھرمی نہ کرنا۔

وسیل سوم۔ صاحب ارشاد نے فتح الباری سے نقل کیا ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کفار کو ابتداءً اسلام کرنا حرام جانتے تھے مگر انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مسلمان کو کوئی دینی یا دنیوی ضرورت ہو تو ابتداءً سلام کر لینا بھی جائز ہو۔ ضرورت کی مثال اسطرح دی ہو کہ قضاء حق المرافقة یعنی جسطرح رفاقت کا حق ادا کرنا۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی کافر اس مسلمان کا رفیق ہو تو اُسے ابتداءً بھی سلام کرنا جائز ہو۔ اب ہمارے

خان خاندان مولوی نذیر احمد خان صاحب وغیرہ فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حرام شے کو بغیر دورت کیسے حلال کر لیا۔ مراسلات سنت میں تو سب بڑی لے وے ہو۔ پھر اب یہ حضرت بریلوی کی تعدی اور طعن و تشنیع ایک بہت بڑے صحابی کی طرف پوشچے کی یا کچھ تردد و ہوند وے کے غنادنے یہ نوبت پہنچائی کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قسم نفاق ٹھہرایا گیا فعل صحابہ کرام پر لے دے ہوئی (العیاذ باللہ) اب مجھے خانہ صاحب سے یہ کہنا ہو کہ آپ تو مبتدعین سے مجتہد وغیرہ ممنوع ثابت کر رہے ہیں اور مطلقاً میل جول کو منع فرما رہے ہیں پھر کفار سے نفرت کیسی اور پھر اسکا حق عبداللہ رضی اللہ عنہ کیسے ثابت کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے بھی مرافقت شرعاً جائز ہو بیان تاک کہ اسکا حق بھی ثابت ہوتا ہو۔ اے جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فقہائے صحابہ میں ہیں اور ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا اکثر مدار خنکے قول اور روایت پر ہو وہ فرما رہے ہیں کہ کفار سے مرافقت بھی ہوتی ہو اور اسکا حق بھی کوئی چیز ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ بعض ممنوع شے اسکی وجہ سے جائز ہو جاتی ہو۔ اب خیال تو کیجئے کہ بیان تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے موافقت ثابت کر دی پھر تو یہ ادنیٰ میل سے بہت زیادہ ہو لہذا معلوم ہوا کہ آیت لا تترکوا میں مطلقاً میل کی مانعت نہیں ہو۔ مگر قاضی صاحب چونکہ یہ روایتیں دیکھ چکے تھے اسلیے وہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”حضرت سلامت اسکا منکر ہی کون ہو کہ عند الضرورت بے دینوں کے ساتھ خوش خلقی نہ کرنا چاہئے“ قاضی صاحب یہ آپ کیا کہ گئے ہیں کہیں آپ کے خان خاندان بریلوی اور احمد آبادی آپ پر وارنٹ جاری نہ کریں۔

قاضی صاحب اس قول سے تو آپ ہر گروہ کے سردار کا اکرام کرنا کفار سے مرافقت کرنا۔ سلام کرنا اونکے آتے وقت مر جاتا کہنا اور جو کچھ ہم مدارات میں بیان کر گئے

ہیں وہ سب آپ مان چکے ہیں اُس سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک مولوی نذیر احمد خان کا قول غلط ہے۔

ضروری تسبیہ۔ قاضی صاحب خوب سمجھ لیں کہ آپ کے اس اقرار سے صاحب ارشاد اکملہ کی اصلی غرض ثابت ہو گئی کیونکہ وہ یہی کہتے ہیں کہ بغیر تندرہ میں یہ امور کیے گئے اور بغیر روت اسکا جواز آپ مان چکے قصۂ تمام ہوا آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں اور نہ زوری کے لیے کچھ کہنے جائیں مگر ہر ایک غیہ دہے مائل کدے گا کہ صاحب ارشاد کا جو مدعا تھا اُسے آپ تسلیم کر چکے۔ بیان تک تو پہنچے احادیث و آثار سے مولوی صاحب کی غلطی بیان کر دی اسبہ صلف کے افعال اور علمائے تحقیق کے اقوال سے مولوی صاحب کی غلطی انہرین شمس کرتے ہیں۔

دلیل چہارم۔ بین اس دلیل میں خاص مبتدعین سے خلا و ملا کے چند ثواب پیش کرتا ہوں۔

(۱) فقیہ ابوالیث عمر قندی ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ بن عمرو (جو عطا کے مصاحب اور تبع تابعین ہیں) عطا سے کہا کہ آپ کے پاس طرح طرح کے بدعتی جمع ہوتے ہیں اور میں تیز مزاج شخص ہوں انہیں کچھ سخت سست کہ بیٹھو گنا عطا نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو و قولوا للناس حسنا جب اس آیت میں یودی و نصرانی داخل ہیں تو مسلمان کیوں کر داخل ہو گئے (بتان کا بائب حسن المعاشرة ملاحظہ ہو) اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عطا تابعی ہیں وہ مجالست کی مبالغہ کیسی اُسے سختی سے

بہ عبارت اویسی یہ ہو۔ وروی ابراہیم نخعی عن حمزة العامري عن طلحة بن عمرو قال قلت لعطاء انک رجل یجمع عندک الناس ذویہوا تحت لفة و انما رجل ذو حدة فاقول لهم بعض القول الغلیظ فقال لا تفعل اذ یقول اللہ و قولوا للناس حسنا فدخل فی ذہ الآیة الیہودی و النصرانی تکلیف بائعینی آوہ ۱۲

بات کرنے کو بھی منع کرتے ہیں۔ پھر وہ اجماع امت محمدیہ کو نساہی جو مبتدعین سے مطلقاً
مجالست کو حرام ٹھہراتا ہو اور جب تک اونکے پاس سے بھاگ بنجائے اُس وقت تک
دلی نفرت ہی ثابت نہیں ہوتی کیا حضرت عطا کو بدعت سے دلی نفرت نہ تھی یہاں سے
مولوی صاحب کی وہ غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو اپنے رسالے میں لکھ رہے ہیں کہ مبتدعین
کا قیاس کفار پر صحیح نہیں اور یہ سمجھتے تھے کہ علمایٰ مذہب یہ قیاس کرتے ہیں۔ سبجے
جناب یہ قیاس علمایٰ مذہب کا نہیں ہو ایک تلیل القدر تابعی کا ہو لہذا آپ کا علم آپ کا
نفسانی قیاس اُسے غلط نہیں کہہ سکتا۔ قاضی صاحب نے بیان ہیودہ زبائر لاری
کر کے اسکل چچ کے غیلے پھینکے ہیں ہمارا آئندہ کا بیان اُنکا کافی جواب ہوگا۔

(۲)۔ عمرو بن ثابت ابی المقدام بڑا پکارا فضی ہے ائمہ میں اُسکی وفات ہو۔ یہ
حبان بن علی کے جلس میں حبان کو فہ کے بہت بڑے فقہا میں ہیں انھیں کے جلسے
میں ایک روز عمرو نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار شخصوں کے سوا
کل کافر ہو گئے (نفوذ باللہ منہ) باوجود اس کہنے کے اُنھوں نے سختی نہیں کی مجالست
خود اُسٹے نہ اُسے نکالا صرف پاس صحبت کے سنا طے سنا موش رہے چنانچہ میزان الاعتدال
میں قول مذکور کے بعد لکھا ہو قیل سبحان الا انکر علیہ فقال حبان ہو جلیسنا وانا حکم عمرو
بہذا اخذتینا دم یعنی حبان۔ میں اسکا ترجمہ نہیں کرتا مولوی صاحب اور قاضی صاحب
خود سمجھ لیں کہ ایسا سخت مبتدع حبان کا جلیس ہوا اور پھر کوئی اس صحبت کو منع
بھی نہیں کرتا۔

(۳)۔ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ میزان الاعتدال میں اسے معتزلی (رضی اللہ عنہ) لکھا ہو
میں اسکا انتقال ہو باوجود اس رفض اور اعتزال کے سفیان ثوری۔ ابن جریر امام
شافعی اور بڑے بڑے ہزرگ ان سے دین کی باتیں سیکھتے تھے اور ان سے حدیث روایت
ابو ہام سے روایت ہو سمعت ابراہیم بن ابی یحییٰ لیستم بعض لہفت ۱۱

کرتے تھے۔ امام شافعی سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کیوں ایسے بدعتی سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے جواب دیا کہ چونکہ جھوٹ نہیں بولتا تھا اور فقیہ تھا اسلئے ہم روایت کرتے ہیں۔“

لیجئے مولوی صاحب اب مطلق رکون کی مانفت کہاں ہو اور آپ کا اجماع کہ ہر ہو جو مجالست مبتدعین کی حرمت پر ہوا ہو۔ بیان تو ائمہ کرام اتباع تابعین اُنکی شاگردی کر رہے ہیں اُنسے دین سیکھ رہے ہیں۔ فرمائیے کہ اسین کس قدر آپ کے نزدیک خلقت کا اضلال ہو اور یہ ائمہ دین آپ کے نزدیک باعث اضلال ہیں۔ ان ائمہ نے مبتدعین سے غلط و خشونت کیوں نہیں کی کیون اُنکے پاس گئے اُنکے شاگرد ہوئے اُنسے دین سیکھا۔ صاحبو انصاف کروند وہ نے اس سے زیادہ کچھ کیا ہو؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان ائمہ کی باتیں بہت زیادہ ہیں پھر کیا مخالفین کا غل نفسانیت پر مبنی اور ائمہ دین کے خلاف ہو یا نہیں انصاف سے کہہ دیجیے۔

(۴) ابراہیم بن یعقوب جوزجانی۔ اُنکی نسبت میزان الاعتدال میں ہو النقة الحافظ احد ائمہ البحر والنعیدل۔ یعنی نقہ ہیں حافظ حدیث ہیں جرح و تعدیل کو اُما موں میں سے ایک امام ہیں۔ پھر اُنکے نسبت یہ بھی لکھتے ہیں وکان شدید الملیل الی مذہب اہل دمشق فی التحامل علی علی رضی اللہ عنہ۔ یعنی ناصبی تھے ۲۵۹ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ اوی انصاف کے پسند کرنے والو ذرا ہمارے بزرگوں کی بے تعصبی اور انصاف پسندی ملاحظہ کرو کہ ایک طرف تو ایک عالم کو ناصبی بھی کہتے ہیں اور پھر اسے نقہ و حافظ کہہ کر جرح و تعدیل کا امام کہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہو کہ جسے وہ معتبر و مستند کہہ دین وہ معتبر اور جسے غیر معتبر کہہ دین وہ اعتبار سے خارج اس سے زیادہ اور کیا تعظیم اور مرتبہ بڑھانا ہو گا۔ اس وقت کے بعض ملاؤں کا اندھیر دیکھو کہ جن علما کے علم و کمال اور بے انتہا فیض کے وہ خود قائل تھے اُنکا جلسے میں شریک ہو جانا

انکے تمام فضل و کمال کے زوال کا باعث سمجھتے ہیں اور صرف سمجھتے ہی نہیں بلکہ ملک
میں جہاں تک اُنسے ہو سکتا ہو رسوا کرتے ہیں فضیحت کرتے ہیں مگر وہ خوب یاد رکھیں
چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلاش اندر طعنے پاکان ہر دو
خیال کیجئے کہ کیا کیا افتراء میں لگاتے ہیں اور سیدھی اور صاف بات کو کس کس پر
سے رنگ کر عوام کو دکھاتے ہیں کہ لفظہ شد۔ ہم نہیں جانتے کہ یوم جزاکا اور نہیں
یقین ہے یا نہیں۔ اب مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ بھی ناصبی کو
مبتدع کہتے ہیں پھر آپ کے اجتہاد کے بموجب تو براہیم لائق خطاب اور قابل پاس
بیٹھے کے نہ تھے یہ بزرگوں نے انھیں امام جرح و تعدیل کیسے تسلیم کر لیا۔ کیا آپکی فہم
عالی اسکو تجویز کرتی ہو کہ مبتدعین کی طرف کی سطح ادنیٰ میل بھی جائز نہواور کسی مبتدع
کو اپنا امام بنالینا درست ہو؟ آپ تو احتمالات اور جواز کے نکالنے میں مشاق ہیں
ہیاب بھی کوئی احتمال نکالیے مگر اُنکر لیں نہو۔

(۵) محمد بن عبد اللہ القصبی الحاکم۔ یہ وہی امام الحدیث ہیں جنکی کتاب مستدرک
حدیث میں مشہور کتاب ہو۔ تمام علماء اس سے روایت لیتے ہیں اکثر اسکی تصحیح کا اعتبار
کرتے ہیں شہدہ دین اوکی وفات ہو۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں انکی نسبت
لکھتے ہیں ”ہو شیعی مشہور“ یعنی یہ ایک مشہور شیعہ ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں ”امام صدوق“
یعنی امام ہیں سچے ہیں۔ اور یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ابن طاہر نے عبد اللہ انصاری
سے انکا حال دریافت کیا انھوں نے کہا امام نے الحدیث رافضی حبشی یعنی حبشیہ
میں امام ہو مگر حبشی رافضی ہو اگرچہ ذہبی انصاری کے قول کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ
کہتے ہیں ”الرجل رافضی بل شیعی“ یہ شخص رافضی تو نہیں ہو البتہ شیعہ ہو بہر حال
مبتدعین میں ہیں اور الذین ظلموا میں داخل ہیں۔ بیان چند امور قابلِ محاط ہیں۔
اول ہمارے بزرگوں کا انصاف اور بے نقصبی لائقِ محاط ہو کہ شیعہ بھی کہہ رہے ہیں

اور امام بھی کہتے ہیں شیعوں کے امام نہیں بلکہ اہل سنت کے دوم اور انکی کتاب کو دین کی کتاب سمجھتے ہیں اُس سے روایت نقل کرتے ہیں باوجودیکہ بعض باتیں ہیں اہل سنت کے خلاف بھی ہیں مثلاً حضرت علی کو وصی لکھا ہو سوم جب حدیث کے امام تھے تو سیکڑوں نے حدیث کی سند اونسے لی اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ اگر بالفرض مذہب نے کسی مبتدع سے بیان بھی کرایا اور اُسکا بیان چھپوا بھی دیا تو اس سے زیادہ کیا کیا جو بزرگ ایک مبتدع کی کتاب سے کرتے آئے اور اتنا تک کر رہے ہیں اب مذہب کی نسبت مخالفین کا غل مچانا کہ بے دینوں کے ضلالت کو پاس کیا اور یہ کیا اور وہ کیا۔ ایسا جو اسلام کی نازک حالت دیکھ کر دشمنان دین کے حلوں کو نظر کر کے اُس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جو ہمارے بزرگ کر گئے ہیں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مخالفین کچھ تو جہالت سے اور زیادہ تراپنی بات کی بیج میں غل بچا کر اسلام سے دشمنی کر رہے ہیں چہاں ہم مولوی نذیر احمد خاں صاحب فرمائیں کہ وہ تو مجالست و مکالمت مبتدعین کی حرمت پر اجماع کے مدعی ہیں بیان تو بعض متبیین کو امام کہہ رہے ہیں انکی شاگردی کر رہے ہیں پھر مکالمت کی حرمت کیسی اور اجماع کیسا۔ چار صدی تک تو اسکا پتہ نہ لگا اور نہ لگے گا ایسا صاحب یہ کیا جہل ہو کہ سلف سے لیکر اب تک طرفین میں استاد شاگردی جاری رہی اور اتنا تک جاری ہو تمام علما کرتے رہے ہند میں جب تک علم کا شوق تھا تو برابر سنی شیعہ میں استاد شاگردی بہت رہی۔ آپ نے خود بھی برسوں استاد شاگردی اور شاگردی کی ہو۔ یہ بھی آپ کو یاد ہو گا کہ شیعہ استاد سے آپ کس احترام سے پیش آتے تھے اور شاگرد شیعہ کو کس شفقت سے پڑھاتے تھے اور اونسے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بھی بہت تھے اسکی تفصیل ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اسوقت بغداد شریف میں جو قطب عالم غوث عظیم رضی اللہ عنہ کا مسکن اور مرقم ہو برابر سنی شیعہ سے اور شیعہ سنی سے پڑھتے ہیں۔ اس

بیان سے ظاہر ہو گیا کہ آیت میں مطلقاً رکون ہمارے علماء مراد نہیں لیتے اور جنہوں نے بظاہر لیا ہوا اسکا مطلب مخالف نے نہیں سمجھا میں سیکڑوں شالین ایسی پیش کر سکتا ہوں۔ مگر اس قدر ثبوت مدعا کے لیے کافی ہو البتہ توضیح کے لیے چند ناموں کا نقشہ پیش کرتا ہوں۔

نقشہ بعض روایات مبطلین

نہجۂ	اسامی روایات	مذہب	نام تلامذہ و محدثین	کیفیت
۱	احمد بن الفضل کو فی حضرمی	شیعہ	ابو زرہ۔ ابو حاتم۔ ابو داؤد۔ نسائی	ابو حاتم کہتے ہیں کہ شیعوں کا سردار تھا مگر سچا تھا (میزان الاعتدال) شیعوں کا سردار بھی کہتے ہیں اور پھر اُن سے روایت بھی کرتے ہیں۔
۲	ابراہیم بن یعقوب ابو سحی سعد جوزجانی	نابسی	نسائی۔ ابو داؤد۔ ترمذی	شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں انکی طرح ان الفاظ سے کہتے ہیں الثقة الحافظ آئینۃ السراج والتعذیل۔
۳	داؤد بن الحصین	خارجی	ابن سحی۔ امام لکھ۔ محمد بن جعفر وغیرہم کل اصحاب صلاح	قال ابن حسان کان یتب مذہب البصرة یعنی الخوارج کعکرمۃ لکن لم یکن داعیہ مات مسلمۃ میزان۔
۴	محمد بن ارشد دمشقی و قاضی قبل مسئلہ	قدری۔ رافضی وغیرہما	یحییٰ القطان۔ ابو نظر۔ ابو نعیم۔ ابو حاتم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ	ابو نعیم نے اپنے حدیث روایت کرتے ہوئے منع کیا مگر سلیمان بن احمد وہابی کہتے ہیں کہ ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ نے عبد الرحمن بن مہدی سے روایت کیا کہ تم ہمارے اصحاب میں سے ایسے

تہذیب	اساسی رواۃ	مذہب	نام تلامذہ و مخبرین	کیفیت
				<p>شخص سے روایت کرتے ہو جس سے روایت کرنا لوگ ناپسند کرتے ہیں انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کون ہو میں نے کہا محمد بن راشد۔ پھر انھوں نے پوچھا کیوں ناپسند کرتے ہیں میں نے کہا کہ وہ قدری تھا یہ سکر ابن مہدی غصہ ہو اور کہا کہ اُس کا قدری ہونا روایت کو کیا مضر ہو۔</p> <p>جلد الرحمن بن مہدی المہجج و تعیل میں</p>
۵	عمر بن ثابت کو فی وفات	رافضی	یحییٰ بن آدم علی بن حکیم غیر ماہ۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ	<p>اسکی کیفیت اوپر نمبر ۲ میں بیان کی گئی ہے۔</p>
۶	عباد بن یعقوب البسری الرواحی وفات	رافضی	امام بخاری۔ ترمذی ابن ماجہ۔ ابن خزمیہ ابن ابی داؤد	<p>میزان الاعتدال میں ہو من غلاۃ الشیعہ و روس البیع کان یشتیم السلف۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ رافضی مشہور الا انہ کان صدقا و ثقہ و قال ابن حبان کان رافضیا و حمیہ و قال صالح بن محمد کان یشتیم عثمان و فرغ الباکر</p>
۷	قتادہ	قدری	کمال اصحاب صحاح ستہ سیمان تہی۔ عیش سعید و غیر ہم	<p>مشہور تابعی ہیں عینی انکی مرح میں لکھتے ہیں۔ اجمع علی جلالہ و حفظہ و توثیقہ و ثقاہ انکے تقویٰ پر بھی اتفاق ہو نہ کہہ الحفظ میں ہو۔ کان یری القدر قال ضمیرہ بن سوزب ما کان قتادہ یرضی حتی یصلح بہ</p>

نہج	اسامی روایت	مذہب	نام ملانہ و مخبرین	کیفیت
				صیا جابینی القدر قلت مع هذا الاعتقاد
				الردی ما تاخر احد عن الاجتاج بحدیثہ۔
۸	محمد بن فضیل کوفی	شیعہ	امام احمد بن ابو یوسف وغیرہما اور مخبرین کل اصحاب صحاح	امام احمد نے روایت بھی کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں حسن الحدیث شیعہ سطح ابو داؤد روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کان بشیعیا محترقا۔

دلیل خیم۔ علمای محققین نے تصریح کی ہو کہ سلف نے اور خلف نے ہمیشہ مبتدعین کی روایت کو قبول کیا اُن روایتوں سے استدلال کیا اُن سے روایتیں سنیں اُنکو سنائیں کبھی انکار نہیں کیا تاہم کتب حدیث میں اُنکی روایتیں موجود ہیں۔ البتہ جہود کا قول یہ ہو کہ وہ مبتدع بدعت کی طرف داعی نہ ہو۔ چنانچہ علامہ بدر الدین عینی نے شرح بخاری کی جلد اول صفحہ ۱۳۹ میں امام نووی سے بعینہ اسی امر کو نقل کیا ہو۔ پھر اب یہ کہنا کہ مبتدعین سے مکالمات و مجالست بالاجماع حرام ہو کشفہ علم دین سے بیخبری کی دلیل ہو تاہم اصول حدیث کی کتابوں میں اسکی تائید موجود ہو میں چند قول کو نقل کرتا ہوں (۱) ابن الصلاح اپنی مقدمہ میں مبتدعین کی روایت کی نسبت تین مذہب لکھتے ہیں **اول** یہ کہ مطلقاً روایت جائز نہیں **دوم** یہ کہ اُن مبتدعین کی روایت قبول کجاے جو اپنے ہم مذہبوں کے اعانت کے لیے جھوٹ بولنا جائز نہیں رکھتے خواہ وہ داعی الی البعد ہوں یا نہ ہوں **سوم** جو داعی الی البعد نہ ہوں اُنکی روایت مقبول ہو اور جو داعی ہوں اُنکی روایت مقبول نہیں۔ اور اکثر علما کا یہی مذہب ہو اور سب بہتر اور اعدل بھی یہی قول ہو۔ اور پہلا قول "یعنی مبتدعین کی روایت کو مطلقاً رد کر دینا حق سے بہت بعید ہو کیونکہ اُنکی نہج اس مقولے کی تفصیل ارشاد اکللا کے صفحہ ۲۹ میں ہو۔"

والاؤل بعید ہا مباحدا للشافع عن امتہ
 الحدیث فان کتبہم طافحہ الروایۃ عن
 المبتدعۃ غیر الدعاۃ فی الصحیحین کثیرین
 احادیثہم فی الشواہد والاصول والاعلم
 روایت کو قبول کرنا ائمہ حدیث میں شائع ہو
 انکی کتابیں مبتدعین غیر داعین کی روایت سے
 بھری ہیں صحیحین کے شواہد اور اصول دونوں میں
 مبتدعین کی روایتیں کثرت سے ہیں۔

یہی قول خطیب نے ابی لیلیٰ اور سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا بیان کیا ہے
 اور حاکم نے اکثر ائمہ حدیث کی طرف اسکو منسوب کیا ہے اور امام رازی حصول میں اسی
 قول کو حق فرماتے ہیں اور ابن دقیق العید نے اسکو ترجیح دی ہے۔ (نظر الامانی)

محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہو کہ بدعت کی دو قسم ہیں ایک وہ کہ کفر کی حد کو
 پہنچ گئی ہو۔ دوسری وہ جو کفر کی حد کو نہیں پہنچی۔ پہلی قسم والے کی روایت جہو کے
 نزدیک مقبول نہیں گو بعض کے نزدیک مقبول ہو اور دوسرے قسم والے کی روایت
 جہو کے نزدیک مقبول ہو اگر داعی الی البدعۃ نہ ہو۔ تقریب وغیرہ میں اسکی تصریح موجود ہے
 شرح نہجۃ میں ایک عمدہ بات یہ لکھی ہو کہ پہلی قسم والے کی روایت جو جہو کے نزدیک مقبول
 والتحقیق انہ لا یرد کل مکفر بدعۃ لان کل
 طائفۃ یدعی ان مخالفتها مبتدعۃ وقد یانغ
 تکفر مخالفتها فلو اخذ ذلک علی الاطلاق
 لا سلمت کفیر جمیع الطوائف فالمتقدمان
 الذی ترد روایتہ من اکثر امر متواتر امن
 الشرع معلومان الدین بالضرورۃ وکلذا
 من اعتقد عکسہ فاما من لم یمکن بندہ لصفقہ
 وانضم الی ذلک ضبط لما یروہ مع ورحہ
 وثقوۃ فلا مانع من قبولہ (نزہۃ النظر)
 نہیں ہو اور میں تحقیق یہ ہو کہ جنکی بدعت کی وجہ سے
 تکفیر کیجائے انہیں ہر ایک کی روایت مردود نہیں
 ہو سکتی کیونکہ ہر ایک گروہ اپنے مخالفت کے دعویٰ
 ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اور کبھی مبالغہ کر بیٹھا ہے
 اور اپنے مخالفت کی تکفیر کر دیتا ہو۔ اب اگر مطلقاً
 اس تکفیر کا اعتبار کیا جائے تو کوئی گروہ تکفیر سے
 نہ بچے گا (اور کل مبتدعین کی روایت کا رد کرنا
 لازم آئے گا) لہذا لائق اعتماد یہ امر ہے کہ اس شخص
 کی روایت رد کیجائے جو کسی شرعی امر متواتر کا منکر

اور وہ متواتر بھی ایسا جکا ضروریات دین سے ہونا بالیقین معلوم ہو گیا ہو (خاص اور عام) سبکے نزدیک جیسے نماز کا فرض ہونا اور شراب اور زنا کا حرام ہونا اور جو مبتدع ایسے یقینی اور بدیہی امر کا منکر نہیں ہو اور روایت کا ضابطہ بھی ہو اور اس کے ساتھ پرہیزگاری اور تقویٰ بھی پایا جائے تو اسکی روایت کے قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہو۔

بیان مذکور سے تین امر ثابت ہوئے **اول** یہ کہ کتب احادیث میں مبتدعین کی روایتیں کثرت سے ہیں **دوم** یہ کہ جمہور محققین کے نزدیک مبتدع کی روایت مقبول ہے بشرط مذکور کے ساتھ یہ مسئلہ اکثر اصول حدیث اور اصول فقہ میں مصرح ہو۔ میں نے تطویل کی وجہ سے عبارتیں نقل نہیں کیں ستوم علامہ ابن حجر کے قول سے معلوم ہوا کہ بدعت کے ساتھ بھی ورع و تقویٰ ہو سکتا ہو کیونکہ وہ صاف لکھ رہے ہیں کہ فاسقین ہندہ لصفۃ و انضم الی ذلک ضبطہ المایر و یہ مع ورعہ و تقواہ فلا مانع من قبولہ اب جو کچھ اسکے معنی کیے جائیں مگر یہ امر ضرور اس سے ثابت ہو کہ مبتدع میں تورع اور تقویٰ ہو سکتا ہو۔

اب میں بعض کتب محققین خفیہ سے بھی نقل کرتا ہوں۔ علامہ عبدالعزیز بخاری کشف بزدلی میں لکھتے ہیں۔

فاما روایت ہذا القسم و ہوا الفاسق المتأول فاسق متأول کی روایت بعض کے نزدیک مطلقا مقبولة علی الاطلاق عند بعض من قبل	مقبول ہو کیونکہ جھوٹ کی تمسک اس پر نہیں ہو سکتی
شہادۃ تم لما ذکرنا من اتفادۃ التہمة الکذب	ایسی کہ جو شخص دوسرے پر جھوٹ سے پرہیز
فان من احترز عن الکذب علی غیر الرسول کر تا ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ	بولنے سے زیادہ پرہیز کر گیا کیونکہ یہ اس سے
کان اشد تحزرا من الکذب الیہ لانه عظم	زیادہ گناہ ہو لہذا جسطح مبتدع کی شہادت معتبر ہو
بخایۃ قبل روایتہ کما قبل شہادۃ وعند	میں طرح اسکی روایت بھی مقبول ہو اور بعض کے
بضم قبل اذالم یکن داعیا للناس الی	نزدیک اگر وہ بدعتی بدعت کی طرف لوگوں کو
ہذہ ولا قبل اذا کان کذاک ہو مذہب	

عامۃ اہل الفقه والحدیث -

(کشف بزدوی)

بلا تاہنین ہو تو اسکی روایت مقبول ہو ورنہ مردود

ہو اور عامۃ اہل فقہ اور حدیث کا یہی مذہب ہے

اسکے بعد اسکی تائید میں امام ابو عبد اللہ شافعی پوری کا قول نقل کیا ہو اور چند مبتدعین کے امام بنائے ہیں جنسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہو یعنی (۱) عباد بن یعقوب رواجی (۲) محمد بن زیاد الالمانی (۳) جریر بن عثمان الرجبی (۴) ابی معاویہ محمد بن خادم (۵) عبد اللہ بن موسیٰ۔ الحاصل بعض کے نزدیک مطلقاً اور اکثر کے نزدیک مبتدعین غیر داعین سے حدیث کی روایت جائز ہے اور ہمارے امام اعظم علیہ الرحمہ بھی اسی گروہ میں داخل ہیں کتب خفیفہ سے بھی ہننے اسکی سند دیدی۔ مبتدعین غیر داعین کی روایت کا مقبول ہونا ایسا دائرہ سائر اور کثرت اقوال سے ثابت ہو کہ بعض نے اس پر اجماع لکھا ہو چنانچہ ابن جان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں ”لیس بین اہل الحدیث من المتنا

خلاف ان الصدوق المقتن اذا کان فی بدعۃ ولم یکن یدعو الیہا ان الاحتجاج بخلاف جائزۃ“ جب جمہور کا مسلک یہی ٹھہرا اور امام علیہ الرحمہ بھی اُس جمہور میں داخل ہیں تو جو شخص مسلک جمہور کی پابندی کا مدعی ہو اور مقلد امام اعظم ہو وہ اسکے مانع میں چون دچرا کرے اور یہ کہے کہ جواز روایت کا مسئلہ علی الاطلاق اہل سنت کا جماعی نہیں ہو جسکا منکر خواہ مخواہ گمراہ قرار دیا جاسکے۔ کس قدر ہٹدھرمی اور بے شرمی ہے اسکا حاصل یہ ہوتا ہو کہ مخالف جو کچھ کہے گو وہ کیسا ہی حق ہو مگر اُسے ہرگز نہ ماننا

چند عبد اللہ بن موسیٰ۔ مقدمہ فتح الباری میں ہے ”بین کبار شیوخ البخاری وقال سعد کان یقتصد فی حسن الکتبۃ وکان یشیع ویروی احادیث فی التشیع منکرۃ“ وعاب علیہ احمد غلوہ فی التشیع لغتہ وغیرہ وعبادۃ۔ لیجیے جناب حضرت امام بخاری کے کبار شیوخ میں ہیں اور شیعہ بھی ہیں اور شیعیں غلو ہو یہ ماننا کہ سب صحابہ نہ کہتے ہوں مگر مبتدع تو ہیں پھر بیان تو مولوی صاحب مبتدع کے ساتھ مجالست متنوع بالاجماع بتا رہے ہیں اور امام بخاری کے بڑے استادوں میں ایک غالی شیعہ بھی ہیں ۱۲

کچھ نہ کچھ چون و چرا کر دینا عوام کے بہکانے کو کسی کے نزدیک اس قول کا منکر گمراہ ہو یا نہ ہو مگر فرقہ اہلیہ اور بالخصوص قاضی صاحب اور خان احمد آبادی کے اقوال کے حسب ضرورت گمراہ ہو گا کیونکہ امام عظیم کا مسلک یہی ہوا اور حنفی کو اُسکے خلاف کرنا گمراہی ہو۔ قاضی صاحب صفحہ ۲۸ میں طحاوی کی عبارت سے ثابت کر آتے ہیں پھر اب بیان اُسکے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اپنے آپ کو گمراہ ثابت کرنا ہوا اور کتب احادیث میں انکی روایتیں موجود بھی ہیں اب اگر ”لا تَرکُوا الی الذین ظلموا“ کے معنی مطلق رکوں اور مطلق ظلم کے لیے جائیں تو ان تمام محدثین اور اکابر دین کا خلاف نص قرآنی عمل کرنا اور اُسکے خلاف کی اجازت دینا اور ممنوع کو مشروع سمجھنا لازم آئیگا اور دین میں بڑی ہو جائے گی۔ اب کیا ممکن ہو کہ مولوی صاحب کو حق پر سمجھا جائے اور ان تمام اکابرِ امت محمدیہ کو باطل پر خیال کیا جائے ہرگز نہیں۔ بلکہ بالضرورت ہم یہ کہیں گے کہ مولوی صاحب جو آیت کے معنی بیان کر رہے ہیں وہ غلط ہیں اور بیشک غلط ہیں۔

بیان مجھے پھر یہ کہنا ہو کہ مولوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ مبتدعین کی مجالست اور مکالمات کے عدم جواز پر اجماع ہو کیسا صریح البطلان ہو۔ بیان سابق سے جب ثابت ہوا کہ ائمہ دین نے اُنکی شاگردی کی۔ اُنسے دین سیکھا۔ امر دینی سیکھنے کی اجازت ہی پھر اُنسے مجالست اور مکالمات کا ممنوع ہونا کیا معنی اور اسپر اجماع کیسا۔ اُسکے بعد مجھے فرقہ اہلیہ سے یہ کہنا ہو کہ آپ جو غلّ چارہے ہیں کہ دوسے میں فلان نیچری ہے اور فلان دہابی ہے انھیں نکالو انھیں علیحدہ کرو وغیرہ وغیرہ دوسے کی اصلاح کرو ورنہ ہم بزار ہیں ہم علیحدہ ہیں اگر حقانیت پر مبنی ہے اور بعض مبتدعین کی شرکت اور انکاح بیان کرنا واقعی اُنکے نزدیک گمراہی ہے تو انکو ان تمام بزرگان دین سے علیحدہ ہونا چاہیے جو علانیہ مجلسوں میں مبتدعین کو مستاد بنا کر مود بانہ اُنکے روبرو بیٹھ کے روبرو اُنسے دین سیکھا اور سیکھنے کی اجازت دی۔ اگر دوسے سے وہ اس

وجہ سے بیزار ہیں اور بُرا جانتے ہیں تو ان تمام ائمہ دین سے بدرجہا زائد بیزار ہونا چاہیے صحیح بخاری صحیح مسلم اور تمام کتب احادیث کو دینی کتب میں کیون دخل کر رکھا ہو جب تک مبتدعین کی روایتیں انہیں سے علیحدہ نہوں اُس وقت تک انکو درس تدریس سے خارج کیجیے کیونکہ مبتدعین کی توقیر ہوتی ہو انکی عظمت و شان بڑھتی ہو اور اگر یہ نہیں کرتے تو نذرہ کو کیون بدنام کر رہے ہو حلف سے کہو کہ ان سب باتوں کو مانکر ندوسے پر اعتراض کرنا محض نفسانیت یا جہالت ہو یا نہیں اگر پہلے نہیں سمجھے تھے تو ارشاد الکلما لے تو سمجھا دیا مگر تمہارے نفس نے تمہیں راہ راست پر آنے نہ دیا خدا سے ڈرو اسلام کے دشمن نہ بنو اور سلامی کام کو نہ بگاڑو۔

ارشاد الکلما کے اُنیسویں دلیل میں اس امر کو بیان کیا ہو جو میں دلیل چہارم و پنجم میں لکھ رہا ہوں۔ اول اوسین بطور مثال چھ شخصوں کے نام لکھے ہیں تذکرۃ الحفاظ سے عکرمہ عثمان بن خطاب داؤد بن حصین قتادہ حافظ شعرائی عباد بن یعقوب پھر صفحہ ۸۲ میں بیان کیا ہو کہ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں اُن مبتدعین کی فہرست دی ہو جسے امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں اور وہ اٹھانوے اشخاص ہیں۔ دلیل بیان کر نیکی بعد وہ فوائد اور وجوہ بھی لکھ دیے جو اسکے بیان کرنے سے مقصود تھے۔ مگر قاضی صاحب کو نہ تو اطمینان منظور ہے نہ اُنہیں تحقیق حق کی تمیز نہ انکی کتب متقدمین نظر ہے انہوں نے شاید تمام عمر روافض کی فضلہ خواری اور اُنکے مناظرے کا نظارہ کیا ہو اسلیے اصل مدعا کو اڑا کر طوفان بے تمیزی برپا کیا ہو ہر جگہ خلط بحث کر کے فریب دیا ہو۔ پہلے تو وہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مبتدعین سے روایت کا جائز ہونا ایسا ہی جیسے بنی اسرائیل سے حدیث کرنے کا جائز حدیث میں آیا ہو مگر گول گول الفاظ میں پھیر بھار کر بیان کرتے ہیں صاف نہیں لکھتے۔ اب اس عقل کے دشمن سے کوئی دریافت کرے کہ ”حد ثواعن بنی اسرائیل“ کا یہ مطلب ہو کہ کفار سے حدیث رسول اللہ روایت کر و اُنسے دین سیکھو انہیں دینی اُستاد

بناؤ۔ اگر یہ مطلب ہو تو کہو اور اگر یہ مطلب نہیں ہو تو تمہیں کرتے شرم نہیں آتی۔ کہان بنی اسرائیل کی باتوں کو سن لینا اور انکا تذکرہ کر دینا اور کہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو روایت کرنا جسپر دین کا مدار ہو ان دونوں میں جو زمین آسمان کا فرق ہو تمہیں نظر نہیں آتا۔

مصنف ارشاد نے جو مثالیں دی تھیں انہیں سے عکرمہ اور عمران کے نسبت جو کچھ مناظرہ روافض میں دیکھا تھا وہ لکھ دیا آگے ناطقہ بند ہو کچھ خبر ہو تو کہیں اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ دو راوی میں گفتگو نہ سہی اور یہ جو سیوطی نے ۹۸ کی فہرست دی ہو یہ کہان جائے گی انہیں سے دو ہی کم ہو گئے ۹۶ تو رہے اس میں کوئی تردد اور شبہ ہو سکتا ہو کہ کتب احادیث میں مبتدعین کی روایت بکثرت میں ہوا مام نووی۔ اور علامہ عینی۔ اور ابی الصلاح کا قول نقل کر چکے ہیں جس سے نہایت وضاحت سے یہ دعویٰ ثابت ہو۔ اور انہیں مجمل کہہ کر انہیں بائیں شائیں کرنا اسی کا کام ہو جسے حق سے کچھ واسطہ نہیں ہو جب جمہور محققین کا مذہب یہ قرار پایا کہ مبتدعین صباذقین سے روایت درست ہو اور امام اعظم اور امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہو تو پھر تحفہ اور تنبیہ کی عبارت نقل کرنا فضول ہو اس سے کیا مدعا قاضی صاحب کا ثابت ہو سکتا ہو۔

جب یہ امر متفق علیہ ہو کہ احادیث کے رواۃ میں بعض مبتدعین بھی ہیں اور جمہور محققین نے مبتدعین غیر داعین کے روایت کو مقبول لکھا ہو اور امام اعظم کا قول بھی یہی ہو تو اس کے خلاف میں کسی ایک دو کا قول نقل کرنا اور اچھر وہ بھی کسی حنفی کا آپ ہی کے قول سے مردود ہو کیونکہ جمہور کے مقابلے میں شاذوذ اور کو آپ ہی لائق توجہ قرار نہیں دیتے اور مقلد کو خلاف اپنے امام کے عمل کرنا آپ کے نزدیک ضلالت ہو پھر آپ کا شرح مسلم الثبوت مولانا بحر العلوم کا حوالہ پیش کرنا اور تحفہ کا حوالہ دینا بیکار ہو کیونکہ اگر ان کا قول ہو تو اول تو خلاف جمہور ہے ایسیلئے بموجب آپ ہی کے مقولہ کے پایہ اعتبار سے

ساقط ہو۔ علاوہ اسکے یہ حضرات خفی ہین اور طحاوی کے بعد ہین ایسے انکا قول خلاف امام عظیم آپ کے اقرار کے بموجب ساقط الاعتبار ہوگا بلکہ آپ کے قول کے بموجب یہ حضرات مبتدع اور ضال ٹھہریں گے اور درحقیقت تحفہ میں مطلقاً مبتدعین کی یہ ذات سے انکار نہیں ہوا سین شیعون کے جواب میں ایک خاص امر سے انکار کیا ہے اور اگر شیعون کے اعتراض کے خوف سے مبتدعین کی روایت سے انکار کیا جائے تو بعینہ ایسا ہی ہوگا جیسے سرسید نے ملاحدہ یورپ کے خوف سے قرآن میں تحریف معنوی کر ڈالی اور معجزات سے بالکل انکار کر دیا۔ حضرات شیعہ کا یہ اعتراض بالکل نامفہمی یا نا انصافی پر مبنی ہے۔ مبتدعین صادقین کی روایت کو تسلیم کر لینا اہل سنت کی کمال انصاف پسندی اور حق جوئی کی دلیل ہو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل سنت ایسے غیر متعصب اور حق پسند ہین کہ وہ عام کلمہ کو مسلمان کی حق بات کو ایسا ہی تسلیم کرتے ہین جیسا اپنے خاص اہل سنت کی بات کو قبول کرتے ہین شیعون کا یہ اعتراض کہ ”اہل سنت خوارج دشمن اہل سنت کی روایت کو قبول کرتے ہین اور ٹھنیں معتبر جانتے ہین“ محض تعصب و رخصتہ بھڑے ہوئے دل کی بات ہو ذرا وہ انصاف سے دیکھیں کہ اہل سنت جس طرح خوارج کی روایت کو قبول کرتے ہین اسی طرح روافض کی روایت کو بھی تسلیم کرتے ہین چنانچہ نقشہ مذکورہ سے ظاہر ہو۔ اگر خوارج سے کوئی خصوصیت ہوتی تو جو حضرات اونکے مخالف ہین اور خلفائے ثلاثہ کو سب و شتم کرتے ہین اونکی روایت کیوں قبول کرتے اونکی انصاف دلی اور حق جوئی نے تو یہ ہتھ کی کہ جو سچے دل سے اللہ اور رسول کو ماننا ہوا اور انکے احکام کی پیروی کرتا ہو جب اسکی سچائی ثابت ہو تو کوئی وجہ نہیں ہو کہ جو امر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا اسے نہ مانا جائے جب وہ اور امور میں جھوٹ کو ناپسند کرتا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کو بہت زیادہ ناپسند کرے گا کیونکہ

اسکا وبال بہت زیادہ ہو البتہ امین جان تک احتیاط ممکن تھی کی گئی وہ یہ کہ اوس روایت میں اُسکے مذہب کی تائید نہو یا اُسے اپنے مذہب کی اشاعت اور دعوت کا شوق نہو انہیں کذب کا وہم ہو سکتا ہوا سیلے ایسی روایت کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اور جب یہ وہم بھی نہیں ہوا اور اسکی سچائی یقینی ہے تو اسکی روایت کو صرف نقص اعتقاد کی وجہ سے نہ ماننا انصاف سے بعید ہو۔ اب اگر ایسے سچے اور منصفانہ امر کو کوئی باعث اعتراض ٹھہرائے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا صفراوی مرض کو شیرینی بھی تلخ معلوم ہوتی ہے اسکا کوئی علاج نہیں جب تک اسکی صفراویت دور نہوگی اگر ہر عمدہ شے تلخ معلوم ہوگی اس سے اُس عمدہ شے کی خوبی نہیں جاسکتی۔

مولانا بجز العلوم کی شرح مسلم البشوت کا جو آپ نے حوالہ دیا ہو اور اسکا جواب ^{حفظ} ہوا۔ اول پہلے آپ یہ تو فرمائیں کہ آپ اُنکے قول کو مستند جانتے ہیں اگر مستند جانتے ہیں تو خطاوی کے اوس قول کو غلط سمجھتے جس سے آپ غیر مقلدین کو چند مسائل میں خلاف کرنے سے مبتدع اور ضال سمجھتے ہیں کیونکہ مولانا بجز العلوم نے باوجود حنفی ہونے کے اکثر مسائل میں خلاف حنفیت کو ترجیح دی ہے۔ ارکان اربعہ کو ملاحظہ کیجئے مثلاً بعض مسائل کو بیان کرتا ہوں۔

(۱) پانی کی طہارت میں مولانا احناف کے خلاف امام مالک کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں والا شنبہ عندی نظر الی الدلیل قول الامام مالک لان حدیث المار ^{طور} لایجبہ شیء صحیح ثابت بلا شنبہ الخ

(۲) کیفیت تیمم میں امام احمد کے قول کو ترجیح دی ہو اور احناف کو اونکی طرف سے جواب دیا ہو۔

(۳) احناف وتر کو تین ہی رکعت کہتے ہیں کم وزائد کے قائل نہیں مولانا ایک وتر اور تین رکعت اور پانچ رکعت سبکو وتر کہتے ہیں صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶ ملاحظہ کیجئے۔

الغرض بہت سے سائل ہیں جنہیں مولانا نے خلاف اخاف کیا ہوا درصرت حدیث کی وجہ سے اُس اختلاف کو ترجیح دی ہو باوجودیکہ وہ اپنے تئیں حنفی کہتے ہیں چنانچہ وتر کے باب میں لکھتے ہیں وقال الامام احمد بن حنبل یقینت فی السنۃ کما دأبوا و ہونہینا معشر الخفیۃ اب مولانا کے کلام سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی خفی بعض مسائل میں خلاف کرے تو وہ خفیہ کے خارج نہیں ہوتا اور اُسے ضال و مضل کہنا تو بہت بھاری بات ہو۔ تو اب قاضی صاحب پہلے اس قول کو مستند جان لین اور اپنے پہلے قول سے رجوع کر میں پھر ہمارے سامنے شرح مسلم الثبوت کو پیش کر میں پھر دیکھیے ہم کیا جواب دیتے ہیں۔ اس وقت میں اس قدر کہتا ہوں کہ مولانا کے دو قول قاضی صاحب نے نقل کیے ہیں اوّل صفحہ ۶۵ میں اُسکا حاصل یہ ہو کہ اُن مبتدعین میں اختلاف ہو جو جھوٹ کو مباح نہیں جانتے اور جو مباح جانتے ہیں جیسے کرامیہ اور امامیہ اور غالی لافضی اور کئی روایت مقبول نہیں۔ اس عبارت کو پیش کرنا عیث ہو کہ جو جھوٹ کو جائز رکھے یا جھوٹ بولے اسکی روایت مقبول نہیں خواہ وہ کسی فرقے کا ہو اس میں مبتدع ہونے کو کچھ دخل نہیں اگر کوئی تسبی جھوٹ بولے یا جھوٹ کو مباح جانے مقامات مخصوصہ کے سوا اسکی روایت بھی مقبول نہوگی۔ دوسرا قول صفحہ ۶۶ میں ہے جس میں وہ اقرار کرتے ہیں کہ صحیحین میں مبتدعین سے روایت ہو۔ جب بخاری اور مسلم میں بھی مبتدعین کی روایتیں ہیں جنکی صحت اور علو مرتبت پر اتفاق ہو اور دیگر کتب احادیث کا کیا ذکر ہے جب عامہ محدثین مبتدعین سے روایت کرتے ہیں تو عدم قبول روایت کو مذہب مختار ٹھہرانا عجیب ہو۔ جمہور جو غیر داعین کی روایت کو مقبول کہتے ہیں اُن پر یہ شبہ کرنا کہ مبتدع غیر داعی کہنا یا تو محال ہو یا موجب نفق لائق توجہ نہیں۔ مقام انصاف ہو کہ مولانا کا یہ احتمال عقلی اُن اکابر کے مقابلے میں جو امام المسلمین اور روایت اور حدیث کے پیشوا تسلیم ہوئے ہیں کیونکر لائق توجہ ہو سکتا

چہ جائے اوسکے کہ اُن سب اقوال بالاسے طاق رکھو وہ مسئلہ مولانا کے قول سے
 نامقبول ٹھہرایا جائے اکابر اُن مبتدعین کو دیکھ کر تجربہ کر کے یہ رائے قائم کر رہے ہیں
 کہ فلان مبتدع داعی بہو اور فلان نہیں ہو اُن اکابر کے معائنہ اور تجربے کو محض عقل
 عقلی سے غلط ٹھہرا دینا ہم اصاغر کے نہیں ہم بین نہیں آسکتا مولانا کے تجر
 علمی سے بعید ہو اگر مبتدعین کے سکوت کو فسق کہا جائے تو ہو سکتا ہو کہ یہ فسق اکابر
 کے نزدیک ایسا نہیں ہے کہ اُسکے روایت کو مردود کر دے یوں تو کل مبتدعین پر
 بڑے عقیدے کی وجہ سے فاسق ہیں مگر فسق ایسا نہیں ہے کہ اُسکی روایت رد
 کر دیجائے۔ اُن اقوال جمہور کے علاوہ جو مبتدعین غیر داعیین کی روایت کو قبول
 کرتے ہیں خاص خاص ائمہ حدیث کے اقوال بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ عمرو بن عبیدہ ائمہ
 معتزلی ہو واصل بن عطاء کا بڑا دوست اور ہم مشرب ہو حضرت خواجہ حسن بصری
 کا شاگرد ہے اور یحیی القطان وغیرہ بڑے بڑے اکابر اس سے روایت کرتے ہیں
 مگر یہ داعی الی البدعہ بھی تھا۔ امام الامۃ حضرت عبداللہ بن مبارک سے کسی نے کہا
 کہ آپ نے سید اور ہشام دستوائی سے تو روایت کی اور عمرو بن عبیدہ سے نہیں کی
 اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ تینوں کا مذہب ایک ہو ابن مبارک نے جواب دیا کہ عمرو بن
 عبیدہ علانیہ اپنے مذہب کی دعوت کرتا تھا اور یہ دونوں خاموش رہتے تھے (مین اللہ)
 انیسطرح بعض نے ابن معین سے دریافت کیا کہ عمرو بن عبیدہ سے روایت کیجاؤ یا نہیں
 انھوں نے کہا اوسکی حدیث نہ لکھی جائے سائل نے کہا کیا شخص جھوٹا ہو ابن معین نے
 جواب دیا کہ اپنے مذہب کی طرف دعوت کرتا ہو پھر سائل نے کہا کہ آپ نے قتادہ اور ابن
 عروبہ اور سلام بن مسکین پر کیوں اعتماد کیا (یعنی یہ تینوں بھی مبتدع ہیں) انھوں نے
 جواب دیا کہ یہ لوگ سچے تھے اور داعی الی البدعہ نہ تھے (مین اللہ الاعتدال) الحاصل یہ
 حضرات صاف کہہ رہے ہیں بعض مبتدعین داعی نہ تھے اور یہ قول انکا تجربہ اور معائنہ

کے بعد ہو پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مبتدع کا داعی الے البدعہ ہونا محال ہو یا ایسا فسق ہو کہ جسکی وجہ سے اسکا قول دروایت لائق اعتبار نہ رہے۔ یہاں سے چھ مبتدعین کے نام معلوم ہوئے جسے اکابر محدثین روایت کرتے ہیں۔

اب کوئی ان قاضی جی سے پوچھے کہ یہ طو شدہ امر جو اکابر اہل سنت بیان کر رہے ہیں یہ روافض کی خوشنودی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ ائمہ مسلمین جو مبتدع سے روایت کرتے ہیں اور جمہور اکابر انکی روایت کو مقبول بتا رہے ہیں یہ روافض کی خوشنودی کے لیے بتا رہے ہیں۔ امام بخاری۔ امام مسلم۔ امام اعظم رحمہم اللہ وغیرہم رافضیوں کے خوش کرنے والے تھے (نفوذ باللہ) اگر یہ اکابر روافض کے خوش کرنے والے تھے تو نہ وہ انکا پیرو ہو۔

ہاں ائمہ دین نے مبتدعین کی جہان مدح کی۔ اونسے روایت لی۔ اونھیں شہاد بنایا اونکے بڑے عقیدے کو بھی ظاہر کر دیا۔ مگر اس طرح کہ علاقہ استاد ی شاگردی میں فرق نہیں آیا اور تعلقات بھی بدستور قائم رہے۔ اُنکے ظاہر کرنے کے بعد بھی اونکے متعلقین بلکہ وہ خود بھی مفید اور مستفید ہوتے رہے اُنسے میل جول بدستور رہا با اینہما قاضی جی کا یہ کہنا کہ اگر ائمہ دین نے راویان مذکور کی بُرائی بیان نہ کر دی ہوتی ادنیٰ اہانت کو کفر بتایا ہوتا تو یہ اعتراض واقع ہو سکتے تھے ”بجہل اور بُدھمی کے اور کیا ہے۔ بیان یہ اشارہ کرنا کہ نہ وہ مبتدعین کی اہانت کو کفر بتاتا ہو سخت اتہام ہے۔ اس معتام پر قاضی صاحب نے ثفا اور اسکی شرح کی عبارت لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اپنے آپ کو انکا پیرو ثابت کرین مگر وہ خوب سمجھیں کہ اول تو جمہور اکابر کے مقابلے میں دو ایک کے قول کا اعتبار تو آپ ہی کے قاعدے سے نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ وہ قول بھی ایک موقع خاص اور ضرورت خاص کی وجہ سے ہوا آپ کے مفید ہرگز نہیں ہے۔ دیکھو ملا علی قاری شمس العواض میں

تصعب کو کس قدر بُرا کہتے ہیں اور اُس کے بُرے نتائج کیسے دکھاتے ہیں ارشاد اکمل کے صفحہ ۲۲ میں اُنکا قول آنکھیں کھولو کر دیکھو۔

دلیل ششم۔ دلیل چہارم و پنجم میں خاص حدیث کے روایات سے استدلال کیا گیا اور ثابت کر دیا گیا کہ آیت لا ترونکوا کے جو معنی مخالفین لیتے ہیں وہ مجہور اُمت محمدیہ کے خلاف ہیں اور مبتدعین سے مطلقاً مجالست وغیرہ کا بالاجماع حرام کہنا محض غلط ہے۔ دلیل ششم میں علما کے عام برتاؤ سے مولوی نذیر احمد صاحب کے دعوے کا بطلان اور مارا آہ المؤمنون حسنا فمؤ عند اللہ حسن سے استدلال کیا جاتا ہے جسکو فرقہ اہلیہ اپنے مختلف دعوؤں کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اسکا ذکر ہم کر چکے کہ عامۃً سبھی اور شیعہ اور معتزلہ میں اُستادی اور شاگردی ہمیشہ چلی آئی ہے کسی وقت علما نے اس سے انکار نہیں کیا خود مولوی نذیر احمد صاحب بھی اس پر عامل ہو چکے ہیں انکی متعدد کتابیں اہل سنت کے یہاں ایسی ہی متداول رہی ہیں جیسے علما اہل سنت کی تصانیف مثلاً محقق طوسی شیعہ کی بحریدہ جو علم کلام میں ہو جا رہا اسد مختصری معتزلی کی تفسیر کشاف کس قدر مشہور اور مستند اور متداول ہو۔ اہل سنت نے اپنی تفسیرون میں اُس سے استناد کیا ہے۔ فقہ میں قنیمہ معتزلی کی چنانچہ مولوی فضل رسول صاحب بھی بوارق میں اسکی تصریح کرتے ہیں مقام غور ہے کہ فقہائے متاخرین مثل صاحب درختار و صاحب بحر الرائق وغیرہ اُس سے فقہی مسائل نقل کرتے ہیں اب اگر حسب دعوے مخالفین مبتدعین سے مہاجرت اجماعی تھی تو بلا تکرار یہ استادی شاگردی کیسی اور یہ افادہ اور استفادہ کیسا اور انکی کتابوں کی مقبولیت اور تعارف اور ہستنا کیون ہو۔ کیا یہ تمام اُمت محمدیہ قرناً بعد قرن قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف کرتے رہے اور اُمت محمدیہ ضلالت پر مجتمع رہی۔ ذرا سوچو کتنا بھاری الزام تمہارے قول سے اکابر پر آتا ہو۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ

مولوی محمد ایوب صاحب کے رسالہ القول الفاصل کی کچھ عبارت نقل کروں جس سے میرے استدلال کی اور زیادہ تصریح ہو جائے۔ ملاحظہ ہو۔

”جناب من ابن جوزی محدث و غلط فرمایا کرتے تھے انکے مواعظ میں شیعہ اور سنی برابر شریک ہوتے تھے دونوں اپنا مقتدا سمجھتے تھے ذرا علامہ ابن خلکان کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے ابن سمعون و اعط بھی علیٰ ہذا القیاس دونوں ہی قوم کے مقبول تھے اور شیعہ اپنی ویسا ہی اعتماد ہی کرتے تھے جیسے سنی۔ علامہ سید رضی کا احوال دیکھیے کہ باوجود تشیع کے ابن السیرانی کے شاگرد تھے اور استاد کے سامنے ایک مرتبہ ترائی جملہ بول اٹھے مگر اس پر بھی حلقہ درس سے خارج نہ کیے گئے اور پھر خود علامہ سید رضی سے صد ہا علمائے اہل سنت نے تعلیم پائی او کونکو تعظیمی الفاظ سے یاد کرتے آئے جیسا کہ علامہ ابن خلکان و قیات الاعیان میں فرماتے ہیں ”الشریف الرضی ابو الحسن محمد بن طاہرۃ فی المناقب ابی احمد الحسن بن موسی بن محمد بن موسی بن ابراہیم بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ابدع ابناء الزمان و انجب سادات العراق تجلی مع مجتہدہ الشریف و مفخرہ النیف بادب ظاہر و فضل باہر و حظ من جمیع الحسن و آفر و ذکر البصیح بن حبیب المقدم ذکرہ فی بعض مجامعہ ان الشریف الرضی المذکور احضر الی ابن السیرانی النحوی و بطوفیل الی قولہ من تاریخ الخطیب و کانت ولادۃ سنۃ تسع و خمین و ثلثائۃ ببغداد و توفی بکربۃ یوم الاحد سادس المحرم سنۃ ست و اربع مائۃ و صلی علیہ الوزير فخر الملک فی الدار مع جماعۃ کثیرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی مختصراً“

علیٰ ہذا القیاس علامہ محقق نصیر الدین طوسی وہ خود بعضے علمائے اہل سنت کے شاگرد تھے اور اُن سے ہزار ہا علما و فضلائے اہل سنت نے تعلیم پائی جن میں ایک ایک مثل

علامہ قطب الدین رازی کے تھے اور مذہبی مقتدا ہو کر قضا اور افتا کے عہدوں پر ممتاز تھے جیسا کہ کتب تراجم و سیر میں مذکور ہے اور جناب شیخ العلامولانا عبدالحی صاحب علیہ الرحمۃ نے طبقات خفیه و تراجم وغیرہ میں ذکر کیا ہے من شافلیہ حج الہا۔ اور علامہ بہار الدین عالمی کو دیکھیے کہ علمای اہل سنت اونہیں کس طرح یاد کرتے ہیں اور فضلاء اہل سنت کس قدر اونکے شاگرد تھے اور انکے تصانیف کے ساتھ آج تک کیسا اعتنا کیا جاتا ہے جیسا کہ منبجی مصری شرح قصیدہ وسیلۃ الفوز والامان میں لکھا ہے محمد بن حسین بن عبد الصمد الملقب بہار الدین الحارثی العالمی البہدانی صاحب التصانیف والتحقیقات و ہوا حق من کل حقیق بذکر اخبارہ و تشریفزایاہ و اتحات العالم بفضائلہ و بدائہ و کان امۃ مستقلۃ فی الاخذ باطراف العلوم و ما ظن ان الزمان سح بمنزلہ ولا جاد بندہ و قد ذکرہ الشہاب فی کتابیہ و بالغ فی الثناء علیہ اور ایک مقام میں لکھتے ہیں "خاتمۃ اہل الادب و کتبۃ ارباب الکمال التی نیلون الیہا من کل حدب محمد بہار الدین العالمی رحمہم اللہ اور ایک مقام میں لکھتے ہیں "و کان یجمع مدۃ اقامتہ بمصر بالاستاذ محمد بن ابی الحسن البکری و کان الاستاذ یبالغ فی تعظیمہ انتہی مختصراً اور علی ہذا القیاس جارا منہ و شری معتزلی اور صاحب فتاویٰ قنیہ معتزلی یہ لوگ طبقات خفیه میں لکھے جاتے ہیں اور انکی تفسیر فتاویٰ عموماً مثل کتب اہل سنت کے متداول ہو رہے ہیں اور دوجانے کی کیا ضرورت ہو اس درس نظامی کو دیکھیں جسکے ذریعے سے آج مولوی کہلاتے ہیں شرح تہذیب ہلوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ ملا عبد السدیز دیوبندی کی تصنیف ہو اور خلاصۃ الحساب اور تشریح الافلاک علامہ بہار الدین شیعہ کی تصنیف ہو۔ صدر اصد الدین شیرازی شیعہ کی تصنیف ہو۔ علی ہذا القیاس حاشیہ قدیمہ و شرح تجربہ و شرح اشارات و افق المبین وغیرہ علمای شیعہ کی تصانیف

ہیں۔ اب انصاف کرنا چاہیے کہ او کی تصنیف و تصانیف کے ساتھ اعتنا کرنا اور پڑھنا پڑھنا اور فائدہ و استفادہ یہ سب مخالفت و محبت و مبالغہ نہیں ہو تو کیا ہو اور اگر یہ موالات نہیں ہے تو کیا ہو۔ معتزلہ کی تفسیر پر اعتبار کرنا مواعظ و مباحث میں اُس سے استناد پکڑنا اُن کے قنوی مؤلفہ سے افتاء و استفادہ کرنا یہ سب موالات نہیں ہو تو کیا ہو۔

علامہ نقضانی اور سید شریف جرجانی کے درمیان میں جو مناظرہ ہوا اس کا ثالث و حکم نعمان الدین الخوارزمی المعتزلی تھا جیسا کہ طبقات خفیفہ کے صفحہ ۵۳ میں مولانا عبدالحی لکھتے ہیں۔ ”و جری مینہا بحث فی اجتماع الاستعارۃ البعیۃ والتعلیلۃ فی کلام صاحب الکشاف فی قولہ تعالیٰ اولئک علی ما ہدی من ربہم و کان الحکم مینہا نعمان الخوارزمی المعتزلی فرج رای السید انتہی۔“

ہاے افسوس ایک وہ زمانہ تھا کہ باوجود اختلاف مسائل اسلامی مفسرین درس و تدریس و تالیف و تصانیف میں شیر و شکر ہو رہے تھے ایک دوسرے کی کتاب سے استناد کرتا تھا اور آج یہ زمانہ ہو کہ علمی جماع میں ان لوگوں کی شرکت بھی روا نہیں رکھی جاتی ہو۔ کیا جارا اللہ زحشری معتزلی کی عظمت و جلالت آج بالکل مٹ گئی؟ کیا تفسیر کشاف کا درس نہوتا تھا؟ اور کیا اب بھی کم و بیش اہل علم کے درس و تدریس میں نہیں ہو؟ علما سے دین اہل سنت نے اپسوحاشی و تعلیقات نہیں لکھے ہیں؟ کیا اس کی روایتیں مواعظ و کتب تفاسیر میں ذکر نہیں کی جاتی تھیں؟ کیا یہ تفسیر مذہبی کتاب میں شمار نہیں کی گئی تھی؟

ہاے وہ ایک زمانہ تھا کہ شیعہ سنی ایک دوسرے کے علم فضل کا اعتراف کرتے تھے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں انکو باد و مہذب الفاظ میں یاد کرتے تھے اور آج یہ زمانہ ہو کہ ہر فریق دوسرے کو بُرے لقب سے یاد کرتا ہو زبان پر بھڑ

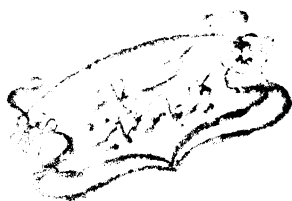
نامحبی۔ خارجی۔ رافضی۔ وہابی کے دوسرا لفظ نرمی و آشتی کا تو آتا ہی نہیں۔ اور علم و فضل کا اعتراف تو خاک ہوگا۔

دیکھیے علامہ محقق طوسی شیعہ تھے اور امام رازی کی شرح اشارات پر کچھ اعتراضات کیے ہیں مگر اُسکے ساتھ خطبہ شرح اشارات میں امام کو کیسے بڑے بڑے لفظوں میں یاد فرماتے ہیں۔ ”وقد شرحه فی من شرح الفاضل العلامة ملک المناظرین محمد بن عمر بن احسین الخطیب الرازی جزاءہ اللہ خیرا“ محمد نے تفسیر باطنی منہ با وضوح تفسیر الخ۔ اور ہدایت واسطیاب کے رسالے میں امام کو فضل المتاخرین کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اور محقق طوسی کو بھی علمای اہل سنت نے محترم القاب سے یاد کیا ہے شرح تجرید علامہ توحیحی کے خطبے کی عبارت ملاحظہ کرنا چاہیے۔ دیکھیے وہ سنی ہو کر محقق طوسی اور انکی کتاب کے بہ نسبت کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ”وان کتاب التجرید الذی صنّفہ فیہا الفکر المولیٰ العظیم والبحر المعظم قدوة العلماء والراشخین اسوة الحکماء المتبیین نصیر الحق والیدین محمد بن محمد الطوسی قدس اللہ نفسہ وروحہ رسالہ منتهی“ اور علامہ بن مطہر حلّی شیعہ نے اپنی کتاب منہج الحق میں بعض صحابہ کی شان میں جب سخت الفاظ استعمال کیے اور علمائے اہل سنت کے شان میں بے ادبانہ الفاظ لکھے باوجود ان حالتوں کے فضل بن روز بہان نقلی نے اس کتاب کی تردید میں جسے لوگ ابطال الباطل کہتے ہیں علامہ موصوف کو تہذیب سے یاد کیا اور اُنکے لیے دعا سے مغفرت کی عبارت اُنکی یہ ہے۔ ”فلما استقر رکابی بہدینہ قاسان الفوق لی کتاب من مؤلفات المولے الفاضل جمال الدین ابن مطہر الحلّی غفر اللہ ذنوبہ انتہی۔ اور دور کیوں جائیے اسی بدایون شریف کی خاک پاک کی اگلی تہذیب کو دیکھ لیجئے ملا عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ جو بدایون کے علمائے محققین سے گزرے ہیں اور زمانہ جلال الدین اکبر میں بڑے مغرر عمدے پر متنازع تھے قاضی نور اللہ شہسری

شیعی کے علم و فضل و صلاح و تقویٰ و دیانت کی تعریف میں اپنی کتاب منتخب التواریخ
 میں کیا فرماتے ہیں یہ قاضی نور اللہ ششتری اگرچہ شیعی مذہب سے تھا مگر بہت سے اہل
 نصرت و عدالت و نیک نفسی و حیا و تقویٰ و عفاف و اوصاف اشرف موصوفت
 و بعلم و حلم و جودت فہم و حدت طبع و صفائی قریبہ و ذکا مشہور سے صاحب تصانیف
 لائقہ توقیعہ بر تفسیر محل شیخ فیضی نوشتہ کہ از چیز تعریف و توصیف بیرون است بوسیله
 حکیم ابوالفتح ملازمت شاہی پیوستہ در زمانے کہ موکب منصور بہ لاہور رسید شیخ
 معین قاضی لاہور اور وقت ملازمت از ضعف پیری و فتور قوی سقطہ در بار واقع
 شد رحم بر ضعف او آورده فرمودند کہ شیخ از کار ماندہ بنا بران قاضی نور اللہ بآن
 عہدہ منصوب گردید۔ الحق مفتیان ماحن و مختسبان بر لاہور را کہ معلّم الملکوت سبق میداد
 خوش بضبط در آورده و راہ رشوت برایشان بستہ در پوست بستہ گنجائیدہ چنانچہ
 فوق آن تصور نیست و می توان گفت کہ قائل این بیت اورا منظور داشتہ و گفتہ است
 توئی آنکس کہ کردہ بہم عمر قبول در قضا هیچ نکس غیر شہادت گواہ

انتہی مختصراً

یہ میرے اگلے پیشواؤں کا نمونہ ہوا اور اس زمانے کی تصنیف و تالیف جو اب اسکو
 ملا نظر کیجئے کہ مبتدعین کا تو کیا ذکر ہے خود علمای اہل سنت کو کن سخت الفاظ سے لکھتے ہیں کہ
 نحو ذابند



تسبیح اب ناظرین باخبرت سے تمنا کرتا ہوں کہ یہاں تک جو کچھ اعتراض کے جواب میں لکھا گیا ہے اُسے کامل طور سے پیش نظر رکھیں اور خیال فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اسلام اور علمای کرام کے اقوال و افعال سے کفار اور منافقین اور مبتدعین سے کس طرح کا برتاؤ ثابت ہوا۔ میں بعض امور آپ کو یاد دلاتا ہوں ملاحظہ کیجیے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیینہ کو باوجود بس انخواشیر فرمانے کے کس تپا کسے لیا اور اپنی مجلس مبارک میں اُسے اپنے قریب بٹھایا۔

(۲) حضور عام شرار یعنی بُرے لوگوں سے بخندہ پیشانی پیش آتے تھے اور انکی تالیف قلب فرماتے تھے۔

(۳) عام طور سے حضور علیہ السلام نے سردار اور معزز قوم کی تعظیم کا حکم دیا اُسین کھتا را اور منافقین اور مبتدعین سب داخل ہیں۔

(۴) وفات کے نہایت قریب تک حضور کا کفار و منافقین سے نرمی سے برتاؤ کرنا انکی حاضری کے وقت چادر مبارک پچھا دینا ثابت ہو چنانچہ جریر بن عبد اللہ جب آئے تو حضور نے چادر مبارک پچھا دی اور چالیس روز قبل وفات حضور سے یہ معاملہ ہوا۔ چنانچہ مرقات میں مصرح ہو۔ حاصل یہ ہو کہ جس طرح سردار قوم کے اکرام کا حکم فرمایا تھا نفل سے بھی اُسے ثابت کر دیا اور کس انتہا درجہ کی تعظیم ظاہر فرمائی کہ اللہ اکبر۔

(۵) صحابہ کرام کفار سے بخندہ پیشانی پیش آتے تھے۔

(۶) بعض صحابہ جو واسکے کہ کفار کو ابتداء اسلام کرنا ممنوع جانے لگے مگر صرف ٹھٹھری دیر کی رفاقت سے سلام کیا۔

(۷) مبتدع کے پیچھے نماز کو جائز فرماتا چنانچہ حضرت عثمان غنی نے محاصرے کے وقت عبید اللہ بن عدی سے فرمایا تھا اور کنانہ امام الخوارج اور عبد الرحمن امام الفتنہ کے پیچھے

نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی اس طرح امام الاولیا حضرت حسن بصری تابعی نے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔

(۸) بعض تابعین کے پاس مبتدعین کی آمد و رفت کا ہونا انکا نرمی سے پیش آنا اور دوسروں کو سختی سے منع کرنا۔

(۹) ائمہ دین کا مبتدعین سے حدیث سیکھنا اور اُن سے کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرنے کی اجازت دینا اور اُن کے استاد بنانے کو جائز رکھنا۔

(۱۰) پھر یہ کہ صرف اجازت اور جواز ہی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ ائمہ اسلام نے انھیں استاد بنایا۔ اُن سے حدیث روایت کی تمام کتب احادیث میں بکثرت اُن کی روایتیں موجود ہیں یہاں تک کہ صحیح بخاری اور مسلم میں بھی اُن سے روایتیں ہیں۔

(۱۱) علمای کرام اہل سنت نے مبتدعین کی مفید کتابوں کو اپنے بیان جاری کیا اُن سے استفادہ ہوا۔ اُن سے سند پکڑی انھیں درس میں داخل کیا۔

(۱۲) مبتدعین ہی کمال کے فضل و کمال کی مدح کی یہاں تک کہ انھیں علم حدیث کا امام اور مرجع اور تقلید کا امام سمجھا۔ انھیں قدوہ علمائی و نصیر الحق والدین قرار دیا چنانچہ علامہ فوشجی نے شرح تہجد میں محقق طوسی کو لکھا ہے۔

(۱۳) پھر یہ کہ ابتدا سے اب تک اُستاد دی اور شاگردی کا سلسلہ جاری رہا۔ اہل حق ان امور کو ملحوظ رکھیں اور ملاحظہ کریں کہ کیسے بڑے اہم امور ہیں جو اخلاق اسلامیہ میں داخل ہیں اور مہنت نہیں ہیں۔ ان امور کے پیش نظر رکھنے کے بعد دو امر آسانی سے ملحوظ رہیں گے ایک مدارات اور مہنت کا فرق اور دوسرے اُن روایات و اقوال کی اصلیت یا اُن کا ظاہری معنوں میں ہونا جنہیں مبتدعین وغیرہ سے اجتناب و سختی آئی ہو۔ اس بیان کو دیکھنے اور ندوۃ العلماء کے برتاؤ میں غور کرنے سے اظہر من شمس ہو جائے گا کہ مہنت کا الزام جو ندوۃ العلماء پر لگایا جاتا ہو وہ محض اتہام ہے۔ ندوۃ العلماء نے جو خلق و مدارات برتی ہو وہ

افعال واقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالح سے ثابت ہے۔

مدارات اور مہنت کے معنی

مدارات اور مہنت کے معنی اور اُن دونوں میں فرق ارشاد الکلامین بیان کیا گیا ہو مگر غافلین اکابر کے کلام کو نہیں دیکھتے بے سمجھے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی عبارت کو پیش کر کے خواہ مخواہ غلط الزام لگا رہے ہیں۔ اب میں اُسکی تفصیل کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ ہو۔ اول میں اُنکے کلام سے مدارات اور مہنت کے معنی اور اُن دونوں میں فرق بیان کرتا ہوں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی اسند لیتے تھے اور اُسکے بعد شاہ صاحب کے کلام کو بھی نقل کرتے۔ مدارات اور مہنت دونوں کے معنی بیان کرنے میں اہل لغت اور اہل شرع کی عبارتیں مختلف ہیں سبکے نقل کرنے میں بہت طول ہوگا بعض اقوال میں اس مقام پر نقل کرتا ہوں علامہ سید مرتضیٰ زبیدی حنفی شرح قاموس میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں "الادمان فی الاصل جعل نحو الادیم مد ہونا بشی ما من الدہن و لما کان المینا محسوساً شغل فی الہین المعنوی علی التجوز بہ فی مطلق اللہین والاسعارۃ ولذا تسمیت المدارۃ والملاہنت مہنت ثم اشتہر ہذا المجاز وصار حقیقۃ عرفیۃ فتجوز فیہ علی التماون بالشئ واستحارۃ" یہاں سے معلوم ہوا کہ مدارات عرفی معنی نرمی کے ہیں اور اس معنی کے لحاظ سے مدارات اور مہنت ایک شے ہو پھر مجازاً کسی شے میں مستی کرنے اور اُس سے حقیر جاننے کو مہنت کہنے لگے یعنی کسی شے کو حقیر جانکر اُس میں مستی کرنا مہنت ہو۔ یہ تو اہل لغت نے مہنت کے لغوی اور عرفی اور مجازی معنی بیان کیے اور محدثین جہاں مہنت اور مدارات کا فرق بیان کرتے ہیں وہاں اکثر کتب میں قرطبی کا یہ قول منقول ہے "والفرق بین المدارات والملاہنت ان المدارۃ بذل الدنیا الصالح الدنیا والدین او ہما معا وہی مباحۃ و رہا استحسنۃ والملاہنت بذل الدین لصلح الدنیا۔ کذا فی المرقاۃ والمحدیثۃ و شرح الشامل المذكورہ"۔ انہیں مہنت اُسے قرار دیا ہو کہ دُنیا کے

سنوارنے کے لیے دین کو بگاڑنا۔ مگر اس حیل بیان سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ دین کے بگاڑنے سے بیان کیا مقصود ہو مگر یہ امر تو یقینی ہو کہ جو تیرہ امور پہنے ابھی بیان کیے ہیں وہ وہیں خل نہیں ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان سلف سے انکا ثبوت کامل ہو۔ اس اجمال کی تفصیل ابن بطلال کے قول سے ہوتی ہو جسے بن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور چنانچہ لکھا ہو "وفسرنا العلماء بانہا معاشرۃ" | مہانت کی تفسیر علمائے اس طرح کی ہے کہ الفاسق و الظہار الرضا باہو فیہ من غیر فاسق سے میل جول رکھنا اور جس فسق میں وہ مبتلا ہو اُس میں رضا مندی ظاہر کرنا ہنکا

نہ کرنا، یہاں سے ثابت ہوا کہ صرف فاسق و مبتدع کی معاشرت مہانت نہیں ہو بلکہ اسکے لیے ضرور ہو کہ جس بُرائی میں وہ مبتلا ہو اُس سے رضا مندی ظاہر کرے اور بغیر اسکے مہانت ثابت نہوگی۔ یہاں یہ امر خوب ملحوظ رہے کہ مہانت میں یہ ضرور ہو کہ اُسکی برائی میں اظہار رضا مندی ہو اور اگر کسی فاسق کے فسق کی وجہ سے نہیں بلکہ اُس میں جو خوبی ہو اُسکی وجہ سے یہ اظہار رضا مندی کرتا ہو مثلاً وہ سخی ہو مسلمان ہے۔ اسلام کو اُس سے نفع پہنچتا ہو اُسکو مہانت ہرگز نہ کہیں گے مثلاً بزرگان دین نے بعض مبتدعین کی تعریف کی اُنہیں اُستاد بنایا۔ اُن سے حدیثیں روایت کیں یہ مہانت نہیں ہو کیونکہ یہ تعریف وجہ اُنکے علم و فضل کے ہو نہ وجہ اُنکی بدعت کے اور روایت حدیث وجہ اُنکے اسلام اور وقفیت دین کے ہو بعض اراکین ہندوۃ العلماء جو اہل قبلہ سے اظہار رضا مندی کیا ہو وہ بھی وجہ اُنکے اسلام کے ہو وجہ اُنکی بُرائی کے نہیں ہو چنانچہ اسکی تفصیل دوسرے حصہ میں آئے گی۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ مخالفین نہ وہ جو ان بزرگوں کے کلام پر نظر نہیں کرتے جسے شاہ عبدالعزیز صاحب سند پکڑتے تھے بلکہ اُنہیں چھوڑ کر شاہ صاحب کا قول پیش کرتے ہیں تو کیا جناب شاہ صاحب کو وہ سلف کا مخالفت بنایا چاہتے ہیں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ جناب شاہ صاحب کے قول کے وہی معنی سمجھنا چاہیے جو بزرگان سابق کے

اُنکا ایفا ضرور ہو بلکہ تینوں کے لیے شرائط اور مواقع ہیں جب وہ شرائط پائے جائیں اُسوقت اُنکا ایفا ضرور ہو ورنہ نہیں۔ امر بالمعروف کے لیے بھی شرطیں ہیں اور اقامت حدود کا ثواب ذکر ہی کرنا فضول ہو اور بیان حق مَر کے لیے بھی مواقع ہیں جب ان امور کا بیان تھا وہ صاحب نے نہیں کیا تو پھر اُنکے کلام سے ندوے میں کیا نقص ثابت کرتے ہیں اسی جناب ندوہ اگر مبتدعین سے ملا تو ایفا کئے حقوق دین کے لیے ملاحظہ دین مختلف اُنکی حالتیں مختلف اُنکے ایفا کے طرز جدا جدا اُنھیں سمجھ کر کرنا چاہیے ندوہ اُسے خوب سمجھ کر تاپے غالباً تم بھی سمجھ تو گئے ہو مگر ضد سے نہیں مانتے البتہ تم مدہست کرتے ہو کہ علانیہ حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ و الثناء پر سب طعن ہو رہا ہو اور چھپرک شائع ہوتا ہو اور تم دم نہیں مارتے۔ یہ مدہست نہیں ہو؟ ضرور ہو۔ بلکہ یہ تو اعلیٰ مرتبہ کی بے دینی ہے۔ غرض کہ جناب شاہ مصاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہو مگر جو معنی شاہ مصاحب نے بیان کیے ہیں اُسکے سمجھنے کے لیے فہم اور وسعت نظر چاہیے۔ ملاحظہ ہو۔ ایفا سے حقوق دین کے لیے تین صورتیں شاہ مصاحب نے بیان کیں (۱) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (۲) اقامت حدود (۳) بیان حق مَر۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بلا شک فرض ہو مگر اُسکے لیے مواقع اور شرائط ہیں یہ نہیں کہ ہر جگہ جس طرح چاہے کچھ کننا شروع کر دے۔ اب اُسکے فرض ہونے کے بعض شروط ملاحظہ کیجئے اَوَّل منہی عنہ کے ارتکاب کا معائنہ کرے جس میں چاہیے اور اگر بلا معائنہ کسی کافسق و بدعت یقینی طور سے معلوم ہو جائے تو موقع اور محل سے نصیحت کرنا چاہیے یہ نہیں کہ جب اُس سے ملاقات ہو تو امر بالمعروف شروع کر دے ورنہ بلا میں ٹھہرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عیینہ آیا آپ نے اُسکی خاطر کی اور باوجود علم کے جو اُس میں بُرائی تھی اُسوقت اُس سے منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بزرگان دین مبدعین کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اُستادی شاگردی کا سلسلہ جاری تھا احیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ جب ملاقات ہوتی تھی یا جسوقت حدیث تھا

کرنے بیٹھتے تھے تو امر بالمعروف کر دیا کرتے تھے اور انکے عقیدہ بد کی بُرائی کر کے اصلاح کی ہدایت کیا کرتے تھے؟ اگر ایسا ہوتا تو آمد و رفت کا سلسلہ ہی بند ہوتا اور استاد ہی شاگردی کی نوبت ہی نہ آتی۔

دوم جس امر کو منع کرے متفق علیہ ہوا اختلافی مسئلہ ہو چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں ”ثم العلم انما يكثر من ما اجمع عليه اما المختلف فيه فلا انكار فيه لان على اهل المذنبين كل مجتهد مصيب هذا هو المختار عند كثير من المحققين او اكثرهم وعلى مذاهب الاخر لم يصيب واحد ولم يخطئ غير متعين لنا والا ثم مرفوع عنه الخ“ خیال کیجئے کہ امام نووی جنہیں سرگروہ مخالفین ائمہ دین میں شمار کرتے ہیں وہ صہاف کہتے ہیں کہ مسائل اختلافیہ میں انکار بچائیے۔

سوم اگر وہ متفق علیہ ہو تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ ہمارے کہنے سے نفع ہو گا یا ہونگا اگر سمجھ کہ نفع ہو گا بلکہ فتنہ اُٹھے گا یعنی اُس شخص کو صہار و ضد ہو جائے گی یا اور مضرتیں پیدا ہونگی اُس وقت امر بالمعروف ہرگز فرض نہیں ہو سید ظرح اور بھی شرط ہیں ان شرائط کے پائے جانے کے بعد امر بالمعروف نہ کرنا انکی بُرائی پر اظہار رضا ہو اسلئے شاہ صاحب کے کلام کا نتیجہ وہی ہوا جو ہم پہلے فتح الباری سے نقل کر چکے ہیں بلکہ شاہ صاحب کا کلام تو صفا طوسے مبراہنت کے وہی معنی بتا رہا ہو جو فتح الباری میں منقول ہیں کیونکہ آخری جملہ انکاحیہ ہو کہ موافقت باسکران کو بظاہر باشد درہایت عامہ کلیہ خلل جی اندازد“ منکر و نکی موافقت کو جو وہ منع کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اُسور ممنوعہ میں موافقت کو منع کرتے ہیں کیونکہ اگر منکر اقرار توحید و رسالت کر رہا ہو تو کیا اُس سے بھی موافقت ممنوع ہو یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا بحال شاہ صاحب کے کلام کا حاصل وہی ہو جو ابن بطلال مختصر لفظون میں کہہ رہے ہیں اور قاضی حنفی جو سہادین مبراہنت کے معنی شاہ صاحب سے نقل کیے ہیں اُس میں تو اس سے زیادہ تصریح ہو کیونکہ وہ عبارت یہ ہو: اگر شخصہ حرکتے مخالفت شرع کند یا ترک تنظیم دین نمود با دوی موافقت نمودن و اظہار ناخوشی نہ کردن و سخن اورارد نہ کردن از باب مبراہنت مست“ اسکا حاصل

وہی اظہار الرضا باہو فیہ ہوا۔ الغرض مہانت کے معنی یہ ٹھہرے کہ فاسق یا مبتدع کے فسق و بدعت میں شریک ہو جانا یا کوئی ایسا قول و فعل کرنا جس سے اُسکے فسق و بدعت پر رضامندی ظاہر ہوتی ہو۔ باقی رہا اسلامی حیثیت اُنکی مع کرنا انھیں حق پر کہنا وغیرہ جو بعض اراکین مذوہ کی تقریر میں مذکور ہیں وہ ہرگز مہانت نہیں ہو اور نہ انہیں اُنکے طریقے کی تحسین ہو نہ وہ کسی کے فسق و بدعت میں شریک نہیں اور نہ کسی کے فسق و بدعت پر اظہار رضامندی کرتا ہو قاضی زباندرازی نے ذکرین ہمارا جواب الزامی ملاحظہ کر کے دفعہ ۲۱۱ فرقہ اہلیہ کو سنائیں۔ جناب شاہ صاحب نے مبتدعین کے باب میں بعض روایتیں بھی نقل کی ہیں اُنکا جواب عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ مدارات اور مہانت کے معنی معلوم ہوئے اب اُن روایات کو جنہیں اجتناب کا حکم اور اختلاط کی ممانعت ہو ذکر کر کے میں مفصلاً جواب لکھتا ہوں اور روایات مذکورہ اور افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف کے برتاؤ سے جو میل جول ثابت ہو اُس میں تطبیق دیتا ہوں کیونکہ اہل حق کا یہ شیوہ نہیں ہو کہ ایک پہلو دکھا یا جائے اور دوسرا پہلو پوشیدہ کیا جائے جیسا کہ مخالفین کی عادت ہو مگر صاحب ارشاد نے اس عمدگی اور متانت سے جواب دیا ہو کہ سبحان اللہ جسکے دماغ میں کچھ بھی حق شناسی کی بو ہو وہ دیکھ کر بے اختیار سبحان اللہ کہہ اُٹھے گا مگر سچ ہو کہ ناحق کوش اور الد اخصام کے مقابلے میں کیسا ہی امر حق بیان کیا جائے اور کیسی ہی عمدہ تقریر اُسکے دردم کیجائے مگر اُسپر اُلٹا اثر ہوتا ہو چنانچہ صاحب سعاد نے اُن لا جواب باتوں کو کس بے تہذیبی اور بد زبانی سے اڑا یا ہو کہ نعوذ باللہ۔ ناظرین ارشاد الکلام کے صفحہ ۳۵ سے ۵۰ تک ملاحظہ کر کے اسعاد کو ملاحظہ کر لیں اور جو کچھ اُنھوں نے خرافات اُسکے جواب میں لکھا ہو اُسکا جواب اہل حق پر اس رسالے سے بخوبی ظاہر ہو جائے گا با اینہم میں مختصر اُنکے ردایات کا ذکر کر کے اُنکا جواب لکھتا ہوں۔

رئیس المجادلین صاحب فتاویٰ القدوہ نے پانچ حدیثیں ممانعت میں نقل کی ہیں۔

پہلی حدیث میں اُن سے اجتناب کا حکم ہو مگر ابی اور فتنہ کے خوف سے اب دیکھنا چاہیے
 امام عظیم رحمہ اللہ اور امام بخاری اور اکثر محدثین اور فقہاء جو مبتدعین سے حدیث روایت
 کرنے کو جائز رکھتے ہیں اور روایت کرتے ہیں کیا وہ سب اس حدیث سے ناواقف تھے
 جو اُن سے دور رہنا کیا معنی اُنکو استاد بنانے اور اُنکا ادب کرنے اُن سے دینی بات
 روایت کرنے کو درست بتاتے ہیں پھر وہ تابعی اور تبع تابعی جو اُن سے میل رکھتے تھے
 وہ حدیث کی مخالفت کرتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا انھیں محدثین اور اکابر دین سے
 اس حدیث کے معنی دریافت کر لیں اور جو چاہیں انھیں کہیں ہیں تکلیف ندین۔
 دوسری حدیث میں اُنکی عیادت کرنے اور اُنکے جنازے پر جانے کی ممانعت
 ہو تیسری حدیث میں سلام کرنے کی ممانعت ہو اگر اس حدیث کا محل خاص قرار دیا
 جائے یا تغلیظ پر محمول کیجائے تو ہو سکتا ہے یعنی جب ایسا موقع ہو کہ سلام نہ کرنے اور عیادت
 نہ کرنے سے انھیں تنبیہ ہوگی وہ اپنی بُرائی سے باز آئے گا۔ دوسرے بھی متنبہ ہوں گے
 تو ضرور کرنا چاہیے اور جب ایسا موقع ہو کہ ترک سلام وغیرہ سے اُسے اور غصہ اور
 بُرے بھٹے کی جیسا اس وقت ہو رہا ہو تو وہاں یہ حکم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ غور کرنے کا مقام ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کی عیادت فرمایا میں صحابہ تھوڑی دیر کی مرفعت
 کی وجہ سے کافر کو سلام کریں اور مبتدعین سے باوجود اسلامی شرکت کے یہ اُمواجائز نہیں
 یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کا وہ مقولہ دیکھ لیجئے جو ہم قیام رسالہ میں لکھ آئے ہیں کہ
 فضیلت عام را بسبب نبودن فضیلت خاص از نظر ساقط نباید کرد و مراعات آن فضیلت
 عام را از دست نباید داد الخ چوتھی روایت میں اُنکے پاس بیٹھنے اور کھانے پینے
 اور اُن سے مکالمہ کرنے کی ممانعت ہو۔ یہ روایت عقلی سے نقل کی ہو مگر یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب تو
 انھوں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی مگر اس روایت کی حالت اس سے معلوم ہو سکتی ہے
 کہ اکابر امت محمدیہ محدثین اور فقہاء مبتدعین کے پاس گئے۔ اُنکی شاگردی کی۔ اُن سے حدیث

روایت کی۔ انھیں شاگرد بنایا اور اب تک یہ طریقہ جاری رہا اسی طرح فقہانے اُنسے مناکحت جائز رکھی پھر کیا یہ سب اس حدیث سے ناواقف تھے؟ تمام محققین فقہاء اور محدثین خلافت حدیث عمل کرتے اور حکم دیتے رہے؟ یعنی ضال مضل رہے۔ نحوذ باللہ منہ۔ اس حدیث کی صحت کرنے کے بعد اسکے معنی وہی ایسے جائیں گے جو تیسری حدیث کی توجیہ میں بیان کیے گئے۔

پانچویں روایت ابن حبان سے نقل کرتے ہیں کہ نہ انکے جنازہ کی نماز پڑھو نہ انکے ساتھ نماز پڑھو ابن حبان تو انھوں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی مگر حضرت بریلوی اکثر نقل میں اُن کتابوں کا حوالہ نہیں دیتے جسے نقل کرتے ہیں بلکہ اپنی وسعت نظر دکھانے کو نادر کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں جن کا حوالہ کسی کتاب میں انھوں نے دیکھ لیا ہے۔ بیان سابق سے اس روایت کی حقیقت اور معنی ظاہر ہو سکتے ہیں مگر میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس روایت کا مضمون سلف کے عمل کے بالکل خلاف ہو۔ چنانچہ قاضی عیاض مبتدعین اہل تاویل کے باب میں لکھتے ہیں کہ "اہل اہل اختلاف الناس فی الکفار اہل التاویل والصلوب ترک الکفار ہم (کما علیہ الجہو من الائمہ) والاعراض عن التحکم علیہم بانحصران واجرار احکام الاسلام علیہم فی قصاصہم ووراثاتہم ومناکحتہم دیاتہم والصلوۃ علیہم ودفنہم فی مقابر المسلمین سائر معاملة فی الدنیا والدین۔"

کی تکفیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ انکی تکفیر نہ کرنا چاہیے اور انکے نقصان میں ہونے کا یقین نہ کرنا چاہیے اور قصاص وراثت اور مناکحت اور دیت اور نماز اور مسلمانوں تکھے میں دفن کرنے میں اور تمام دنیاوی اور دینی معاملات میں احکام اسلام اُن پر جاری کرنا چاہیے۔ لیجئے جناب تمام روایتوں کا اسی قول سے جواب ہو گیا۔ قاضی عیاض رح فرما رہے ہیں کہ مبتدعین اہل تاویل سے شادی بیاہ کرنا انکی نماز پڑھنا اور تمام دینی اور دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کا سا برتاؤ رکھنا ثواب ہو یہ قول انکا ہو جنھیں خان بریلوی اپنی کتاب "حیات الموات" میں امام کا لقب دے رہے ہیں اور عاظم السلف اور اکرام اُخلف میں شمار کرتے ہیں وہ اس روایت کے خلاف کو صواب کہتے ہیں اور ملا علی قاری

وَالصَّلَاةَ عَلَيْهِمُ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اَؤْمَاتُو وَخَلْفَهُمْ اِذَا امَوَاتٍ یعنی جب وہ مرجائیں تو اُنکی جنازے کی نماز پڑھنا اور جب وہ امامت کریں تو اُنکے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہو گا اب ملاحظہ ہو کہ ائمہ دین اور علمائے کمالین کہہ رہے ہیں کہ صحیح امر یہ ہو کہ مبتدعین اہل تاویل کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہیے اور اُنکے ساتھ پڑھنا کیا اگر وہ امام ہوں تو اُنکی اقتدا بھی درست ہو۔ خان بریلوی تو یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اُنکے ساتھ نماز نہ پڑھو بزرگوں کے قول سے اُنکے ساتھ پڑھنا کیا اُنکی اقتدا بھی جائز ہو۔ اور یہ قول صرف قاضی عیاض اور ملا علی قاری ہی کا نہیں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصریؒ نے مبتدعین کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو۔ چنانچہ صحیح بخاری میں منقول ہے امام نووی جنھیں آپ بھی حیات الموات میں کمالین میں شمار کر چکے ہیں اور امام کا لقب دے چکے ہیں وہ اپنی کتاب ”روضۃ“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَزَلِ السَّلَفُ وَاخْلَفَتْ عَلَى الصَّلَاةِ
خَلْفَ الْمُعْتَزِلَةِ وَغَيْرِهِمْ وَمُنَاقِحَتِهِمْ وَاجْرَاءِ
اِحْكَامِ الْاِسْلَامِ عَلَيْهِمْ۔

یعنی سلف اور خلف ہمیشہ معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور باہم شادی بیاہ کرتے رہے۔ اور (اُنکے سوا) احکام اسلام کے اپن جاری کرتے رہے۔ خان بریلوی ملاحظہ کریں کہ امام نووی نے آپکے استدلال کو بیخ و بن سوا کھینچ دیا بلکہ بقول امام ممدوح تمام سلف اور خلف کے فعل نے آپکے تمام استدلال کو غلط کر دیا کیا یہ سلف اور خلف جو معتزلہ وغیرہ مبتدعین کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور مناکحت جائز جانتے رہے یہ سب ان احادیث سے غافل تھے؟ یا نحوذ باللہ جانکر حدیث کے خلاف عمل کرتے تھے؟

القرض جب بزرگان دین مبتدعین کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ اُنسے شادی بیاہ کرتے رہے تو باہم ملے جُلے رہے یا نہ رہے۔ اسپن ایک قسم کی محبت ہوئی یا نہ ہوئی جب باہم نکاح کو جائز رکھا اور اُسپر عمل بھی کرتے رہے تو بالضرور ملے جُلے رہے اور باہم محبت بھی رہی ہی

مذہد کہتا ہو اسکا حاصل جس امر کی ہدایت مذہد کرتا ہو اُسکا ثبوت بزرگان دین کے قول اور فعل دونوں سے ہو گیا۔

صاحب ارشاد نے سولہویں دلیل میں فقہاء کے کلام سے اس امر کا ثبوت یا تھا کہ فقہاء نے معتزلہ وغیرہ سے مناکحت کو جائز رکھا ہو اور جب معتزلہ وغیرہ کے ساتھ مناکحت جائز ہو تو اس سے زیادہ اور کیا طریقہ میل جول کا مستوع سے ہو سکتا ہو اور یہ طریقہ صرف میل جول اور خوش خلقی ہی کو واجب نہیں کرتا بلکہ غالباً باہمی محبت کا باعث بھی ہوتا ہو الخ اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ یہ کیسی صاف اور سچی بات ہو مگر یہ گردہ ایسی صاف اور سچی بات کو بھی نہیں مانتا چنانچہ صاحب اسعاد فرماتے ہیں کہ اُس سے ہرگز مذہب کی تائید نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر حکم فقہی یہ ہو تا کہ اُس منکوحہ کی شرعاً تعظیم کرنا اور اختیاری شرعی محبت رکھنا فرض ہو اور اوسکی بغض اہانت حرام و کفر ہے ناظرین اوّل تو اس خلطِ مبحث اور ابلہ فریبی کو ملاحظہ کریں کہ صاحب ارشاد تو جواز مناکحت سے دوام ثابت کرتا ہو ایک تو میل جول کا جواز دوسرے ایک قسم کی باہمی محبت کا جائز ہونا اور یہ دونوں امر بیشک اور بلاشبہ ہر ایک عاقل کے نزدیک جواز مناکحت سے ثابت ہوتے ہیں مگر مخالفین کو چونکہ حق پوشی منظور ہو اس لیے اُنھوں نے اپنی تحریر میں یہ طرز اختیار کیا ہو کہ جب دلیل پر کوئی نقض نہیں کر سکتے تو جس دعوے کے لیے وہ دلیل پیش کی ہو کہیں تو بالکل اُسے اڑا کر دوسرا امر پیش کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اُس سے یہ تو ثابت نہیں ہوا اور کہیں بالکل نہیں اڑاتے تو اور جنہی اُمور کے ساتھ اُسے ملا دیتے ہیں تاکہ عوام کو امتیاز نہ ہو سکے۔

صاحب اسعاد کا قول مذکور میرے دعوے کا ایک شاہد ہو ملاحظہ کیجیے کہ میل جول کا ثبوت تو جواز مناکحت سے ایسا بین اور ظاہر تھا کہ انکی کلمہ فہمی نے بھی اُسے سمجھ لیا اور فتاویٰ الہی کی غلطی کو جان گئے۔ لیکن اُسے تو بالکل اڑا گئے نام ہی نہ لیا اور اصلی مدعا وہی تھا۔ رہا دوسرا

۴۔ ثبوت میل جول کے شرعی ہونے کا ثبوت فقہاء نے اس سے قطعاً کر دیا ہے۔ اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ یہ بات بھی سچی ہے۔

امر میں سے ایک قسم کی باہمی محبت کا جواز اوسین اوکی کم یا یکی نے اوکی مساعدت کی اور دوشبہ اوخون نے کیے **اَوَّل** ”یہ کہ اگر نکاح سے محبت ضروری ہوتی تو یہ دُوزخِ نصار کی محبت فرض ہوتی کیونکہ اونسے بھی نکاح درست ہو“ دوم ”یہ کہ نکاح سے محبت طبعی ہوتی ہے اور یہاں محبت شرعی میں کلام ہے۔ اس شبہ کا مطلب یہ ہوگا کہ جوازِ مناکحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ شارع نے محبت کو جائز کر دیا بلکہ مناکحت سے جو محبت پیدا ہوتی ہے وہ ایک طبعی امر ہے شرع نے اُس کا حکم نہیں دیا“

یہ دونوں شبہ نہایت کم فہمی پر مبنی ہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہو کہ مناکحت کے بعد جو محبت طبعی ہوتی ہو وہ ایسی نطقی تو ہے نہیں جس طرح باپ بیٹے میں ہوتی ہے بلکہ مناکحت او سکا باعث ہوتا ہے جب شارع نے مناکحت کو جائز کیا تو ضرور محبت کو بھی جائز رکھا اگر محبت کا نہونا مقصود شارع ہوتا تو مناکحت کے جواز کا حکم شارع نہ دیتا۔ یہ جواب تو بطریق نزول ہو ورنہ یہ کہنا کہ جوازِ مناکحت سے جوازِ محبت کا حکم نہیں نکلا بے علمی اور شرعیت سے بخبری کی دلیل ہو۔ بیوی کے ساتھ اولاد لانے اور حرکت اور لعب پر بھی ثواب کا وعدہ ہے جو خوش محبت کی وجہ سے بیوی کے ساتھ شوہر کرتا ہو پھر محبت پر اور بالخصوص جبکہ یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواجِ مطہرات سے محبت رکھتے تھے اسلئے میں بھی رکھتا ہوں تو اسپر اسے ثواب نہ ملے گا ضرور ملے گا اور جب ثواب ملا تو محبت کا شرعی ہونا ثابت ہو گیا۔ اور بہت اچھا محبت کو علیحدہ رکھیے یہ فرمائیے کہ جو احکام آپ مہند عین کے لیے بیان کرتے ہیں یعنی بغض و تنفر وغیرہ وغیرہ وہی بیوی کے ساتھ برتنے کا حکم ہے یا اسکے خلاف قرآن مجید اور احادیث کثیرہ زوج کے ساتھ حسن معاشرت اور عمدہ برتاؤ کرنے کی تاکید کرتے ہیں ”عاشد بہن بالمعروف خیار کم خیار کم لسانہم“ (ابن ماجہ) ”خیر کم خیر کم لاہلہ وانا خیر کم لاہلی“ (ترمذی) ”ما اکرم النساء الا کیم ولا ہا نہن الا لیثم“ (ابن عساکر) ”خیار کم الینکم مناکب واکرم للنساء (میزان)

ان نصوص صریحہ کو ملاحظہ کیجیے انہیں کس قدر بیویوں کے احترام کی ترغیب اور حسن معاشرت کی تاکید ہے۔ جب بیوی کے لیے یہ احکام ہیں تو جب مبتدع سے نکاح جائز ہوا تو اس سے یہ برتاؤ واجب ہو گیا جو ان نصوص میں مذکور ہے۔

کیئے قاضی صاحب! جن اُمور کو آپ مفید ندہ بتاتے ہیں اوں کو بھی ہم نے نصوص سے ثابت کر دیا۔ البتہ ایک امر ثابت نہیں ہوا یعنی اہانت کو کفر بتانا تو یہ دعوے ندہ کا نہیں ہے یہ تو آپ کا افتراء ہے۔ ندوے کا کام کا فر بنانا نہیں ہے وہ تو مسلمان بنائیگی کو شش کرتا ہے۔ کا فر بنانا تو آپ کے گردہ کا کام ہے۔

القرض ندوہ جواز نہ کحت سے سیل جول اور محبت کو ثابت کرتا ہے وہ ہو گیا مع شے زائد باقی رہا یہ کہ اس سے یہود و نصاریٰ کی تعظیم و محبت کو فرض تسلیم کرنا پڑیگا یہ جہالت ہے تعظیم کا ذکر بیان آپ کی وہی چالاکي ہے۔ صاحب ارشاد نے اس مقام پر اسکا دعوے نہیں کیا ہے۔ رہی محبت تو کسی اہل علم کے نزدیک بیوی کی محبت سے یہود و نصاریٰ کی محبت لازم نہیں آتی اور یہود یہ بیوی سے محبت بوجہ بیوی ہونے کو ہوگی نہ بوجہ اس کے یہود یہ ہونے کے اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر اسے اہل علم انصاف پسند سمجھتے ہیں جنہیں علم و انصاف سے واسطہ نہو وہ کیسا سمجھیں گے۔

میں دو در چلا گیا اصل مدعا خان بریلوی کے استدلال کا غلط ثابت کرنا تھا وہ اکابر کے کلام سے ہو گیا مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ خان بریلوی نے اپنے فتوے میں روایتوں کو پورا نقل نہیں کیا کچھ الفاظ چھوڑ دیے ہیں اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ روایتیں قدریہ وغیرہ باب میں ہیں جنکی نسبت علامہ مجد الدین صاحب قاموس سفر السعاده میں لکھتے ہیں ”و در باب مرجیہ و قدریہ و جہمیہ و اشعریہ ہیچ حدیث صحیح نشدہ“ یہ مقولہ کن کا ہے اونکا ہے جسکے قول سے مقتداے فرقہ اہلیہ سند پکڑتے ہیں اور جنہیں اکابر اہل سنت میں

شمار کرتے ہیں (سیف الاسلام مولوی عبدالقادر صاحب ملاحظہ ہو) پھر ایسے مستند قول کو بیان کیوں مردود ٹھہرایا جاتا ہے اور جن روایتوں کو وہ غلط صحیح کہہ رہے ہیں ان سے استدلال کیا جاتا ہے۔

صاحب اسعاد کو دیکھیے کہ وہ اپنے استاد و مرشد کے قول کو غلط ثابت کر رہے ہیں کیونکہ وہ صفحہ ۶۹ میں علامہ مجد الدین کے قول کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ”یہ آپ کی قلت نظر اور عدم تعمق کا قصور ہے ورنہ محققین نے ان روایات کو صحیح لکھا ہے“ اسی جناب قلت نظر اور عدم تعمق کا قصور ہے تو علامہ مجد الدین کا ہوگا صاحب ارشاد نے تو انکا قول لکھ دیا کہ اب جو کچھ آپ کہیں اور انھیں کہیں مگر اپنے استاد مرشد سے پہلے سمجھ لیں وہ اکابر اہل سنت میں اور انھیں بتا کر انکے قول کو مستند بتاتے ہیں آپ اور انھیں غیر محققین میں داخل کر کے انکے قول کو غیر مستند اور مردود بتا رہے ہیں۔ ہم نے تو آپ کے اکابر مسلم الثبوت کے اقوال و افعال سے خان بریلوی کے قول کو غلط ثابت کر دیا اور اگر آپ زیادہ چون چرا کریں گے تو ان روایتوں کے راویوں میں جس جرح دکھا دی جائے گی۔

الغرض میل جول کی ممانعت ان روایتوں سے ثابت کرنا اور بالخصوص وہ میل جول جسے مذکورہ کتاب ہے بلاشبہ تصورِ علم اور قلتِ نظر کی وجہ سے ہے۔ اب رہا اکابر کا برتاؤ وہ مختلف رہا ہے بعض نے بے تامل میل جول رکھا ہے بعض نے نہیں کھا چنانچہ ملا علی قاری نے بھی اسکی تصریح کی ہے اور بیان سابق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کے مختلف اسباب ہیں۔ صاحب ارشاد نے مختصر طور سے کسی قدر بیان کیا ہو ناظرین ملاحظہ کریں۔

بیان یہ امر بھی لائقِ ملاحظہ ہے کہ ہمارے اکابر اس امر میں مختلف ہیں مگر اس امر میں کوئی ایک دوسرے کی تفصیل تفسیق نہیں کرتا اس سے ثابت ہوا کہ مخالفین مذکورہ قول فوسل باتفاق اکابر مردود اور خلاف سلف ہو۔

اب میں اس حصے کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ ربنا فتح بینا و بین قوما
باسحق وانت خیر الفاتحین و الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

صحت نامہ کمال الارشاد

نمبر	صفحہ	غلط	صحیح	نمبر	صفحہ	غلط	صحیح
۳	۱۶	جلال العینین	جلال العیون	۳۰	۱۵	امین کوئی شیعہ پر	امین کوئی شیعہ پر
۴	۲۰	ہم	تاہم	۳۲	۸	پورپ	پورپ
۱۳	۱۸	دین	دین کی	۴۲	۱۷	ور	اور
۱۷	۲۱	بجا بجا	جایجا	۵۲	۹	ہوسکا	ہواسکا
۲۴	۱۸	نظیر احمد خاں دہلوی کے	نذیر احمد خاں دہلوی کے	=	۱۰	جواب	جوابوں
۲۵	۱	نظیر احمد	نذیر احمد	۵۵	۱۵	سیف الاعلام	سیف الاسلام
۲۸	۱۵	سور	سور	۵۷	۲۰	عقیق	عقیق
=	۱۷	جو	جو	۶۱	۷	جورور	جی
=	۲۱	اغراض	اعراض	۷۵	۱۳	مواقت	مراقت
۲۹	۱۲	مصنف	منصف	۹۸	۷	علی ماہدی	علی ہدی
۷	۲۰	دیکھیل	ڈیکھیل	۱۱۱	۳	ماتو	ماتو

سنن ابوداؤد

ایجابیہ لغزہ اللہ اکبر است
ایجابیہ کہ لغت ز اخلاق سرور است
ایجابیہ کہ مدبوہ دشت اگر است
ایجابیہ کہ وصف حدیث پیمر است

توفیق نازہ رنگ بہ نرم قبول بین
سلک گہر نظم حدیث رسول بین

امین شکر ہیں کہ اسلام کا دار و مدار قرآن و حدیث پر ہی۔ اور تفصیل معانی کے لحاظ سے حدیث مطاب قرآن کی طرف رہبر
گواہی کا انحصار صحاح ستہ پر نہیں لیکن اسناد و متن حدیث کے خیال سے اعلیٰ صحت پر اتفاق ہی اور ان کا دس شہرہ آفاق
اسی مجموعہ صحاح ستہ ہیں جس کی بکرت ہر شہر صحت میں موجود ہی ایک کتاب سنان ابوداؤد ہے۔ اسکے کوئی کون ہیں؟
تجملہ یثرب راس المتقیین زبدۃ العلماء قدوۃ الیقار صحت روایت میں نہایت بیظیر حفظ حدیث میں حافظہ لائق امام
ابوداؤد ابن اشعث السجستانی علیہ الرحمۃ والغفران من اللہ الرحمن۔ یہ حدیث کی شہرہ کتاب سنان میں کامل ہے
اور قدیم سے علماء و طلباء میں متداول۔ مگر باقی زمانہ کے تمام طبع و نسخے ایسے غلط چھپے ہوئے ہیں کہ کتاب کا اصل مطلب نہیں ملتا
تعمیر سید محمد ہاشم نے دنیا و دوزخ میں شرح نہ تو غلطی کا ہاتھ نہ صحت کا انتظام نہ نسخہ کی اختلاف کی تصحیح نہ غلط او و ہام کی تصحیح نہ کاغذ
کی صفائی نہ چھاپہ کی خوشامی نہ اس کے علاوہ جہاں ہے۔ اور طلباء پریشان آخر مشائخ و علما کی کثرت و فرائضوں نے مطبع
مجتبائی ہلی کو جو دوسری کتابوں کے صحیح اور قابل قدر شائع کرنے کے لیے مشہور اور دنیا کے کوسب آرزوی اہل اسلام
طبع کرینیں معروف نزدیک دور ہی سنن ابوداؤد کو انکسار ہوتا تھا کہ کبھی چھاپنا نہ ہو سکتا تھا۔ اور ہم طبع نے عمدۃ العلماء
قدوۃ الیقار۔ ماہر فن مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدرس اعلیٰ لہور علیہ رحمۃ اللہ نے اس کی تصحیح کام لیا۔
صحیح کے لیے اکثر طبع و غیر طبع قدیم نسخے جمع کیے گئے تاکہ وہ نسخے جو گزشتہ اور موجودہ بڑے بڑے محدثین کی دس صدیوں
میں ساہا سال رہ چکے ہو وہی وقت سے اکٹھے ہوئے۔ پھر بعض کا بعض سے تقابل کر کے ایک نہایت صحیح نسخہ مرتب ہوا۔ اور اسے
نسخہ واعدہ کے اہتمام اور پوری لاگت سے چھاپا گیا۔ اس کا متن غلط سے پاک ہو اور حاشیہ و ہم و نظا سے بیکار۔ بالانہما
بچھ رہ گیا ہو تو وہ بشری غلطی ہی جو ہر طرح قابل معافی ہو کیونکہ ان الانسان مرکب من الخطا والنسیان۔ سو ان کے
موسوف نے تسعد و نسخے سانسے رکھ کر غائر نظر کے ساتھ تقابل کی محنت اٹھائی ہو۔ اور نہایت دلی توجہ سے اس کی تصحیح میں
سرگرمی فرمائی ہو جن حدیث میں جا بجا نمبروں کے اشارے دے دیے ہیں اور حسب ضرورت اکثر تفاسیر پر غیہ حاشیہ تحریر کیے ہیں۔
جس کو یہ ہو کہ صحت و خوشخطی و دیگر خوبیوں کے لحاظ سے نسخہ سنن ابوداؤد ان کے اس سے بہتر کہیں نہیں جیسا کہ انھوں نے دیکھا
نہ کاؤن نے سنا۔ عام قیمت کا نقد خالی و سببہ صر و لاتی سے بچھٹا کیجاں خرید کر کیے گئے ساتھ رعایت ہو گی۔
شائقین حضرات۔ اس کتاب کے پڑھنے و دیکھنے والے ثواب میں داخل ہیں۔ اور اسکے تمام حرف و تاج نبولیت میں کافی
کے قابل۔ اسے ہاتھوں ہاتھ لو۔ حزن جان بناؤ۔ خود ڈھونڈو اور کوٹریاؤ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محمد عبدالاحد عرفی مدیر مطبع مجتبائی دہلی

